

اِنَّكَ لَآتِيكَ

عَنْ عَقِيدَةٍ

عَلَيْهِ الْعَدَبُ

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب

مکتبہ صفدریہ
نور محمدیہ لاہور

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى
فَلْيَكْفُرُوا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبِ (قرآن مجید)

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَلَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ (مستند احمد علی شرط مسلم)

وَالنَّشْدُ الْأَمَامُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِي الصَّحِيحِ ۛ

تَبَارَكَ مَنْ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ غَيْرُهُ وَمَنْ لَا يُنْزِلُ يُشْنَى عَلَيْهِ وَيُنْذَرُ

ۛ (مجمع جوشیہ ص ۱۲۳ لابن القیوم)

إِزَالَةُ الرَّيْبِ

عَنْ عَقِيدَةِ

عِلْمِ الْغَيْبِ



جس میں بڑی تحقیق و جستجو اور محنت شاقہ سے قرآن حکیم مجموع احادیث صحابہ تابعین فقہاء کرام محدثین اور متکلمین اور بزرگان دین وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اجماع کی واضح اور روشن ترجیحات اور اقوال، ٹھوس حوالہات مستحکم دلائل اور مضبوط براہین کے ساتھ یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے ہے اور بس کسی دلی اور بزرگ کسی نبی اور فرشتہ حتیٰ کہ جناب ام المومنین حضرت عہدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی علم غیب نہیں تھا اور اس کے برعکس عقیدہ سراسر غیر اسلامی ہے اور اس عقیدہ کے مخالف حضرت کے تمام نقلی اور عقلی شہادتیں محکمت جواب دے کر نفی اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کے مثبت اور منفی پہلو کی علمی بحث کا جویش ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ کتاب پڑھنے سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے اور ذاتی اور عطائی وغیرہ کی تمام دروازہ کاہنشین یک نظر سامنے آجاتی ہیں



ناشر: مکتبہ صفیریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

﴿جملہ حقوق بحق مکتبہ صفوریہ نزدکھنہ گھر گوجرانوالہ محفوظ ہیں﴾

طبع دہم مارچ ۲۰۱۱ء

نام کتاب ازلۃ الریب عن عقیدہ علم الغیب
مؤلف امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفوریہ
مطبع مکی مدنی پرنٹرز لاہور
تعداد بارہ سو پچاس (۱۲۵۰)
قیمت ۳۱۰/- (تین سو دس روپے)
ناشر مکتبہ صفوریہ نزدکھنہ گھر گوجرانوالہ

﴿ملنے کے پتے﴾

- ☆ کتب خانہ صفوریہ، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
- | | |
|--|---------------------------------------|
| ☆ ادارہ الانور، غوری ٹاؤن کراچی | ☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی |
| ☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان | ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان |
| ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور | ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور |
| ☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور | ☆ مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور |
| ☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی | ☆ کتب خانہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان |
| ☆ مکتبہ صفوریہ چوہڑ چوک راولپنڈی | ☆ مکتبہ علمیہ درہ ہیزو کلی مروت |
| ☆ مکتبہ سلطان عالمگیر اردو بازار لاہور | ☆ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور |
| ☆ اسلامی کتب خانہ ڈاگامی ایٹ آباد | ☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوسہ |
| ☆ مکتبہ عثمانیہ میانوالی روڈ تلہ گنگ | ☆ مکتبہ الاعظمیہ انوار رحیم یار خان |
| ☆ اقبال بک سنٹر نزد صالح مسجد صدر کراچی | ☆ مکتبہ فاروقیہ ہزارہ روڈ حسن ابدال |
| ☆ مکتبہ علمیہ جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک | ☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک |
| ☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور | ☆ مکتبہ العارفی فیصل آباد |
| ☆ مکتبہ فاروقیہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ | ☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ |
| ☆ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ | ☆ ظفر اسلامی کتب خانہ جی ٹی روڈ لکھنؤ |

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	انتساب	۱۹	۱۵	حضرت عائشہؓ کی حدیث	۵۵
۲	خطبہ کتاب	۲۰	۱۶	شہنشاہِ اوسؒ	"
۳	سخناتے گفتی	۲۱	۱۷	امام شافعیؒ کا حوالہ	۵۶
	باب اول	۲۷	۱۸	علامہ تفتازانیؒ	"
۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیا و غیب سے	۲۷	۱۹	ملا علی بن القاریؒ	"
	وافر حصہ ملا تھا۔ قرآن کریم اور متعدد صحیح	۲	۲۰	امام عبداللہ بن اصفہانی اور علامہ آلوسیؒ	"
	احادیث سے ثبوت	۵۰	۲۱	شیخ سعدیؒ کا حوالہ	"
	باب دوم	۵۱	۲۲	خدا کیسے عالم الغیب سے جیکہ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں	۵۷
۵	علم غیب خاصہ خداوندی ہے	۵۱	۲۳	اس کا جواب	"
۶	پہلی دلیل دُعَاہُ لَا مَقَدَّرَہُ الْغَیْبِ الْآلِیَہ	۵۲	۲۴	امام نسفیؒ - شرنوبیؒ - ابو السعودؒ - قطالنیؒ	۵۷
۷	دوسری دلیل وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمَوٰتِ الْاَلِیَہ	۵۲		ابن کثیرؒ - ابن جریرؒ - زر قانیؒ - آلوسیؒ	۵۸
۸	اللہ میں طرف کی تقدیم صحر کے لیے ہے	"		اور مجدد الف ثانیؒ کا حوالہ	"
۹	تیسری دلیل لَہُ غَیْبُ السَّمَوٰتِ الْاَلِیَہ	۵۳	۲۵	غیب کی تعریف ائمہ لغت سے	۵۹
۱۰	لہ کی تقدیم بھی صحر کے لیے ہے	"		تعالیٰؒ - مطرزیؒ - عبدالقادر رازیؒ	۶۰
۱۱	چوتھی دلیل وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمَوٰتِ الْاَلِیَہ	"		فیروز آبادیؒ - الزبیدیؒ اور القرطبیؒ سے	۶۰
۱۲	یہاں بھی صحر اور اختصا صحر مراد ہے	۵۴	۲۶	اور قاضی بیضاویؒ سے	۶۱
۱۳	حضرت جابرؓ کی حدیث	۵۵		باب سوم	۶۲
۱۴	ابو بکرؓ	"	۲۷	انبیاء و کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خواص	"

نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار	مضمون
۲۸	لو انہم اور بحث کے اغراض و مقاصد؟	۶۳	اس حدیث کی فنی مخالفت کی طرف سے
۲۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کب تشریف لائے؟	۶۴	بے جا تاویل اور اس کا رد
۳۰	قرآن کریم کیا آئین ہے؟	۶۵	حکم قضیہ شرطیہ میں اہل عربیت اور ضابطہ کا اختلاف؟
۳۱	قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ الْآيَةِ	۶۶	حمد اللہ اور بحر العلوم کا حوالہ
۳۲	اور اس کی تشریح در بیان منصب نبوت	۶۷	جس معاملہ میں وحی نازل تھیں ہوتی تھی اس
۳۳	پہلی حدیث حضرت ام سلمہ سے	۶۸	میں آپ اپنی رائے سے فیصلہ کرتے تھے
۳۴	حضرت امام شافعی سے اس کی تشریح	۶۹	علامہ سبکی کی غلطی
۳۵	حضرت نوویؒ	۷۰	باطنی امور کا علم صرف اللہ کو ہے
۳۶	ابن دقیق العیدؒ	۷۱	باطنی امور پر آپ کو مطلع نہ کرنے کی حکمت
۳۷	ابن حجرؒ	۷۲	امام نوویؒ اور علامہ علیؒ سے
۳۸	علیؒ	۷۳	کیا آپ کو اجتناد کا حق حاصل تھا؟
۳۹	قطبانیؒ	۷۴	حافظ ابن حجرؒ اور علامہ علیؒ سے
۴۰	العزیزیؒ	۷۵	اشاعرہ، معتزلہ، متکلمین اور محدثین کا اختلاف
۴۱	شیخ عبدالحمنؒ	۷۶	توضیح اور حجاجی کا حوالہ
۴۲	نواب قطب الدینؒ	۷۷	المولوی القلیوبچ مند اور نورالاکور کا حوالہ
۴۳	علامہ خجائیؒ	۷۸	ابن حنبلؒ اور ابن ابی الشریفؒ کا حوالہ
۴۴	شاہ ولی اللہؒ	۷۹	جنی کو تمام اقوام کی لغات اور حرفیں معلوم
۴۵	علامہ السدیؒ	۸۰	ہونا ضروری نہیں ہے۔
۴۶	الطیبیؒ	۸۱	دوسری حدیث حضرت رافع بن خدیجؓ سے
۴۷	خان صاحب کے اقرار سے آپ بشر تھے	۸۲	نیز حضرت عائشہؓ، طلحہؓ اور ابو قتادہؓ سے
۴۸	ان عبارات سے آپ کے علم غیب اور مختار کل	۸۳	ہو سکتا ہے کہ امتی اپنے نبی سے امور
	ہو نیکی نفعی صاف طور پر ثابت ہے	۸۴	دنیوی میں زیادہ عالم ہو۔

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۳	فریق مخالفت کی تاویل اور اس کا جواب	۹۰	۸۴	امام طحاویؒ کا حوالہ	۱۰۵
۶۴	اس کی تشریح علامہ طبریؒ اور شاہ عبدالغنیؒ سے	۹۱	۸۵	شاہ عبدالعزیزؒ	۱۰۶
۶۵	علامہ علی بن القاریؒ سے	۹۲	۸۶	حضرت علامہ علی القاریؒ	۱۰۷
۶۶	علامہ خواجهؒ سے	۹۳	۸۷	علامہ قسطلانیؒ	۱۰۸
۶۷	امام نوویؒ اور شیخ عبدالرحمنؒ سے	۹۴، ۹۵	۸۸	مولوی محمد عمر صاحب کا کمال	۱۰۹
۶۸	قاضی عیاضؒ سے	۹۴	۸۹	شیخ عبدالرحمنؒ کا حوالہ	۱۱۰
۶۹	امور دنیائے جاننے کی علت کیا تھی؟	۹۶	۹۰	حافظ ابی حجرؒ کا حوالہ	۱۱۱
۷۰	اور اس میں کوئی توہین نہیں ہے	"	"	باب چہارم	۱۱۲
۷۱	حضرت شاہ ولی اللہؒ کا حوالہ	۹۷	۹۱	علم غیب ذاتی اور عطائی کی بحث	۱۱۳
۷۲	سید آوسیؒ	۹۸	۹۲	فریق مخالفت کے مسلم علماء کے چند حوالیات	"
۷۳	قاضی بیضاویؒ	۹۹	۹۳	اور ان کے باطل نظریہ کی تردید	۱۱۵
۷۴	علامہ عضد الدینؒ	"	۹۴	آنحضرتؐ کو عطائی طوہرہ بھی علم غیب تسلیم تھا	۱۱۷
۷۵	سید سندؒ	"	۹۵	پہلی دلیل وَمَا عَلَّمْنَاهُ الْتَبْخُرُ الْآيَةِ	۱۱۸
۷۶	انبیاء و کرامؑ کی نظریہ محفوظ پر نہیں ہوتی	۱۰۰	۹۶	اکثر شعراء کے پیروکار گمراہ قہم کے لوگ تھے ہیں	"
۷۷	امام غزالیؒ سے	"	۹۷	علم شکر گشتی کی مذمت چند احادیث سے	۱۱۹
۷۸	ابن رشدؒ کا حوالہ	۱۰۱	۹۸	حافظ ابن کثیرؒ اور خازنؒ کا حوالہ	۱۲۱
۷۹	علامہ خوجہ زادہؒ کا حوالہ	۱۰۲	۹۹	بغویؒ اور مدرک	۱۲۲، ۱۲۱
۸۰	تمام مصالح و حکم کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو	۱۰۲	۱۰۰	حضرت عمرؓ نے ایک افشرہ کو موزوں کر دیا تھا	۱۲۳
۸۱	ہے امام لاریؒ اور شاہ ولی اللہؒ کا حوالہ	"	۱۰۱	فریق مخالفت کے جوابات اور ان کا پس منظر	۱۲۴
۸۲	ابن خلدونؒ کا حوالہ	۱۰۳	۱۰۲	شعراء و رجز میں فرق ہے امام نوویؒ سے	"
۸۳	علامہ ابو السعودؒ	۱۰۴	۱۰۳	محیط الہدایہ اور ارشاد الشافعیؒ سے	۱۲۵، ۱۲۴
۸۴	اسماعیل حقیؒ	"	۱۰۴	امام ابن ربیعؒ سے بحوالہ ابن خلدونؒ	۱۲۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۰۵	مفتی احمد یار خاں صاحب کی راگینی	۱۲۷	۱۲۲	صادی شریف کا جواب	۱۴۱
۱۰۶	اور اس کا جواب	۱۲۷	۱۲۳	حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث سے علم غیب	۱۴۲
۱۰۷	دوسری آیت وَمِنْهُمْ مَنْ قُضِيَ لَهُمْ الْأَلِيمُ	۱۲۸	۱۲۴	علم غیب اور حضرت نوح علیہ السلام	۱۴۳
۱۰۸	حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث	۱۲۹	۱۲۵	علامہ اکبرؒ کی تشریح	۱۴۴
۱۰۹	علیؓ " " "	۱۲۷	۱۲۶	ادب المفرد کی روایت	۱۴۵
۱۱۰	ابن کثیرؒ، خازنؒ، امام رازیؒ اور	۱۲۸	۱۲۷	حضرت علیؓ ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کا حوالہ	۱۴۶
۱۱۱	مشرقیینؒ کا حوالہ	۱۲۹	۱۲۸	امام عظیمؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ اور طحاویؒ کا عقیدہ	۱۴۷
۱۱۲	امام صدیقؒ الحسنیؒ اور تفتازانیؒ کا حوالہ	۱۳۰	۱۲۹	امام نوویؒ، سفیان بن عیینہؒ، احمد بن حنبلؒ، شیخ حیطیؒ کا حوالہ	۱۴۸
۱۱۳	قریبی مخالف نے کیا کہا؟	۱۳۱	۱۳۰	جنید بغدادیؒ، قاسم بن قطلوبغاؒ، قتادہؒ،	۱۴۹
۱۱۴	اور اس کا جواب	۱۳۲	۱۳۱	سیدی کبیرؒ اور خازنؒ کا حوالہ	۱۵۰
۱۱۵	آیت وَكُلُّ نَفْسٍ عِنْدَكَ بِآيَةٍ كَافٍ	۱۳۳	۱۳۲	امام رازیؒ، بیضاویؒ، نسفیؒ اور ابوالسودؒ کا حوالہ	۱۵۱
۱۱۶	امام سیوطیؒ، بغویؒ، ازغشیؒ اور آوسیؒ کا حوالہ	۱۳۴	۱۳۳	معین بن صفیؒ، شیخ عبدالحقؒ اور قاضی	۱۵۲
۱۱۷	حضرت ابوذرؒ کی روایت کا جواب	۱۳۵	۱۳۴	ثناء اللہؒ کا حوالہ	۱۵۳
۱۱۸	امام عبد القادرؒ اور ابن کثیرؒ سے	۱۳۶	۱۳۵	ابن کثیرؒ، نسفیؒ، اور شربنیؒ کا حوالہ	۱۵۴
۱۱۹	حضرت ابو امامہؒ کی روایت بھی ضعیفہ ابن کثیرؒ	۱۳۷	۱۳۶	طاعلیؒ، القاضیؒ کی ایک عبارت	۱۵۵
۱۲۰	انبیاء کرامؑ کے لیے کوئی حد و محصور ثابت نہیں	۱۳۸	۱۳۷	ابن خلدونؒ کا حوالہ	۱۵۶
۱۲۱	امام نسفیؒ اور تفتازانیؒ سے	۱۳۹	۱۳۸	آوسیؒ، ابن خلدونؒ اور قاضی ثناء اللہؒ کا حوالہ	۱۵۷
۱۲۲	مواقف و شرح مواقف اور طاعلیؒ، القاضیؒ سے	۱۴۰	۱۳۹	کشف اور البام کے طرق؟	۱۵۸
۱۲۳	ثلاثون کذا بولی کی ہدایت کا مطلب؟	۱۴۱	۱۴۰	باب پنجم	۱۵۹
۱۲۴	حضرت طاعلیؒ، القاضیؒ کی عبارت کا مطلب؟	۱۴۲	۱۴۱	اولیاء کرامؑ کی علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر ہے	۱۶۰
۱۲۵	صادی شریف کا جواب	۱۴۳	۱۴۲	حضرت آدم علیہ السلام کو علم غیب نہ تھا۔	۱۶۱
۱۲۶	حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث سے علم غیب	۱۴۴	۱۴۳	" حواء علیہا السلام کو بھی " " "	۱۶۲
۱۲۷	حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث سے علم غیب	۱۴۵	۱۴۴	علم غیب اور حضرت نوح علیہ السلام	۱۶۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴۲	فریقِ مخالفت کا استدلال اور اس کا جواب	۱۵۹	۱۶۴	فریقِ مخالفت کا جواب اور اس کا پس منظر	۱۸۳
۱۴۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کی طرف بھی مبعوث تھے	۱۶۰	۱۶۵	حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی علم غیب نہ تھا	۱۸۴
۱۴۴	علم غیب اور حضرت ابراہیم علیہ السلام	۱۶۲	۱۶۶	چوبیسوں کے علم غیب کا دعویٰ اور اس کا جواب	۱۸۵
۱۴۵	" " " سارہ علیہا السلام	۱۶۳	۱۶۷	علم غیب اور حضرت یونس علیہ السلام	۱۸۶
۱۴۶	اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام	۱۶۳	۱۶۸	" " " عزیز	۱۸۷
۱۴۷	عمری دلائل	۱۶۳	۱۶۹	" " " زکریا	۱۸۹
۱۴۸	اور ان کے جوابات	۱۶۴	۱۷۰	" " " عیسیٰ	۱۹۰
۱۴۹	وَكَذَلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ الْاَيَّاتِ سِتَّةً لِّلْاَسْمٰلِ كَاٰجِبٍ	۱۶۶	۱۷۱	مفتی احمد یار خاں صاحب کا مغالطہ	۱۹۱
۱۵۰	اَيَّاكَتْ قَدْ جَاءَنِيْ " " " " " "	۱۶۸	۱۷۲	اور اس کا جواب	۱۹۱
۱۵۱	علم غیب اور حضرت لوط علیہ السلام	۱۶۹	۱۷۳	مولوی محمد عمر صاحب کا استدلال اور اس کا جواب	۱۹۳
۱۵۲	" " " یعقوب "	۱۷۱	۱۷۴	يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْاَيَّاتِ مِٔنْ تَمَامِ الْاَيَّاتِ كَرَامٍ	۱۹۴
۱۵۳	اولاد حضرت یعقوب کی بڑت میں اختلاف؟	۱۷۲	۱۷۵	کا عقیدہ کہ علم غیب صرف خدا کو ہے	"
۱۵۴	" " " کا بھی باپ کے غیب میں دنیا کا عقیدہ و تعلق	۱۷۳	۱۷۶	اس آیت کریمہ میں اشکال اور اس کا جواب	۱۹۷
۱۵۵	حضرت یحییٰ کی غیب دان ہونے کے دلائل	"	۱۷۷	اس کی پہلی توجیہ حضرت ابن عباسؓ اور رازیؒ سے	۱۹۴
۱۵۶	اور ان کے جوابات	۱۷۳	۱۷۸	شونہیؒ، ابوالسعودؒ، بیضاویؒ، نسفیؒ	۱۹۵
۱۵۷	فریقِ مخالفت کے دلائل اور ان کے جوابات	۱۷۵	۱۷۹	ابن کثیرؒ اور ابن جریرؒ سے	"
۱۵۸	علم غیب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۷۷	۱۸۰	مفتی محمد عبدہؒ سے	۱۹۶
۱۵۹	حضرت نضر علیہ السلام کو بھی علم غیب نہ تھا	۱۷۹	۱۸۱	اس کی دوسری توجیہ متعدد مفسرین کرامؒ سے	"
۱۶۰	" " " " " " " " " "	۱۸۰	۱۸۲	قیسری توجیہ امام رازیؒ سے	"
۱۶۱	" " " " " " " " " "	۱۸۱	۱۸۳	چوتھی توجیہ بعض مفسرینؒ سے	۱۹۷
۱۶۲	" " " " " " " " " "	۱۸۳	۱۸۴	پانچویں " " " " " " " " " "	"
۱۶۳	علم غیب اور حضرت سلیمان علیہ السلام	۱۸۴	۱۸۵	مخالفین کا اس سے استدلال اور اس کا جواب	"

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸۴	چھٹی توجیہ اور اس کی تشریح	۱۹۸	۲۰۰	دریغہ جبریل سے اجمالی استدلال	۲۱۲
۱۸۵	امام باقرؑ، مخزن، ابو السعد، اور آلوسیؒ سے	۱۹۹	۲۰۱	حضرت عائشہؓ کی احادیث	"
۱۸۶	منفی احمدی ارجاں کی رکیک تاویل کا رد	۲۰۰	۲۰۲	فریقِ مخالفت کی بے جا تاویلات اور ان کا رد	۲۱۴
	باب ششم	۲۰۲	۲۰۳	حضرت علیؓ کی ایک روایت	۲۱۴
۱۸۷	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع ما	۲۰۲	۲۰۴	" امام جعفر صادقؑ کا ایک حوالہ	۲۱۵
	کان و مایکون کا علم نہ تھا۔	"	۲۰۵	خال صاحب ان حضرات سے غلط استدلال	۲۱۵
۱۸۸	پہلی آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَہٗ عَلِمُ السَّاعٰتِ الْاٰتِیَۃِ	"	۲۰۶	حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ	۲۱۶
۱۸۹	علومِ خمسہ کی تخصیص کے وجوہ	۲۰۳	۲۰۷	علامہ زنجانیؒ کا حوالہ	۲۱۶
	وجہ اولیٰ متعدد مفسرین کو امامؑ وغیرہم سے	"	۲۰۸	حضرت مجاہدؒ اور قتادہؒ کا حوالہ	۲۱۶-۲۱۷
۱۹۰	حافظ ابن حجرؒ، عینیؒ اور ابن عبدہؒ سے	۲۰۳	۲۰۹	بس اتنا معلوم ہے کہ قیامت جمعہ کے دن ہوگی	۲۱۷
۱۹۱	اور ملا بیونؒ سے	۲۰۴	۲۱۰	آیت مذکورہ کی تفسیر حضرت امام اعظمؒ سے	۲۱۸
۱۹۲	فائدہ: علمِ خمسہ میں ذاتِ خداوندی سے	۲۰۵	۲۱۱	فریقِ مخالفت کی رکیک تاویلیں	۲۱۹
	کلیات کے علم کا اختصاص ہے	"	۲۱۲	پہلی تاویل اور اس کا جواب	"
۱۹۳	علامہ آلوسیؒ اور منادیؒ سے	۲۰۶	۲۱۳	دوسری تاویل اور اس کا جواب	۲۲۱
۱۹۴	ملا علی النعمانیؒ سے	۲۰۶	۲۱۴	امورِ خمسہ کا علم اور فریقِ مخالفت کے دلائل	۲۲۲
۱۹۵	چند احادیث حضرت ابن عمرؓ، بریدہؓ	۲۰۷	۲۱۵	یہ حدیث کہ قیامت سات ہزار سال کے	۲۲۵
	اور سلمہؓ سے	۲۰۸	"	بعد آئے گی، جعلی ہے۔	"
۱۹۶	حضرت ابو امامہؓ سے	"	۲۱۶	امورِ خمسہ میں سے بعض کا اولیائے کرامؑ	۲۲۶
۱۹۷	مولوی محمد عمر صاحب کا اس سے استدلال	۲۱۰	۲۱۷	کو ظنی علم حاصل ہے مگر قطعی نہیں۔ ملا	۲۲۷
	اور اس کا جواب	"	۲۱۸	بیونؒ، قاضی ثناء اللہؒ، اور ملا علی النعمانیؒ سے	۲۲۷
۱۹۸	حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی روایت	۲۱۰	۲۱۹	فریقِ مخالفت کی تاویلات کے جوابات	۲۲۹
۱۹۹	" لقیط بن صبرہؓ سے "	۲۱۱	۲۱۸	صوفیہ کرام کی بجا آواز اقوال کے بائیں قول فیصل	۲۲۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۴۹	اور فریق مخالف کے دلائل		۲۳۴	خال صاحب کا حوالہ	۲۱۹
۲۵۰	ہذا مصحح فلاں کی حدیث کا جواب	۲۳۴	۲۳۴	مولوی سید محمد رات احمد صاحب کا حوالہ	۲۲۰
۲۵۲	حضرت علی رضہ کو غیر میں جھنڈا دینے کی	۲۳۵	۲۳۶	وقت علم قیامت اور فریق مخالف کے دلائل	۲۲۱
"	حدیث کا جواب	"	"	اور ان کے جوابات	"
۲۵۵	دوسری آیت ویسکونک عن الساعة الآتية	۲۳۶	۲۳۶	مولوی محمد عمر صاحب کا استدلال اور اس کا جواب	۲۲۲
۲۵۶	اس کی تفسیر خازن رحمہ اور لغوی رحمہ سے	۲۳۷	۲۳۷	مفتی احمد یار خان صاحب کا اجتہاد اور اس کا جواب	۲۲۳
۲۵۶	مشرقی رحمہ، رازی رحمہ، بیضاوی رحمہ،	۲۳۸	۲۳۸	اننا والساعة کھاتین کی حدیث کا جواب	۲۲۴
۲۵۷	معین رحمہ، صفی رحمہ، سیوطی رحمہ، ابو الجود رحمہ	"	"	امام رازی اور شرنبلالی رحمہ سے	"
"	اور لغوی رحمہ سے		۲۳۹	وقت خروج دجال اور طلوع آفتاب از مغرب	۲۲۵
۲۵۷	حافظ ابن کثیر رحمہ اور قاضی شامی رحمہ سے	۲۳۹	"	کا علم لیس اللہ ہی کو ہے۔ دزد ہی رحمہ اور	"
۲۵۸	قیامت کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو	۲۴۰	"	ابن حجر رحمہ سے	"
"	نہیں (انجیل)		۲۴۰	اکثر اشرطہ ساعت میں ترتیب کسی کو بجز	۲۲۶
۲۵۹	تیسری آیت قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي	۲۴۱	"	خدا تعالیٰ کے معلوم نہیں ہے۔	"
"	السَّمَوَاتِ الْاَلَايَةِ		۲۴۱	مولوی محمد عمر صاحب کا استدلال اور اس کا جواب	۲۲۷
۲۵۹	اس کی تفسیر لغوی رحمہ، سیوطی رحمہ، لغوی رحمہ	۲۴۲	۲۴۲	لفظ عرض تفصیل کو نہیں چاہتا	۲۲۸
۲۶۰	ابن صفی رحمہ، ابن کثیر رحمہ، اور خازن رحمہ سے	۲۴۳	۲۴۳	مولوی محمد عمر صاحب کا مبلغ علم	۲۲۹
۲۶۰	قاضی شامی رحمہ اللہ صاحب رحمہ	۲۴۳	۲۴۳	ما فی الارحام اور فریق مخالف کے دلائل اور	۲۳۰
۲۶۱	مفتی احمد یار خان صاحب کی اختراع	۲۴۴	"	ان کے جوابات	"
"	اور اس کا جواب	۲۴۵	۲۴۶	حضرت ابو یوسف کی پیشگوئی	۲۳۱
۲۶۲	حضرت مولانا عبدالحی رحمہ کا حوالہ	۲۴۶	"	اور اس کا جواب	"
۲۶۳	چوتھی آیت وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ الْاَلَايَةِ	۲۴۷	۲۴۸	انہوں نے فرمایا کہ میں علم غیب نہیں جانتا	۲۳۲
"	اس کی تفسیر حضرت علی رضہ اور عائشہ رضہ سے	۲۴۸	۲۴۹	علم ما فی خبء و باء ارض تموت	۲۳۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۴۹	طابق بن شائبہ اور امام شافعی رحمہ سے	۲۶۴	۲۴۸	سیوطی رحمہ، ملا علی نقاری رحمہ، خالص صاحب	۲۴۸
۲۵۰	ابن کثیر رحمہ، خازن رحمہ، بغوی رحمہ، شرنبلالی رحمہ	۲۶۵	"	اور ابو البرکات صاحب سے	"
۲۵۱	رازی رحمہ اور نسفی رحمہ سے	۲۶۶	۲۴۹	مفتی احمد یار خاں صاحب کا عذر لنگ اور	۲۴۹
۲۵۲	بیضاوی رحمہ، ابو السعود رحمہ، محلی رحمہ اور ابن صفی رحمہ	۲۶۶	"	اس کا جواب	"
۲۵۳	پانچویں آیت قُلْ لَا اَمْلِكُ الْاَلٰیۃَ	۲۶۸	۲۴۹	آیت وَرَنْ تَبْدُؤَاکِی تَشْرِیۡحَ بَغْوٰی رحمہ	۲۴۹
۲۵۴	اس کی تفسیر بغوی رحمہ، خازن رحمہ، بیضاوی رحمہ	۲۶۸	"	اور خازن رحمہ سے	"
۲۵۵	اور نسفی رحمہ سے	۲۶۹	۲۴۹	علامہ نسفی رحمہ سے	۲۴۹
۲۵۶	ابو طاہر رحمہ، ابن صفی رحمہ، ابو السعود رحمہ اور	۲۶۹	۲۵۰	مَا یَفْعَلُ بٰی وَلَا یُکْمَلُکِی تَفْسِیۡرَ قَاضِی	۲۵۰
۲۵۷	ابن جریر رحمہ سے	۲۷۰	"	ثناء اللہ صاحب رحمہ سے	"
۲۵۸	بغوی رحمہ، ابن کثیر رحمہ، اور قاضی ثناء اللہ رحمہ سے	۲۷۰	۲۵۱	آیت کو منسوخ بتا کر آپ کی توہین کا پہلو	۲۵۱
۲۵۹	علامہ آلوسی رحمہ سے	۲۷۱	"	نکلتا ہے	"
۲۶۰	الخیبر اور السُّوَد سے کیا مراد ہے؟	۲۷۲	۲۵۲	آیت کی تفسیر ابن کثیر رحمہ اور ملا علی نقاری رحمہ	۲۵۲
۲۶۱	جو السُّوَد اس آیت میں بیان ہو رہے	۲۷۲	۲۵۳	اور امام بغوی رحمہ سے	۲۵۳
۲۶۲	وہ آخر حیات تک شامل حال رہا ہے	"	۲۵۴	اگر اس کا مطلب علم آخرت ہی ہو	۲۵۴
۲۶۳	مفتی احمد یار خاں صاحب کی بے جانا دلیل کا جواب	۲۷۳	۲۵۵	ہمارا مدعا یہ بھی ثابت ہے	۲۵۵
۲۶۴	مولوی محمد عمر رحمہ " " " "	۲۷۴	۲۵۶	شیخ ابن عربی کا حوالہ	۲۵۶
۲۶۵	اور اس کا جواب	"	۲۵۷	آیت کو اس درایت سے مفصل و رایت سے	۲۵۷
۲۶۶	پچھٹی آیت قُلْ مَا کُنْتُ بِسَلَمَۃٍ الْاَلٰیۃِ	۲۷۶	۲۵۸	اس کی تفسیر ملا علی نقاری رحمہ	۲۵۸
۲۶۷	حضرت ام العلاء الانصاریہ رحمہ کی روایت	"	۲۵۹	اور قاضی ثناء اللہ رحمہ سے	"
۲۶۸	مَا یَفْعَلُ بٰی وَلَا یُکْمَلُکِی سے کیا مراد ہے؟	"	۲۶۰	ابن مسعود رحمہ، بیضاوی رحمہ، ابو السعود رحمہ	۲۶۰
۲۶۹	اخبار میں نسخ ناممکن ہے	۲۷۸	۲۶۱	اور نسفی رحمہ سے	۲۶۱
۲۷۰	ابن کثیر رحمہ، ملا یحیٰی رحمہ، ابواب صاحب رحمہ	۲۷۸	۲۶۲	ابن کثیر رحمہ اور ابن قیم رحمہ سے	۲۶۲
۲۷۱	بلکہ خود خالص صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب سے	۲۷۹	"		"

صفحہ	مضمون	فہرست	صفحہ	مضمون	فہرست
۳۲۵	اور ان کے جوابات	۳۲۰	۳۱۹	اس کی تفسیر سیوطی سے	۳۰۷
"	سیوطی رحمہ اللہ کا حوالہ موضوعہ کبیر سے	۳۲۱	۳۲۰	ابن صفی رحمہ اللہ، ابوالسعود رحمہ اللہ، نسفی رحمہ اللہ	۳۰۸
۳۲۷	اس تعبیر کے اقتدار کرنے کا راز	۳۲۲	"	بیضاوی رحمہ اللہ، ابن کثیر رحمہ اللہ اور ابن عباس رحمہ اللہ	۳۰۹
۳۲۸	اس حدیث سے جو کچھ ثابت ہے وہ دین ہے	۳۲۳	۳۲۱	مفتی احمد یار خان صاحب کی اُتیج	۳۰۹
۳۲۸	امام بخاری رحمہ اللہ ابن دین القیصر رحمہ اللہ ابن	۳۲۴	"	اور اس کا جواب	
"	تیمیہ اور قرطبی رحمہ اللہ سے		۳۲۲	بارس میں آیت: الَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا	۳۱۰
۳۲۹	قاضی عیاض رحمہ اللہ، عینی رحمہ اللہ قسطلانی رحمہ اللہ	۳۲۵	۳۲۳	اور ان کا شان نزول	۳۱۱
"	اور شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ سے		۳۲۷	باب ہفتم	
"	یہ دین میں داخل ہے کہ قیامت کا علم	۳۲۶	"	پہلی حدیث متعدد میں بہ کرشمہ سے	۳۱۲
"	بجز اللہ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ عینی رحمہ اللہ		"	قیامت کا علم تخت کو نہ تھا	۳۱۳
"	قسطلانی رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام سے		۳۲۹	ما المسئول عنها باعد من السائل	۳۱۴
۳۳۰	یہ واقعہ آپ کی زندگی کے آخری دور کا	۳۲۷	۳۲۰	کا مطلب۔ ابن حجر رحمہ اللہ، عینی رحمہ اللہ قسطلانی رحمہ اللہ	
"	تھا۔ حضرت ابن عمر رحمہ اللہ، ابن حجر رحمہ اللہ عینی رحمہ اللہ اور			اور شیخ الاسلام سے	
"	شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ		۳۲۰	ابن کثیر رحمہ اللہ، نووی رحمہ اللہ، اسدی رحمہ اللہ اور	۳۱۵
۳۳۲	آپ حضرت جبیل کو نہ پہچان سکے تھے	۳۲۸	۳۲۱	شیخ عبدالحی رحمہ اللہ سے	
"	حضرت عمر رحمہ اللہ، ابوذر رحمہ اللہ، ابوہریرہ رحمہ اللہ اور		۳۳۱	ایک مرفوع حدیث اس جملہ کی تشریح	۳۱۶
"	ابو عمر اشعری رحمہ اللہ سے		۳۳۲	مولوی محمد عمر صاحب کی منطق دانی کا جواب	۳۱۷
۳۳۲	اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رحمہ اللہ اور	۳۲۹	۳۳۳	مساوات فی العلم کی صورت میں اس کا	۳۱۸
"	عبد الرحمن بن غنم رحمہ اللہ سے		"	کیا مطلب ہے؟ قسطلانی رحمہ اللہ، ابن حجر رحمہ اللہ	
۳۳۴	حضرت جبریل علیہ السلام نے بھی ایک موقع پر	۳۳۰	"	اور آلوسی رحمہ اللہ سے	
"	اس سوال کا یہی جواب دیا تھا		۳۳۵	مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی	۳۱۹
۳۳۴	فریقِ مخالف کا جواب	۳۳۱	"	محمد عمر صاحب کی خوش گویاں	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۳۲	مصنعی احمد یار خاں صاحب کی بے جا تاویل کا جواب	۳۳۵	۳۶۶	اور اس کا جواب	۳۶۶
۳۳۳	دوسری حدیث اور اس کی تشریح	۳۳۷	۳۶۹	تیسری حدیث	۳۶۹
۳۳۴	علامہ ابن القاری اور شیخ عبدالحق سے تیسری حدیث حضرت حذیفہؓ وغیرہ سے	۳۳۸	۳۷۰	چوتھی حدیث	۳۷۰
۳۳۵	مولوی محمد عمر صاحب کی ہرزہ سرائی	۳۳۹	۳۷۱	فقہ کا لغوی معنی	۳۷۱
۳۳۶	پچھٹی حدیث مذاکرۃ ساعۃ	۳۴۰	۳۷۲	مولوی محمد عمر صاحب کی غلط تاویل	۳۷۲
۳۳۷	فریق مخالفت کی رلیک تاویل	۳۴۱	۳۷۳	پندرہویں حدیث	۳۷۳
۳۳۸	اور اس کا جواب	۳۴۲	۳۷۴	مولوی محمد عمر صاحب کی گپ	۳۷۴
۳۳۹	پانچویں حدیث امیران ہوازن وغیرہ	۳۴۳	۳۷۵	اور اس کا جواب	۳۷۵
۳۴۰	چھٹی حدیث گوہ کے بارے میں	۳۴۴	۳۷۶	سولہویں حدیث	۳۷۶
۳۴۱	ساتویں حدیث	۳۴۵	۳۷۷	سترہویں حدیث	۳۷۷
۳۴۲	آٹھویں حدیث	۳۴۶	۳۷۸	اٹھارویں حدیث	۳۷۸
۳۴۳	مولوی محمد عمر صاحب کی تاویل بے جا اور اس کا جواب	۳۴۷	۳۷۹	اس کی تشریح - کرمانی رحمہ	۳۷۹
۳۴۴	نویں حدیث	۳۴۸	۳۸۰	عینی رحمہ اور قسطلانی رحمہ سے	۳۸۰
۳۴۵	دسویں حدیث	۳۴۹	۳۸۱	اور شیخ عبدالحق رحمہ، شاہ عبدالحق رحمہ	۳۸۱
۳۴۶	گیارہویں حدیث ذہر خورانی کی	۳۵۰	۳۸۲	اور زر قانی رحمہ سے	۳۸۲
۳۴۷	مصنعی احمد یار خاں صاحب کی تاویل اور اس کا جواب	۳۵۱	۳۸۳	انیسویں حدیث	۳۸۳
۳۴۸	بارہویں حدیث	۳۵۲	۳۸۴	بیسویں حدیث	۳۸۴
۳۴۹	مزدوری انتباہ - فریق مخالفت کا مقابلہ	۳۵۳	۳۸۵	اکیسویں حدیث	۳۸۵
			۳۸۶	مولوی محمد عمر صاحب کا جواب	۳۸۶
			۳۸۷	اور اس کا رد	۳۸۷
			۳۸۸	بائیسویں حدیث	۳۸۸
			۳۸۹	تیسویں حدیث	۳۸۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۳۲	مراد الہی کے سمجھنے سے موانع؟	۴۰۹	۴۲۳	ملا علی بن القاریؒ اور شاہ ولی اللہؒ	۳۹۶
"	شعرانیؒ اور سیوطیؒ سے	۴۱۰	۴۲۴	شعرانیؒ اور سیوطیؒ سے	"
۴۳۳	اہل قبلہ کون لوگ ہیں؟	۴۱۰	۴۲۴	ملا علیؒ اور سیوطیؒ سے	۳۹۷
۴۳۳	ملا علی بن القاریؒ، علامہ عبدالعزیزؒ،	۴۱۱	"	اور قطعیات کا انکار ہے	"
۴۳۴	دوانیؒ، ابن حجرؒ اور طبریؒ سے	۴۱۲	۴۲۵	امام محمدؒ، ابن ہمامؒ، ابوالبتادرؒ	۳۹۸
۴۳۵	احتیاط فقہاء کرامؒ	۴۱۳	"	شعرانیؒ اور سخاویؒ سے	"
۴۳۵	اگر ایک کلمہ میں کسی پہلو کو کفر کے اور صفت	۴۱۳	۴۲۵	اور قاضی عبداللہ بنؒ، ابن عزمؒ اور	۳۹۹
"	ایک اسلام کا ہوتے ہی تکفیر نہ ہوگی	۴۱۴	۴۲۶	ابن عابدینؒ سے	"
۴۳۵	ابن نجیمؒ، عالمگیریؒ، ملا علی بن القاریؒ	۴۱۴	۴۲۶	وزیر میانیؒ، ابن دقیق العیدؒ	۴۰۰
۴۳۶	اور خود خالص صاحب سے	۴۱۵	۴۲۷	قاضی عیاضؒ اور حمویؒ وغیرہ سے	"
۴۳۷	آنحضرتؐ کی اونی ترین توفیق بھی	۴۱۵	۴۲۷	تفتازانیؒ، مجد الدلت ثانیؒ	۴۰۱
۴۳۷	کفر ہے۔ حضرت امام ابوالوسعتؒ سے	۴۱۶	۴۲۸	خفاجیؒ اور ملا علی بن القاریؒ سے	"
۴۳۷	قاضی عیاضؒ، تحفہ شرح منہاج	۴۱۶	۴۲۸	اور شاہ عبدالعزیزؒ سے	۴۰۲
"	اور ملا علی بن القاریؒ سے	۴۱۷	۴۲۹	کیا ضروریات دین میں تاویل کفر سے	۴۰۳
۴۳۸	قاضی خاںؒ اور ابن تیمیہؒ سے	۴۱۷	"	بچا سکتی ہے؟	"
"	خفاجیؒ اور امام مالکؒ سے	۴۱۸	۴۲۹	برگزینہ نہیں۔ خیالیؒ اور عبدالحمیمؒ	۴۰۴
۴۴۰	فقہاء کرامؒ کا اتفاق	۴۱۹	۴۲۹	ابن عربیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور	۴۰۵
۴۴۱	اور پھر خصوصیت سے اخافؒ کا	۴۲۰	"	وزیر میانیؒ	"
۴۴۲	مسئلہ علم غیب، قاضی خاںؒ	۴۲۱	۴۳۰	حضرت اور شاہ صاحبؒ	۴۰۶
"	دولالچیؒ اور ابن نجیمؒ سے	۴۲۲	"	مولوی احمد رضا خاں صاحبؒ	۴۰۷
۴۴۳	عالمگیریؒ، ابن ہمامؒ اور	۴۲۲	۴۳۱	اہل بدعت کے دلائل کا معیار؟	۴۰۸
"	اور ملا علی بن القاریؒ سے	"	"	سیوطیؒ سے	"

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۵۵	تفتازانیؒ اور ابن نجیمؒ سے	۴۴۴	۴۴۳	جو اہم اخلاقی اور صاحب دلیہ سے	۴۴۳
۴۵۵	کاہن کی تصدیق بھی کفر ہے	۴۴۴	۴۴۴	اور دیگر متعدد فقہائے کرامؒ سے	۴۴۴
"	نسفیؒ سے	۴۴۶	۴۴۵	یہ عبارات اور فریقِ مخالفت	۴۴۵
۴۵۶	علماءِ قیروان نے مدعیانِ علمِ غیب	۴۳۸	۴۴۶	کے اعتراضات	۴۴۶
"	کی تکفیر کی تھی	۴۴۶	۴۴۷	پہلا اعتراض اور اس کا جواب	۴۴۷
۴۵۶	علماءِ دیوبند اور مسئلہ علمِ غیب	۴۳۹	۴۴۸	دوسرا " " " "	۴۴۸
۴۶۲	اور خدیوہ حضرت گنگوہیؒ	۴۴۸	۴۴۹	تیسرا " " " "	۴۴۹
۴۶۳	بابِ نہم	۴۴۹	۴۵۰	اہل قبلہ کی معاصی کی وجہ سے	۴۵۰
۴۶۳	فریقِ مخالفت کے قرآن سے	"	۴۵۱	تکفیر نہیں کی جاسکتی	۴۵۱
"	استدلالات	"	۴۵۲	امامِ عظیمؒ طحاویؒ، ملا	۴۵۲
"	دلیلِ اول	۴۴۰	۴۵۳	علی بن القاریؒ اور ابن تیمیہؒ سے	۴۵۳
۴۶۴	اور اس کا مفصل جواب	۴۴۱	۴۵۴	چوتھا اعتراض اور اس کا جواب	۴۵۴
۴۶۵	لفظِ کل استغراق میں	۴۴۲	۴۵۵	پانچواں " " " "	۴۵۵
"	نصِ قطعی نہیں ہے	۴۵۳	۴۵۶	فریقِ مخالفت سے مطالبہ	۴۵۶
۴۶۶	تَبَيَّنَا لَكُلِّ شَيْءٍ سَيَكُونُ	۴۴۳	۴۵۷	عام مشائخ سے متعلق علمِ غیب	۴۵۷
۴۶۷	بخویؒ، نسفیؒ، ابنِ صفیؒ	۴۴۴	۴۵۸	اور حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا	۴۵۸
"	اور خازنؒ سے	"	۴۵۹	بھی کفر ہے	۴۵۹
۴۶۸	بیضاویؒ - جلال الدینؒ	۴۴۵	۴۶۰	بزازیہ العزرائلیؒ اور	۴۶۰
۴۶۹	رازیؒ اور ابنِ کثیرؒ سے	"	۴۶۱	مجموعہ فتویٰ سے	۴۶۱
۴۷۰	اور علامہ آلوسیؒ سے	۴۴۶	۴۶۲	اپنے لیے او علمِ غیب بھی کفر	۴۶۲
۴۷۱	اسرارِ ذات اور غیوبِ مختصہ بالبدی	۴۴۷	۴۶۳	ہے امامِ محمدؒ سے	۴۶۳
"	کو کوئی نہیں جانتا	۴۵۵	۴۶۴	اور قاضی خاںؒ، صدر الدینؒ	۴۶۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۴۸	خانصاحب کی مطلب پرستی	۴۴۷	۴۴۵	يُظْهِرُكَ الْغَيْبُ	۴۴۵
۴۴۹	حضرت عجمیؒ اور حضرت ابن مسعودؓ کا	۴۴۷	۴۴۶	دلیل چہارم	۴۴۶
	قرن تفسیر میں پایہ	۴۴۸	"	مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ	"
۴۵۰	دیگر مقامات پر تفصیلاً کُلِّ شَيْءٍ کی	۴۴۹	۴۴۷	اور اس کا جواب	۴۴۷
	متعدد مفسرین کرامؒ سے تفسیر	"	۴۴۸	اس کی تفسیر شاہ عبدالعزیزؒ،	۴۴۸
۴۵۱	لطیفہ	۴۸۲	"	حقانیؒ، بغویؒ اور ابن کثیرؒ سے	"
۴۵۲	دلیل دوم	۴۸۲	۴۴۹	غازیؒ، ابوطاہرؒ، نسفیؒ اور	۴۴۹
	قیاس بر علم آدم علیہ السلام	۴۸۳	"	جلال الدینؒ سے	"
۴۵۳	اور اس کا جواب	"	۴۵۰	قاضی ثناء اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ سے	۴۵۰
۴۵۴	وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَيَاتِ کی تفسیر غازیؒ سے	۴۸۴	۴۵۱	بظنین کی قرأت پہی متواتر اور اس	۴۵۱
۴۵۵	بغویؒ، ابوطاہرؒ، اور ابن کثیرؒ سے	۴۸۵	"	کا معنی بھی صحیح ہے اور اس کی تفسیر	"
۴۵۶	نسفیؒ سے	۴۸۵	"	ابن کثیرؒ، ابوطاہرؒ، نسفیؒ، بیضاویؒ	"
۴۵۷	محمد مجیدؒ سے	۴۸۶	"	اور غازیؒ سے	"
۴۵۸	خود خانصاحب کی نقل کردہ تفسیر سے	۴۸۷	۴۵۲	دلیل پنجم	۴۵۲
۴۵۹	مفتی احمد رضا خاں صاحب کی جہالت	۴۸۷	"	مَا كَانَ اللَّهُ وَالْآيَةِ	"
۴۶۰	دلیل سوم	۴۸۸	۴۵۳	اور اس کا جواب	۴۵۳
۴۶۱	اور اس کا جواب	۴۸۹	۴۵۴	اس کی تفسیر بیضاویؒ، غازیؒ	۴۵۴
۴۶۲	مولوی محمد عمر صاحب کا افتراء	۴۹۰	"	اور بغویؒ سے	"
۴۶۳	فَلَا يُظْهِرُكَ الْغَيْبُ الْآيَةِ	۴۹۰	۴۵۵	ابن صفیؒ اور قاضی ثناء اللہؒ سے	۴۵۵
	کی تفسیر بیضاویؒ - نسفیؒ	۴۹۱	"	الغیب سے کیا مراد ہے؟	"
	ابوطاہرؒ اور غازیؒ سے	"	۴۵۷	الف و لام اصل میں عدد کے لیے ہے	۴۵۷
۴۶۴	عزیزیؒ، روح البیانیؒ اور صادیؒ سے	۴۹۲	"	تفسیر حقانیؒ، ابن مرقیؒ العیدؒ سے	"

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۷۸	اور عبد الحکیم سے	۵۰۱	۴۹۵	اور فعلت ما فی السموات (الحديث)	۵۱۶
۴۷۹	دلیل ششم وَعَلَّمَكَ الْآيَةَ	۵۰۲		سے استدلال	"
۴۸۰	اور اس کا جواب	۵۰۳	۴۹۶	اور اس کا جواب	۵۱۷
۴۸۱	کلمہ ماعوم میں نص قطعی نہیں ہے	۵۰۴	۴۹۷	امام بخاری، بیہقی، ذہبی اور	۵۱۸
۴۸۲	نفعی اور بید سند سے	۵۰۵		ابن حجر، وغیرہ سے اس کی تنقید	"
۴۸۳	آیت کی تفسیر مفسرین کرام سے	۵۰۶	۴۹۸	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے اس کی تشریح	"
۴۸۴	دلیل ہفتم اور اس کا جواب	۵۰۶	۴۹۹	در منثور کا حوالہ	۵۲۰
۴۸۵	" ہشتم "	۵۰۷	۵۰۰	فضل الخطاب	۵۲۱
۴۸۶	باب دہم	۵۰۹	۵۰۱	چھٹی حدیث مایحک طائر الحدیث	۵۲۲
۴۸۷	پہلی اور دوسری حدیث	۵۰۹	۵۰۲	اور اس کا جواب	۵۲۳
۴۸۸	تیسری اور چوتھی حدیث	۵۱۰	۵۰۳	ساتویں حدیث مَنْ أْبَى الْحَدِيثِ	۵۲۴
۴۸۹	اور ان کا جواب	۵۱۱	۵۰۴	اور اس کا جواب	۵۲۵
۴۹۰	حضرت حذیفہؓ کی روایت کی تشریح	"	۵۰۵	مفتی احمد یار خاں صاحب کا ایک استدلال	۵۲۶
۴۹۱	" عشر "	۵۱۴		اور اس کا جواب	"
۴۹۲	لفظ اجماعین کی تشریح	۵۱۵	۵۰۶	آٹھویں حدیث اور اس کا جواب	۵۲۷
۴۹۳	حدیث مذکور کی حضرت شیخ	۵۱۶	۵۰۷	نویں حدیث اور اس کا جواب	۵۲۸
	عبدالحق رحمہ سے تشریح	"	۵۰۸	دسویں حدیث	۵۲۹
۴۹۴	پانچویں حدیث فتعلیٰ لی کل شیء (الحديث)	"	۵۰۹	اور اس کا جواب	"

انتساب

ہر متواتر کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ اپنی تالیف کو کسی استاد اور بزرگ یا کسی اور محترم ہستی کی طرف منسوب کیا کرتا ہے۔ یہ ناچیز اپنی اس کتاب کا انتساب حضرت مولانا سید قاری، حافظ مفتی محمود الحسن صاحب (فاضل دیوبند اور حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ المتوفی ۱۳۶۲ھ کے غلیضہ) کی طرف کرتا ہے جن کو ۱۱ مئی ۱۹۵۶ء کو لورالائی (کوئٹہ) میں رمضان مبارک کے مہینہ میں جامع مسجد کے اندر ایک بدبخت ازلی اور شقی القلب نے محض اس لیے خنجر سے شہید کر دیا تھا کہ حضرت مولانا مرحوم نے یہ فرمایا تھا کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور اس کے بغیر اور کوئی عالم الغیب نہیں ہے۔ اس کے برعکس قاتل کا خیال یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی غیب دان اور عالم الغیب تھے۔ اور اس محلطے نے ایسا طویل پٹا جو بالآخر مولانا مرحوم کی شہادت پر منتج ہوا۔ (اخبار نوائے وقت ۱۲ مئی، الاعتصام کرمی اور طلوع اسلام جون ۱۹۵۶ء وغیرہ اخبارات میں یہ اندوہناک واقعہ مذکور ہے) جس پر گویا مرحوم کی قبر کا ایک ایک ذرہ زبانِ حال قاتل کو پکار پکار یہ کہہ رہا ہے کہ س

قریب ہے یار روزِ عشر، چمے گامِ شتوں کا خون کیونکہ
جو چپ ہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستین کا

یوم النیس ۱۶ محرم الحرام
۲۴ جولائی ۱۳۷۹ھ
۱۹۵۹ء

احقر الناس ابوالزاہد گلشن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا شَرِيكَ لَهُ فِي دَارِهِ وَلَا فِي
 صِفَاتِهِ وَلَا فِي أَعْمَالِهِ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ لَا يَغْرُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي
 السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ وَهُوَ
 مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَفْلَحُهَا إِلَّا هُوَ وَلَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ
 عَلَى رَسُولِهِ وَنَبِيِّهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَمُصَاحِبِ قَابِ قَوْسَيْنِ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ الَّذِي
 بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى لِتَعْلِيمِهِ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ (وَهِيَ السُّنَّةُ بِاتِّفَاقِ السَّلَفِ) مُحَمَّدٌ الْمُصْطَفَى
 وَاحْمَدٌ الْمُجْتَبَى الَّذِي نَفَى عَنْ نَفْسِهِ الْكَرِيمَةِ نِسْبَةَ عِلْمِ الْغَيْبِ وَصِفَاتِ الْإِلَهِيَّةِ
 وَعَلَى آلِهِ وَاصْفَائِهِ وَأَنْزَلِهِ وَجَمِيعِ أُمَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِتَادِ الَّذِينَ اعْتَقَدُوا وَاقَرُّوا بِإِتَائِهِ
 لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ.

أَمَّا بَعْدُ

فَأَقُولُ بِلِسَانِي وَاعْتَقِدُ بِقَلْبِي وَأَكْتُبُ بِكَلَمِي إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى مُتَعَزِّدٌ بِصِفَاتِهِ
 الدَّائِمَةِ وَالْفِعْلِيَّةِ وَإِنَّ صِفَةَ عِلْمِ الْغَيْبِ مُنْتَصَةٌ بِهِ تَعَالَى لَا يَجُوزُ أَنْ يُطْلَقَ
 عَلَى غَيْرِهِ عَالِمُ الْغَيْبِ وَإِنْ كَانَ مَلَكًا مُقَرَّبًا أَوْ نَبِيًّا مُرْسَلًا

سُخنہائے گفتنی

(۱)

دینی اور مذہبی، سیاسی اور اقتصادی طور پر اختلاف تو ہمیشہ ہی سے بنی نوع انسان میں چلا آرہا ہے مگر کسی صاحب فہم و دانش پر یہ بات ہرگز محض نہیں ہے کہ جو اختلاف مذہبی اور دینی نقطہ نظر پیدا ہوتا یا پیدا کر لیا جاتا ہے، اس میں اتنی قوت اور طاقت ہوتی ہے جو کسی اور اختلاف میں تصور نہیں کی جاسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب سیاست ہمیشہ سے عوام الناس کو مذہب کے نام پر ابھار کر مذہب کو بطور افیون کے استعمال کرنا کہ اپنی سیاسی برتری اور اقتدار کو حاصل کرتے رہے اور کرتے رہتے ہیں اور تاریخ اسلام کا یہ ایک انتہائی تکلیف دہ باب ہے جس کے پڑھنے سے دل شق ہو جاتا ہے۔ آنکھیں پیم ہو جاتی ہیں، جسم پر لرزہ طاری ہوتا ہے اور کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔ اور دور حاضر میں بھی ایسے لوگوں اور ایسے نظریات کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اطراف عالم میں جس طرف بھی نگاہ دوڑائیے، اس کا بخوبی اندازہ اور مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ حرم و آزد کی شراب تو وہی پرانی پتلی آ رہی ہے۔ مگر ہاں بولبل اور لبل کارنگ ضرور بدلتا رہتا ہے۔ شکار کا طریقہ تو وہی پرانا ہے لیکن بسا اوقات حال نیا تلاش کیا جاتا ہے۔ بقول شخصہ:

نیا جال لائے پرانے شکلی

بلاشبہ سیاسی زندگی سے تعلق بھی ایک ناگزیر امر ہے مگر مفید سیاست تو وہی ہو سکتی ہے جو انسانی زندگی پر خوشگوار اثر ڈال کر اسے امن و چین کی دولت سے مالا مال کر دے اور انسانی قدیں اس قدر اُجاگر ہو جائیں کہ ہر فرد و بشر ان کو اپنانے کی تڑپ اور ضرورت محسوس کرے۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی کا بیشتر حصہ ایسا گزر رہا ہے جس میں ملتان عالم کی دینی اور سیاسی، اقتصادی اور علمی، معاشی اور معاشرتی زندگی انتہائی خطرہ میں مبتلا تھی۔ کوئی دن اور کوئی رات اُن کو چین اور امن کا نصیب نہیں ہو سکا۔ اور ہر طرف

اور ہر سمت سے نسیمِ سحری اور ٹھنڈی ہواؤں کے بجائے ظلم و ستم کی آندھیوں اور جبر و استبداد کی گرم ہواؤں نے ان کے نرم و نازک جسموں کو جھلس دیا تھا۔ دیگر دولِ یورپ کی تعدی اور زیادتی کے علاوہ جابرِ برطانیہ کا تسلط برعِ مسکون کے اکثر حصوں پر تھا جس کی قوت و شوکت کا اندازہ مسٹر گلیڈسٹون کے اس بیان سے ہو سکتا ہے کہ ہماری حکومت میں سورج مغرب نہیں ہوتا۔ کہیں رات ہے اور کہیں دن ہے۔ اور نیز متکاثرہ لہجہ میں یہ بھی کہا کہ اگر آسمان ہمارے سروں پر گرنا چاہے تو ہم اس کو اپنی چلیکوں کی ٹوکوں پر تھام سکتے ہیں (محصلہ)۔ اس نازک تر دور میں تمام اکنافِ عالم میں جو طغیان و بربریت مسلمانوں پر روا رکھی گئی اس کی مثال دُنیا کے ظلم و جور کی داستانوں میں بالکل ناپید ہے اور چرخِ لے کر ڈھونڈنے سے بھی اور ارقِ تاریخِ ہزار، اس کی ادنیٰ مثال بھی نہیں مل سکتی۔ درودِ دل رکھنے والے مسلمان ہر ملک اور ہر خطہٴ ارضی میں برطانیہ اور اس کے ہمنوا اور کاسہ لیسول کے خلاف نفرت کے جذبات کا اظہار کرنے پر مجبور ہوئے اور غدارانِ قوم و کے خلاف صدائے حق بلند کرنے میں انہوں نے ہر قسم کے خوف و خطر سے بے نیاز ہو کر اپنا مذہبی اور سیاسی فریضہ ادا کیا۔ ان اساطینِ حق و حریت نے اپنی اپنی شعلہ نوائیوں سے ظلم و جور اور استبداد و استعمار کے مضبوط قلعوں میں آگ لگا دی اور محمود و مخول کی راکھ میں دبی ہوئی چنگاریوں کو ہوا دے دے کر شعلہ بنائے اور اقوامِ عالم پر یہ واضح کر دیا کہ دولِ یورپ اور علی الخصوص ظالمِ برطانیہ نے کبھی امن و چین کی گھنٹی نہیں بلکہ ہمیشہ جنگ و جدال کا بگل ہی بجایا ہے اور ان حضرات کی نیک مساعی نے نام نہاد تہذیب و امن کے پرچھے اڑا کر فضائے آسمانی میں بکھر دیے جن کی خانہ ساز تہذیب و امن کا جنازہ زمانہٴ حال میں بیدار اقوام نے پڑھا ہے اور جس کی گور کے نشان اب بھی موجود ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ خلافتِ عثمانیہ کے مردِ پیار اور سخت جان مر فیض پر عالینِ نزع میں برطانیہ کے نمک خوار عثمان اور گورکن بڑی ہمدردی اور دلسوزی کے ساتھ اس کے کفن و دفن کی تیاریاں کر رہے تھے اور سادہ لوح مسلمانوں سے دوسخاوت حاصل کرنے کے درپے تھے اور بہت سے قاصر النظر حاجت مند اس کی جھولی میں پڑ بھی گئے تھے۔ آہ سہ پانی پانی کہہ گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات جب جھکا تو غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

(۲)

ہندوستان کی سرزمین میں دیگر اہلِ دل اور غنیہ مسلمانوں کی طرح اکابرینِ علماء دیوبند شکر اللہ علیہم اور وہ علماء جو ان کے ہمنوا تھے، انگریز کے خلاف ہر قسم کے جہاد میں سب سے پیش پیش تھے اور ان کو نہ

صرف یہ کہ ہندوستان ہی کے مسلمانوں کی جان و مال اور ایمان و عزت کا احساس تھا بلکہ وہ سیاح کی طرح مضطرب دل اور شارخ نازک کی مثل بے قرار روح کی بدولت تمام عالم اسلام کے لیے برطانیہ کی حکومت اور اس کی اہلیسانہ پالیسی کو جو بلا واسطہ اور بالواسطہ مختلف ممالک میں رائج تھی، اس خطہ سمجھتے تھے۔ وہ مصر و عرب، شام و فلسطین، ایران اور آزاد قبائل وغیرہ وغیرہ تمام اسلامی ممالک میں جابر برطانیہ کے پاؤں کمزور، اس کی استبدادی گرفت کو ڈھیلا اور مسلمانوں کے پاؤں کو مضبوط اور ان کے خود اعتماد کو مستحکم کرنے کے لیے انتہا خواہشمند تھے۔ اور نہ صرف خواہشمند ہی تھے بلکہ اس کے لیے اپنی بساط کے مطابق کوشاں بھی تھے۔ ریشمی دستاویز کی کہانی آخر کیوں پیش آئی تھی؟ -

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب (المتوفی ۱۳۲۹ھ) اور شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد صاحب مدنی (المتوفی ۱۳۶۶ھ) اور حضرت مولانا عزیز گل صاحب دام محمد کو آخر مائیں کس نظر پر لکھے سلسلہ تک قید و بند کے لیے مجبور کیا تھا؟ اور حضرت مولانا ابوالحامد محمد بن عبداللہ انصاری (المتوفی ۱۳۶۶ھ) کو جلا وطن ہو کر کابل میں کیوں رہنا پڑا؟ اور حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی (المتوفی ۱۳۶۶ھ) کو زندگی کا بیشتر حصہ جلا وطنی میں گزارنے پر کن حالات نے اکسایا تھا؟ اور علما دیوبند و منہاجہ و ہم کو دور برطانیہ میں کال کوٹھڑیوں میں کن افکار و عزائم نے مجسوس کیا تھا؟ جہاد ۱۸۵۷ء میں برطانیہ کے خلاف پانی پت، سونی پت اور دہلی و سہارنپور وغیرہ کے اطراف و اکناف میں ہتھیلی پر جان رکھ کر کس نے علم جہاد بلند کیا تھا؟ اور زنداں میں مجسوس ہو کر منہائے موت کی خبر سن کر کس نے خوشی کے مارے چلا گئیں لگائی تھیں؟ کہاں تک اس درد بھری کہانی اور داستان کا تذکرہ کیا جائے۔ کسی اہل علم اور صاحب ذوق و منصف مزاج تاریخ دان سے یہ تاریخی حقائق کیونکر اوجھل اور مخفی ہو سکتے ہیں؟ اور سینوں اور سینوں سے تاریخ اسلام کے یہ منہری صوف اور نقوش کیسے مٹ سکتے ہیں؟ جو اپنی تابانی لہروں میں پکار پکار کر یہ صدا بلند کر رہے ہیں کہ

گو کہ ہم صفہ ہستی پہ حجبے اک حرف غلط لیک اٹھے بھی تو نقش اپنا بٹھا کے اٹھے

(۳)

اس ظلم و وعدہ ان کے دور میں ان اکابر کے لیے اگر ایک طرف برطانیہ کے طوق و سلاسل زنداں اور کال کوٹھڑیاں تیار تھیں اور ہر وقت تختہ دار ان کے شوق ملاقات کے لیے بیتاب نظر آتا تھا، تو

دوسری طرف برطانیہ کے ایما پر بہت سے اغراض و مقاصد اور مخفی مصالح کے پیش نظر ہندوستان کے نہ صرف کلمہ پڑھنے والوں بلکہ مفتیوں اور پیروں، مولویوں اور گدھی نشینوں نے ان اکابر پر تکفیر و تفسیق کے تیرہ سائے اور مختلف قسم کے دیگر الزامات لگائے مثلاً یہ کہ وہ خدا تعالیٰ کو بھوٹا مانتے ہیں، اس کی قدرت کے قائل نہیں ہیں، ناموس رسالت کے دشمن ہیں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے خلاف گستاخیاں کرتے ہیں۔ شیطان کا علم سرور درجہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ملتے ہیں بچپان کے ساتھ علم میں آپ کی برابری کرتے ہیں، بزرگان دین کی توہین کرتے ہیں۔ اور اولیائے عظام کی تحقیر کرتے ہیں، غم نبوت کے منکر ہیں، وغیرہ وغیرہ (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) اس لیے یہ لوگ خدا اور رسول کے دشمن و العدا بے دین، نزدیک اور مرتد ہیں اور مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے اور پھر یہاں تک لکھ دیا کہ بے شک امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی فرقوں کے حق میں فرمایا ہے کہ عالم کو ان میں سے ایک کا قتل ہزار کافروں کے قتل سے بہتر ہے کہ دین میں ان کی مفسرت زیادہ سخت تر ہے۔

(بلغظم حمام الحرمین ص ۱۶) پھر کیا تھا سادہ لوح اور جاہل مسلمانوں کی مجاہدانہ بغاوت، قولاً وفعلاً و لالہ بہ طریق سے ان اکابرین کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا ہوا اور ان کو وہابی اور گلابی وہابی کے بے خطا ہتھیاروں سے صفحہ ہستی سے مٹانے اور صفت اسلام سے نکلانے کی از حد کوشش اور کاوش کی گئی مگر مشور ہے جس کو خدا رکھے اُس کو کون چکھے۔ وَاللّٰهُ مَبْتَمٌ نُّؤَدِمُ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿۱﴾ بتلیئے کیا حال ہو گا امت مسلمہ کی کشتی کے اُس طلاح اور ناخدا کا جو موجوں کے اندرونی اور بیرونی تھپیڑوں کا مقابلہ کرتا رہا اور بڑی کم ہمتی، ہستی اور کاہلی کو قریب بھی نہ آنے دیا۔ مگر تھا تو وہ آخر انسان ہی، اس لیے یہ کہنے پر بھی مجبور ہوا کہ:۔

جملے مری کشتی پہ کیا کرتے ہیں طوفاں دریا کی طرف سے کبھی ساحل کی طرف سے
بانیان دارالعلوم ہند قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے دین اسلام کی بقا اور احیاء کے لیے جس لٹہیت و اخلاص اور ہمت و ایثار کے پیش نظر جو مرکز علوم اسلامیہ قائم کیا تھا (جو تادم تحریر باحسن وجہ قائم ہے و غلہ اللہ تعالیٰ الی قیام الساعۃ) اس سے سالانہ سینکڑوں شعلہ بیان اور روشن ضمیر عالم تیار ہو کر

علہ ان اصولی اعتراضات کے جوابات میں راقم کی تانہ تالیف عبارات اکابر پہلا صہ طبع ہو چکی ہے۔

ممالک اسلامیہ میں تقریر و تحریر، تدریس و خطابت، ذکر و فکر اور تالیف و تصنیف وغیرہ کے ذریعہ مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے اور اب بھی بفضلہ تعالیٰ کر رہے ہیں جو اپنی خوش بیانی اور حرج کردار اور تبلیغ کے ذریعہ سینکڑوں کے اسلام لانے کا سبب بنے ہیں اور جو برطانیہ کے لیے مصیبتِ عظمیٰ اور دردِ دوسرے بنے ہیں جنہوں نے ہر آنے والی تکلیف و مصیبت کو خندہ پیشانی اور ہمت و استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور اپنے اسلاف کے بہترین نمونوں پر قائم رہ کر طوفانِ حوادث کو یوں خطاب کیا کہ

ہم کو طوفانِ حوادث کیا ڈرانے کا حمید۔ جب ہم پیدا ہوئے یہ آندھیاں دیکھتے

ان اکابر کی بے لوث خدمت، اولوالعزمی اور تمام کا ذکر کی حکومت برطانیہ کے سامنے تھی۔

اس نے ابنِ پر جو مظالم بلا واسطہ ڈھائے، ان کا کوکنا ہی کیا ہے، مگر جو انجین ان کے لیے ابنائے وطن نے لبادۃ اسلام اڑھ کر پیدا کیں، وہ زہرہ گداز ہیں۔ کسی نے توحید کی منسوخت کا باطل دعوے کیا اور ختمِ نبوت پر کاری ضرب لگا کر قصیر ختمِ نبوت کو مترزل کرنا چاہا اور کسی نے ہندوستان کو دارالسلام قرار دے کر برطانیہ کو بالواسطہ عادل اور منصف حکمران بنا کر اُس کے مخالفوں کو قابلِ گردن زدنی اور قابلِ ہدف قرار دیا اور اپنی ساری ناکام ادب بے مُراد زندگی ہی اکابرینِ علماء دیوبند و منہاجد و ہم کے خلاف زہر اگلنے میں صرف کردی اور بیسوں مسائل میں ان کی تکفیر و تفسیق کی گئی بلکہ علماءِ حرمین شریفین کو مغالطہ دے کر ان کی تکفیر کرائی گئی حتیٰ کہ زمانے نے پانسدہ بلا اور حالات نے پٹا کھایا اور سچ اور جھوٹ اصل و نقل اور بے لوث خدمت اور طمع و لالچ کی حقیقت آشکارا ہوئی اور ہر صاحبِ ذوق پر صداقت منکشف ہوئی۔ آخر یہ ہر ذرۃ ہستی میں تڑپ ہو گئی پیدا جب درد کی اک موج اٹھی دل کی طرف

(۴)

ان تمام مخالفین میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) پیش پیش تھے چنانچہ انہوں نے اپنی متعدد کتابوں میں ان اکابر کے خلاف صریح کفر کے فتوے صادر کئے ہیں۔ ہم ہر دست ان کے صرف دو ہی حوالے درج کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:-

”رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی اور ان سب کے معتدین و متبعین و پیروان و مدح خوان باطنی علمائے اعلام کافر ہوئے اور جو ان کو کافر نہ جانے، ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر ہے۔“

(عرفانِ شریعت حصہ دوم ص ۲۹)

اور نیز لکھتے ہیں کہ کیا علماء کرام حرمین شریفین کے مہسوط و مفصل فتاویٰ مبارکہ حاکم الحرمین علیٰ المنکر الکفر والمین کے بعد کسی اور تفصیل کی ضرورت ہے اس میں نانا توئی و دیوبندیوں کی نسبت صاف صریح تصریح ہے کہ مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِ فَقَدْ كَفَرَ جو ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے (عزفان شریعت حصہ اول ص ۲۷)

اور مفتی احمد یار خاں صاحب (المتوفی ۱۳۹۱ھ) عالم جذب و جنوں میں بزرگم خود یہ ثابت کر کے کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل (المتوفی ۱۳۱۲ھ) کو سکھوں نے نہیں بلکہ سرحد کے پٹھانوں نے قتل کیا تھا یہ لکھتے کہ ان کے معتقدین دو گروہ ہیں غیر معتدین و طابی اور دوسرے وہ جنہوں نے دیکھا کہ اس طرح اپنے کو ظاہر کرنے سے مسلمان ہم سے نفرت کرتے ہیں انہوں نے اپنے کو حنفی ظاہر کیا نماز روزہ میں ہماری طرح سنے آئے ان کو کہتے ہیں گلابی و طابی یا دیوبندی (الحمد للہ کہ غائبی مُشرک تو نہیں کہتے۔ مصنفہ) بھلا میرے آقا و مولیٰ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تو دیکھو کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ وَاَلَمْ يَسْأَلْ الشَّيْطَانُ یعنی شیطان کا گروہ نکلے گا، اُردو میں قُرْنُ الشَّيْطَانُ کا ترجمہ ہے دیوبند (ملفوظہ ج ۱۰ ص ۵۷)

اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ — لیکن موجودہ زمانہ میں بمقابلہ غیر معتدین کے زیادہ خطرناک دیوبندی ہیں — (ملفوظہ ج ۱۰ ص ۵۷) شاید اس لیے کہ ان کے علم و تقویٰ، امانت و دیانت، متانت اور سنجیدگی اور مستحکم اور مضبوط دلائل کے سیلاب میں مفتی صاحب اور ان کی جماعت کی خود تراشیدہ دلیلوں کی کاغذی کشتیاں بہ جاتی ہیں، ضرور خطرہ ہونا چاہیے اور غم و حزن اور خوف نہ ہونے کی کوئی وجہ بھی تو نہیں ہے کیونکہ — جس سمت نگاہ اٹھی اُک حشر پادیکھا جو شکل نظر آتی غمگین نظر آتی

لے مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ قُرْنُ الشَّيْطَانُ کے مضمون کی جملہ حدیثیں مرت و قابلِ عین اور اس کے چیلوں سے متعلق ہیں مواردِ المظاکر ص ۲۸ کی روایت میں ہے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یُخْرِجُ الدِّجَالَ مِنْ هَاهُنَا وَ اِشَادَ تَحْوِ الْمَشْرِقِ كَمَا دِجَالُ الْمَشْرِقِ کی طرف سے نکلے گا یہ روایت مستدرک ج ۲ ص ۵۲۸ میں بھی ہے امام حاکم اور علامہ ذہبی دونوں فرماتے ہیں کہ صحیح ہے۔ راقم الحروف اس پر ایک مستقل رسالہ لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی۔ قُرْنُ الشَّيْطَانُ کے معنی ہیں شیطان کا سینک اور شیطان کا معاصر وغیرہ اور دنیا جاتی ہے کہ شیطان کا سینک کون ہے؟ مگر انہوں نے بریلوں کی سمجھ ہی الٹی ہے مشہور معاورہ ہے۔ اُناباس بریلی کو۔

اور پھر آگے دیوبندیوں پر مزید بڑھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اور ان کے ہمیشہ حملے مسلمانوں پر خاص کر اہل حرمین پر ہی ہوئے" (بلغلغہ جلد الحقی ص ۱۷)۔ مفتی صاحب! ذرا انصاف اور خوفِ خدا کو ملحوظ رکھ کر اور اپنے گمراہان میں منہ ڈال کر یہ تو فرمائیے کہ دورِ برطانیہ میں ترکوں اور مصریوں عربوں اور شامیوں افغانوں اور آزاد قبائل کے مسلمانوں پر کس گروہ کے مولویوں اور پیروں اور گدی نشینوں کے مریدان باصفان مظلوموں پر گولیاں برسائے، ان کے سینوں کو چھلنی کرنے ان کی عورتوں کو بیوہ کرنے اور ان کے بچوں کو یتیم کرنے اور ان کی ماؤں کے قیمتی محل چھیننے کے لیے بھرتی ہوئے تھے؟ مفتی صاحب! جنگِ عظیم میں بغداد شریف پر (بزرگم خود گیارہ سو سالے کے روضہ پر) کس کے مریدوں نے بھرتی ہو کر حملہ کیا تھا؟ ذرا علامہ کی یاد مجاہدِ وقت امیر شکیب ارسلان کی کتاب اسبابِ زوالِ امت ہی ملاحظہ کر لیجئے کہ ان مقامات مقدسہ پر حملہ آور کس فرقے سے متعلق تھے؟ اور مدینہ طیبہ میں روضہ اقدس پر کس نے گولیاں برسائی تھیں؟ اور مکہ مکرمہ پر کس گروہ نے بباری کی تھی؟ اور سلطان عبدالحمید خان ترکی مرحوم کی بہو کو حرمِ کعبہ کے گرد دوسرے بالوں سے پکڑ کر کس نے گھسیٹا تھا۔ اور اس کے برعکس برطانیہ نے شریفِ مکہ کے توسط سے ترکوں کے خلاف جنگ کرنے کے جواز پر کس سے فتویٰ حاصل کرنا چاہا تھا اور کس نے اس کا انکار کر کے سالہا سال تک مانا میں اسیری کی زندگی بسر کی تھی؟ اور کس کو مالٹا کے زندان میں گھر کی سی لذت محسوس ہوتی تھی؟ جنہوں نے شاید بزبانِ حال یہ بھی کہا ہو کہ:۔

نئی دنیا بنا دی لذتِ ذوقِ اسیری نے قفص میں بہنے والوں کو خیالِ آشیال کیوں ہو؟
مفتی صاحب! آپ کو تاریخِ عالم سے بھی کچھ اُنس اور لگاؤ ہے؟ آپ نے کس سا دگی اور دجل سے یہ کہہ دیا ہے کہ ان (دیوبندیوں) کے ہمیشہ حملے مسلمانوں پر خاص کر اہل حرمین پر ہی ہوئے۔ مفتی صاحب! اس غلط بیانی اور افتراءِ آفرینی سے شاید آپ کے ناخواندہ حواری تو مطمئن ہو جائیں۔ مگر تاریخِ عالم سے ادنیٰ ترین تعلق اور مس رکھنے والے اس دروغگوئی سے کیونکر؟ کیسے؟ اور کب متاثر ہو سکتے ہیں؟ خصوصاً اس طائفہ منصورہ اور ظاہرین علی الحق گروہ کے خلاف جن کی عزیز زندگیاں ہی اسلام کی والہانہ اُلفت اور عقیدت میں مسلمانانِ عالم کی غیر خواہی اور ہمدردی میں اور برطانیہ کے خلاف تختہ دار سے لے کر اسیری تک کے مظالم میں گزری ہیں اور جو آخر تک بہ باگ و دہل یہ کہتے رہے کہ۔

بخا کی تیغ سے گردن و فاشعاروں کی کٹی نہتے برسرِ میدانِ مگر جھکی تو نہیں

جہاں اور بہت سے مسائل میں ان اکابر کی تکفیر اور پُر زور تردید کی گئی ہے ان میں ایک مسئلہ علم غیب بھی ہے جو اس پیش نظر کتاب کا موضوع و بحث ہے۔ قرآن کریم، صحیح اماریت، حضرات صحابہ کرام، ائمہ اسلام اور بزرگان دین اور اکابرین علماء دیوبند کا مسئلہ علم غیب کے متعلق کیا بیان اور عقیدہ ہے؟ یہ تو اس کتاب کے مختلف ابواب سے انشاء اللہ العزیز علی وجہ الاقم ظاہر ہوگا۔ سر دست فخریٰ مخالف کا نظریہ خود ان کی اپنی عبارات میں ملاحظہ کر لیجئے تاکہ آپ پر بھی یہ حقیقت منکشف ہو جائے کہ اس نازک ترین دور میں جس میں لوگ اسلام ہی کو سلام کہہ رہے ہیں یہ ضخیم کتاب کیوں لکھی گئی ہے؟ اور اس کے لکھنے کا داعیہ کیا پیش آیا ہے؟ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات!

(۱) قائد فخریٰ مخالف مولوی احمد رضا خاں بریلی قرآن کریم کی ایک آیت سے بشمول اثرو شان نزول از حضرت مجاہدؒ کہ اگر کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی تھی الخ ابن جریر ج ۱۰ ص ۱۵۸ اور منشور ج ۳ ص ۲۵۵ وغیرہ میں یہ روایت مذکور ہے مگر فخریٰ مخالف نے اس کی سند اور سند کا حال نہیں بتلایا، اور بتلانا بھی بھلا وہ کیسے؟ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے! باقی رہا اونٹنی کا واقعہ اور حضرت مجاہدؒ کے اقوال کی تشریح، تو یہ اپنے مقام پر عرض کی جائے گی انشاء اللہ العزیز) یہ حکم کشید کرتے ہیں کہ یہاں اللہ عزوجل یہ حکم لگا رہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی سے منکر ہو وہ کافر ہے الخ (بلفظہ خالص الاعتقاد ص ۲۸) اور دوسرے مقام پر یوں لکھتے ہیں کہ مگر مغیبات کا مطلق علم تفصیل بعطلے الہی ضرور تمام انبیاء کرم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ثابت ہے۔ انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً ان کی نبوت ہی سے منکر ہونا ہے۔

بلفظہ (احکام شریعت حصہ سوم ص ۱۹۵)

(۲) اسی سابق مسئلہ پر بنیاد رکھتے ہوئے مولوی سلطان محمود صاحب پیلوی (ضلع میانوالی) لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کو کافر فرمایا ہے، اگرچہ کلمہ شریعت پڑھتا ہو الخ (بلفظہ نجم الرحمن ص ۱۶) نیز لکھتے ہیں کہ: اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے (کون سے اہل سنت والجماعت؟ اور ثبوت و اتفاق کہاں؟ یہ تو اس کتاب سے روشن ہوگا، انشاء اللہ العزیز صفحہ ۱۰) اور اعتقاد ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ آقائے نامدار سید البرار احمد غفرلہ ختم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ و عم نوالہ نے اپنے فضل و کرم سے اولین و آخرین

و علم ماکان و مایکون و علم مافی السموات و مافی الارض عطا فرمایا ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والا مومن ہے ۔
 رُکب اور کیسا؟ مفصل بحث آرہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ صغیر اور جو شخص یہ اعتقاد نہ رکھتا ہو وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہے ۔ (۱) (بلغتہ نجم الرحمن ص ۵۷) نیز وہ لکھتے ہیں کہ آپس انکار علم غیب نبی کا عین انکار نبی کا ہے ۔ پس وہابی لوگ نبی کے منکر ہیں ۔ (بلغتہ نجم الرحمن ص ۵۷)

(۳) مولوی امام الدین صاحب کوٹلی لوہاراں (ضلع سیالکوٹ) مذکور متدل کی بنا پر لکھتے ہیں کہ ”مسلمان ہو کر تم یہ بات کہنے سے کہ محمد غیب کیا جانیں کافر ہو گئے“ (الماشیۃ لفرقة الحق ص ۳۲) اور پھر متعدد پنجابی کے اشعار میں اس کو بیان کر کے یہ بھی لکھتے ہیں کہ سہ

غیبی علم نبی نول ہسی ثابت ہو گیا بھائی جیٹرا اوسنوں مئے ناہیں کافر شک نہ کائی
 (۴) مولوی محمد عظیم صاحب گکھڑوی (ضلع گوجرانوالہ) لکھتے ہیں کہ :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صفت علم غیب بافق اہل حق (بزرگم خدا، صغیر) بنص قطعی قرآن ثابت ہے اور منکر منصوص کذب نص قرآن کافر ہے (بلغتہ علم جیٹ)۔

(۵) اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ : اے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دیوبندی وہابی کی اقتداء میں اپنے ایمان کو نہ کھو بیٹھنا یہ عقیدہ نہ بنالینا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ماکان و مایکون یعنی اگلا پچھلا جنیں در نہ یاد رکھو کھلی والے کا دامن ہاتھ سے جاتا ہے گا ۔ جو پھر ہاتھ نہ آئے گا ۔ آپ کی سفارش سے بھی محروم رہو گے اور وہ تو اس عقیدے پر اپنے اعمال بھی ضائع کر چکے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھ کر علی الاعلان ماکان و مایکون کا علم غیب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سکھا دیں ۔ (رکس دلیل سے ۔ صغیر) اور تم سرے سے آپ کی ذات عالمہ کو اس سببے خبر کہ دو تو تمہارے اس ایمان کو اللہ تعالیٰ قعر دیوبندی میں ہی رکھے تاکہ دوسرے سادہ لوح بھولے بھالے مسلمانوں کو قہر و جہنم میں نہ لے جاؤ ! انتہی بلغتہ (مقیاس حقیقت ص ۶۵)

شیعہ حضرات کی مستند کتاب میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات ماکان و مایکون کا علم مرحمت ہو چکا تھا ۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسری بہ لم یہبط حتی اعلمہ اللہ جل ذکرا علمہ ماکان و مایکون ۔ (اصول کافی مع الصافی ج ۱ ص ۱۰۷) (اصول کافی ج ۲ ص ۲۱۲) در کہ صاحب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جایا گیا تو آپ اس وقت تک شیخہ تشریف نہیں لائے ۔

والا ہوں۔ پڑھ تو پہلے ہی لیا ہے لوح محفوظ میں (مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اسی حدیث کے بعض طرق میں آتا ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا اِقْرَأْ تَوَّاباً اَنْخَرْتَ صَلَّى اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، کَيْفَ اَقْرَأُ؟ میں کس طرح پڑھوں؟ اور ایک روایت میں یوں آتا ہے مَاذَا اَقْرَأُ؟ میں کیا پڑھوں؟ اور علماء اسلام نے تین دفعہ کے تکرار کا یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ پہلی مرتبہ کا فرمانا اقتناع قرأت اور دوسری دفعہ کا کتنا اخبار یعنی المحض اور تیسری بار کا ارشاد استغناء پر محمول ہے دیکھئے فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۱ وغیرہ) لوح محفوظ میں قرآن ہے اور لوح محفوظ حضور علیہ السلام کے علم میں پہلے ہی سے ہے آپ ولادت سے پہلے نبی صاحب قرآن ہیں بغیر وحی کے نبوت کیسی؟ (واہ بے مفتی صاحب سبحان اللہ! صغیر) لہذا ماننا کہ گناہ کی قبل ولادت ہی قرآن کے عارف تھے اِلٰی ان قلل حضور نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کر کے امت کی شفاعت کی دلیل؟ مگر یہ نہ پوچھئے۔ صغیر) حالانکہ سجدہ اور شفاعت حکم قرآنی ہے۔ حضور غوث پاک نے ماہ رمضان میں مال کا دودھ نہ پیا، یہ بھی حکم قرآنی ہے۔ (بلفظہ جبار الحق ص ۱۳) سبحان اللہ! مشہور معادہ کے پیش نظر آدم بربر مطلب، مفتی صاحب، صاحب قرآن اور معصوم مہتمی صلوات اللہ علیہ وعلیہ وسلم سے ایک ہی جست لگا کر گیارہویں شریف والے کی طرف چلے گئے ہیں اور بے سرو پا کہانی سے ان کی یہ منقبت اور فضیلت ثابت کی جا رہی ہے کہ غوث پاک نے ماہ رمضان کا دودھ نہ پیا یہ بھی حکم قرآنی ہے، یہ کس قرآن میں ہے کہ غوث پاک نے رمضان میں مال کا دودھ نہ پیا؟ اور یہ بھی نہ بتایا کہ وہ پیدا کب ہوئے اور وفات کب پائی؟ اور کس آیت قرآن میں یہ حکم ہے کہ شیر غلا بچہ بھی ماہ رمضان میں اس امر کا مکلف ہوتا ہے کہ مال کا دودھ چھوڑے؟ اور اگر کسی بیماری وغیرہ سے ترک کرے تو یہ حکم قرآن کیسے ہو گیا؟ اور یہ فسادان کریم کے کس مقام میں ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر غوث پاک ہیں؟ یہ اور اس قسم کی اور کئی قابل توجہ باتیں مفتی صاحب ہی جانیں کیونکہ مشہور ہے المعنی فی بطن الشاعر۔ ظلماتٌ بفضھا فوق بعض۔ یہ وہ مفتی صاحب ہیں جو بزم خویش اور خیال مستقرین رہہر کامل مفتی اور صوفی اور واصل باللہ ہیں فوا اسفاء اتم نے عوام الناس کی زبان سے ایسے ہی لوگوں کے بارے کیا ہی خوب کہا ہے کہ۔ رہزن سے توہر گام پر رہتا ہوں میں ہیشا ر خطرہ ہے مگر رہہر کامل کی طرف سے

علہ حضرت مولانا عبدالحی کھنوی؟ اس باطل نظریہ کی پھر زور تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بلاشبہ یہ ایک افتراء ہے جسکی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ تکذیب کرتی ہے (الانوار المتبوعہ فی الانوار الموضوعہ المنفصۃ مع امام الکلام ص ۲۶۸)

یہ ہیں وہ حالات جنکی وجہ سے علم غیب سے متعلق پہنا عتیقہ بیان کرنے اور اس کو دلائل سے برحق کر کے علم غیب پر مجبور کرتے ہیں اور
فرق غیانت کی طرف پیش کردہ دلائل کا جائزہ بھی قدرے تفصیل سے لیا گیا ہے تاکہ علوم الناس کے سامنے فریقین کے عبادی اور دلائل
سامنے کیا ہیں اور حق و باطل نمایاں ہو جائے۔ پھر سمجھنے کے بعد جس کا بھی پاس ہے جو راستہ اختیار کرے۔ وَاللّٰهُ يَكْفِيهِمْ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ

حق اُبھرنا ہی رہا نقش بقابن کے نظیر مٹ گیا آپ ہی حق کو مٹانے والا
یہ بحث تو بیسٹ و تفصیل کے ساتھ اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ العزیز۔ مگر یہاں یہ بات بھی
پیش نظر ہے کہ صرف ذاتی اور عطائی اور بالذات و بالواسطہ کے فرق سے اللہ تعالیٰ کی صفات میں غیر اللہ
کو شریک کرنا نہ شرک سے بچا سکتا ہے اور نہ کسی طرح سے مستحسن ہے۔ چنانچہ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب
گورنمنٹ راجن کی تحقیق پر فریق غیانت کو کئی احتمالات دیتے ہیں کہ :-

۱۔ اسے علم رسول بشری یا انکی را مساوی علم الہی دانستن و فقط مد بالذات و بالواسطہ متمیزانگاشتہ بعید
است از صواب قال اللہ تعالیٰ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (یوسف ۲۲۰) (یوسف ۲۲۱) (یوسف ۲۲۲)
مطلب بالکل واضح ہے کہ فرشتہ اور رسول کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی سمجھ کر صرف یہ فرق
کرنا کہ خدا تعالیٰ کا علم بالذات ہے اور فرشتہ اور رسول کا علم بالواسطہ اور عطا الہی ہے بالکل غلط اور بعید از
صواب ہے بلکہ یوں فرق ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ماکان و مایکون کو محیط ہے اور رسول بشری وغیرہ
کا علم اِلَّا بِمَا شَاءَ میں داخل ہے کیونکہ جمیع ماکان و مایکون کے دعوت سے ایک تو اس آیت کا
خلاف ہوتا ہے اور دوسرا دیگر نصوص قطعیہ کا رد لازم آتا ہے جس میں رسول بشری وغیرہ سے علم کی نفی
ثابت ہے۔ دیگر فرشتوں کا تو کہنا ہی کیا صرف وہ رسول علی اور فرشتے جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اعمال
اور اقوال پر عالم اسباب میں محافظ اور نگران بنایا ہے۔ وہ انسان کے متعلق بہت کچھ علم رکھتے ہیں مگر جو علم غیب
خاصہ خداوندی ہے اس سے وہ بھی آگاہ نہیں ہیں چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ :-
فَالْمَلِكُ يَعْلَمُ مَا يَحْتَرُّ بِهِ الْعَبْدُ مِنْ حَسَنَةٍ / فرشتہ ان خیالات کو بھی جو انسان میں نیکی اور بدی کے
وسیلۃ و لیس ذلک من علمهم بالغیب الذی / پیدا ہوتے ہیں جانتا ہے مگر یہ وہ علم غیب نہیں ہے جو اللہ
اختص اللہ بہ (شرح حدیث النزول ص ۱۰ طبع اترس) / تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔

کیونکہ اس کی ذات کے ساتھ جو علم مختص ہے وہ محیط تفصیلی اور علم جمیع ماکان و مایکون ہے اور اس میں اس کا
کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ لَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ماحور فرشتہ کو ایک آدمی کے خیالات کا

علم ہو جانا تمام انسانوں اور جنوں کے دلوں کے راز اور پمید جاننے کا موجب اور اس کو مستلزم نہیں ہے۔ پھر بخاری وغیرہ کی صحیح اور صریح روایات سے ثابت ہے کہ فجر سے عصر تک جن فرشتوں کی اعمال ضبط کرنے کی ڈیوٹی ہوتی ہے وہ اور ہوتے ہیں اور عصر سے فجر تک کے اور ہوتے ہیں۔ (مصلحہ بخاری: ۱۷۱ ص ۹)

(۷)

بعض اہل علم حضرات بھی دیانہ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ شرک کی زد سے بچنے کے لیے یہ کافی ہے کہ یوں کہہ دیا جائے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگرچہ تمام ماکان و مایکون کا علم حاصل تھا مگر ذاتی نہیں بلکہ عطائی تھا، بالذات اور بالاستقلال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ تھا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی صفت آپ کے لیے ثابت نہ ہوئی تو پھر یہ شرک کیسے ہوا؟ کیونکہ علم غیب اور اسی طرح حاضر و ناظر اور مافوق الالباب تصرفات وغیرہ کی صفات تو آپ کی ذاتی نہیں اور نہ خانہ زاد ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا خاص اور خاص عطیہ ہیں۔ اور علم عطائی اللہ تعالیٰ کی صفت ہی نہیں ہو سکتی اس لیے یہ شرک نہیں ہے مگر یہ ایک نہایت ہی سطحی قسم کا مغالطہ ہے پوری بحث تو اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ کہ جب موصوف کا خود اپنا وجود ہی ذاتی نہ ہو۔ بلکہ عطیہ خداوندی ہو تو پھر اس کی کسی صفت میں یہ احتمال کیسے پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ بھی بالذات ہو سکتی ہے۔ اور جب اس کے بالذات ہونے کا تصور ہی نہیں تو پھر اس کی نفی کیونکر صحیح ہوگی؟ اور بحال اس کی ضرورت بھی کیا ہے؟ جن حضرات نے بالذات اور بالاستقلال وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں وہ بالذات اور بالاستقلال کا مطلب ہرگز یہ نہیں لیتے اور نہ کرتے ہیں کہ یہ صفت ان کی ذاتی اور خانہ زاد ہے بلکہ وہ بالذات اور بالاستقلال کا یہ معنی مراد لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ قوت اور طاقت عطا فرما دی ہے اور قدرت ان کی ذوات میں ودیعت کر دی ہے۔ کہ وہ جب چاہیں کسی چیز کو معلوم کر لیں اور جب چاہیں تصرف کر لیں اور جزئی جزئی اشیاء میں وہ اس کے محتاج نہیں کہ فیضان الہی ہو تو وہ کچھ کر سکیں اور عطائی اور غیر مستقل کا یہ مطلب وہ لیتے ہیں کہ معجزات اور کرامات کی طرح جزئی جزئی معاملہ میں وہ قدرت خداوندی کے محتاج ہوتے ہیں حتیٰ کہ ان کو ان میں اتنا اختیار بھی نہیں ہوتا جتنا کہ عباد کے افعال اختیار یہ میں ہوتا ہے۔ مثلاً قلم کا تب کے ہاتھ میں لکھتا تو ہے مگر ایک ایک حرف میں وہ کاتب کی تحریک کا محتاج ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ کاتب نے اپنا فعل کتابت قلم سے ظاہر کیا ہے نہ یہ کہ قلم میں انسان کی طرح لکھنے کی طاقت ہی آگئی ہے۔ کیونکہ قلم جب تک انسانی صفات کا حامل نہ ہو کاتب نہیں ہو سکتا۔

بجائے افعال عباد کے، کیونکہ ان میں انسان کو مستقل اور بالذات قدرت حاصل ہے اگرچہ یہ قدرت و اختیار وغیرہ خدا تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں اس پر مفصل بحث نقل کی گئی ہے۔ ہم اختصاراً دو عبارتیں عرض کرتے ہیں:-

”والسنة منیبات کہ در بعض اوقات از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام روید ہر ہم ازین قبیل است یعنی متفرع بر قوتے و قدرتے و شانے و صفتے نیست کہ در ذوات طبقة ایشان و ولایت نہادہ باشند بلکہ محض فعل خاصہ الہی است کہ اس عاجلہ میکند مثل حرکت قلم بہ فعل کاتب (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۰۴) اور نیز لکھا ہے کہ:-

”آنگاہ لفظ علم فاتی و تصرف استقلال و مثل آل کہ در کلام بعض علماء مثل مولانا شاہ ولی اللہ عو شاہ عبد العزیز نسبت بخمار واقع شدہ مراد ازالہ ہمیں اثبات قدرت و اختیار از در گاہ پروردگار است کہ موجب شرک کفار ناچار است ورنہ مشرکین عرب فات و صفات اصنام را مخلوق خدا و قدرت و اختیار آہنا عطا فرمودہ جناب کہ بر یامیدانستہ کہ امر تحقیقہ و وجہ اطلاق لفظ استقلال ظاہر است زیرا کہ مشرکین بدین آل افعال خاصہ البیہ را بہ سبب اعتقاد تفویض قدرت و اختیار در افعال اختیار یہ و اعمال مقدور یہ داخل نمودند و بر افعال اختیار یہ ہنگام جمیع احکام استقلال باری میشود و استحقاق مدح و ذم طاری گو کہ ہمہ افعال عباد بر قوت خدا و امینی“ (مفصلہ ج ۳ ص ۲۴)

مطلب بالکل واضح ہے کہ وہ بالذات اور بالا استقلال کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ میاں الناسول کو نیکی اور بدی ایمان و کفر، طاعت و عصیان وغیرہ وغیرہ میں مستقل قدرت حاصل ہے جس پر مدح و ذم اور ثواب و عقاب کا ترتیب ہوتا ہے۔ اسی طرح مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو علم غیب وغیرہ کی صفات عطا کر دی ہیں اور ان میں وہ افعال اختیار یہ کی طرح تصرف کرنے میں مستقل ہیں۔

اور حضرت تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ”اور مستقل بالاثیر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس کے سپرد کیلئے طے کر دیے ہیں کہ وہ ان کے نافذ کرنے میں حق تعالیٰ کی مشیت خاصہ کا محتاج نہیں ہے گو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ اس کو اس تفویض و اختیارات سے معزول کر دے“ (بلوار النور ج ۲ ص ۱۸) اس کی ایک ناقص سی مثال یوں سمجھیے جیسا کہ موجودہ دور میں ماتحت عدالتیں ہوتی ہیں، ان کے تمام اختیارات حکومت وقت کے قانون ہی سے حاصل ہوتے ہیں لیکن وہ فیصلہ صادر کرنے میں مستقل ہوتی ہیں حتیٰ کہ بعض

(۸)

اس کتاب میں کچھ حوالیات افکار المہدین مصنفہ حضرت مولانا محمد الزمخشیری صاحب (المتوفی ۱۳۵۲ھ) سے اور چند حوالیات حضرت مرشدنا مولانا حسین علی صاحب (المتوفی ۱۳۶۳ھ) کی اعلیٰ تقریر بلغۃ الحیران اور نیز ان کی تفسیر پے نظیر سے اور کچھ بوارق الغیب مصنفہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مظلہ العالی سے ماخوذ ہیں۔ بقیہ جتنے حوالیات ہیں وہ سب اس ناچیز کی تلاش و تفحص اور دماغ سوزی کا نتیجہ ہیں جن میں غلطی کا واقع ہونا غیر اغلب نہیں ہے۔ جو حضرات غلطیوں سے آگاہ فرمائیں گے وہ عند اللہ تعالیٰ ماجر اور عند الحقیر مشکور ہوں گے کیونکہ اول تو انسان کا کوئی کام اور فعل بھی لغزش اور خطا سے محفوظ نہیں ہوتا اور پھر کام بھی اس بندہ عاجز کا جو سراپا تفسیر و خطا ہو، لہذا گزارش ہے کہ مجھے ہدف ملامت بنانے کے بجائے مانت اور سنجیدگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے میری غلطیوں پر مجھے آگاہ کریں۔ حق کے تسلیم کرنے میں کبھی تاثر نہ کروں گا۔ (انشاء اللہ العزیز)

إِنْ أُدِئِدُ إِلَّا إِلَىٰ صِلَاحٍ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ط

۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ
۲۸ جولائی ۱۹۵۹ء

احقر
ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر
خطیب جامع گلشہر و مدرس مدرسہ نصرت العلوم
متصل گھنٹہ گھر، گوہر والا

باب اول

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ (پہرہ ۴۴)

(یہ غیب کی خبریں ہیں جن کو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اخبار غیب اور انباء غیب کے جتنے علوم سے نوازا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اسرار و حکم کے علوم اور عبادات و معاملات، اخلاق و سلطنت، حلال و حرام، جائز و ناجائز، کار و ثواب و کار و عتاب وغیرہ وغیرہ کے کثیر علوم اور روزِ یثاق اور بدِ خلقت اور انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں کے بے شمار حالات اور اپنے زمانہ کی لاتعداد خبریں اور قیامت تک کے ان گنت فتن اور زلازل اور قوموں کے عروج و زوال کے اسباب اور محرکات و دواعی اور شرائط ساعت اور علامات قیامت اور قبر و برزخ کے حالات و کیفیات اور میدانِ محشر کے ہولناک اور ہوش رُبا مناظر اور پیکرِ طاری پر خطر وادی اور جنت و دوزخ کی نعمتیں اور خطرناک مصائب وغیرہ اتنے علوم اور انباء غیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو مرحمت ہوئے ہیں کہ جن کی پوری حقیقت یا صرف دینے والا مالک جلنے یلینے والا محبوب اور اللہ تعالیٰ کے بعد نہ تو اس قدر علوم کسی فرشتہ مقرب کو عطا ہوتے اور نہ کسی نبی مرسل کو۔ دوسری مخلوق کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ اور دیگر بعض صفاتِ مختصہ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ان اخبار غیب اور انباء غیب میں بھی ممتاز ہے۔ مخلوق میں کوئی آپ کا اس میں مماثل نہیں ہے اور کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ یہ رُوحِ مصطفیٰ آپ ہے وہ آئینہ کہ اب الیا دوسرا آئینہ

نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دوکانِ آئینہ ساز میں

بایں ہمہ یہ بات کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ عالم الغیب الشہادۃ اور ہر ایک کے ظاہر و باطن سے واقف اور علیم بذات الصدور صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ ستودہ صفات ہی ہے۔ جس کے علم محیط سے کائنات کا ایک ذرہ بھی مخفی نہیں ہے، اور یہ صفت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو حاصل نہ تھی۔ کئی باتیں اس دُنیا سے خاک و گل میں ایسی بھی تھیں جن کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخر عمر تک نہیں دیا گیا تھا۔ اور ان میں ایسے امور بھی ہیں جو آپ کی شان رفیع کے ہرگز لائق نہیں ہیں چنانچہ آئندہ اوراق میں قرآن کریم، صحیح احادیث اور سلف و خلف کی واضح اور روشن عبارات سے یہ مسئلہ آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

اس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ علم غیب، عالم الغیب، عالم ماکان و مایکون اور علیم بذات الصدور کا مضموم الگ اور مجزا ہے اور اخبار غیب اور انباء غیب پر مطلع ہونا جدا مضموم ہے۔ دوسری بات کا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے) منکر محمد اور زبیر اور پہلی بات کا مثبت مشرک اور کافر ہے۔ اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اخبار غیب اور انباء غیب کی صرف بطور غور نہ چند حدیثیں ہم یہاں نقل کرتے ہیں کہ اکابرین علماء دیوبند کثر اللہ تعالیٰ جماعت میں (جو اس زمانہ میں صحیح طور پر اہل سنت والجماعت ہیں) کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے تاکہ کسی کوتاہ فہم اور ابلہ فریب کو علم غیب اور انباء غیب کے فرق کو پیش نظر نہ رکھتے ہوئے غلط مباحث کا شکار نہ ہوتا پڑے اور ہر منصف مزاج کو سوچنے اور غور و فکر کرنے کا موقع مل جائے، اور محض ضد و عناد اور دھڑے بندی کی وجہ سے اپنی آخرت اور عاقبت ہی ضائع نہ کر بیٹھے اور کہیں اس کا اپنا ہی نقصان نہ ہو۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو فرے

ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو

بغیر کسی زمانی ترتیب کے ملحوظ رکھنے کے ہم انباء غیب کی صرف وہ چند باتیں عرض کرتے ہیں جو

صحیح احادیث میں آئی ہیں اور جن کا ہمارے مقصد سے تعلق ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ (المتوفی ۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہرِ فتن کے متعلق ارشاد فرمایا کہ زمانہ بہت جلدی جلدی گزرتا جائے گا کہ عیش و اسئلہ اذ اور سائنسی ترقی کی وجہ سے سالِ مینہ میں اور مینہ ہفتہ میں اور ہفتہ ایک دن میں ختم ہو جائے گا، افادہ الخطابی (المتوفی ۳۸۸ھ) اور گویا حجِ مینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اُڑتے جاتے ہیں) اور علم (دینی) کم ہو جائے گا اور لوگ بخل سے کام لیں گے اور فتنے بکثرت نمودار ہوں گے اور قتل و غارت کا بازار گرم ہوگا۔ (بخاری ج ۲ ص ۲۱۸) یہ سب امور ہمارے مشاہدہ میں آچکے ہیں؛

جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے نہیں کسی کہ دجال کا نا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کا نا نہیں ہے (بخاری ج ۲ ص ۱۵۵) اور حضرت انسؓ (المتوفی ۹۳ھ) کی مرفوع روایت میں ہے کہ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان (ماحقہ پر) کافر کے الفاظ لکھے ہوتے ہوں گے۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۵۶)

۷۔ حضرت زینب بنت جحشؓ (المتوفی ۲۱ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن پریشان حالت میں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا لا اِلهَ اِلَّا اللہ عرب کی تباہی کے آثار نمودار ہو چکے ہیں، سب یا ہجوچ مابوج سے اتنی مقدار (جتنی انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو ملا کر درمیان میں حلقہ کی ہوتی ہے) کھل گئی ہے۔ میں نے سوال کیا حضرت کیا ہم ہلاک کئے جائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ ہوں گے؟ فرمایا ہاں جب فسق و فجور بڑھ جائے گا۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۵۷ اور مسلم ج ۲ ص ۳۸۸)۔

۸۔ حضرت حفصہؓ (المتوفی ۴۵ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کو گرانے کے ارادہ سے ایک فوج آئے گی، اور جب بیدار کے قریب پہنچے گی تو سب کو بغیر ایک قاصد کے جو قوم کو جا کر خبر لے گا زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۸۸)

۹۔ حضرت ثوبانؓ (المتوفی ۵۴ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے مشرق و مغرب کو میرے سامنے سمیٹ کر رکھ دیا اور مجھے سونے اور چاندی کے خزانے (جو قیصر اور کسریٰ کے خزانوں کی طرف اشارہ ہے) (نودی شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹) عطا فرمائے گئے ہیں۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۹ و ابو داؤد ج ۲ ص ۲۸۲)۔ حضرت عمرؓ (المتوفی ۴۳ھ) اور ان کے بعد دیگر خلفاء اور سلاطین اسلام کے ہاتھوں یہ بشارت پوری ہوئی۔ (نودی وغیرہ)

۱۰۔ حضرت حذیفہؓ بن یمانؓ (المتوفی ۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ قیامت تک جو فتنے برپا ہونے والے ہیں میں ان کو جانتا ہوں اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے وہ بتائے ہیں (مسلم ج ۲ ص ۳۹) اور ان کی دوسری روایت میں انہی فتنوں کی طرف اشارہ موجود ہے۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت تک کی کوئی چیز نہ چھوڑی، جو ایک خطبہ میں کھڑے ہو کر بیان نہ کر دی۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۹) اس مضمون کی روایت حضرت ابو زید بن عمرو بن اخطبؓ سے بھی ہے، (مسلم ج ۲ ص ۳۹) اور ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۱ کی روایت میں حضرت حذیفہؓ کی مرفوع روایت میں قائد فتنہ کی تصریح موجود ہے۔ اس حدیث کی مزید تشریح اپنے موقع پر آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۱۔ اور حضرت نواس بن سمعان کی طویل حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجال شام اور عراق کے درمیان کسی درہ سے نکلے گا۔ اور دائیں بائیں ہر طرف شر و فساد بپا کرے گا اور چالیس دن تک زمین پر پڑے گا۔ پہلا دن ایک سال کا ہوگا۔ جس میں پورے سال کی نمازیں پڑھنی ہوں گی، اور دوسرا دن ایک مہینہ کا اور تیسرا ایک ہفتہ کا اور باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے، عجیب و غریب مشجدہ بانیاں دکھاتا پھرے گا۔ مال و زراعت کے پیچھے چل پڑے گا، جو اس پر ایمان لائے گا وہ خوشحال ہے گا اور جو اس کی بات نہیں مانے گا وہ مصائب و آلام کا شکار ہوگا، ایک آدمی کو وہ قتل بھی کرے گا۔ اس اثنا میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی سفید مینار پر (صبح کی نماز کے وقت کما فی المستدرک ج ۴ ص ۵۸۷) وقلا صبح نازل ہوں گے اور اس وقت اُمتوں نے دو زعفرانی رنگ کے کپڑے اوڑھے ہوئے ہوں گے حتیٰ کہ دجال لعین کو باب لہ (جو بیت المقدس کے قریب ایک بستی ہے، نووی ج ۲ ص ۲۷۱) میں قتل کر دیں گے اس کے بعد یا ہوج ماجوج کا خروج اور ان کا زمین پر شر و فساد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مع اپنے ساتھیوں کے طور پر پناہ لینا اور پھر یا ہوج و ماجوج کی تباہی و بربادی کا طویل واقع بیان کیا گیا ہے۔ (دیکھئے مسلم ج ۲ ص ۷۱۷ و مستدرک ج ۴ ص ۵۹۱)

۱۲۔ حضرت حنیفہ بن اسید (المتوفی ۱۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اتنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا تم کس بحث میں مشغول تھے! ہم نے کہا کہ ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی۔ جب تک اس سے قبل دن و رات علامتیں ظاہر نہ ہو جائیں۔ مشرق میں زمین کا ایک خطہ زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ اور اسی طرح ایک حصہ مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں اور ایک قسم کا عالمگیر دھواں نکلے گا، دجال، دابۃ اللہ ص اور

علیہ مسجد دمشق میں سو فی حدیث میں واقع ہے۔ یہ دو میناریں عبدالملک الاموی (المتوفی ۹۶ھ) کے عہد میں تعمیر ہوئی تھیں اس کی تعمیر پانچ کروڑ روپیہ صرف ہوا تھا۔ مگر سودا اتفاق سے وہ مسجد جل کر شہید ہو گئی تھی اس وقت کی تعمیر بعد کی بناوٹ ہے مسجد کی یہ حالتیں مع صحن کے شرقاً و غرباً پانچ سو فٹ اور شمالاً و جنوباً تین سو فٹ ہے مسجد کے اندر ہی حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک ہے، اور یہ سفید مینار اس وقت بھی موجود ہے۔ راقم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہاں کے لوگ اس کو منارۃ المسیح سے یاد کرتے ہیں۔

یا جوج و یا جوج کا خروج ہو گا۔ سورج مغرب طلع کرے گا، قمر عین سے ایک انگ نکلے گی جو لوگوں کو عسکر کی طرف لے جائے گی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) ۶

۱۳۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، قحط سالی صرف یہی نہیں کہ بارش نہ ہو، قحط سالی یہ بھی ہے کہ بارش تو بکثرت ہو مگر کوئی چیز زمین سے (کثرت سیلاب وغیرہ کی وجہ سے) پیدا نہ ہو۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۹۳)

۱۴۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ حضرات ام حرام بنت ملحان (المتوفیۃ)ؓ حضرت عبادۃ بن الصامت (المتوفی ۳۳ھ) کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے۔ میں نے سوال کیا کہ حضرت آپ کے بقیہ اور غمک کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، مجھ پر میری امت کا ایک ایسا گروہ پیش کیا گیا ہے جو بھرپور دنیا میں کشتیوں پر سوار ہو کر (جیسے بادشاہ کرسیوں پر جلوہ گرہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرے گا۔ حضرت ام حرامؓ نے فرمایا، حضرت دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شریک ہونے کی توفیق دے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اسی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ (المتوفی ۴۰ھ) کے عہد حکومت میں مجاہدین کا یہ قافلہ روانہ ہوا، اور کشتیوں کے ذریعہ سے اپنا سفر طے کر کے جب جزیرہ قبرص کے ساحل پر اُترا تو حضرت ام حرامؓ اپنی سواری سے گر پڑیں اور ان کو شہادت نصیب ہوئی۔ (نسائی ج ۲ ص ۵۲)

۱۵۔ غزوہ خندق کے مشہور واقعہ میں اس کا ذکر ہے کہ جب خندق میں ایک بہت سخت چٹان سلنے آئی اور حضرات صحابہ کرامؓ اس کے توڑنے سے عاجز آ گئے تو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گینتی لے کر خندق میں اُترے، ایک ضرب لگائی تو ایک چمک پیدا ہوئی، آپ نے فرمایا، میرے بھائی کسریٰ کے شہر اور اس کے آس پاس کے ملائ پیش کئے گئے ہیں، حضرات صحابہ کرامؓ نے فرمایا حضرت دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے ہاتھوں پر فتح کرے۔ آپ نے دعا فرمائی، پھر دوسری ضرب لگائی تو فرمایا میرے سامنے قیصر کے اور اس کے آس پاس کے شہر پیش کئے گئے ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے فرمایا۔ حضرت دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ قیصر کا ملک بھی ہم کو غناست فرمائے۔ آپ نے دعا فرمائی، پھر تیسری ضرب لگائی، اور فرمایا، میرے سامنے حبشہ کا علاقہ پیش کیا گیا ہے، جب تک حبشی ہمارے ساتھ مصالحت کریں تم بھی ان سے نہ لڑو اور جب تک ترکہ تم سے جنگ نہ کریں تم بھی ان سے جنگ نہ کرنا

تک کر دو۔ (نسائی ج ۲ ص ۵۲)

۱۶۔ حضرت ذی مخبرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم (مسلمان) عیسائیوں اور رومیوں کے ساتھ مصالحت کر دو گے اور یہ صلح بڑی پُر امن ہوگی، تم اور رومی و عیسائی ایک ایسی قوم سے قطعہ کے جو تمہارے پیچھے کی جانب ہوگی، کئی سال لڑائی کے بعد تم اُن پر غالب ہو گے اور بہت سا مازو مسلمان تمہارے ہاتھوں میں آئے گا۔ جب تم ایک سرسبز و شاداب علاقہ اور اُونچے ٹیلوں پر فروکش ہو گے تو ایک عیسائی کسے گا صلیب کی وجہ سے فتح ہوئی، ایک مسلمان اس پر ناراض ہوگا اور صلیب کو توڑ دے گا، اور کسے گا کہ قربانی کے دُنبے تو ہم بنے ہے اور فتح صلیب کی ہوئی؟ اس کے بعد عیسائی اور مسلمان آپس میں لڑیں گے اور ایک بہت بڑی خوریز جنگ کا آغاز ہوگا۔ (البدو اود ج ۲ ص ۲۳۳) یہ جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ حرفاً مناسب پورا ہوگا۔

۱۷۔ حضرت معاذ بن جبل (المتوفی ۳۸ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیت المقدس کی آبادی کا بڑھ جانا عرب کی تباہی کا پیش خیمہ ہوگا۔ اور عرب کی تباہی عالمگیر جنگ کا ذریعہ ہوگی اور اس عالمگیر جنگ کے بعد (کفار کے استیلاء کے بعد) قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھوں پر فتح ہوگا اور اس فتح کے بعد دجال کا خروج ہوگا۔ (البدو اود ج ۲ ص ۲۳۴) اور حضرت عبداللہ بن بسر (المتوفی ۸۸ھ) کی روایت میں ہے کہ اس عالمگیر جنگ اور فتح قسطنطنیہ کے درمیان چھ سال کا وقفہ ہوگا۔ اور ساتویں سال دجال نکلے گا (البدو اود ج ۲ ص ۲۳۴)

۱۸۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قریب ہے کہ دوسری اقوام تم پر ایسی مجتمع ہو کر حملہ آور ہوں گی جیسے بڑے پیلے اور دسترخوان پر لوگ کھانے پر اکٹھے ہو جاتے ہیں، ایک سائل نے آپؐ سے دریافت کیا کہ حضرت کیا ہم اس وقت محفوظ رہیں گے؟ فرمایا نہیں تم بہت ہو گے، مگر غرض و خاشاک کی طرح تمہاری کوئی وقعت نہ ہوگی تمہارا رعب و شمنوں پر نہیں ہوگا اور تمہارے دلوں میں وہیں ہوگا۔ سائل نے پوچھا، حضرت وہی کیا ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور میرٹ کا ڈر۔ (البدو اود ج ۲ ص ۲۳۴)۔

۱۹۔ حضرت ابوسعید خدریؓ (المتوفی ۳۰ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری نسل سے ہوگا۔ (اس کا وہ نام ہوگا جو میرا ہے یعنی محمدؐ) اور اس کے باپ کا وہ نام ہوگا

جو میرے باپ کا نام ہے یعنی عبداللہ۔ ابو داؤد ج ۲ ص ۲۳۲)۔ اس کی پیشانی کشادہ اور ناک اونچی ہوگی، زمین کو صل و انصاف سے بھرنے کا، جیسا کہ اُس سے پہلے زمین ظلم و جور سے اٹی پڑی ہوگی سات سال تک وہ حکمرانی بھی کرے گا۔ (ابو داؤد ج ۲ ص ۲۳۲)

۲۰۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عثمانؓ اللہ تعالیٰ تجھے (خلافت کا ایک) کڑوٹہ عطا فرمائے گا، لوگ تجھ سے چھیننا چاہیں گے مگر تو اُس کو نہ اُتارنا (ترمذی ج ۲ ص ۲۳۲) یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ تم فوج سے وہ کڑوٹا چھیننا چاہتے ہو جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ بخدا میں اس کو کبھی نہیں اُتاروں گا (دارقطنی ج ۲ ص ۵) حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ شخص ایک فتنہ میں مظلومیت کی حالت میں شہید کیا جائے گا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۲)

۲۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمارؓ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۱) حضرت عمارؓ کو حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت اور گروہ نے شہید کیا تھا (مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۱ و مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۶ والبلدیه والنہایہ ج ۱ ص ۱۷۱ و وفار الوفا ج ۱ ص ۳۳) حضرت امیر معاویہؓ سے جب اس کا تذکرہ کیا گیا تو فرمانے لگے کہ واقعی ہم باغیتہ امی طالبتہ لدم عثمانؓ یعنی حضرت عثمانؓ کے خون ناحق کا مطالبہ کرنے والے گروہ سے ہیں (ملاقات ہامش مشکوٰۃ ج ۳ ص ۵۳۲) امام حاکمؒ نے حضرت امیر معاویہؓ کا ایک دوسرا جواب خود قائلین عمارؓ سے ان کی زبانی نقل کیا ہے (دیکھئے مستدرک ج ۳ ص ۲۸) یہ یاد رہے کہ حضرت عمارؓ کو کسی صحابیؓ نے قتل نہیں کیا بلکہ ان باغیوں نے قتل کیا جو اپنے باطل مقاصد کے تحت اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے حضرت امیر معاویہؓ کی فوج میں بغیر ان کے علم کے خیر خواہ بن کر گھسے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ کو فرمایا لا یتکتک امعابی ولكن تقتلک الفتنۃ الباغیۃ (وفار الوفا ج ۱ ص ۲۳۵) کہ تجھے میرے صحابی قتل نہیں کریں گے لیکن تجھے باغی قتل کریں گے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ بلوایتوں اور باغیوں نے ان کو شہید کیا۔

۲۲۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایسے سال آئیں گے جن میں مکرو خداع کی بہتات ہوگی، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا، امانت دار لوگوں کو خائن سمجھا جائے گا اور خیانت کرنے والے امین تصور کئے جائیں گے اور دُویضہ قسم کے لوگ

عوام کی گتھیاں سلجھائیں گے۔ دریافت کیا گیا حضرت، رؤیہ بینہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا کہ رذیل، حقیر اور خود غرض قسم کے لوگوں کے ہاتھوں میں زمام حکومت ہوگی۔ (ابن ماجہ ص ۳۱۰ مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۰ و متدرک مالک ج ۴ ص ۶۶۹ قال الحاكم والذہبی صحیح) نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر جتنا خوف گمراہ حکمرانوں کا ہے اتنا اور کسی چیز کا نہیں ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۵۱ و قال اسناد بخاری قوی) ۲۳۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں یہ بھی ہیں کہ علم (دین) کم ہو جائے گا جہالت بڑھ جائے گی، زنا عام ہوگا۔ شراب نوشی بھڑکتی ہوگی۔ مرد کم اور عورتیں زیادہ ہوں گی، حتیٰ کہ پچاس عورتوں کی نگرانی کرنے والا صرف ایک ہی مرد ہوگا۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۵۴ و بخاری ج ۲ ص ۴۸۷ و ابن ماجہ ص ۳۳۳ و طحاوی ص ۲۶۶) اور اس کی وجہ سے ایک تو عورتوں کی شرح پیدائش زیادہ ہوگی اور دوسری وجہ بقول امام نووی جگہوں میں مرد زیادہ ہلاک ہو جائیں گے (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۵۴)

۲۴۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ، جبل حرا پر رہتے کہ یکایک اس پر زلزلہ آیا۔ آپؐ نے فرمایا، اے حرا تم جا تجھ پر تو اللہ کا نبی یا صدیق آیا (ابو داؤد و طحاوی ص ۲۶۶ والذہبی قوی ج ۲ ص ۵۰۱)

۲۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طویل روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دجال لعین کے خروج کی صدا بلند ہوگی تو مسلمانوں کا امیر اس وقت تحقیق حال کے لیے دس آدمیوں کا ایک دستہ بھیجے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں ان کے اور ان کے ابا کے نام جانتا ہوں، ان کے گھوڑوں کا رنگ اور علیہ بھی جانتا ہوں، وہ اُس وقت شہسواروں میں اعلیٰ فضیلت کے مالک ہوں گے۔ (ابو داؤد و طحاوی ص ۵۰۱ و مسلم ج ۲ ص ۲۹۹ و متدرک ج ۴ ص ۴۸۷ و مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵)

۲۶۔ حضرت ابن مسعودؓ ہی سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب لوگ سلام خاص خاص لوگوں کو دیں گے جن سے جان پہچان ہوگی اور تجارت بھڑکتی ہوگی حتیٰ کہ عورتیں بھی تجارت میں اپنے خاوندوں کا ہاتھ بٹائیں گی اور قطع زنجی عام ہوگی اور بھولے شادیتیں اور کتمانِ حق کا زور ہوگا۔ (متدرک ج ۴ ص ۹۱، قال الحاكم والذہبی صحیح)

۲۷۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ (المتوفی ۳۷ھ) فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بعد اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ فحش گوئی عام نہ ہو اور پڑوسی کے حقوق پامال نہ کئے جائیں اور قطع رحمی نہ ہو حتیٰ کہ جس کو امین تصور کیا جائے گا وہی خیانت کرے گا اور خائن کو امین سمجھا جائے گا۔ (متدرک ج ۴ ص ۵۱۵) قال المحاکمہ والدہ صبی صبیحہ

۲۸۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ زمین پر لا اِلهَ اِلَّا اللہ کی صداگوں بجتی رہے گی۔ (متدرک ج ۴ ص ۵۱۵) وجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۷۱

۲۹۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہیں کہ سلام خاص ہوگا، تجارت عام ہو جائے گی اور قطعی رحمی بکشت ہوگی اور قلم زیادہ ہو جائیں گے (فسوا القلم) اور جھوٹی گواہیاں پھیل جائیں گی اور سچی شہادتوں کو چھپایا جائے گا وغیرہ وغیرہ (ادب المفرد ص ۱۵۵)

۳۰۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ بتوک کے سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ کل انشاء اللہ تعالیٰ بتوک کے چشمے پر پہنچو گے اور دوپہر کے قریب وہاں تم جاؤ گے مگر کوئی شخص اس چشمہ کو ہاتھ نہ لگائے، دو آدمیوں نے نادانی سے اس چشمہ کو ہاتھ لگا دیا۔ آپ نے ان پر اظہار ناراضگی کیا، پھر آپ نے فرمایا، اے معاذؓ اگر میرے بعد تیری حیات طویل ہوئی تو تو دیکھیں گے کہ اس چشمہ کا پانی کئی باغوں کو سیراب کرے گا۔ (موطا امام مالک ص ۵۸) ۛ

۳۱۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ امین کی طرف سے ایک ہوا بھیجے گا جو ریشم سے زیادہ ملائم ہوگی اور جس کے دل میں ایک رانی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ اس کی جان نکال دے گی۔ (البحرۃ ج ۱ ص ۱۷۱) اور اس کے بعد قیامت صرف ان لوگوں پر قائم ہوگی جو کافر اور مشرک ہوں گے اور گدھوں کی طرح سڑکوں پر جھنکتے پھریں گے۔ (متدرک ج ۴ ص ۵۱۵)

۳۲۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی سفر سے واپسی پر مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو بہت سخت آندھی چلی، آپ نے فرمایا کہ یہ آندھی کسی بڑے منافق کی موت کے لیے آئی ہے۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑا منافق فوت ہو چکا ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۴ ص ۵۱۵) وقال دواۃ المسلم

۳۳۔ حضرت سہل بن سعد (المتوفی ۹۱ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ میں کل جھنڈا ایک ایسے آدمی کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ چنانچہ سب لوگ اس سعادت کے منظر سے تھے۔ مگر یہ فضیلت حضرت علیؓ کو نصیب ہوئی۔ (المشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۳ وقال متفق علیہ)

۳۴۔ حضرت عائشہؓ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے فاطمہؓ مجھ سے ملاقات کرے گی۔ (المشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۵ وقال متفق علیہ۔ اور فرمایا کہ ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے میری ملاقات کرنے وہ ہوگی جو ہاتھ کی سخی ہوگی، چنانچہ حضرت زینبؓ بخت جمش کی سب سے پہلے وفات ہوئی۔ (المشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۶۵ وقال رواہ البخاری ومسلم)

۳۵۔ غزوہ بدر میں ایک دن پہلے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف جگہوں پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اس مقام پر کل فلال کافر اور اس جگہ پر کل فلال کافر قتل ہو کر گرے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۸۵ والبوداؤد ج ۲ ص ۵ و طایسی ص ۱)

۳۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت قریب ہوگی تو اس وقت نیک لوگوں کی قدر نہیں کی جائے گی، اور شریر قسم کے لوگوں کی تعظیم ہوگی باتیں زیادہ کی جائیں گی مگر عمل کم ہوگا اور لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو چھوڑ کر بکثرت ناول پڑھیں گے۔ اور ان میں کوئی ان سے نفرت کرنے والا نہ ہوگا۔ (مسند ج ۴ ص ۵۵۵ قال المحکمہ والذہبی ص ۱۱۱)

۳۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کسی قوم میں بے حیائی ظاہر ہوگی تو اس قوم میں طاعون اور اس قسم کی بیماریاں رونما ہوں گی جو پہلے لوگوں میں نہ تھیں اور جب کوئی قوم ماپ اور تول میں کمی کرے گی تو ان پر قحط سالی اور اشیاء کی گرانی مسلط کر دی جائے گی، اور سخت پریشانی میں مبتلا ہوں گے۔ اور ان پر بادشاہ کی طرف سے ظلم اور جور روا رکھا جائے گا اور جب کسی قوم میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں کمی کی جائے گی تو آسمان سے بارش ان پر روک دی جائے گی۔ اگر جانور اور چوپائے نہ ہوتے تو ان پر ایک قطرہ بھی بارش کا نازل نہ کیا جاتا اور جب بھی کوئی قوم خدا اور اس کے رسول سے ہمدستی کرے گی تو اس پر دوسری اقوام مسلط کر دی جائیں گی حتیٰ کہ جو سچی خالص ان کا ہوگا وہ بھی غیر ان سے چھین لیں گے (جیسے کشمیر اور جو ناگزیر اور بنگلہ دیش وغیرہ۔ صنف) اور جب حکام وقت اللہ

تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ صادر نہیں کریں گے تو ان کی آپس میں رسد کشی اور جوتا پیزا ہوگا۔ (مستدرک ج ۴ ص ۵۵۴۔ قال الحاكم والذہبی صحیح)

۳۸۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کے کچھ لوگ رات کو کھانے پینے اور لہو و لہب میں مشغول ہوں گے، جب صبح اٹھیں گے تو ان کی شکلیں خنزیر کی شکل میں مسخ کر دی جائیں گی اور کئی قبائل اور مکانات کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ صبح ہوگی تو لوگ باتیں کریں گے کہ فلان قبیلہ اور فلان بستی زمین میں دھنسا دی گئی ہے۔ اور ان پر آسمان سے اس طرح پتھر برسیں گے جیسے حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم پر برسے تھے اور ان پر ایسی تند و تیز آندھی مستط کی جائے گی جو ان کو بکھیر کر رکھ دے گی کیونکہ یہ لوگ شراب پیتے ہوں گے، سود کھاتے ہوں گے، ریشمی لباس پہنتے ہوں گے اور ایکٹر سول کا گانا سنیں گے اور قطع رحمی کا ارتکاب کریں گے۔ (مستدرک ج ۴ ص ۵۱۵۔ قال الحاكم والذہبی صحیح)

۳۹۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو گروہ ایسے ہیں جو دوزخ میں جائیں گے مگر میں نے وہ دیکھے نہیں ہیں، ایک وہ گروہ ہوگا جس کے ہاتھ میں گائے کی دم کی طرح ہنڈی ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے (یعنی محکمہ پولیس کے وہ افراد جو بلا وجہ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں) اور دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی (یعنی باریک لباس پہنیں گی) غیر مردوں کی طرف مائل ہوں گی۔ اور ان کو اپنی طرف مائل کریں گی۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۸۸) حافظ ابن کثیرؒ، (المتوفی ۷۴۸ھ) نے اپنے زمانہ کے محکمہ پولیس اور عورتوں کی بے پردگی کی بڑی شکایت کی ہے (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۵۵) مگر اس زمانہ میں ہوتے تو خدا جانے وہ کیا ارشاد فرماتے؟

۴۰۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کچھ ایسے حکام پیدا ہوں گے جو میری سیرت اور میری سنت پر نہیں چلیں گے دل ان کے شیطانوں کے سے ہوں گے مگر شکل اور صورت میں انسان ہوں گے۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۲۷)

یہ اور اس قسم کے قبر حشر، نشر، قیامت، جنت، دوزخ اور بطوطہ وغیرہ کے ہزاروں واقعات اپنے مقام پر صحیح ہیں اور ہمارا ان پر ایمان ہے، ان کا ہرگز کوئی مسلمان منکر نہیں ہے، یہ انباء غیب اور اخبار غیب ہیں اور یہ نبی کے نبوت اور رسالت کی علامات اور نشانیاں ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

معجزات میں شامل ہیں۔ ان صحیح واقعات اور اخبار اور انباء کا منکر نہ اٹھ اور نہ ذلیق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہر ایک مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین! صرف بطور اعتبار اور شاہد کے ایک اور روایت عرض کی جاتی ہے اور پھر اس بحث کو اس پر ختم کیا جاتا ہے۔

۴۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ (المتوفی ۴۰ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ایک بیک کے مال کو جاگیر بنا لیا جائے اور امانت کو غنیمت سمجھ لیا جائے اور زکوٰۃ کو ٹیکس گردانا جائے اور غیر دینی علوم پڑھے جائیں دین پڑھا جائے مگر اس سے مقصود دین نہ ہو بلکہ طلب دنیا اور ناموری ہو اور جب آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگ پڑے، اور مال کی نافرمانی کرے اور دوست کو قریب کرے اور باپ کو اپنے سے الگ کر دے اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں اور فاسق لوگ قبیلہ کے سردار بن جائیں اور کھینچہ آدمی قوم کا لیڈر بن جائے اور جب کسی آدمی کی محض اس کے شر سے بچنے کے لیے عزت کی جائے اور ایک سٹیل عام ظاہر ہو جائیں اور گانے بجانے کے آلات بکثرت نمودار ہو جائیں اور شراب نوشی زیادہ ہو اور کچھ لوگ پہلوں کے حق میں طعن و لعن کریں تو اس وقت تم ایک سرخ آندھی اور زلزلہ اور نصف و مسخ اور آسمان سے پتھر برسنے کے منتظر رہو، اور اس کے علاوہ کئی اور ناگمانی مصیبتیں لگنا ظاہر ہوں گی جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو اس کا ایک ایک منکنا تسلسل کے ساتھ شپے گرتا رہتا ہے۔ اور اسی مضمون کی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۴۴ وقال رواہ الترمذی ج ۲ ص ۴۴۴)

احکام و شرائع، عبادات و اخلاق، نصاب و مواظب کے علاوہ (کیونکہ یہ سب کچھ بتانا تو نبی کا منصب ہے ہی) ہم نے مشتے نمونہ از خروارے۔ اکتالیس حدیثیں باحوالہ عرض کی ہیں۔ ان کے علاوہ سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں خبریں جناب امام الانبیاء خضر الرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے علاوہ بھی بے شمار علوم و معارف، اسرار و رموز، حکم و مواظب آپ کو عطا فرمائے ہیں، اور ان کا کوئی مسلمان منکر نہیں ہے، یہ سب اخبار غیب اور انباء غیب ہیں، عالم الغیب اور حقیقی عالم ماکان و مایکون الگ اور جدا مفہوم ہے۔ اہل بدعت یونہی بلا وجہ عوام الناس کے جذبات کو مشتعل کر کے اپنا اُتو سیدھا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو سمجھ اور بصیرت عطا فرمائے، تاکہ وہ حق و باطل میں فترق ملحوظ رکھ سکے، اور حق کی صدا سے باطل کو چھوٹا کر

نیست و نابود کر سکے ۔

شعلہ بن کر پھونک مے خاشاک غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ جب غارت گر باطل بھی تو

باب دوم

(علم غیب خاصہ خداوندی ہے)

خدا تعالیٰ چونکہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے، لہذا اس کا علم ہر چیز کی کُنہ اور حقیقت پر حاوی ہے اور کسی چیز کا کوئی حصہ بھی اس کے علم محیط سے نہال اور غیر مکتوف نہیں ہے، وہ غیب اور شہود اور ماضی حال اور مستقبل سب کا علم رکھتا ہے، کوئی تاریخی، کوئی حجاب اور کوئی مانع اُس کے علم کو کسی طرح بھی ناقص نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا اس کے علم محیط کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی لیے اس کا نام علیم عالم، علام، اعلم، علیم بذات الصدور، عالم الغیب والشہادۃ، علام الغیوب اور اللہ اعلم بما یختمون ہے عالم غیب اور شہادت کی کوئی خشک دتر اور چھوٹی اور بڑی چیز ایسی نہیں جو حق تعالیٰ کے علم انہی محیط سے خارج ہو اور زمین و آسمان کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جس پر اس کا کامل علم منطوی نہ ہو۔ اگرچہ بہت سے علوم اور اسرار و رموز اس نے اپنے بعض بندوں پر منکشف فرماتے ہیں جن میں خصوصیت سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور علی الخصوص جناب امام الانبیاء فخر المرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شامل ہیں تاہم غیب کے اصول اور کلیات کا علم جن کو مفاتیح غیب کہا جاتا ہے، حق تعالیٰ نے اپنے ہی لیے مخصوص رکھا ہے اور اس میں وہ ہر طرح اور ہر لحاظ سے متغیر و متبدل ہے کوئی بھی اس صفت میں اس کا شریک نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) وَعِندَہٗ مَفَاتِیحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُہَا
اِلَّا ہُوَ (پ۔ انعام) اور اُسی ہی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی ان کو
کوئی نہیں جانتا اُس کے سوا۔

بعض حضرات مفسرین کرام نے مفاتیح کو مفتوح بفتح المیم کی جمع قرار دیا ہے اور اس اعتبار سے اس کا

مطلب یہ ہوگا کہ بس اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کے خزانے، اُس کے بغیر اُن کو اور کوئی نہیں جانتا اور بعض نے اس کو مفتوح بحر المیم کی جمع کہا ہے اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، ان کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور اس میں اپنا تفرّد بیان کیا ہے۔ صحیح احادیث کی روشنی میں اس کی مزید تشریح اپنے مقام پر بیان ہوگی انشاء اللہ العزیز۔

(۲) وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - اور اللہ ہی کے پاس ہے چھپی ہوئی بات آسمانوں کی اور کُلّیہ یُرجِعُ اِلَیْهِمْ کُلّ شَیْءٍ - (پہلا - ہود - ۱۰) زمین کی اور اسی ہی کی طرف رجوع ہے سب کام کا۔

اس میں بھی ظرف (لہ) کی تقدیم صر کے لیے ہے اور مطلب یہ ہے کہ آسمان وزمین کے کُلّ مخفیات کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور بس اُسی کی یہ شان ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی مخفی چیز اس کے علم محیط سے باہر نہیں ہے۔ متعدد حضرات مفسرین کرام نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس میں ظرف (لہ) کی تقدیم صر اور اختصاص کے لیے ہے، چنانچہ علامہ علی بن محمد الخازن الشافعی (المتوفی ۴۵۰ھ) اور علامہ ابوالبرکات نسفی الحنفی (المتوفی ۵۰۰ھ) اور علامہ خطیب شریانی (المتوفی ۵۰۰ھ) اور علامہ معین بن صفی (المتوفی ۵۸۹ھ) اور علامہ قاضی ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی (المتوفی ۶۵۶ھ) اس آیت کے پہلے حصّہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

(وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) خاصۃً اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو آسمانوں اور زمین کا غیب لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ خَافِیَةٌ فِیْہِمَا - ہے یہ اُسی کے ساتھ خاص ہے اور زمین و آسمان کی کوئی پوشیدہ چیز اُس پر مخفی نہیں ہے۔

(خانن ج ۳ ص ۲۱۱ - مدارک ج ۲ ص ۱۶۱ - السراج المیز ج ۲ ص ۸۵)

جامع البیان ج ۱ ص ۱۸۷ و تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۲۳۳ واللفظ لہ

اور حضرت کعب (بن ماتع) الاجلد (المتوفی ۳۲۲ھ) جو کتبِ قدیمہ کے بڑے ماہر عالم تھے فرماتے ہیں کہ:-

خاتمة التوراة خاتمة ہود - یہ آیت جو سورۃ ہود کی آخری آیت ہے تورات کا خاتمہ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۶۶ و نور مشور ج ۲ ص ۲۵۴ و معالم ج ۳ ص ۳۲۲) بھی اسی پر ہوا ہے۔

ص ۲۱۱ و مدارک ج ۲ ص ۱۶۱ و السراج المیز ج ۲ ص ۸۵

اس حوالہ کے پیش نظر گویا تورات مقدس کا آخری اعلان بھی بس یہی ہے کہ زمین و آسمان کے کل

غیوب کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور اس صفت میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ علماء عربیت نے اس کی تصریح کی ہے کہ الف و لام کی طرح کبھی اضافت بھی استعراق کا فائدہ دیتی ہے (دیکھئے مطلق و عبد الغفور ص ۱ وغیرہ) اور غالباً حضرات مفسرین کرام نے اس آیت اور اس جیسی دوسری آیات سے اسی اضافت (غَيْبُ السَّمَوَاتِ) کی بناء پر غیر اللہ کے لیے علم کئی کی نفی ثابت کی ہے۔ فریق مخالف کا یہ دعوئے کہ اس میں کل غیوب کے علم کو تو حق تعالیٰ کے ساتھ خاص بتلایا گیا ہے۔ لیکن اس کی غیر اللہ سے نفی نہیں کی گئی، سراسر باطل ہے۔ کیونکہ یہ دعوئے طرف کی تقدیم (جو صرف حصر کے لیے ہے) اور اضافت (جو مفید استعراق ہے) سے صرف نظر کر کے کیا گیا ہے اور مطلق تسلی سے زیادہ اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ ذاتی اور عطائی کا مفصل بیان اپنے مقام پر آ رہا ہے۔ انشاء اللہ العزیز اور ان آیات کے نزول کے بعد بھی غیر اللہ کے لیے کل غیوب کا علم کسی صحیح نقلی یا عقلی دلیل سے ثابت نہیں ہے، جس کی بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے انشاء اللہ العزیز۔

(۳) لَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْبَصِيرُ اور اُسی ہی کے پاس ہیں چھپے بھید آسمانوں اور زمین کے
وَأَسْمِعُ (الآیہ پ ۱۵۔ کہت ۴۰) کیا عجیب دیکھتا اور سنتا ہے۔

اس کا مضمون بھی یہ ہے کہ زمین و آسمان کے غیب کا کُلّی علم صرف حق تعالیٰ کو حاصل ہے اور وہ اس میں متفرد ہے، چنانچہ علامہ جلال الدین علی (المتوفی ۸۶۷ھ) اور علامہ ابوالسعود محمد بن محمد الحامدی (المتوفی ۹۸۲ھ) اور علامہ نسفی (اور علامہ خازن) لکھتے ہیں کہ:

یعنی انه تعالى لا يخفى عليه شيء من احوال یعنی اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کے باشندوں کے حالات
اهلها فان العالم واحد لا به۔ (جلالین ص ۱۸۴) سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے، اور بس وہی تنہا ان کو
ابوالسعود ج ۶ ص ۵۵۔ ملکہ ج ۳ ص ۳۰ و خازن ج ۴ ص ۱۶۹ واللفظہ) جاننے والا ہے۔

اس میں بھی لہ کی تقدیم حصر کے لیے ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ غیب السّموات والارض کے علم کا اختصاص صرف حق تعالیٰ کے ساتھ ہے اور اس کے بغیر اور کوئی اس کو نہیں جانتا۔

(۴) وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَنَفْخِ الْبُصْرِ آيَاتِہ اور اللہ ہی کے پاس ہیں بھید آسمانوں اور زمین کے اور
نہیں ہے قیامت کا معاملہ مگر ایسا ہی جیسے یک
(پ ۱۴۔ النمل ج ۱۱) نگاہ کی۔

اس میں بھی غیب السموات والارض کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی (المتوفی ۷۱۰ھ) اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

قوله تعالى وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حق تعالیٰ کا یہ فرمان اللہ غیب السموات والارض یفید الحصر معنایا ان العلم بهذه الغيوب حصراً قائمہ دیتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام لیس الٰہ تعالیٰ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۳۹)

اور علامہ معین بن صفیؒ کی عبارت بھی اس موقع پر یہی ہے (دیکھئے جامع البیان ص ۲۲۱) اور علامہ نسفی الخفیؒ لکھتے ہیں کہ:-

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ای مختص اور اللہ ہی کو ہے غیب آسمانوں اور زمین کا یعنی اس کے ساتھ خاص ہے اُن تمام چیزوں کا علم جو آسمان اور زمین کے اندر بہ علم ماغاب فیہما عن العباد وحقی علیہ علمہ (مدارک ج ۲ ص ۲۲۴)

اور اسی کے قریب قریب قاضی بیضاویؒ تحریر فرماتے ہیں (دیکھئے تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۹) اور علامہ خطیب شرنبلہؒ رقم ارقام فرماتے ہیں کہ:-

وَلِلّٰهِ لَا لِغَيْرِهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ و هو ماغاب فیہما عن العباد بان لم یکن محسوساً ولم یدل علیہ محسوس (الشرح المنیر ج ۲ ص ۲۵)

اور علامہ ابوالسعود لکھتے ہیں کہ:-

وَلِلّٰهِ تَعَالٰی خَاصَّةٌ لَا لِاحَدٍ غَيْرِهِ اِسْتِقْلَالٌ وَلَا اِشْتِرَاکٌ اِی غیب السموات والارض ای الامور الغائبة عن علوم المخلوقین قاطبة (ابوالسعود ج ۲ ص ۳۵)

یہ اقتباسات بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ بھی اس میں مضمون کی متعدد آیات قرآن کریم میں مذکور ہیں مگر ہمارا مقصد صرف اپنے دعوے کو ممبر بن کر لےنا ہے۔

تمام دلائل کا استیعاب مقصود نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح احادیث بھی بیکار پکار کر یہ بتلا رہی ہیں کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ستودہ صفت ہے، اور اس صفت میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔

(۱) حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں قرآن کریم کی سورتوں کی طرح تمام امر میں استخارہ کی تعلیم بھی دیا کرتے تھے۔ اس دعائے استخارہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ:-

فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم
وانت علام الغيوب -
اے اللہ تو قادر ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا، اور
تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا، اور تو ہی ہے غیب
کا جاننا والا۔
(بخاری ج ۲ ص ۹۴۴ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۱۱)

(۲) حضرت ابو بکر الصديق (رضی اللہ عنہ) کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح و شام پڑھنے کے لیے ایک دعا بتائی، جس میں یہ بھی آتا ہے کہ:-

اللهم فاطر السموات والارض عالم الغيب
والشهادة رب كل شئ ومليك، الحمد لله
اے اللہ تو ہی آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا اور
عالم الغیب و الشہادہ ہے، اور ہر چیز کا رب اور ہر
چیز کا مالک ہے۔
(ابوداؤد ج ۲ ص ۳۳۵ و ترمذی ج ۲ ص ۱۵۵ و قال حسن صحیح)

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ لیل کا افتتاح کرتے ہوئے اس میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ:-

اللهم رب جبرائيل وميكائيل واسرافيل
فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة
اے اللہ تو حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل
کا رب ہے اور آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور
عالم الغیب و الشہادہ ہے۔
(ترمذی ج ۲ ص ۱۵۵)

حضرت شاذان بن اوس بدری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دعا بتائی جس میں یہ بھی ہے کہ:-

واعوذ بك من شر ما تعلم انك انت
علام الغيوب - (المستدرک ج ۱ ص ۱۵۵) قال المحاكم
اے ہاں! میں تیری ذات کی بدولت ان چیزوں کے
شر سے پناہ چاہتا ہوں جن کو تو جانتا ہے، کیونکہ غیبوں کا

والذہبی علی شرط مسلم)

جاننے والا تو صرف تو ہی ہے۔

اس قسم کی احادیث کا استقصاء بھی یقیناً ایک دشوار امر ہے۔ تبلاًنا صرف یہ ہے کہ قرآن کریم اور حدیث صحیح سے اس امر پر صراحت سے دلالت موجود ہے کہ عالم الغیب و الشہادہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس صفت میں وہ متفرد ہے اور یہی کچھ اکابرین علماء امت سمجھے ہیں چنانچہ حضرت امام شافعی (المتوفی ۲۰۴ھ) لکھتے ہیں کہ :-

ان الله تعالى امتاثر بعلمه الغيب
رکتاب الام ج ۲ ص ۲۱۱)

علامہ سعد الدین قفطارانی الشافعی (المتوفی ۷۹۲ھ) اور حضرت ملا علی القاری الحنفی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ :-

وبالجملة العلم بالغيب امر تفرد به
الله تعالى لا سبيل اليه للعباد الا باعلام
منه او الهام بطريق المعجزة او الكرامة
او ارشاد الى الاستدلال بالامارات فيما
يمكن فيه ذلك - (شرح عقائد ص ۱۲۳، و
شرح فقه اکبر ص ۱۸۵)

امام المتکلمین علامہ صدر الدین اصفہانی (المتوفی ۵۹۸ھ) سجدہ الطال خراج الباطل و اجمال کشف الباطل
میں فرماتے ہیں کہ :-

من ضروریات الدین ان علم الغیب
مختص بالله تعالى (بحوالہ تفسیرہ بنظیر ص ۱۸۵)

اور علامہ السید محمود آلوسی الحنفی (المتوفی ۱۲۶۰ھ) لکھتے ہیں :-

بالجملة علم الغیب بلا واسطه کلاً او بعضاً
مخصوص بالله جل و علا لا یعلمه احد من المخلوق
اصلاً (تفسیر روح المعانی ج ۲۰ ص ۲۱۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ علم الغیب بلا واسطه کلاً ہو یا بعضاً
اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ مخلوق میں سے اس
کو ہرگز کوئی نہیں جانتا۔

ان مذکورہ بالادلائل سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے اور اس کے بغیر کوئی دوسرا ہرگز عالم الغیب نہیں ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین سعدی رحمۃ المتوفی علیہ نے کیا، خوب ارشاد فرمایا ہے کہ:-

علم غیبیہ کس نمی داند بحسبہ پدور و کار ہر کے گوید کہ میبافم ازو باور مدار
مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرائیلؑ جبرائیلؑ ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کمر و کار
(کلیات سعدیؒ مافوق از سر ورق بوارق الغیب مولانا منظور احمد صاحب نعمانی)

بعض جاہل لوگوں سے قدیم و حدیثاً یہ اعتراض نقل کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب نہیں کہنا چاہیے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب ہی نہیں ہے اور جب اس سے کوئی چیز غائب نہیں تو وہ عالم الغیب کیسے ہوا؟ لہذا یہ عالم الغیب کی صفت مخلوق کی ہو سکتی ہے نہ کہ خالق کی۔

ایک اعتراض

عالم الغیب والاشہادہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو چیز خدا تعالیٰ سے غائب ہے وہ اس کو بھی ویسے ہی جانتا ہے جیسے وہ عیاں اور آشکارہ چیز کو جانتا ہے۔ کیونکہ اس سے تو کوئی چیز مخفی غائب اور پوشیدہ ہے ہی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو چیز مخلوق اور عباد سے غائب ہے اللہ تعالیٰ اس چیز کو بھی جانتا ہے جیسا کہ وہ اس چیز کو بھی جانتا ہے جو الناس، العباد اور مخلوق کے سامنے ہے مگر ہے وہ ہر حال عالم الغیب والاشہادہ۔ اس باطل توجہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے عالم الغیب کی صفت کی نفی ہرگز جائز اور درست نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ نسفیؒ و خطیب شرنبلہیؒ اور علامہ ابوالسعودؒ کی عبارتوں میں ملخاب فیصفا عن العباد اور الامور الغائبة عن علوم المخلوقین کے الفاظ گزر چکے ہیں ملاحظہ کر لیں۔

امد علامہ ابوالعباس احمد بن محمد قسطلانی المصری الشافعی رحمۃ المتوفی علیہ (۹۱۳ھ) لکھتے ہیں کہ:-

ای انہ تعالیٰ یعلم ملخاب عن العباد من الشواب والعقاب والاحوال والاحوال
عالم الغیب کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ثواب وعقاب
آجال و احوال ان تمام امور کو جانتا ہے جو بندوں سے غائب ہیں۔
(ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۹۵)

اور حافظ عمامہ الدین اسماعیل بن کثیر رحمۃ المتوفی علیہ لکھتے ہیں:-

و عن اناس من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم اما الغيب فما غاب عن العباد من امر الجنة و امر النار وما ذكر في القرآن -
 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی حضرت محدث کے ہر
 سے مروی ہے کہ غیب ہر وہ چیز ہے جو بندوں سے مخفی ہو
 مثلاً جنت اور دوزخ کے حالات وغیرہ اور جو کچھ قرآن
 میں بیان کیا گیا ہے۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۱۷۱)

امام محمد بن جریر طبری (المتوفی ۳۲۰ھ) لکھتے ہیں کہ:-
 عالم ما غاب عن البصار خلقه فلم يروا
 وہ اُس چیز کو بھی جانتا ہے جو اس کی مخلوق کی نگاہوں
 (تفسیر ج ۲۹ ص ۱۷۱) سے اوجھل ہے۔

اور علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رح (المتوفی ۱۱۲۲ھ) لکھتے ہیں کہ:-
 ما غاب عن العباد (زرقانی ج ۱ ص ۱۹۹) کہ وہ جانتا ہے اس کو جو بندوں سے غائب ہے۔
 علامہ السید محمود آلوسی الحنفی رح (المتوفی ۱۲۷۰ھ) اپنی بے نظیر تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-
 وكون ذلك غيبا باعتبار ما عن الناس وضموم
 لا بالله عز وجل فانه لا يغيب عنه شيء و
 لكن لا يجوز ان يقال انه لا يعلم الغيب
 قصدا الى انه لا يغيب بالنسبة اليه .
 اور اس کا غیب ہونا انسانوں اور اسی طرح دوسری مخلوق
 کی نسبت ہے خدا کی نسبت غیب نہیں ہے۔ کیونکہ اس
 سے تو کوئی چیز غائب نہیں ہے لیکن اس معنی کے پیش نظر
 کہ خدا سے کوئی چیز غائب نہیں ہے یہ کہنا جائز نہیں
 ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب نہیں جانتا۔ (روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۰)

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح (المتوفی ۱۰۲۴ھ) ایسے ہی کسی خالی کی تردید کرتے
 ہوئے فاروقی جلال میں آکر اپنے خاص مجددانہ رنگ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”لو شئت بوددك شيخ عبد الكبير يعني گفته است کہ
 حق سبحانه تعالیٰ عالم غیب نیست مخدوم فخر راناب
 استماع امثال ایں سنخال اصلا نیست بے اختیار رگ
 فادقیم در حرکت می آید و فرصت تاویل و توجیه نمی دہد
 قابل آن سنخال شیخ عبد الکبیر یعنی باشد یا شیخ اکبر شلمی
 کلام محمد عربی در کار است نہ کلام محی الدین ابن عربی و نہ کلام
 لکھا گیا ہے کہ شیخ عبد الکبیر یعنی کہ اللہ تعالیٰ عالم غیب
 نہیں ہے مسیحک مخدوم فقیہ سر تو اس قسم کی یہودہ
 باتوں کے سننے کی طاقت بھی بالکل نہیں رکھتا اور بے اختیار
 میری فاروقی رگ حرکت میں آجاتی ہے اور وہ تاویل و توجیہ
 کی مہلت ہی نہیں دیتی ایسی بات کہنے والا شیخ عبد الکبیر یعنی
 ہو یا شیخ اکبر شامی رح حضرت محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام درکار

ہے کہ محمد بن الدین ابن عربیؒ اور صدر الدین قونویؒ اور عبدالرزاق کاشیؒ
 کامیں نقص قطعی درکار ہے۔ ابن عربیؒ کی خصوص الکلم کی ضرورت
 نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر کلمہ دینہ کی حدیثوں نے
 ابن عربیؒ کی فتوحات مکبرہ سے ہمیں بے پروا کر دیا ہے، حق تعالیٰ نے
 کلام مجید میں علم غیبی اپنی تعریف کی اور اپنے کو عالم الغیب فرمایا ہے
 علم غیب کی اس سے نفی کرتی نہایت قیح اور بڑی حرکت ہے کہ حضرت
 حق تعالیٰ کی تکذیب سے غیب کا کوئی اور معنی بیان کرنا اس
 بڑائی سے ہرگز نہیں بچا سکتا، بڑی (بڑی) باتیں ہیں جو
 ان کی زبان سے نکلتی ہیں۔

قونوی و عبدالرزاق کاشی مارا نقص کار است نہ نقص
 فتوحات مدینہ از فتوحات مکبرہ مستغنی ساختہ اند حق تعالیٰ
 در کلام مجید خود را بعلم غیب متایید و خود را عالم الغیب
 سے فرماید نفی علم غیب کردن از او بسیار مستفیع
 و متشکر است و فی الحقیقت تکذیب است
 مرحق را غیب را معنی دیگر گفتن از شاعت
 نے بر آرد کثرت کلمۃ تَخْرُجُ مِنْ
 أَفْوَاهِهِمْ الْا

دکتر بات حصہ دوم ص ۱۱۱ مکتوب ۱۱۱

قاریین کرام! اتنی واضح تر عبارتیں سامنے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی اہل فریب اللہ تعالیٰ کی صفت
 عالم الغیب کا انکار کرتا ہے تو ہمارے پاس اس کا کیا علاج ہے؟ مگر ایک دن ضرور آنے والا ہے جس میں
 حق و باطل حقیقت بن کر سامنے آہلے گی۔

بوقت صبح شود بچو روز معلومت کہ باکہ باختر عشق در شب دیوچور

یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے، یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔

غیب کی تعریف ائمہ لغت سے

قرآن کریم اور صحیح حدیث اور ائمہ دین سے اس کا روشن ثبوت

موجود ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ مگر وہ اس معنی میں عالم الغیب ہے۔ کہ جو چیز
 الناس المخلوقین اور العباد سے غائب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے اور خود اس سے کوئی چیز پوشیدہ
 نہیں۔ مناسب معلوم ہوا ہے کہ تکمیل بحث کے لیے ائمہ لغت سے بھی غیب کی تعریف نقل کر دی
 جائے۔ مشہور امام لغت ابو منصور عبد الماکت بن محمد۔ الثعالبیؒ (المتوفی ۳۲۹ھ) لکھتے ہیں کہ:-

کل ما غاب عن العیون وکان محصلا فی القلوب فهو غیب (فہمہ لغۃ للثعالبی ص ۱۱۱)
 غیب ہر وہ چیز ہے جو آنکھوں سے غائب ہو، اگرچہ
 دل میں حاصل ہو۔

امام لغت ابو الفتح ناصر بن عبد السید المطرزی الحنفیؒ (المتوفی ۳۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ:-

الغیب ما غاب عن العیون وان کان محصلا غیب وہ چیز ہے جو آنکھوں سے غائب ہو، اگرچہ

فی القلوب - (مغرب ج ۲ ص ۸۳) قلوب میں حاصل ہو۔

امام محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازیؒ (المتوفی ۷۶۶ھ) لکھتے ہیں کہ :-

الغیب ما غاب عنک (مختار الصحاح ص ۱۱۶) غیب وہ چیز ہے جو تجھ سے غائب ہو۔

اور علامہ محمد الدین فیروز آبادیؒ (المتوفی ۸۱۶ھ) لکھتے ہیں کہ :-

الغیب کل ما غاب عنک (القاموس ج ۱ ص ۱۱۳) غیب ہر وہ چیز ہے جو تجھ سے غائب ہو۔

علامہ مرتضیٰ الزبیدی الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۵۵ھ) لغوی طور پر وہ سابق معنی بیان کر کے جو ہم نے امام ثعالبیؒ اور مطرزیؒ سے نقل کیا ہے، یہ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

وقد تکرر فی الحدیث ذکر الغیب وهو کل ما غاب عن العیون وبسواء کان محصلاً فی القلوب او غیر محصل (آج العروس ج ۱ ص ۴۱) اور (علم) حدیث میں بار بار غیب کا ذکر آیا ہے اور غیب ہر وہ چیز ہے جو آنکھوں سے غائب ہو برابر ہے کہ وہ دلوں میں حاصل ہو یا حاصل نہ ہو۔

اور پھر لیو منون بالغیب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ای بما غاب عنهم فاخبرهم به النبی صلی اللہ علیہ وسلم من امر البعث والجنة والنار وکل ما غاب عنهم مما انبأهم به فهو غیب (ج ۱ ص ۱۶۲) یعنی جو چیز ان سے غائب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی ہے وہ غیب ہے مثلاً بعثت، جنت اور نار اور ہر وہ چیز جو ان کی نگاہوں سے اوجھل ہے مگر ان کو آپ نے اس کی خبر دی ہے۔

اور علامہ البراء الفضل محمد بن عمر الجمال القرشیؒ (المتوفی ۸۰۰ھ) لکھتے ہیں کہ :-

غیب ناپید شدن (مراح ۱ ص ۱۶۷) کسی چیز کا ظاہر نہ ہونا غیب کہلاتا ہے۔

ائمہ لغت نے ان عبارات میں غیب کی جو تعریف کی ہے وہ اس بات کو ملحوظ رکھ کر کی ہے کہ غیب کا تعلق جو ناپید شدن یا غائب ہونے کی ہے وہ مخلوق کی بہ نسبت ہے نہ کہ خالق کی بہ نسبت اور وہ العیون، القلوب اور عینک وغیرہ کے الفاظ سے اسی حقیقت کو اشکارا کرنا چاہتے ہیں، اگرچہ ان عبارات کے پیش نظر غیب کے مفہوم میں بعض صورتوں میں جزی طور پر کچھ اختلاف ہو گا مگر اصل مسئلہ پر اس کی کوئی نو نہیں پڑتی جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

اس لغوی بحث کے بعد یہ ملحوظ خاطر ہے کہ شرعی طور پر غیب کی دو قسمیں ہیں۔ ہم اختصار کو ملحوظ

رکھتے ہوئے حضرت قاضی بیضاویؒ کی ایک عبارت پر اکتفا کرتے ہیں۔ وہ غیب کی مراد بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

والمراد به الخفى الذى لا يدركه الحس ولا يقتضيه بدهة العقل وهو قيمان قسم لا دليل عليه وهو المعنى بقوله تعالى وَحِذُّهُ مَفَاحِشُ الْغَيْبِ لَا يُعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وقسم نصب عليه دليل كالصانع وصفاته واليوم الآخر واحواله وهو للراية فى الآية (تفسير بیضاوی ج ۱ ص ۱۸)

غیب سے مراد وہ مخفی چیز ہے جو حس کے ساتھ مدرک نہ ہو اور اس کو بدامت عقل نہ پہنچے اور غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور عندہ مفاہیش الغیب لا یعلمها الا هو سے قسم مراد ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس پر دلیل قائم کی گئی ہو جیسے صانع اور اس کی صفات اور یوم آخرت اور آخر کے احوال کہ ان پر دلیل قائم ہے) اور یمنون بالغیب میں غیب کی یہی قسم مراد ہے۔

ان تمام اقتباسات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے مگر صرف اس معنی میں جو اس کی شان کے لائق اور مناسب ہے اور اس صفت میں وہ ہر کیف متغیر ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے اور یہ بات بھی آشکارا ہوجاتی ہے کہ عذاب قبر، جنت، دوزخ، حشر اور بطراط وغیرہ بے شمار چیزیں غیب ہیں، اگرچہ ان پر مخبر صادق کی تخلیفات و تبشیر کے دلائل موجود ہیں مگر آنکھوں سے اوجھل ہیں، اور مفاہیش الغیب کی جملہ اشیاء جن کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی (اور ان میں سے جن کی اطلاع دی ہے وہ معدودے چند جزئیات ہیں اور بس، باقی پر کسی کو اس نے مطلع نہیں کیا اور نہ ان پر دلیل قائم کی ہے۔ جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل بیان ہوگا انشاء اللہ العزیز) وہ غیب کی اس قسم میں داخل ہیں جو کسی دلیل کے تحت داخل نہیں ہیں اور جن کو غیب مطلق کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ فربح مخالفت کی عبارتیں اس میں بہت ہی زیادہ پراگندہ اور مختلف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کب علم غیب ملا اور کتنا ملا؟ ان کے اس گورکھ دھندے کو دیکھ کر کوئی آدمی کسی خاص نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ اتنی بات سب میں مشترک ہے کہ وہ بہت سی نصوص قطعیہ کے منکر یا ماوول ہیں اور دونوں صورتیں بجائے خود دلیل کفر ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے گنہ اور ناپاک عقیدہ سے ہر ایک مسلمان کو محفوظ رکھے۔ خدا تعالیٰ

علم مطلق غیب اور غیب مطلق میں علمی طور پر بڑا فرق ہے حافظ ابن قیمؒ نے الامر المطلق اور مطلق الامر اور العلم المطلق اور مطلق العلم وغیرہ میں دس دس وجوہ فرق بیان کی ہیں (ملاحظہ ہو بدائع الفوائد ج ۴ ص ۱۷۱)

اور اس کے رسولِ برحق کے احکام کے سامنے غیر مشروط طور پر گردن جھکا دینے ہی کا نام اسلام ہے، یہ
 مال و زر و دل و جگر کرے سبھی کو وقف در
 بندگی اور بقیدِ سر، تنگ ہے بندگی نہیں

باب سوم

حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خواص اور لوازم اور ان کی بعثت کے اغراض و مقاصد

حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حق تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں جن کی تعلیم و تربیت بالکمال و مصدقیت سے کی جاتی ہے اور پھر انہی کے واسطے سے مخلوق خدا دائرہ علم و عمل سے آشنا اور تمہید ہوتی ہے۔ ان میں گونا گون کمالات اور معجزات پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو تمام حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں صفات کمال اپنے اپنے درجہ اور مرتبہ میں جامعیت کے ساتھ موجود ہیں لیکن ہر ایک نبی اور رسول کے کمالات کا ایک مخصوص رجب اور اس کی پاکباز زندگی کی ایک نئی شان ہے جو اسے دوسرے حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے الگ اور ممتاز کرتی ہے، مثلاً کسی کی نبوت و رسالت، اسطوت اور شہادت اور سلطنت و حکومت کی قبا میں نمایاں ہوتی ہے تو کسی کی فقر و فاقہ کی کملی اور حب مساکین کی فخل میں، کسی میں جاہ و جلال کا ظہور ہے تو کسی میں مجربیت اور جمال کا، کسی نے خلوت اور انقطاع کی صودت میں اعلان حق کیا تو کسی نے جلوت اور تعلقات کی کثرت میں مخلوق خدا کی دینی تربیت کی، غرضیکہ صفات کمال کی جامعیت کے باوجود ہر ایک نبی اور رسول میں کوئی نہ کوئی صفت ایسی ضرور غالب رہی ہے۔ جو ان کے لیے دیگر تمام حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ماہرہ الامتیاز بنی رہی ہے۔ ہم تمام حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ادب اور احترام کرتے ہیں، اور ان سب کے پیغمبر ہونے کا دل میں یقین اور مذہبان سے اقرار کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے ہماری اندوختی دنیا کو آباد کرنے اور کفر و شرک کو

منانے اور حرص و ہوا کی باطنی چالیں درست کرنے کے لیے انتھک کوشش فرمائی، ہماری روحانی بیماریوں کے نسخے بتائے اور ہمارے جذبات و احساسات اور ارادوں کے نقشے درست کرنے کی تبلیغ سعی کی، ہمارے نفوس اور قلوب کے عروج و تنزل کے صحیح اسباب سے ہمیں روشناس کرایا، جس سے دنیا کے صحیح تمدن اور بہترین معاشرت کی تشکیل ہوئی جس سے اخلاق و سیرتِ انسانی کا جوہر نمایاں ہوا، نیکی اور بھلائی الیوانِ عمل کے نقش و نگار ٹھہرے خداوندہ کا تعلق باہم مضبوط ہوا اور روزِ اکسنت کا بھولا ہوا سبق اور وعدہ ہمیں یاد آیا۔ اگر ہم انسانی سرشت کے ان رموز و اسرار اور نیکی و سعادت کی ان پیغمبرانہ تعلیمات سے ناواقف ہوتے تو کیا یہ دنیا کبھی روحانی تکمیل کو پہنچ سکتی تھی؟ اس لیے اس چنیدہ اور پاک طبقہٴ انسانی کے احسانات اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کے بعد ہم سب پر سب سے زیادہ ہیں اور اس لیے ہر فرد انس و جن پر خواہ وہ کسی قوم اور صنف سے متعلق رکھتا ہو۔ ان کی شکر گزاری کا اظہار لازم اور واجب ہے۔ اسی کا نام اسلام کی زبان میں صلوٰۃ و سلام ہے جو ہمیشہ سے طریقِ مشروع پر حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام نامی کے ساتھ ہم ادا کرتے آئے اور اب بھی کرتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْہِمْ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ اَجْمَعِیْن۔

فی الحقیقت حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پاک تعلیمات کے یہی روحانی تغیرات دنیا کے اصلی اور صحیح انقلابات ہیں جن سے کائناتِ انس و جن کا نقشہ بدلا ہے اور جن کی بدولت دنیا کی سعادت و مہارت کا قیام اور عالم کو ادبی و روحانیت حاصل ہوئی ہے۔ ان روحانی انقلابات کے آگے مادی انقلابات بالکل پیچھے ہیں ان کی ہستی اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ زمین کے چند رقبوں کو بدل دیں یا چند لاکھ نفوس کو نیست و نابود کر دیں لیکن یہ روحانی انقلابات کہ وڑول نفوس کے اُن اعتقادات و اعمال کو بدل دیتے ہیں جو صدیوں سے ان کے دلوں میں جاگزیں ہوتے ہیں اور ان عالمگیر گمراہیوں اور تاریکیوں کو مٹا دیتے ہیں جو تمام سطحِ زمین پر بھائی ہوئی ہیں۔ دریاؤں کو خشک کر دینا آسان ہے اور زمین کو سمندر بنا دینا کچھ مشکل نہیں، پر کہ وڑول روحوں اور دلوں کو اپنی پاک تعلیم کے ذریعہ بدل دینا بہت ہی زیادہ مشکل ہے، جس کی قوتِ مادہ کی طاقتوں کو نہیں دی گئی۔ سکندرِ اعظم نے نصف دنیا تو فتح کر لی، لیکن وہ ایک دل کو بھی فتح نہ کر سکا۔ رومیوں نے بڑے بڑے عظیم الشان شہر تو بسا دیے مگر وہ دلوں کی اُجڑی ہوئی بستی کو نہ بسا سکے۔ بخت نصر نے ایک پوری قوم کو سالہا سال تک توقید کر لیا پر وہ ان میں سے ایک دل کو

بھی اپنا غلام نہ بناسکا۔ ایرانیوں نے بابل کے لاکھوں انسانوں کو قتل کر دیا، لیکن وہ ایک روح کی
 گمراہی کو بھی قتل نہ کر سکے۔ تاتاریوں کے عظیم فتنہ نے لاکھوں ناکردہ گناہ نفوس کو تو صفر ہستی سے ناپود کر
 دیا مگر وہ بنی اور برائی کے ایک پیکر کو بھی مٹانہ سکے، اقوام یورپ کی حیرت انگیز میحائی اور ہولناک سائنسی
 ترقی نے مشرق اور مغرب کے ڈانڈے تو ملا دیے۔ معہذا ان کی طاقت یہ نہ کر سکی کہ ایک نفس کو بھی اُس کے
 مالک حقیقی اور جان آفرین سے ملائے حالانکہ وہ اس سے دُور نہیں ہے غُحُ اُتُوبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ
 الْوَدِیْدِ وہ موجودہ سائنس کے ہوشربا ظلم نے بیسیوں مین کے ہوائی جہاز اور راکٹ بلکہ مصنوعی سیارے تو
 فضا سے آسانی میں اڑ دیے۔ لیکن ابلیس لعین کی ناپاک کوششوں کے ایک پرزہ کی دھیمیاں بھی وہ جو میں نہ
 بکھیر سکے۔ بتلیئے ان ہادی انقلابات نے قیام امن کا کوئی ناغلی ثبوت پیش کیا ہے؟ یا بدلیوں کے کتنے لشکروں
 کو شکست دی اور فتن و فحشاء اور ضلالتوں کے کتنے بُت توڑے ہیں؟ ان انقلابات کی فتح و تسخیر جسم اور
 زمین کی ہوتی ہے مگر روحانی انقلابات قلب و روح کا اعاطہ کرتے ہیں جن سے دلوں کی اُجڑی ہوئی
 بستیاں آباد ہوتی ہیں وہ زمین کی تبدیلیاں ہیں جن کو زمین والے انجام دیتے ہیں۔ مگر یہ آسمانی تبدیلی ہے
 جو رحمن درجیم کی طرف سے بتوسط حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پائے تحلیل تک پہنچتی ہے۔ یہ نفوس
 قدسیہ بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے اپنے وقت پر آئے اور گذر گئے کیونکہ اس عالم غانی کی کوئی چیز
 ابدی نہیں، ان کی زندگیاں خواہ کتنی ہی مقدس اور معصوم تھیں۔ تاہم وہ دوام و بقا کی دولت سے سرفراز نہ
 تھیں۔ ان کے بعد دنیا پر تقریباً چھ صدیاں ضلالت کے سناٹے اور کفر و شرک کی خاموشی کی گذر چکی تھیں تقدیس
 الہی کا وہ خاص مقام جو ولوی غیر ذی زرع یعنی بن کھیتی کی سرزمین میں کعبہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور رحمت
 حق کا وہ گوارہ جس کی بنیاد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام جیسے پاک معماروں کے
 مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی تھی۔ دنیا کے بُت کدوں میں وہ سب سے بڑا اور عظیم تنگہ بن گیا تھا۔ جہالت و
 ضلالت کے تاریک اور گھٹکھو بادل تہ بہ تہ جمع ہوتے اور کفر و شرک کی بارش برسا جاتے، کسی قوم یا کسی
 خاندان، کسی ملک یا کسی سرزمین کی تخصیص نہیں، عرب ہو یا عجم، مشرق ہو یا مغرب، کائنات کا ذرہ ذرہ
 خواب غفلت میں سرشار اور پردہ ظلمت میں متور تھا۔ شکل و صورت میں اگرچہ وہ انسان تھے مگر خصال اور
 شامل میں وہ حیوانوں سے بھی بدتر تھے۔ اُولَئِکَ کَالَا نَعَامٍ بَلْ هُمْ اَضَلُّ
 کوئی لات و منات پر شیدا تھا تو کوئی عزت یا اور نام نہ پر، کوئی مہادیو اور کرشن کی مورتوں کا پجاری تھا۔

تو کوئی شمس و قمر اور آگ پر مغتول، کوئی اجمار و مہبان کو ارباب بنائے بیٹھا تھا تو کوئی امہرن اور یزدان کی ثنویت کا قائل تھا کوئی کاہن و منجم سے غیب کی باتیں پوچھتا تو کوئی عشق و معاشقہ اور مدح و ہجو کی شاعرانہ داستانیں سننے کا شائق، غرض ربع مسکول کا چہرہ چہرہ خدائے واحد اور مالک حقیقی کو فراموش کر کے خود ساختہ اصنام و اوثان پرستی میں منہمک اور اجمار درمہبان کی عبادت میں مشغول و مصروف تھا اُس وقت شجر زندگی کی ہر شاخ سے نئی خشک ہو چکی تھی، تہذیب و تمدن کے پھول وحشت اور بربریت کی بادِ سموم سے مرہ جاپکے تھے۔ جن عمل کے زندگی بخش چشمتے یکسر خشک ہو چکے تھے۔ زمین پر جوہر انسانیت کی سرسبزی اور شادابی کا کہیں نشان باقی نہ تھا۔ کشت مذہب و اخلاق کے برائے نام حدود تو باقی تھے لیکن فعلیں بالکل اُبڑا چکی تھیں اس وحشت اور سرسبکی کے عالم میں خاسر و نامراد انسان ادھر ادھر مارا مارا پھرتا تھا۔ لیکن خدا کی اس وسیع زمین پر اُسے کیسے روحانی زندگی کا نشان اور تازگی کا کوئی سرسبز نہیں ملتا تھا۔ چاروں طرف سے مایوس ہو کر اس کی نگاہیں رہ رہ کر آسمان کی طرف اٹھتی تھیں اور صرف ایک پکار سننے والے کو پکار پکار کر کہتی تھیں۔ متی نصرت اللہ۔ یہ وقت تھا کہ فطرت کے اٹل قانون کے مطابق اس افسردگی اور پڑمردگی کو پھر سے تازگی اور شیفنگی میں بدل دیا جاتا اب وہ وقت آگیا تھا کہ آسمانوں کے وہ دروازے جو صدیوں سے زمین پر بند کر دیے گئے تھے یہاں تک کھل جائیں۔ چنانچہ رب ذوالمنن کا سحاب کرم رحمت باری کا مہبط عظمیٰ، بحر سخا، پیکر مہدی اور رہبر صادق زندہ امیدوں اور تابندہ آرزوئوں کی ہزار جلیتیں اپنے آئینہ میں لیے ۹ ربیع الاول کے مقدس مہینے میں کوہِ سیر اور فاران کی چوٹیوں پر جھوم جھوم کر آیا اور بلد امین کی مبارک وادیوں میں کھلکھلا کر برسا، جس سے انسانیت کی مرجھائی ہوئی کیفیتیں لہلہا اٹھیں۔ اخلاق و تمدن کے پڑمردہ پھولوں پر پھر سے بہار آگئی، عمرانیت اور مدنیت کے سبزہ پامال میں نزہت اور لطافت پیدا ہو گئی۔ عالم کے اطراف و جوانب نورِ نبوت اور آفتابِ رسالت کی بے پایاں روشنی سے منور ہو گئے اور توحید خالص کا علم بلند ہوا۔ اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کے خشک چشمتے حیات تازہ کی جوئے روان میں تبدیل ہو گئے۔ طغیانی اور سرکشی کی بادِ سمومِ عمل و انصاف کی جان بخش نسیمِ سحری میں بدل گئی، ظلمتِ کدوں کی ظلمت مٹ گئی۔ بتکدوں کے بُت فنا ہو گئے۔ آتشکدوں کی آتش بجھ گئی اور سینکڑوں برس کے بھگتے تھنے

غلاموں کو ان کے حقیقی مالک اور آقا کے آگے سر اور جبینِ نیاز جھکانے کا شرف نصیب ہوا، فضائے عالمِ متزلزل کے لغو سے گونج اٹھی، نفوس کو نئی زندگی اور زندگی کو نئے دلوں نے عطا ہوئے۔ آسمان نے زمین کو مبارکباد دی کہ تیرے بختِ بلند نے یاوری کی اور تیرے خوش نصیب ذرول کو اس ذاتِ اطہر و اعظم اور اس بلند پایہ اور بزرگ ترین مقدس ہستی کی پالوسی کی سعادت نصیب ہو گئی جو عالمِ موجودات کے سلسلہ میں ارتقار کی آخری منزل ہے، مشرف و مجد الانسیت کی آخری کڑی ہے جو علم و بصیرت کے اس افقِ اعلیٰ پر جلوہ گر ہے کہ عقل و دانش، فکر و نظر کی وہاں تک رسائی ہی نہیں ہو سکتی جو دانش اور حکمتِ برہانی کے اس مقامِ بلند پر فائز ہے جہاں غیب اور شہود کی دواہیاں و امنِ نگاہ میں سمٹ کر آ جاتی ہیں۔ وہ دیکھتے عالم میں خدا تعالیٰ کی تعلیم و ہدایت کا شاہد کوہِ صفا پر کھڑا ہے، نیکو کاروں کو فلاح و سعادت کا مبشر بشارتیں سنار ہے جو ابھی تک بے خبر ہیں اعلان کو ہشیار اور بیدار کرنے والا نذیر، خدا تعالیٰ کے عذابِ ڈرار ہے جسٹنہ والے مسافر دل کو خدا کی طرف پکارنے والا داعیِ دعوت حق پیش کر رہا ہے۔ نگاہ اٹھا کر دیکھئے رہبرِ راہِ صداقت، ہادیِ صراطِ مستقیم اور داعیِ حقِ سوقِ عکاظ میں کھڑا ہو کر ایک گم کردہ راہِ قوم کے سامنے اپنی حجت اور دلیل قائم کر رہا ہے، ارشد و ہدایت پر لانے کے لیے نورِ صداقت سے ان کے قلوب کو روشن کر رہا ہے، حکمت اور موعظہِ حسنہ کا دل نشین اور موثر پیرایہ اختیار کر کے قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا سبق پیش کر رہا ہے تاکہ تشنہ کا ماں رشد و ہدایت کو سیرابی نصیب ہو اور توحیدِ خالص ان کے سویدائے قلب میں اتر جائے۔ تصور کی عینک سے دیکھتے ہادیِ حقِ طاقت کی گلیوں میں خدا کا آخری پیغام فلاح و نجات کا آخری سرچشمہ ابلاغ و اعلان حق کا بحرِ پایاں، توحیدِ الہی کی آخری شمعِ قرآن مجید اور فرقانِ حمید ان کو سنار ہے جس نے مذہبی دنیا کے تمام قوانین کو یک قلم منسوخ کر دیا، وہ حق و باطل میں امتیاز، شرک و توحید میں تفریق، کھرے اور کھولے میں تمیز دے آیا ہے۔ قرآن کریم وہ عظیم الشان و جلیل القدر کتاب ہے جس کی آیتیں لفظی اور معنوی ہر حیثیت سے سنایا سچا سچ تلی باؤں تو لہ باؤرتی ہیں۔ نہ ان میں نقص ہے نہ کوئی مضمون حکمت یا واقعہ کے خلاف ہے، نہ معجزانہ فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے اس کے ایک حرف پر نکتہ چینی ہو سکتی ہے جس مضمون اور مضمون کو جس جہارت میں ادا کیا گیا ہے، محال ہے کہ اس سے بہتر تعبیر ہو سکے، الفاظ کی قبا، معانی کی قامت پر ذرا بھی نہ ڈھیلی ہے نہ تنگ۔ جن عقائد و اعمال، اصول و فروع اور اخلاق و نعائج پر قرآن کریم مشتمل ہے، اور جو دلائل اور براہین اثباتِ معادوی

کے لیے پیش کئے گئے ہیں وہ سب علم و حکمت کے کانٹے میں تئے ہوئے ہیں، مبالغہ اور تصنع سے بھر خالی ہیں۔ قرآنی حقائق اور دلائل ایسے مضبوط اور محکم ہیں کہ زمانہ کتنی ہی پٹلیاں کھائے، ان کے بدلنے یا غلط ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں اس میں ضروریات اور حتمات کو خوب کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے یہ نہیں کہ اجمال و ابہام کی وجہ سے یہ کتاب ایک محتمہ اور چیتان بن کر رہ گئی ہو۔ اگر حکیم مطلق اور خیر برحق کے کلام میں سب حکمتیں اور خوبیاں جمع نہ ہوں گی تو اور کس کے کلام میں توقع کی جاسکتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ پاک کتاب کے ذریعہ ہادی برحق نے صدیوں کے بھولے ہوئے سلق کو یاد دلا کر دلوں کی بستی میں وہ آتش شوق بھڑکائی جس نے کفر و شرک کی دنیا کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اس کی صدائے حق نے ظلم و عسایاں کے عملوں میں زلزلہ طاری کر دیا اور جہالت و ضلالت کی ایک ایک زنجیر کو کاٹ کر رکھ دیا وہ انقلاب پیدا کیا جس نے ریت کے ایک ایک ذرہ کو ہلا دیا۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی

الحاصل حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک سلسلہ کی آخری کڑی اور قصر نبوت کی سب سے آخری خشت جس نے ابدی طور پر قصر نبوت کو مکمل کر دیا ہے، حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مبارک صورت میں اس دنیا کے سامنے رونما ہو چکی ہے، قیامت تک دنیا کی تمام قوموں کے لیے آپ کی پیش کردہ کتاب اور سیرت طیبہ اسوۂ حسنہ اور نمونہ عمل ہے اور ہر حیثیت سے مکمل اور ہمیشہ کے لیے محفوظ اور ناقابل ترمیم و تنسیخ ہے۔ آپ کی سیرت طیبہ اور حیات نیرہ میں کوئی پوچھ و خم راہ نہیں کوئی راز مستور نہیں، کوئی ستر پس پردہ نہیں۔ ایک جگہ گاتے ہوئے چراغ کی روشنی (سر اجاڑنیرا) جو ایک طرف خود اس چراغ کے ہر پہلو کو دیدہ بینا کے سامنے بے نقاب کر دیتی ہے اور دوسری طرف ہر شے کا اصلی مقام بھی متعین کر دیتی ہے لیکن جس طرح ہم نہاد مسلمانوں نے نورِ مبین (قرآن کریم) جیسے نیر درخشندہ کو خود ساختہ تصورات اور تخیلات کے سیاہ بادلوں میں چھپا رکھا ہے، اور اس کی روشنی سے نہ صرف اپنے آپ کو محروم کر رکھا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے محروم کر دیا ہے اسی طرح انہوں نے سیرت طیبہ کے جگمگاتے چراغ کو بھی اپنے باطل معتقدات اور توہمات کے تہ و بالا دبیز پردوں میں مستور کر رکھا ہے، آج ساری دنیا اس روشنی کے لیے مضطرب و بے قرار پھر رہی ہے اور آنے والے صیہب اور ہولناک طوفانوں سے نجات صرف کتاب و سنت ہی پر

عمل پیرا ہونے سے بل سکتی ہے اور بس یہ

ہواؤں کا رخ بتا رہے ضرورہ طوفان آرہا ہے

نگاہ رکھنا سفینہ والو اٹھی ہیں موحیں کدھر سے پہلے

اللہ تعالیٰ نے دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عموماً اور غائب امام الانبیاء اور خاتم
الرسال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خصوصاً جو جو مزایا اور فضائل عطا فرمائے ہیں وہ ہمارے
فہم و ادراک سے بالاتر اور ہماری عقل و دانش سے وارد الوراہ ہیں، ان کو گننے والا گننے تو کیسے، ان کی
ترتیب پہنچے تو کیونکر؟ اس قادر مطلق نے جن صفات سے آپ کو نوازا اور جو جو عنایات آپ پر کیں۔
اور جو جو علوم اور اسرار و حکم آپ کو مرحمت فرمائے، خدا کی مخلوق میں ان خصائص اور انعامات میں حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی بھی شریک و سہم نہیں ہے اور بلا مبالغہ ایک حقیقت ہے کہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مگر خزانوں کا مالک اور ان میں مقرب اور اسی طرح عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان اوصاف
میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں کیونکہ علم غیب صرف خاصۃ خداوندی ہے جس کی بحث پہلے گزر چکی ہے
اللہ تعالیٰ نے سید ولد آدم خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاک زبان سے
اپنی اہل اور حکم کتاب کے ذریعہ قانونِ کلی کے طور پر یہ صریح اعلان کر دیا کہ :-

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا
أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ
إِنِّي أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَعْوِ
الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ۝

(پک۔ الانعام۔ رکوع ۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کے منصب اور اس کے خواص و لوازم پر روشنی
ڈالی ہے یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نبوت اور رسالت کے بلند مقام پر فائز کرتا ہے، اس کا یہ دعوئے نہیں ہوتا
کہ تمام مقدرات الہیہ کے خزانے اس کے قبضہ قدرت میں ہیں کہ جب اس سے کسی امر کی فرمائش کی
جاتے تو وہ ضرور ہی کر دکھائے، اور یہ بھی نہیں کہ تمام معلومات غیبیہ اور شہادیہ پر خواہ ان کا تعلق فرائض

رسالت سے ہو یا نہ ہو اس کو مطلع کر دیا جائے کہ تم جو کچھ پوچھو وہ فرما دیا کرے اور یہ بھی نہیں کہ وہ نوع بشر کے علاوہ کوئی اور نوع ہو اور ملک فرشتہ اور نور ہونے کی وجہ سے لوازم اور خواص بشر پر سے اپنی برأت اور نزاہت کا ثبوت پیش کرے، اس آیت کریمہ میں بصرِ رحمت یہ امور واضح کر دیے گئے ہیں کہ:-

① تَبٰی اللّٰہُ تَعَالٰی کے خضرانوں کا مالک اور مختار کل اور متصرف فی الامور نہیں ہوتا۔

② یہ کہ نبی اور رسول عالم الغیب نہیں ہوتا کہ ہر ہر ذرہ اس کے علم میں ہو۔

③ یہ کہ نبی اور رسول ملک، فرشتہ اور نور نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

خَلَقْتُ الْمَلَائِكَةَ مِنْ نُّورٍ (اور کہ) قَالَ مُسْلِمٌ کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔

ج ۲ ص ۳۱۳، ورواہ احمد ج ۶ ص ۶۸، ابن کثیر ج ۴ ص ۲۸۵

و منتخب کنز العمال پر منہ احمد ج ۲ ص ۴۵۳، الجامع الصغیر ج ۲ ص ۵۵

جب بحکم خداوندی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ملک اور فرشتہ ہونے کی نفی کی تو گویا صراحت کے ساتھ اپنے نور ہونے کی نفی بھی کر دی۔ اس آیت کریمہ میں جن تین امور کی نفی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے بصراحت کی گئی ہے، انہی میں اہل بدعت حضرات ٹھوکرین کھا رہے ہیں اور سر سے لے کر پاؤں تک ایڑی چھٹی کا نور لگا کر ان کے اثبات کے درپے ہیں باقی فرق مخالف کا یہ کہنا کہ اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے علم غیب کی نہیں (جاء الحق ص ۵۴) و مقیاس ص ۳۶ اور تفسیر قرآن کریم از مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی ص ۱۹ وغیرہ) تو یہ محض بے بنیاد اور بے حقیقت بات ہے۔ اس دفع الوقتی اور طفل تسلی سے شاید ان کے ماؤف دل تو مطمئن ہو جائیں لیکن سمجھدار اور متین آدمی کا ہرگز اطمینان نہیں ہو سکتا۔ علم غیب ذاتی اور غطائی کی مبسوط بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے، انشاء اللہ العزیز مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ کہنا کہ اس میں دعویٰ علم غیب کی نفی ہے علم غیب کی نفی نہیں عجیب بدالوئی منطق ہے اور تواضع و انکسار کا بہانہ بھی بے سود ہے، جیسا کہ جاء الحق ص ۵۴ میں ہے، اس کی بحث بھی اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ، کہ تواضع سے کیا مراد ہے؟ نیز اہل بدعت کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں سے یہ فرمایا تھا کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں۔ مومنوں سے یوں نہیں فرمایا۔ یہ بھی ایک خالص افسوس اور ہتان بلکہ قرآن

کریم کی تحریف ہے، دلائل وبراہین کا ذخیرہ اپنے مقام پر آئے گا، انشاء اللہ العزیز، کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں اور حضرات صحابہ کرامؓ کے سامنے بھی صریح الفاظ میں اس کا اظہار فرمایا کہ میں غیب نہیں جانتا اور حضرت رافعؓ بن خدیج کی مرفوع روایت جو عنقریب آ رہی ہے۔ اس میں خطاب ہی صریح مسلمانوں کو ہے۔ پھر یہ بات بھی تہ بھول جاسیے کہ نبی اور رسول کا مقام بہت ہی بلند ہوتا ہے ان کا دل اور زبان ظاہر اور باطن عقیدہ اور عمل ایک ہوتا ہے، جو کچھ ان کے دل میں ہوتا ہے، وہی زبان پر ہوتا ہے اور جو زبان پر ہوتا ہے وہی عمل میں ہوتا ہے، اپنے منصب کے بیان میں وہ جو کچھ کفار کو کہتے ہیں وہی کچھ مومنوں کو بھی کہتے ہیں، دواں و دوزخی کا مطلق سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ایک سے کچھ کہیں، اور دوسرے سے کچھ کہیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ سے

نمی باشد مخالفت قول و فعل راستاں باہم
کہ گفتارِ قلم باشد ز رفتارِ قلم پیدا

غرضیکہ اہل بدعت کی طرف سے اس آیت کا کوئی تسلی بخش جواب نہ تو آج تک دیا گیا ہے اور نہ قیامت تک دیا جاسکتا ہے، انصاف اور دیانت کے ساتھ آزمائش کر لیں۔ دیدہ باید!

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوحٰى اِلَیَّ مِیْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ اگرچہ پیغمبرؐ نوح بشر سے علیحدہ کوئی دوسری نوع نہیں لیکن اس کے اور باقی انسانوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ انسانی قوتیں دو قسم کی ہوتی ہیں، علمی اور عملی۔ قوت علمی کے اعتبار سے سمجھنا چاہیے کہ نبی اور غیر نبی میں اعلیٰ اور بصیر (اندھے اور سوانکھے) کا تفاوت ہے، نبی کے دل کی آنکھیں ہر وقت مریضیات الہی اور تجلیات ربانی کے دیکھنے کے لیے کھلی رہتی ہیں جس کے بلا واسطہ مشاہدہ سے دوسرے انسان محروم ہیں اور قوت عملیہ کا حال یہ ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ اپنے قول و فعل اور ہر ایک حرکت اور سخن میں رضائے الہی اور حکم خداوندی کے تابع ہوتے ہیں (ذلات اور اجتہادی لغزشوں کا معاملہ الگ ہے جس کی بحث عنقریب آ رہی ہے انشاء اللہ العزیز) وحی الہی اور حکم خداوندی کے خلاف نہ تو کبھی ان کا قدم اٹھ سکتا ہے اور نہ زبان حرکت کر سکتی ہے۔ ان کی مقدس ہستی اخلاق و اعمال اور کل واقعات زندگی میں تعلیمات ربانی اور مریضیات الہی کی روشن تصویر ہوتی ہے جسے دیکھ کر غور و فکر کرنے والوں کو ان کی صداقت اور مامور من اللہ ہونے میں ذرا بھی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔

و مایکون کے عالم نہ تھے اور نہ آپ کے منصب میں یہ بات داخل تھی کہ آپ امیر باطن کو بھی جانتے ورنہ اس کا مطلقاً احتمال ہی نہ ہوتا کہ آپ کسی فریق کی چرب لسانی کی وجہ سے جھوٹے کو سچا سمجھ لیتے اور عمداً اور دیدہ و دانستہ دوسرے مسلمان کا حق اس کو دلاویختے، اس سے آفتاب نیمروز کی طرح یہ بات آشکارہ ہو جاتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری امیر اور قرآن اور دلائل و شواہد کے محکف اور پابند تھے۔ باطنی امور اور حقیقتِ عال و نفس الامر پر الملاح پانا آپ کے خواص اور لوازم میں شامل نہ تھا۔ یہ صحیح اور صریح روایت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے مگر ہم مزید تسلی اور اطمینان کے لیے ائمہ حدیث، فقہاء کرام اور شرح حدیث کی چند عبارتیں اس پر نقل کرتے ہیں۔

① حضرت امام شافعی (المتوفی ۲۰۴ھ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

فہذا القول فی هذا البیان الذی لا اشکال
معه بحمد اللہ تعالیٰ ونعمتہ علی عالمہ
فنقول ولی السرائر اللہ عزوجل فالملل والمہرام
علی ما یعلمہ اللہ تبارک وتعالیٰ والمحکمہ علی
ظاہر الامر وافق ذالک السرائر وخالفہا
کتاب الام ج ۴ ص ۳۳

اور دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ :-

انما کلفت فی المحکمہ الاجتہاد علی الظاہر
دون الغیب واللہ تعالیٰ اعلم

(رسالہ فی اصول الشیعہ للام الشافعی ص ۶۸)

نیز ارقام فرماتے ہیں کہ :-

وهو صواب علی الظاہر ولا یعلمہ الباطن
الا اللہ تعالیٰ (رسالہ ص ۶۸)

اور ظاہر و باطن کا فرق کرتے ہوئے اس مسئلہ کی وضاحت فرماتے ہیں کہ :-

ولا یعلمہ الغیب فیہ الا اللہ (رسالہ ص ۶۸) اس میں باطن اور غیب کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا

خود فرمیتے کہ حضرت امام شافعیؒ جو ائمہ اربعہ میں سے ایک جلیل القدر امام اور اہل سنت والجماعت کے بلا ملاحظہ مقتدا اور پیشوا ہیں، افضل خصوصیات میں ظاہر اور باطن کا فرق کر کے رازوں بھیدوں اور نفس الامر کی حقائق کو ذاتِ خداوندی کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور حاکم کے فیصلہ کو ظاہری قرائن اور شواہد پر مبنی قرار دیتے ہیں، عام اس سے کہ حاکم کا فیصلہ نفس الامر کے موافق ہو یا مخالفت، کیونکہ حاکم باطنی امور کا ہرگز مکلف اور پابند نہیں ہے۔

② حضرت امام محی الدین ابو ذر یحییٰ بن شرف النووی الشافعیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

معنا التنبيه على حالة البشرية وان البشر لا يعلمون من الغيب ولبواطن الامور شيئاً الا ان يطلعهم الله تعالى على شيء من ذلك وانه يجوز عليه في امور الاحكام ما يجوز عليهم وانه يحكم بين الناس بالظاهر والله يتولى السرائر فيحكم بالهينة واليمين ويحد ذلك من احكام الظاهر مع امكان كونه في الباطن خلاف ذلك (شرح مسلم ج ۲ ص ۷۷)

اس کا منشا یہ ہے کہ حالتِ بشریت پر تنبیہ کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ بشر کو غیب اور باطنی امور کا علم نہیں ہوتا۔ بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز پر ان کو مطلع کرے اور اس سے یہ بھی بتا رہے کہ افضل خصوصیات میں جس طرح دوسروں سے خلاف واقع فیصلہ کرنا ممکن ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی ممکن ہے اور آپ بھی لوگوں کے درمیان ظاہری حال پر فیصلہ کرتے ہیں اور اندر نفی رازوں کا معاملہ خدا سے ہے سوائے اس کے کہ اور قسم وغیرہ ظاہری قرائن کے ذریعہ ہی فیصلہ صادر فرماتے ہیں اور اس کا امکان ہے کہ واقع میں معاملہ اس کے خلاف ہو۔

یہ عبارت بھی اپنی مراد پر نہایت واضح اور صریح طور پر دلالت کرتی ہے۔

③ شیخ الاسلام تقی الدین ابوالفتح محمد بن علی ابن وقیع العبد الشافعی المالکیؒ (المتوفی ۸۱۳ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

فيه دليل على اجراء الحكم على الظاهر واعلام الناس بان النبي صلى الله عليه وسلم كغيره في ذلك وان كان يفتقر مع الغير في اطلاعه على ما يطلع الله من الغيوب

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ احکام کو ظاہر پر جاری کیا جائے گا اور نیز اس لوگوں کو یہ بتا رہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس معاملہ میں دیگر لوگوں کی طرح ہیں اگرچہ دوسروں سے اس امر میں ممتاز ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غیب و باطن پر مطلع

الباطنة وذلك في امور مخصوصة لافى الاحكام العامة وعلى هذا يدل قوله عليه السلام انما انا بشر (احكام الاحكام ج ۲ ص ۱۰۳)

کرتے مگر یہ بھی مخصوص امور میں نہ کہ عام احکام میں اور اسی پر جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد انما انا بشر دلالت کرتا ہے۔

یہ عبارت بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔

(۴) حافظ الدنيا ابو الفضل احمد بن علیؒ - ابن حجر العسقلانی الشافعیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :-

قوله انما انا بشر - ای کو احد من البشر میں بشر ہی ہوں یعنی علم الغیب نہ ہونے میں دوسرے فی علم علم الغیب (فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۹) انانی افرونی طرح ہوں اور دوسرے مقام پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

ایٰ به ودا علی من زعم ان من كان رسولاً فانه يعلم كل غيب (فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۱) انما انا بشر کا جملہ خاص طور پر ان لوگوں کے باطل خیال کی تردید کے لیے حضرت نے ارشاد فرمایا ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول کو کل غیب کا علم ہوتا ہے۔

(۵) علامہ بدر الدین محمود بن احمد - العینی الحنفیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ :-

انما انا بشر - یعنی کو احد منكم ولا اعلم الغیب ولباطن الامور كما هو مقتضى الحالة البشرية وانا احكم بالظاهر (عمدة القاری ج ۱۱ ص ۲۷۱) میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہی ہوں اور میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور تمہارے معاملہ کے اندر وہی احوال کو میں نہیں جانتا جیسا کہ بشریت کا تقاضا ہے اور میں تو صرف ظاہری حال پر ہی فیصلہ دیتا ہوں

اور اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے دوسرے مقام پر یوں رقمطراز ہیں کہ :-

انما انا بشر - ای من البشر ولا ادري باطن ما تحت اكمون فيه عندی و تحتصمون فيه لدی و انما اقضي بينكم على ظاهر ما تقولون فاذا كان الانبياء عليهم الصلوة والسلام لا يعلمون ذلك فغير جائز ان يعصم دعوى غيرهم من میں انسانوں میں سے ایک انسان اور بشر ہوں اور جو مقدمات تم میرے پاس لاتے ہو تو ان کے باطن کو میں نہیں جانتا اور میں تو تمہاری ظاہری باتوں کو سن کر ہی فیصلہ کرتا ہوں و لا عینی فرماتے ہیں کہ جب حضرات انبیاء کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب اور باطنی امور نہیں جانتے تو بخیر اور کاہن وغیرہ کا غیب

کاہن اور مقبم العلم وانما يعلم الانبياء
من الغيب ما اعلمو به بوجه من الوحي
(عمدة القاری ج ۱ ص ۱۷۱)

اور باطنی امور کے علم کا دعویٰ کیسے جائز اور صحیح
— ہو سکتا ہے؟ اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب
کی ضروری باتیں مانتے ہیں جنکا ہر لبرہ دینی انکو علم حاصل کیا گیا ہو۔

⑥ امام قسطلانیؒ اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

انما انا بشر۔ مشارك لكم في البشرية
بالنسبة لعلم الغيب الذي لم يطلعني الله
عليه وقال ذلك توطئة لقوله وانه ياتيني
الخصم الخ فلا اعلم باطن امره الخ
(ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۷۱)

میں تو بشر ہی ہوں اور تمہارے ساتھ غیب کے ان
امور میں شریک ہوں جن پر اللہ تعالیٰ نے مجھے
اطلاع نہیں دی اور یہ ارشاد و انا نہ یاتیني الخصم
کے قول کے لیے تمہید ہے تو میں اس کے باطن کا
علم نہیں رکھتا

یہی علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ:-

انما انا بشر۔ وهو رد على من زعم ان من
كان محمولا فانه يعلم كل غيب حتى لا يخفى
عليه المظلوم من الظالم (ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۷۱)

آپ نے انما انا بشر ان لوگوں کی تردید کے لیے ارشاد
فرمایا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول کو کل غیب کا علم ہوتا
ہے حتیٰ کہ اس پر مظلوم اور ظالم مخفی نہیں ہوتے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:-

انما انا بشر۔ آپ نے ان لوگوں کی تردید کے لیے ارشاد فرمایا
جو یہ خیال کرتے ہیں کہ رسول کو غیب کا علم ہوتا ہے اور وہ باطن
پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر مظلوم وغیرہ مخفی نہیں رہتا آپ نے
اس ارشاد میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وضع بشری اس
کی مقتضی ہے کہ وہ صرف ظاہری امور کا اور ان کے کیونکہ
بشر ایک ایسی مخلوق ہے کہ اس کے اور حقائق الہیہ کے اور ان
کے درمیان چر دے حاصل ہو جاتے ہیں جب اس کو جبلت
بشری کے تقاضوں پر چھوڑ دیا جائے اور وحی سماوی سے
تائید نہ ہو تو اس پر باوجود رسول ہونے کے وہی کچھ طاری ہوتا

انما انا بشر۔ وهو رد على من زعم ان من
كان محمولا فانه يعلم كل غيب حتى لا يخفى
عليه المظلوم من الظالم (ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۷۱)

انما انا بشر۔ وهو رد على من زعم ان من
كان محمولا فانه يعلم كل غيب حتى لا يخفى
عليه المظلوم من الظالم (ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۷۱)

انما انا بشر۔ وهو رد على من زعم ان من
كان محمولا فانه يعلم كل غيب حتى لا يخفى
عليه المظلوم من الظالم (ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۷۱)

انما انا بشر۔ وهو رد على من زعم ان من
كان محمولا فانه يعلم كل غيب حتى لا يخفى
عليه المظلوم من الظالم (ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۷۱)

دارشاد الساری ج ۴ ص ۱۷۱ ہے جو تمام النازل پر طاری ہوتا ہے۔

اور یہی علامہ قسطلانیؒ ایک دوسرے مقام پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

ولكن انما انا بشر مثلكم - اى بالنسبة الى
الاطلاع على بواطن الخاطبين لا بالنسبة
الى كل شئ

دارشاد الساری ج ۴ ص ۱۷۱

یہ تمام عبارتیں علامہ قسطلانیؒ کی ہیں اور بغیر کسی شک اور شبہ کے اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ وہ حضرت
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے عموماً اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خصوصاً علم غیب کے
ہرگز قائل نہ تھے، نہ جیسا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کو خالص الاعتقاد ۲۵ وغیرہ میں اور دیگر اہل عہد
کو مغالطہ ہوا ہے۔

④ علامہ علی بن احمد الغزیریؒ (المتوفی ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں کہ :-

انما انا بشر اى من البشر والمراد انه مشارك
البشرى اصل الخلقة وان زاد عليهم بالمزايا
التي اختص بها في ذاته قاله رداً على من
زعم ان من كان رسولا فانه يعلم كل غيب
حتى لا يخفى عليه المعلوم

(السراج المنير ج ۲ ص ۱۷۱)

⑤ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی الحنفیؒ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ :-

”آنحضرت گفت نیستم من مگر آدمی و عارض میشود بر من احکام و عوارض بشریت و باقی گزاشته شده
است و من احکام جبلت جز آنچه تأمید کردہ میشود بوحی و تعلیم نموده میشود از جانب حق سبحانہ
و نزدیک است کہ بعضے از شما باشد زبان آور و بیان کنندہ ترجمت خود را از بعضے دیگر
پس حکم میکنم من مراودا بمرادند آنچه میشود از دے الہی“ (راشدۃ اللغات ج ۳ ص ۱۷۱)

⑥ حضرت ذاب قطب الدین خاں صاحب دہلوی الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۶۹ھ) لکھتے ہیں کہ :-

فت: میں آدمی ہوں، یہ اشارہ ہے اس امر پر کہ سوا اور نیاں بعید نہیں ہے آدمی سے اور وضع بشری مقتضی ہے اس کی کہ نہ ادراک کرے امور کو سوائے ظاہرائی کے کے یعنی میں آدمی ہوں عارض ہوتے ہیں مجھ پر احکام و عوارض بشری اور ماتی چھوڑے گئے ہیں مجھ میں احکام جبلت کے سوائے اس چیز کے کہ تائید کیا جاتا ہو مل ساتھ وحی کے اور تعلیم کیا جاتا ہو مل حق سبحانہ سے حاصل یہ ہے کہ میں بحسب ظاہر کے حکم کرتا ہوں بموجب تقریر معی کے پس اگر اُس کا حق نہ تھا اور اُس کی چرب زبانی سے میں سمجھا کہ حق اسی کا ہے اور اس کو دلوادیا تو وہ اس کو اپنے حق میں حلال نہ جانے بلکہ یہ جانے کہ ٹھٹھا آگ کا مجھے ملا ہے، پرہیز کرے اس سے، انتہی بلفظہ (منظاہر حق ج ۳ ص ۲۲۳)

① علامہ شہاب الدین احمد الخفاف الحنفی ر (المتوفی ۷۹۹ھ) لکھتے ہیں کہ :-

واللہ انابشر۔ لا اعلہ الغیب وانکم تختفون میں تو بشر ہی ہوں۔ میں غیب نہیں جانتا اور تم اپنے الخ (نیم الریاض ج ۴ ص ۲۷۱) جھگڑے میرے پاس لاتے ہو الخ

② حضرت حکیم الامت احمد بن عبدالرحیم الشاہ ولی اللہ الدہلوی الحنفی ر (المتوفی ۱۲۰۷ھ) اس حدیث کی تشریح میں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود جزا میں نیست کہ من آدمی ام و ہر آئینہ شما خصوصت می کنید بایکدیگر پیش من پس شاید بعض شما دانائے باشند بحدت خود از دیگر پس حکم کنم برائے او مثل آنچه شنیدم از دوسے پس ہر کہ حکم کروم برائے او از چیزے بحق برابر او پس باید کہ دیگر و ازاں چیزے جزا میں نیست کہ جدا میکنم برائے او بارہ از آتش (معنی ج ۲ ص ۹۶)

نیز حضرت شاہ صاحب ر اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

وفي الحديث دليل على ان كل مجتهد ليس بعصيب انما الاصابة لواحد وانما الخطاء موضوع عن الآخر لكونه معذورا فيه و عليه اكثر اهل العلم

اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ ہر مجتہد مصیب نہیں ہوتا۔ اصابت رے صرف ایک مجتہد ہی کی ہوتی ہے ہاں (اس مثلیں) دوسرے مجتہد پر خطا کا گناہ نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ وہ معذور (بلکہ مآجور) ہے اور یہی اکثر اہل

علم کی تحقیق ہے۔

(الموی ج ۲ ص ۹۶)

③ الشیخ الحدیث العلامة منی الحنفی ر (المتوفی ۱۱۳۹ھ) لکھتے ہیں :-

دائما انا بشر۔ اے لا اعلم من الغیب الا
ما علمنی ربی کما هو شان البشر۔
(سنن رحمہ اللہ الشانی ج ۲ ص ۲۶۱)

میں تو بشر ہی ہوں یعنی میں غیب نہیں جانتا مگر صرف
اُسی مذہب جس پر مجھے اللہ تعالیٰ نے تعلیم کے ذریعہ
آگاہ کر لیا ہے جیسا کہ انسان اور بشر کی شان ہے۔

(۱۳) اور علامہ الحیدر بن عبداللہ بن محمد الطیبی الحنفی (المتوفی ۷۳۳ھ) لکھتے ہیں کہ ۱۔
انما انا بشر۔ ان الوضع البشوی یقتضی
ان لا یدرک من الامور الا ظاہرها و عمتہ
انما هو عن الذنوب فانہ صلی اللہ علیہ
وسلم لم یكلف فیما لم ینزل فیہ الا ما
كلف غیرہ وهو الاجتہاد
(بحوالہ انجاء المجاہدہ ص ۱۶۹)

میں تو بشر ہی ہوں اور وضع بشری اس کو نہیں چاہتی کہ وہ
امور ظاہرہ کے علاوہ امور باطنیہ کا بھی ادراک کرے۔
رب آپ کا مقصود ہوتا تو وہ گناہوں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے آپ کو ان احکام میں جن میں وحی نازل نہیں ہوئی
تھی۔ اُسی چیز کو مکلف قرار دیا ہے جس کا دوسروں کو
مکلف بنایا ہے اور وہ اجتہاد ہے۔

اس حدیث سے اور اس کی شرح میں اکابرین علماء اُمت کی تصریحات اور عبارات سے جو ہم نے
نقل کی ہیں، بخوبی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر اور انسان تھے۔
مگر خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے اعلیٰ اور افضل۔ چنانچہ فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان
صاحب کو بھی اس کا صاف اقرار ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ
اشرف اور جسم انسانی رکھتے ہیں مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار جگہ الطف، وہ خود فرماتے ہیں لبست
مشکمہ میں تم جیسا نہیں دیوڑی لست کہہ سکتے تمہاری ہمہیت پر نہیں دیوڑی ایسا کہ مثلی تم میں
سے کون مجھ جیسا ہے (بلغلہ لعلی الغنی ص ۱۸)

لہذا اور بشر کا مسئلہ ہمارے اس موضوع سے خارج ہے، اس کیلئے ہماری کتاب تنقید متین اور اعلام البرہان
دیکھیں، یہ امور اس میں واضح ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ کہ لڑکی کون سی حدیث صحیح ہے؟ اور اس کا
مطلب کیا ہے؟ اور سایہ نہ ہونے کی روایت کیسی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ مگر خالصتاً اُنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر اور انسان تسلیم کر لیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ فضائل اور خصال و شائل میں آپ
کی کوئی مثل نہیں اور یہی کچھ ہم کہتے ہیں۔

خدا اے بیباک اتنا تو ہوا
اب وہ ہنس کر سامنے آتے تو ہیں

نیز اس روایت سے اور اس کی تشریح میں منقولہ بالا عبارات سے یہ بات بھی آفتاب نیروز کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون اور ظاہر و باطنی اندرونی اور بیرونی تمام بھیدوں کا علم حاصل تھا مگر صرف اسی حد تک جس حد تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو حقیقت حال پر مطلع کر دیا ہو، اور فضل خصوصیات میں آپ باوجود اتنا غایت تمام اور پوری توجہ کے اس امر کے ہرگز محکف نہ تھے کہ حقیقت حال سے آگاہ ہو کر باطنی امور کے موافق فیصلہ صادر فرماتے بلکہ اس معاملہ میں آپ عام دوسرے انسانوں کی طرح معنی کے ظاہری قول اور قسم و شہادت وغیرہ دیگر ظاہری قرائن پر نگاہ رکھتے ہوئے فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو باطنی حقیقت اور علم غیب حاصل نہ تھا اور نہ منصب نبوت اور فرائض رسالت میں علم غیب داخل ہے جیسا کہ عبارات بالا میں صراحت سے اس کی حقیقت پیش کی جا چکی ہے اور انما انما لبشر الا کما جملہ ہی آپ نے ایسا باطل اور غلط عقیدہ رکھنے والوں کی تردید ہی کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔

نیز اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختار کل بھی نہ تھے کہ جو چیز چاہتے کسی کے لیے حلال کر دیتے اور جو چاہتے حرام فرما دیتے، اگر ایسا ہوتا تو آپ یہ ارشاد نہ فرماتے یعنی کہ اگر میں کسی جھوٹے کو سچا سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ صادر کر دوں تو وہ اس کو نہ لے، کیونکہ وہ اس کے لیے آتش دوزخ کا ایک ٹکڑا ہو گا۔ جو اس کے لیے کسی صورت میں حلال نہیں ہے۔ رہا نقصانے قاضی کا ظاہر و باطنی نفاذ یا عدم نفاذ، اور اسی طرح نکاح و طلاق اور دیگر معاملات میں فرق و امتیاز کا وجود یا عدم، تو یہ ہمارے اس موضوع سے خارج ہے۔ اس کی تحقیق کے لیے فتح القدیر، عمدۃ القاری اور مرقات وغیرہ کی طرف مراجعت کر لی جائے۔ حضرت شیخ المحض نے اس پر خاصی علمی بحث کی ہے (ملاحظہ ہو ایضاح الادلہ) اہل بدعت کا یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو سب کچھ معلوم ہے مگر آپ ظاہری روئے اور مطالب فیصلہ کرنے پر من جانب اللہ مامور تھے، قطعاً اور یقیناً باطل اور مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ اسی حدیث میں یہ جملہ فالحسب انہ صادق فاقضی لہ بذالک رکہ اس کی چرب لسانی کی وجہ سے میں اس کو سچا سمجھ لوں اور اس کے حق میں فیصلہ کر دوں) اس باطل تاویل کی بیج گنی کے لیے کافی اور شافی ہے مولوی محمد صاحب اس جملہ کا کوئی جواب نہیں دے سکے (دیکھیے مقیاس ص ۵۹) وثانیاً کیا فریق عت کا ایمان اور عشق اس کو گوارا کرتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیدہ و دانستہ اور حقیقت حال

سے آگاہ ہو کر بھی صاحب حق کو حق سے محروم کر دیں اور جھوٹے کو دوسرے کا حق دلوادیں؟ ہمارا ایمان تو اس کو ہرگز گوارا نہیں کرتا۔ نبی اپنا اپنا امام اپنا اپنا (العیاذ باللہ تعالیٰ)

باقی مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی (المتوفی ۱۳۶۶ھ) کا یہ جواب کہ فمن قضیت له بحق مسئلہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم کا صدق ضروری نہیں ہے، بلکہ یہ حضرت نے علی سبیل الغرض فرمایا (محصلاً الکلمۃ العلیا۔) تو یہ سستی شہرت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ یا آسانی کے ساتھ گھوغلصا اور دفع الوقتی کا ایک ناکام بہانہ ہے اور عقلاً و نقلاً ہر طرح سے باطل اور مردود ہے۔ عقلاً تو اس لیے کہ اہل عربیت اور منطقہ کا اس میں اختلاف ہے کہ قضیہ شرطیہ میں حکم مقدم اور تالی دونوں کے درمیان ہوتا ہے یا حکم صرف تالی میں ہوتا ہے اور مقدم جزاء اور تالی کے لیے قید ہوتی ہے۔ جیسے حال اور ظرف وغیرہ منطقہ اول کے قائل ہیں اور اہل عربیت ثانی کے لیکن جس وقت مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں یا ایک واجب اور دوسرا ممکن یا دونوں ممکن ہوں تو استلزام میں کوئی شک ہی نہیں ہے۔ چنانچہ مشہور منطقی اور معقولی محقق ملا محمد اللہ بن شکر اللہ سندیلوی (المتوفی ۱۱۶۶ھ) اپنی دقیق تالیف میں لکھتے ہیں کہ:-

واعلم انه لا خلاف فی استلزام المقدم الصلوق
للتالی الصادق۔ (حمد اللہ ۱۲۴)

اور علامہ عبد العلی بحر العلوم (المتوفی ۱۲۳۵ھ) لکھتے ہیں کہ:-

والتلازم بین الواجب والممكن والممكنین
مما لا شك فیہ (بحر العلوم بحمد اللہ ۱۲۴)

اس کی مزید تشریح سلم، امرأة الشروح، قاضی اور رسالہ قطبیہ وغیرہ میں ملاحظہ کیجئے۔ ہاں اگر مقدم محال اور کاذب ہو تو اس کے لیے استلزام میں اختلاف ہے مگر وہ ہماری بحث سے خارج ہے اور فمن قضیت له میں مقدم نہ صرف ممکن ہے بلکہ متحقق الوقوع ہے جیسا کہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ اور بنو ابرق وغیرہ کا واقعہ اس کی واضح دلیل ہے۔ اس لیے قضیہ شرطیہ کی آرٹینا سرسراہٹ باطل ہے۔

اور نقلاً اس لیے کہ اسی حدیث کے دوسرے سیاق میں یوں آتا ہے کہ:-

فقال انی انما اقضی بینکم برائی فیما لم یغزل جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں معلوم

علیٰ فیہ (البرادری ج ۲ ص ۱۴۹)

میں مجھ پر خدکی طرف سے وحی نازل نہیں ہوتی اس میں اپنی رائے سے میں تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔

اور اُساری بدرتحمول شمد، تائیر نخل اور عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے جنازہ وغیرہ میں آپ کی رائے مبارک کے موافق نہ ہونے کا بین ثبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح حضرت زید بن ارقم اور عبداللہ بن ابی کے درمیان جو فیصلہ آپ نے صادر فرمایا، اور اسی طرح جو فیصلہ آپ نے حضرت رفاعہ اور بنو امیرق کے درمیان صادر فرمایا تھا اس میں بھی آپ کی رائے مبارک درست نہ تھی اور حضرت رفاعہ کے واقعہ میں آپ نے ان کا حق بھی ابتداء بشیر نامی منافق کو دلوا دیا تھا، بعد کو کراسبت قرآنی کے نزول پر حقیقت حال سے آگاہی ہوئی۔ ان میں سے بیشتر واقعات شرح و بسط کے ساتھ اپنے مقام پر بیان ہوں گے انشاء اللہ العزیز ان واضح دلائل اور براہین کی موجودگی میں کیسے باور کر لیا جائے کہ مقدم کا صدق ضروری نہیں ہے اہل فریق مخالف اپنے دل کی تسکین اس سے حاصل کر سکتا ہے۔ دل کے بھلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔

نوٹ۔ اصل میں یہ غلطی علامہ سبکی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۴۰ھ) سے ہوئی ہے۔

قال السبکی هذه قضية شرطية لا تستلزم وجودها بل معناها بيان ان ذلك جائز ولم يثبت لنا قط انه صلى الله عليه وسلم حكم بحكم ثم تبين خلافه وقد صان الله تعالى احكام نبيه عن ذلك مع انه لو وقع لم يكن فيه محذور انتهي۔

سبکی کہتے ہیں کہ یہ قضیہ شرطیہ ہے، یہ اس نے وجود کو نہیں چاہتا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور ہمارے علم میں اگرگزیر ثابت نہیں ہو سکا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی فیصلہ صادر فرمایا ہو اور پھر اس کے خلاف ظاہر ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلوں کو اس سے محفوظ فرمایا ہے۔ لہذا اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ خلاف واقع ثابت ہو جائے تو ہمیں کوئی خرابی بھی نہیں ہے۔

(بحوالہ السراج المنیر ج ۲ ص ۱۴۹)

جن واقعات کی طرف ہم نے ابھی ابھی اشارہ کیا ہے اور نیز تائیر نخل کا مفصل واقعہ جو عنقریب آ رہا ہے۔ علامہ سبکی رحمہ اللہ کے اس نظریہ کے بطلان پر کافی ثبوت ہے کہ آپ کا کوئی فیصلہ ایسا نہیں جو واقع کے خلاف ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ خطا پر آپ کو برقرار نہیں رکھا گیا۔ مگر معذرا علامہ سبکی رحمہ اللہ نے اس امر کو مراحت کے ساتھ تسلیم کر لیا ہے کہ اگر کوئی ایسا فیصلہ صادر ہو تب بھی نہ صرف یہ کہ ایسا جائز ہے بلکہ اس میں کوئی محذور بھی نہیں ہے۔ مانتے جس کو نہ تھے لیکن پہننے والے۔

فائدہ :- اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاملات کی اصل حقیقت اور اندرونی کیفیت پر مطلع کر دینا مگر اس کی بے شمار حکمتیں اس کو نہیں چاہتی تھیں کیونکہ وہ علیم و حکیم ہے اور اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے۔ مثلاً ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے مادی اور بہترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اُمت کو آپ کی اقتدار اور اتباع کرنے کی تاکید فرماتی ہے، اور چونکہ باطنی امور پر اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو اطلاع نہیں ہو سکتی، چنانچہ متعدد آیات اور احادیث اس پر دال ہیں، اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

احوال باطن ہر کس و خاتمہ او پہنچ کس را غیر از علم الغیب ہر ایک کے باطنی حالات کا نیز ہر ایک کے خاتمہ کا علم معلوم نیست (مجموعہ فتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۱) علام الغیوب کے بغیر کسی کو بھی نہیں ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باطنی امور اور اندرونی بحیدول اور سرگڑ پر مطلع نہیں کیا، تاکہ آپ کی اُمت آپ کی اقتدار کر سکے۔ چنانچہ امام نوویؒ اور علامہ علی بن ابی حمزہؒ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

ولو شاء الله لا طلعه على باطن الامور حتى يحكمه باليقين لكن امر الله امته بالاقتدار به فاجرى احكامه على الظاهر (رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۷ و عمدة القاری ج ۶ ص ۱۲۳ واللفظ لہ) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باطنی محفل کی حقیقت پر مطلع کر دیتا، حتیٰ کہ آپ یقین ہی سے فیصلہ صادر فرماتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ آپ کی اُمت کو آپ کی اقتدار کا حکم دیا ہے اس لیے آپ کے فیصلوں کو ظاہر پر رکھا گیا ہے تاکہ اُمت آپ کی اقتدار کر سکے۔

یہ جملہ دلائل اس امر کو روز روشن کی طرح ثابت کرتے ہیں کہ منصب نبوت میں علم غیب اور باطنی امور پر مطلع ہونا داخل نہیں ہے، اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔ اس میں کسی شک اور شبہ کی مطلقاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مگر کو تاہ فہم کے لیے کیا شود؟

مکافاتِ عمل سے گروہ ہوں غافل تو ہوں بیشک
ہمارا کام ہے نیک اور بد کا اُن کو سمجھانا

چونکہ ابو داؤد کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے کہ آپ پر جن احکام میں وحی نازل نہیں ہوئی تھی، اُن میں آپ اجتہاد اور قیاس سے بھی کام لیتے تھے، اس لیے زیادہ مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ ہم آپ کے اجتہاد کے متعلق یہاں علماء اصول کا نظریہ عرض کر دیں۔ حافظ ابن حجر (حدیث ام سلمہؓ کی شرح میں) لکھتے ہیں کہ:-

وفیه انه صلی اللہ علیہ وسلم کان یقضی بالاجتہاد فیما لم ینزل علیہ فیہ وحی (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۷۱)

اور علامہ عینی الحنفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

وفیه دلالة علی حکمہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاجتہاد (عمدة القاری ج ۱۱ ص ۲۷۱)

۱) اشاعرہ اکثر معتزلہ اور متکلمین کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب صرف وحی کے مطابق فیصلہ صادر فرمان تھا، کیونکہ اجتہاد میں خطا کا احتمال بھی ہے اور مہبط وحی کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ رائے سے فیصلہ صادر فرمائیں۔

۲) حضرت امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ (المتوفی ۱۸۲ھ) اور عام محدثین اور علماء اصول اس کے قائل ہیں کہ آپ وحی اور اپنے اجتہاد دونوں سے برابر فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔

۳) مشہور محقق علامہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود الجمہونی الحنفیؒ (المتوفی ۷۷۸ھ) اپنی دقیق اور بے نظیر کتاب میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:-

والمنظار عندنا انه مأمور بانتظار الوحی ثم العمل بالترای بعد انقضاء مدة الانتظار (التوضیح ص ۴۸۵)

علامہ حسام الدین الحنفیؒ (المتوفی ۷۷۸ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:-

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس معاملہ میں حضور پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی اس میں آپ اپنے اجتہاد سے فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے بھی فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے

۱) اشاعرہ اکثر معتزلہ اور متکلمین کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب صرف وحی کے مطابق فیصلہ صادر فرمان تھا، کیونکہ اجتہاد میں خطا کا احتمال بھی ہے اور مہبط وحی کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ رائے سے فیصلہ صادر فرمائیں۔

۲) حضرت امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ (المتوفی ۱۸۲ھ) اور عام محدثین اور علماء اصول اس کے قائل ہیں کہ آپ وحی اور اپنے اجتہاد دونوں سے برابر فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔

۳) مشہور محقق علامہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود الجمہونی الحنفیؒ (المتوفی ۷۷۸ھ) اپنی دقیق اور بے نظیر کتاب میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:-

والمنظار عندنا انه مأمور بانتظار الوحی ثم العمل بالترای بعد انقضاء مدة الانتظار (التوضیح ص ۴۸۵)

علامہ حسام الدین الحنفیؒ (المتوفی ۷۷۸ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:-

والصحيح عندنا انه عليه السلام كان يعمل
بالاجتهاد اذا انقطع طمعه عن الوحى فيما
ابتلى به وكان لا يقرر على الخطاء
(عاصم ص ۹۲)

ہمارے (علماء اخاف کے) نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ آپ
کی جب ہی سے امید منقطع ہو جاتی تھی تو ایسے امور میں اجتہاد
پر بھی عمل فرمایا کرتے تھے جن کی ضرورت و پریش ہوتی تھی
مگر آپ کو خطا پر برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔

اس کی شرح میں علامہ محمد یعقوب البہبائی الحنفی ^{رحمہ اللہ} (المتوفی ۸۰۰ھ) لکھتے ہیں کہ :-
وان كان اجتهادا لا يحتمل الخطاء هذا
عند اكثر اصحابنا لقوله تعالى عني الله
عَنْكَ لِمَ أَذِنْتُ لَكُمْ فانه يدل على
الخطاء واكثر العلماء على انه لا
يحتمل الخطاء لما امرنا باتباعه عليه السلام
ولا اتباع في الخطاء
(المولوى على الحامى ص ۹۲)

اگرچہ حضور کے اجتہاد میں خطا کا احتمال بھی ہوتا تھا۔ مگر یہی
ہمارے اکثر اخاف کا مسلک ہے، کیونکہ وعزہ بربک کے ایک
خاص واقعہ میں (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو
متنا کر دیا آپ نے ان کو ہدایت کر دیا دی ہے؟ یہ حکم آپ کے اجتہاد
کے خطا ہونے پر صریح دلیل ہے اور دیگر اکثر علماء کہتے ہیں کہ آپ کے
اجتہاد میں خطا کا احتمال نہیں ہے کیونکہ ہمیں آپ کے اتباع کا حکم
ہے اور غلامین اتباع ادبیر دی کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟

اور علامہ سعد الدین قناتزانی الشافعی ^{رحمہ اللہ} آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجتہاد میں خطا واقع ہونے کے ثبوت
پر اساری بدر کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ :-
وهذا يدل على كونه خطأ من كل وجه و
عدم وقوع العذاب لادينا فيه لانه مبني على
وجود المانع وهو سبق الكتاب
(التلويح ص ۹۲)

اور بدر کے قیدیوں کا واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اجتہاد میں کل الوجہ خطا تھا اور عذاب کا
نہ واقع ہوا اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ وہ اس پر مبنی ہے کہ
وہاں ایک اور مانع موجود تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا فیصلہ تھا۔

علامہ ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد النسفی الحنفی ^{رحمہ اللہ} المتوفی ۵۳۵ھ اور شیخ احمد المذہبی بیہول الحنفی ^{رحمہ اللہ} (المتوفی ۱۱۳۳ھ)
نور الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ :-

وعندنا هو مأمور بانتظار الوحى فيما يلوح اليه
ہمارے (علماء اخاف کے) نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جن احکام میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں وحی کی انتظار کرنے پر
 مامور تھے یعنی آپ کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تھا تو آپ پر اتنا
 وحی کی انتظار ضروری تھی کہ وہ تک یا جس وقت کہ فرض کے فوت ہونے
 کا خوف نہ ہوتا پھر آپ کو مدت انتظار کے اختتام کے بعد اپنی رائے پر عمل کرنے
 کا حق تھا اگر آپ کو رائے درست ہوتی تو نہ عمل وحی کی ضرورت تھی ورنہ میں نہ
 رہتی تھی مگر اگر آپ سے غلطی نہ ہوتی تھی تو غلطی پر توبہ کیلئے وحی نازل
 ہوتی تھی مگر آپ کو غلطی پر گناہ برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔ بخلاف دیگر سب
 نبیین کے کیونکہ اگر ان سے غلطی نہ ہو جاتے تو قیامت تک
 ان کی خطا باقی رہتی ہے۔

(نور الانوار مع المنار ص ۲۱۸)

ان علماء اصول سے دریافت کیجئے کہ جو ہستی کل غیب پر مطلع ہو اور جمیع ماکان و مایکون کی عالم ہو اس کیلئے
 ایسے امور میں جن میں وحی نازل نہ ہوئی ہو، اجتہاد کرنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا عالم الغیب بھی قیاس و اجتہاد کیا
 کرتا ہے؟ اور پھر اس اجتہاد میں غلطی کا احتمال کہاں سے پیدا ہوا؟ کیا عالم جمیع ماکان و مایکون سے بھی
 غلطی اور غلطی ہو سکتی ہے؟

امام کمال الدین محمد بن ہمام الحنفی (المتوفی ۸۶۱ھ) مسایرہ میں اور شیخ کمال الدین محمد بن محمد
 المعروف بابن ابی شریف المقدسی الشافعی (المتوفی ۹۰۵ھ) مسامرہ میں دینی اور دنیوی امور میں تفریق
 کرتے ہوئے اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجتہاد پر اور اس اجتہاد میں غلط واقع ہونے
 کے احتمال پر بحث کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:-

و اما غیر ذلك فہم

فیہ کثیر ہم من البشر فی جواز السہو والغلط
 هذا الذی علیہ اکثر العلماء خلافا لجماعة
 المتصوفة وطائفة من المتکلمین حیث منعوا
 السہو والنسیان والغلط والفترات جملة فی
 حق النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال القاضی

بہر حال ان امور (تبلیغ دین اور تعلیم امت وغیرہ) کے علاوہ
 سو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دوسرے انبیا کی طرح ہیں کہ
 ان پر بھی سوا غلط جائز ہے۔ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے
 ہاں اس میں متصوفہ کی ایک جماعت اور متکلمین کے
 ایک گروہ نے اختلاف کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم پر سہو و نسیان اور غلطات و فترات کلیتہً طاری نہیں ہوتے

ابوبکرؓ تفویضا ماعلیہ الاکثر فیجوز ای عقل
 کونہ ای السبی غیر عالم بشرائع من قدمہ
 من الانبیاء وکونہ غیر عالم ببعض المسائل
 التي يفرضها الفقهاء والمتكلمون لا مطلقا
 ولكن المسائل التي لا يدخل عدم العلم بها
 بمعرفة التوحيد ويجوز كونهم ای الانبیاء
 غیر عالمین بلغات کل من بعثوا اليهم
 الا لغة قومهم وجميع عطفت على لغات ای
 يجوز عقلا كونهم غیر عالمین بجميع مصالح
 امور الدنيا ومفاسدها وجميع الحروف
 والصنائع اھ كلام القاضي ابی بکرؓ ولا شك
 ان المراد ای مراعاة مبادی عدم علم بعض
 المسائل لعدم الخطو ای خطورت تلك المسائل
 بها لم اذا خطرت لهم فلا بد من علمهم
 بها ای باعھا ما لم يصح فيها الاجتهاد
 بناء على الرواج ان للانبیاء ان يجتهدوا مطلقا
 وعليه الاكثر او بعد انتظار الوحی وعليه الخفية
 واختاره المصنف فی التعمیر فاذا اجتهدوا
 فلا بد من اصابتهم ابتداء او انتہاء لان
 من قال كل مجتهد مصيب او منع الخطا في اجتهاد
 الانبياء خاصة فهم مصيبون عند ابتداء
 من جوز الخطا في اجتهادهم قال لا يقرون
 عليه بل يثبتون فهم مصيبون عند اما

تحتی الامر ابی اقلانی المالکی المتوفی ۴۲۹ھ فرماتے ہیں کہ
 اکثر علماء کی تحقیق کے پیش نظر عقلی طور پر جائز ہے کہ نبی صلی
 حضرت ابیہ علیہم السلام کی شرائع کا علم نہ رکھتا ہو اور یہ بھی جائز ہے
 کہ بعض ان مسائل کو بھی نہ جانتا ہو جن کو فقہاء اور متکلمین نے
 استنباط کیا ہے۔ لیکن مطلقاً نہیں بلکہ صرف وہ مسائل جن کے
 عدم علم کی وجہ سے معرفت توحید میں خلل نہ واقع ہوتا ہو
 اور یہ بھی جائز ہے کہ حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم کی لغت
 کے علاوہ ان تمام اقوام کی لغت کو نہ جانتے ہوں جسکی طرف ان کو
 مبعوث کیا گیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام
 علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر فیصلے کے تمام مصالح اور مفاسد کو نہ تمام صنعتی
 اور حرفت کی کو بھی نہ جانتے ہوں (والکلام ابی بکرؓ) اور کوئی شک نہیں ہے
 کہ قاضی ابوبکرؓ کی مراد یہ ہے کہ بعض مسائل کا ان کو اس لیے
 علم نہیں ہوتا کہ ان مسائل کی طرف حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ
 والسلام کے قلوب متوجہ نہیں ہوتے۔ اگر ان مسائل کی طرف ان
 کی توجہ ہو تو انکا معلوم کرنا ناگزیر ہے اور اگر ان میں انہوں نے
 اجتہاد کیا ہے تو اصابت رائے بھی ضروری ہے، کیونکہ اگرچہ ملک
 یہی ہے کہ حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجتہاد کرنے کا مطلقاً
 حق حاصل ہے اور یہی اکثر علماء کی تحقیق ہے، اور اخصاف کہتے
 ہیں کہ حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے انتظار کے بعد
 اجتہاد کا حق ہے اور اسی کو ابن ہمام نے اپنی کتاب تحریر الاصول
 میں اختیار کیا ہے اور جب انہوں نے اجتہاد کیا تو ابتداء یا انتہاء
 ان کا مصیب ہونا ضروری ہے کیونکہ جو علماء اس کے قابل ہیں کہ ہر
 مجتہد مصیب ہوتا ہے یا حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اجتہاد

ابتداءً حیث لم یقدم خطاً داماً انتصار
 حیث یبقوا علی الصواب فوجعوا الیه
 (المائرہ مع المائرہ ج ۲ ص ۸۶ طبع مصر)
 خلصے پاک ہوتا ہے تو ان کے نزدیک وہ ابتداء ہی
 معصیب ہیں اور جو ان کے اجتہاد میں خلصے بھی قابل ہیں،
 تو وہ کہتے ہیں کہ تنبیہ کے بعد ان کے معصم راستے کی طرف
 رجوع کر لینے سے انتہاء اصابت راتے لازم ہے۔

پوچھتے امام ابو جبر الی قلائی اور رئیس المتکلمین سے اور دریافت کیجئے حافظ ابن ہمام الحنفی رحمہ اللہ بقول مولوی احمد
 رضا خان صاحب محقق علی الاطلاق اور المحقق حیث اطلاق سے اور اسی طرح کمال الدین ابن ابی شریفہ وغیرہ سے
 کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آپ نے یہ کیا فرمایا کہ متوفی نبی کو سابق انبیاء کی شرائع کا
 علم نہ ہونا بھی جائز ہے اور جن مسائل کی فقہاء اور متکلمین نے تخریج کی ہے جائز ہے کہ وہ بعض مسائل بھی ان کو
 معلوم نہ ہوں، اسی طرح اپنی قوم کی لغت کے علاوہ دیگر اقوام کی لغات اور دنیا کے تمام مصالح و مفاسد اور
 جمیع حرفتیں اور صنعتیں بھی معلوم نہ ہوں، بدین وجہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک قلوب
 ان غیر ضروری اشیاء کی طرف ملقت ہی نہیں ہوتے، اور نیز ان کو اجتہاد کا بھی حق ہے، عالم الغیب
 اور عالم جمیع ماکان و مایکون کے اجتہاد کا کیا معنی؟ اور حضرات فقہاء کرام کے ایک گروہ کے نزدیک ان کے
 اجتہاد میں غلطی بھی ممکن ہے، جمیع ماکان و مایکون کا عالم ہونے کے ساتھ اجتہاد میں غلطی کیوں؟ اور اس
 غلطی کی گنجائش کہاں سے؟ اور پھر اس غلطی پر تنبیہ کا کیا مطلب؟ مگر کیا کیا جائے اہل بدعت کا باوا آدم
 ہی نرا لہے، ان کے تمام عقائد اور مسائل خود تراشیدہ اور صدی ہیں۔ اور لطف یہ کہ وہ اکابرین علماء دیوبند
 ہمہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ حقیقی نہیں بلکہ دھڑالی ہیں، سبحان اللہ تعالیٰ! مگر یہ نہ سوچا کہ حقیقت کا رقبہ (پتہ) گردن
 سے کس نے اُتار کر پھینکا ہے اور حقیقت کے ساتھ وفا کس نے کی ہے اور بھلا کس نے؟

وفائیں کیں آپ نے کہ میں نے جفا میں کیں آپ نے کہ میں نے
 خیال فرمائیں آپ خود ہی کہ عہد ٹوٹا کدھ سے پہلے

دوسری حدیث

حضرت رافع بن خدیج (المتوفی ۳۸ھ) روایت کرتے ہیں کہ:-

قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 المدینۃ وہم یأبرون النخل یقولون
 جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ
 تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ کھجور کے درختوں میں اس کے معبود و معبود

النخل فقال ما تصنعون قالوا كنا نصنعها قال
لعلكم تولدوا تفعولوا كان خيرا فتركوا ففقت
قال فذكروا ذلك له فقال انما انا بشر اذا
امرتكم بشيء من دينكم فخذوا به
واذا امرتكم بشيء من داني فافضوا انما بشر
(مسلم ج ۲ ص ۲۵۱ و ابن ماجہ ص ۱۸ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۸)

طریقہ پر قلم لکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم کیا کرتے ہو انہوں نے جواب
دیا کہ ہم پونہی کیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرو تو میری عیب
ہو، انہوں نے اس کو چھوڑ دیا تو کجیریں ناقص آئیں انہوں نے آپ کے
سامنے اس کا ڈکریا سواپنے فرمایا میں ایک بشر ہوں جب میں
تم کو دین کے بارے میں کوئی حکم دوں تو اس پر ضرور عمل کرو اور جب میں
کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو میں میں ایک بشر ہی ہوں۔

اور حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ (المتوفی ۳۱ھ) کی اسی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں :-
قال انتہ اعلمہ بامروء دنیا کمز مسلم ج ۲ ص ۲۵۱
اور ان کی یہی روایت ان الفاظ سے بھی آئی ہے :-

اذا كان شيء من امروءنا حكم فانتهم اعلم
به واذا كان شيء من امروءنا حكم فالي ركنز الحال ج ۲
اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ (المتوفی ۳۱ھ) کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں :-
فانما انا بشر مثلكم وان الظن يخطفني ويصيب
(طحاوی ج ۲ ص ۲۵ و ابن ماجہ ص ۱۸)

جب تمہارا کوئی دینی معاملہ ہو تو تم اس کو زیادہ جانتے ہو اور
جب کوئی دینی امر ہو تو اس میں تم میری طرف رجوع کرو۔

اور حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ :-
فقال ان كان شيئا من امروءنا كمشا نكم
به وان كان من امروءنا كمشا فالي ركنز الحال ج ۲ ص ۲۵
اور حضرت ابو قتادہؓ (المتوفی ۵۴ھ) کی روایت میں یوں آتا ہے کہ :-

ان كان امروءنا كمشا نكم وان كان امر
دينكم فالي ركنز الحال ج ۲ ص ۲۵
جب تمہارا کوئی دینی معاملہ ہو تو تم جانو اور تمہارا کام اور
اگر کوئی دینی معاملہ ہو تو میری طرف رجوع کرو۔

اس صحیح روایت سے (مع اس کے متابعت و شواہد کے) معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کو جمع ماکان وما یکن کا علم نہ تھا اور نہ دنیاوی معاملات سے آپ کو کوئی خاص لگاؤ اور تعلق تھا۔ یہی
وجہ ہے کہ دینی اور دنیوی امور کا فرق کرتے ہوئے جب تاہم نخل کے بارے میں آپ کی رائے صحیح نہ تھی تو

صاف الفاظ میں آپ نے حضرات صحابہ کرامؓ سے فرمادیا فاما انا بشر مثلكم میں تو بس تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں، اور نیز فرمایا کہ انتہ اعلمہ بامر دنیا کہ اگر دنیوی معاملات کو تم ہی زیادہ جاننے والے ہو۔ شیخ محی الدین محمد بن علی المعروف بابن عربیؒ (المتوفی ۵۶۸ھ) فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا کہ وہ دنیا کے کامل کو آپ سے زیادہ جانتے ہیں کہ یہ تجربے پر موقوف اور علم جزئیات سے ہے اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا تجربہ کہنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ کیونکہ آپ کی توجہ ضروری تر سے ضروری تر رہتی۔ (ترجمہ فضوص الحکم من افہام حکمت علویۃ فی کلمۃ موسویہ طبع حیدر آباد دکن)

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف کافروں کو ہی خطاب کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ میں غیب نہیں جانتا بلکہ آپ نے حضرات صحابہ کرامؓ سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ دنیوی معاملات کو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو اور ان امور میں میری رائے خطا بھی ہو سکتی ہے اور میری یہ رائے خطا بھی، اور نیز آپ نے "انا بشر مثلكم" حضرات صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے لہذا اہل حکمت کا یہ فقرہ اور بہتان ہے کہ آپ نے لا اعلم الغیب اور انا انا بشر مثلكم کافروں سے کہا ہے خالص افک اور سفید بھوٹ ہے اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ ملاحظہ کیجئے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا اور امور دنیا سے اس قدر بیزار ہوں کہ ان کی نسبت بھی اپنی طرف ایک حد تک گوارا نہ فرمائیں اور مدعیان عشق و محبت آپ کے قلب مبارک کو علوم دنیا کا گنجیتہ بتائیں۔ جیعت بر جیعت اس عشق و محبت پر عجب

بہیں تفاوت راہ ہست از کہا تا بجا!

ہمارا استدلال تا بیز نخل کے واقعہ سے نہیں ہے تاکہ اس کے جواب میں شیخ سنوہیؒ

نوٹ ضروری | یا ملا علی قاریؒ یا شیخ عبدالحقؒ یا علامہ قیصریؒ وغیرہ کا تعلیم توکل سے متعلق عارفانہ یا شارحانہ نکتہ پیش کیا جائے جیسا کہ دوسرے اہل بدعت حضرات نے عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحبؒ نے خصوصاً یہ کہہ کر گلو خلاصی کی بالکل ناکام کوشش کی ہے (دیکھئے عباد الحق و ذہق الباطل ص ۱۱) بلکہ ہمارا استدلال انا انا بشر مثلكم کے جملہ سے ہے کہ میں بشر ہوں غیب نہیں جانتا، اور وضع بشری کا تقاضا یہی ہے جیسا کہ متعدد حوالجات سابق حدیث میں اس پر نقل کئے جا چکے ہیں۔ نیز ہمارا استدلال حدیث کے اس حصہ سے ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امور دین اور امور دنیا میں تفریق کر کے

دونوں کے متعلق اپنی پیغمبرانہ پوزیشن اور منصب متعین فرمایا ہے اور امت کے عمل کے لیے ایک مستقل قانون اور ضابطہ مقرر فرماتے ہوئے اختتامِ علم یا مردنیا کمر (کہ تم دنیوی معاملات کو زیادہ بہتر جانتے ہو) فرمایا ہے اور اس حصہ کا اطمینان بخش جواب نہ تو اہل بدعت نے آج تک دیا ہے اور نہ تاقیامت ان سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ حقیقت کھوینے کے بعد سراسر میں اس کو ڈھونڈنے سے کیا حاصل؟

عجیب ہے جب تجوئے بیدلو اکوئے محبت میں
جو در کھوئے گئے وہ ڈھونڈ کر لائے نہیں جاتے

اس حدیث کے پیش نظر شرح حدیث نے دینی اور دنیوی امور میں تفویض کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی سن لیجئے

① علامہ طیبی الحنفی فرماتے ہیں کہ:-

وفي الحديث دلالة على ان رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم ما التفت الى امور الدنيوية
قط وما كان على بال منه سوى الامور الاخرية
(بجواب النجاشي المجاہد ص ۱۸)

اس حدیث میں اس امر کی دلالت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امور دنیوی کی طرف کبھی التفات ہی نہ کیا اور امور دنیوی کو آپ دل میں جگہ ہی نہیں دیتے تھے، آپ کی توجہ تو امور آخرت کی طرف ہی رہتی تھی۔

② حضرت شاہ عبدالغنی صاحب الحنفی (رحمۃ المتوفی ۱۲۳۴ھ) علامہ طیبی رحمہ کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

قلت ان كان مراد من الامور الدنيوية
ما يتعلق باهل الحرفة كالمنارح والتجارة مثلا
فمسلم وان كان المراد بهما ما يتعلق بقولم
الاهدان واصلاح ما بينه قلہ صلی اللہ علیہ وسلم في
ذلك شان خاص يتخبر فيه الفهم والمراجع
احكام الملوذات واقامة الحروب والمعاملات
الدنيوية من البيع والشراء فذاك الامن
مدد سادى فامل انتهى (انجاء المجاہد ص ۱۸)

میں کہتا ہوں اگر ان کی مراد امور دنیوی سے مثلاً مزارعت اور تجارت وغیرہ کی حرفتیں ہیں تو یہ بالکل مسلم ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ جو چیز اہل ان کے قوام اور اصلاح مابین سے متعلق ہے تو اس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک خاص شان حاصل تھی جس میں فہم وحیرت رنگ رہتی ہے مثلاً وراثت کے احکام، الزانی کے فتن، بیع اور شرا وغیرہ معاملات دنیوی جو بغیر تائید آسمانی کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔

(۳) حضرت ملا علی نقاری الحنفیؒ انما انا بشر کی شرح میں لکھتے ہیں:-

انما انا بشر مثکم فقد اصاب وقد اخطی (شرح شفا ج ۲ ص ۲۵۹)
یعنی میں تم جیسا ایک بشر ہی ہوں (دنیاوی معاملات میں) میری رائے ٹھیک ہی ہوتی ہے اور کبھی غلطی بھی کرتی ہے۔

اور یہی ملا علی نقاریؒ لکھتے ہیں کہ:-

ومن هذا القبيل احديث تلقين القدر وقال ما اری لو ترکتم لا یضرک شیئا فترکوا فجاد شیئا فقال انتم اعلم بیه نیا کم بدواء میلہ ۱۶۲
عن عائشة ر: وقد قال تعالی قل لا أقول لکم عندی خزائن الله ولا أعلم الغیب وقال - ولو کنت أعلم الغیب لاستکثرت من الخیر - (موضوعات کبیر ص ۱۱)
اور اسی مد (مدہم علم غیب) میں مجبوروں کے قلم کرنے کا معاملہ ہے اور اپنے فرمایا، اگر تم اس کو چھوڑ دو تو اس کو کبھی بھی ضرر نہ ہوگا انہوں نے چھوڑ دیا تو پھر رسول اکرمؐ آیا اپنے فرمایا تم اپنے دنیاوی معاملات کو زیادہ جانتے ہو جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے اعلان کروایا ہے کہ فرادیس کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ اور نیز فرمایا:- اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت خیر جمع کر لیتا۔

حضرت ملا علی نقاریؒ کی یہ عبارت اس مسئلہ پر صراحت سے دلالت کرتی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے ہرگز قائل نہ تھے بلکہ وہ اس غالی فرقہ پر نفیر کرتے تھے، اور ایسے فرقہ کی تکفیر ہتہاء احناف سے نقل کرتے ہیں۔ جیسا کہ اپنے مقام پر بیان ہوگا، انشاء اللہ العزیز۔ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب (وغیرہ) کی اشد جہالت ہے کہ وہ ان کو اپنا ہمنوا سمجھتے ہیں۔ (دیکھئے خالص الاعتقاد ص ۱۲)

اور یہی حضرت ملا علی نقاریؒ انما انا بشر کی شرح میں لکھتے ہیں:-

ای فلیس لی اطلاع علی المغیبات وانما ذلک شیئی قلته بحسب الظن لشہودی اذ ذاک الی مسبب الاسباب فی الحدیث دلالة علی انه علیہ السلام ما کان یلتفت الہ الی امور الاخریہ .

یعنی مجھے مغیبات پر کوئی اطلاع نہیں ہے اور یہ چیز جو میں نے کہی ہے معنی اپنے ظن سے تھی کیونکہ میری نگاہ اس وقت (بجائے اسباب کے) مسبب الاسباب پر تھی اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی ائمہ کی طرف نہیں بلکہ صرف ائمہ و ائمہ کی طرف ہی التفات کیا کرتے تھے۔

(مرقات ج ۱ ص ۱۸۳ ہاش مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۸۹)

حضرت ملا علی نقاریؒ کی یہ عبارت بھی اپنے معنوم اور مطلب کے لحاظ سے بالکل واضح اور صاف ہے اور

وہ تصریح کرتے ہیں کہ آپ کو مغیبات پر کوئی اطلاع نہیں ہوتی مگر جتنی کہ خدا تعالیٰ بتلائے اور ایسے اجتہادی امور میں آپ کی رائے میں لغزش بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ یہی تاہیر نخل کا واقعہ اس کی دلیل ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:-

اِنِّی فِیْہَا لَمَیْوَحُ اِلٰی کُلِّہِ کَمَ (رواہ الطبرانی ۲۰) جس چیز کے بارے میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی اس میں الکیہ و ابن شاپین ۲، قال اشیح حدیث صحیح السراج المنیر ۵۵) میں بس صرف تمہاری ہی طرح ہوں۔

یعنی جس طرح تمہاری رائے میں خطا اور غلطی واقع ہو سکتی ہے اسی طرح مجھ سے بھی لغزش کا وقوع ممکن ہے، یہ الگ بات ہے (جیسا کہ اپنے مقام پر باحوالہ عرض کیا جائے گا، انشاء اللہ) کہ آپ کو کبھی خطا پر برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔

(۴) اور علامہ شہاب الدین احمد الخفاجی المحتفی بہ (المعتوفی ۱۹۱) تحریر فرماتے ہیں کہ:-

(فقال انما انا بشر) اصیب و اخطئ فی امور الدنیا الّتی لعلّ یوح اِلٰی فیہا شیئٌ (ولکن اذا امرتکم بشیئ من دینکم فخذوا بہ و اذا امرتکم بشیئ من رأی) ای یکون رأیانی امور الدنیا الصرفة (فانما انا بشر) مشکم قد اذی رأیا والامر بخلافہ فی امور الدنیا فلا یمجب اتباعہ (نیم التریاض ج ۶ ص ۲۵۶)

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک بشر ہی ہوں جن فنی امور میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی تو ان میں میری رائے ٹھیک بھی ہوتی ہے اور غلطی بھی کر جاتی ہے لیکن جب میں تم کو کسی دینی بات کا حکم دوں تو اس کو مضبوطی سے پکڑو اور جب میں کسی غالیص دنیوی معاملہ میں اپنے خیال سے کوئی بات کہوں تو بس میری شان تمہاری طرح ایک بشر کی ہی ہے کبھی میں ان دنیوی امور میں ایکسائے قائم کرتا ہوں اور معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

لہذا اس باب میں میری رائے کی پیروی ضروری نہیں ہے۔

یہ بھی ملاحظہ کیجئے اور مولوی احمد رضا خاں صاحب کی سیدہ زوری بھی دیکھئے کہ وہ الخفاجیؒ کو اپنا ہم نوا سمجھتے ہیں (دیکھئے خالص الاعتقاد ص ۲۹)

(۵) اور امام نووی الشافعیؒ کہتے ہیں کہ:-

قالوا و رأیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی امور المعاش و ظنتہ کعبیرہ فلا یمتنع وقوع مثل هذا ولا نقص فی ذالک و سببہ

علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ امور معیشت یعنی کسب و کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتی رائے کو سرکارانوں کی رائے کی طرح ہے سو اس کے وقوع میں کوئی امتناع نہیں ہے بلکہ اسکی وجہ سے آپؐ پر ترغیب میں

تعلق مہمہم بالآخرۃ و معارفہا
 (نورۃ شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶۵)

کوئی نقص نہیں آتا کیونکہ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ والوں
 کی تمام تر توجہ آخرت اور عبادت آخرت کی طرف ہوتی ہے۔

④ اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی الحنفیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

واذا امرتکم بشیئ من رأی چوں ایفرام شمارا چویرے
 از رائے واجتہاد خود فانما انا بشر پس نیست من مگر بشر
 شائد کہ خطا بکنم بچینیں آمدہ است صریحا در روایت احمد
 و در حدیث دلالت است بر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 را التفاتی بنود با مثال این از امور دنیاویہ و متعلق بنور غرض
 بدال از بہت عدم تعلق سعادت دنیا و آخرت بدال و بہت
 دے بنود مگر بہ بیان امور متعلق برین۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۸۱)

⑤ قاضی عیاض مالکیؒ (المتوفی ۵۴۴ھ) انہی دنیوی امور کے متعلق ارقام فرماتے ہیں کہ:-

فاما ما تعلق منها بامر الدنیا فلا يشترط في
 حق الانبياء العصمة من عدم معرفة الانبياء
 ببعضها او اعتقادها على خلاف ما هي عليه و
 لا وصم عليهم فيه اذ هم متعلقون بالآخرۃ
 وابنائها و امر الشريعة وقوانينها و امور الدنيا
 تضادها بخلاف غيرهم من اهل الدنيا الذين
 يعلمون ظاهراً من الحيوة الدنيا و هم عن الآخرۃ
 هم الغافلون۔ (شفاء ص ۲۵)

بہر حال وہ علوم جن کا تعلق دنیاوی امور سے ہو سوال میں سے
 بعض کے نہ جاننے سے اور ان کے متعلق غلط واقعہ اعتقاد
 قائم کر لینے سے حضرت انبیاء کو لازم علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معصوم ہونا ضروری
 نہیں ہے اور ان امور کے نہ جاننے کی وجہ سے ان پر کوئی دھتہ
 نہیں آتا کیونکہ ان کی تمام تربیت اور توجہ آخرت اور اس کی
 خبر اور شریعت اور اس کے قوانین کے ساتھ متعلق ہے
 اور دنیاوی باتیں ان کے برعکس ہیں بخلات اور اہل دنیا کے جو
 اسی دنیاوی زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

پھر اسی مسئلہ کی مبسوط بحث کر کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:-

وليس في هذا كله ثقیمة ولا علة
 انما هي امور اعتيادية يعرفها من

ایسی باتوں کے نہ جاننے سے نہ کو کچھ نقص پیدا ہوا ہے اور
 نہ وجہ ہیں کوئی کمی آتی ہے یہ امور تو عادت پر موقوف ہیں

حربہا وجعلها همہ وشغل نفسه بها و
النبي مشغول القلب بمعرفة الربوبية
ملان الجوانح بعلوم الشريعة
(شفار ص ۳۲)

اور اس سے قبل یوں لکھتے ہیں کہ:-

اما احواله في امور الدنيا فقد
يعتقد في امور الدنيا الشيء على وجه
ويظهر خلافه اذ يكون منه على شك
او ظن بخلاف امور الشرع
(شفار ص ۳۱)

ہی یقین ہے۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ کی یہ عبارتیں نفی علم غیب پر نص صریح ہیں، مولوی احمد رضا خان صاحب کی جہالت ہے کہ انہوں نے قاضی عیاض رحمہ کو بھی اپنا جھوٹا بنانے کی ناکام سعی کی ہے۔ (دیکھئے حاصل التوفیق ص ۱۱۱) یہ حدیث اور اس حدیث کی شرح میں اکابر علماء دین کے یہ اقوال اس امر کو بخوبی آشکارا کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دینی اور دنیوی امور میں تفریق کر کے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ دنیوی امور میں میری رائے اور اجتہاد صرف ایک انسان اور بشر کی رائے ہے اور اس میں خطا کا احتمال ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں مجھ سے خطا ہو جائے، اس لیے تم اپنی معلومات کی بنیاد پر سوچ سمجھ کر ان پر عمل کرو اور چونکہ دنیوی امور کی طرف آپ نہ التفات فرمایا کرتے تھے اور نہ ان سے کوئی معتبرہ عرض متعلق ہوتی، اس لیے ان کے عدم علم سے یا ان میں خطا کر جانے سے آپ کی شان رفیع پر نہ تو کوئی حرف آتا ہے نہ نقص، جیسا کہ امام نووی رحمہ اور قاضی عیاض وغیرہ کی عبارات میں لا نقص ولا وصم کی تصریح گزرتی ہے۔ یہ عبارات بھی ملاحظہ کر لیجئے اور مفتی احمد یار خاں صاحب کی خود فریبی اور مغالطہ آفرینی بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ: ”حضر علیہ السلام کا اُتُّم اُخْلُمُ بِاُمُورٍ دُنْيَا كُمْ۔ اظہار ناراضی ہے کہ جب تم صبر نہیں کرتے تو دنیاوی معاملات تم جانو (جاء الحق ص ۱۱۶) مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ نے صرف یہی نہیں فرمایا بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ جب میں تمہیں دینی امور کے متعلق حکم دوں تو

ان کو مضبوطی سے پکڑو اور جب دُنیوی امور کی بابت اپنی رائے اور اجتہاد سے کچھ کہوں تو چونکہ میں بشر ہوں، مجھ سے غلط کا احتمال بھی ہو سکتا ہے لہذا تم اپنے دُنیوی امور کو بہتر جانتے ہو جیسے صوابدید ہو اس پر عمل کرو۔ یہ نرا انگلی نہیں بلکہ اپنے منصب کی وضاحت اور امت کے لیے ایک ضابطہ اور قانون پیش کرتے ہو۔

نوٹ :- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دُنیوی معاملات کو نہ جاننا یا ان میں رائے کا غلط ہو جانا اس وجہ سے نہیں تھا کہ نعوذ باللہ تعالیٰ آپ میں قابلیت اور لیاقت اور معاملہ فہمی کی استعداد موجود نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے جو نعم و ذکاوت اور بصیرت و استعداد آپ کو عنایت فرمائی تھی وہ مخلوق میں اور کس کا حصہ ہو سکتا ہے؟ مگر آپ کی توجہ اور التفات چونکہ دُنیوی امور کی طرف نہ تھا اور ان امور سے کوئی غرض اور اہتمام بھی معلق نہ تھا۔ اس لیے آپ کو ان کا علم نہ تھا کیونکہ سعادت و اربین الہی سے وابستہ نہ تھی۔ اگر واقعی ان امور کا دین اور دنیا میں کوئی معذیرہ فائدہ ہوتا تو مخلوق خدا میں آپ سب سے زیادہ ان امور کو جاننے والے ہوتے۔ چنانچہ اسی حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۷ لکھتے ہیں کہ :-

والتفاتے بدال نیست وَاِلَّا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دانا تر است از ہمہ در ہمہ کار ہائے دنیا و آخرت ۷ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۸)

چونکہ دُنیوی امور کی طرف آپ کی توجہ نہ تھی اس لیے آپ نے دنیا و آخرت کے سب کاموں میں سب سے زیادہ دانا و زیرک تھے۔

ان تمام عبارات اور اقتباسات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دُنیوی امور اور معاملات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ دنیا کے صرف ان امور سے آپ کا لگاؤ تھا جو دین کے سلسلہ میں کار آمد و مفید ہو سکتے تھے، اور ان دُنیاوی امور کے نہ جاننے کی وجہ سے آپ کی شانِ رفیع میں نہ تو کوئی نقص آتا ہے نہ تو مہین ہوتی ہے، نہ ایسا عقیدہ رکھنے والا گستاخ ہے اور نہ بے ادب، اور نہ یہ تمام محدثین کرام جن کا ذکرِ خیر ہو چکا ہے بے ادب اور گستاخ ہوں گے، اور جب یہ بے ادب ہوتے تو آپ کا ادب اور احترام کہنے والا کون ہو گا؟

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
ظاہر کئے فلک نے تھے جو خاک چھان کر

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب راقم فرماتے ہیں کہ:-

والا نبیہم علیہم السلام فضل اللہ
بعضہم علی بعض فالفاضل لا محالة
حکمال یختص بہ لیس فی المفضول و
ولیس المفضول یناقص ثم لیس علم
انہ یمجب ان ینفی عنہم صفات
الواجب جل مجدہ من العلم بالغیب
والقدرة علی خلق العالم الی غیر ذلک
ولیس ذلک ینقص وثبت اتصاف الانبیاء
علیہم السلام بالجمیع والظہار والفقر والمجاعات
وامثالہا ولیس ذلک ینقص وعدم اتصافہ
صلی اللہ علیہ وسلم بصفات یملح بہا
الناس فی بعض امورہم لثبوت ماہو
أشرف منها کالخط والشعر وما یناسب ذلک
لیس ینقص -

اللہ تعالیٰ نے بعض حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو
بعض برکات عطا فرمائی ہیں جو ان کے لئے خاص ہے اور ان کے لئے
جو مفضول میں نہیں ہے۔ مثلاً علم غیب اور جہاں کو پیدا
کرنے پر قدرت وغیرہ اور اس میں ان کی کوئی کمی نہیں
ہے اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام کو کھوکھلیاں اور فقر و حاجت وغیرہ سے بھی متعمق ہے
ہیں اور یہ ان کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم کا بعض ایسی صفات کے ساتھ موصوف نہ ہونا چاہیے جو
سے لوگ آپس میں ایک دوسرے کی بعض امور میں تعریف کیا کرتے
ہیں مثلاً خط و کتابت اور شعر پڑھنا یہ بھی کوئی نقص نہیں ہے
کیونکہ آپ کو ان سے بدرجہا اعلیٰ و اشرف دوسری صفات
اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرحمت ہوئی ہیں۔

(تفہیمات الیہ ج ۱ ص ۲۴)

اہل علم اور فہم حضرات کو عموماً اور اہل بدعت کو خصوصاً حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارت بار بار
اور بغور و فکر پر مبنی چلی ہے جو بلا مبالغہ اس قابل ہے کہ آپ زہد سے اس کو لکھا جاتے اور بہتے سینوں
کے سینوں میں محفوظ رکھا جائے، آخر اہل بدعت کو یہی تو مغالطہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض امور کا علم نہ تھا تو اس سے آپ کی توہین اور تنقیص ہوتی ہے۔ اعلیٰ باللہ
تعالیٰ! مگر آپ نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت نے اس غلط اور باطل نظریہ کا کیا پوٹ
ماری ہے اور ان کی خود فریبی کے کیسے نیچے اُدھیرے ہیں؟ اور کس طرح ان کی مغرور اور خود ساختہ
توہین کی وجہاں فضلے آسمانی میں بکھری ہیں؟ اور صرف یہی نہیں فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام سے علم غیب کی نفی جائز ہی ہے بلکہ فرماتے ہیں کہ ان سے علم غیب وغیرہ کی نفی کرنا واجب ہے
فرمائیے اہل بدعت حضرات! قلب مبارک پر کیا گزری ع

کون دیکھے یہ بے بسی دل کی

علامہ دعلان منیر قرآنی سید محمود آلوسی الحنفی رح تحریر فرماتے ہیں کہ:-

وقد عُدَّ عدم علمه صلى الله عليه وسلم بامور الدنيا كما لا بد في منصبه اذا الدنيا باسرها
أحضرت صلى الله تعالى عليه وسلم كالأمر دنيًا كونه بانًا آپ کے
کمال منصبی میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ دنیا تمام اللہ تعالیٰ
کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتی (لہذا اس نہ پایدار اور

(تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۱۲) بے حقیقت چیز کا نہ جانا ہی کمال ہے۔

اپنے فہم و تدبیر کو ہوش میں لا کر اس عبارت کو بار بار اور غور سے پڑھئے کہ علامہ موصوف غنی ہو کر کیا کہہ
گئے ہیں؟ جناب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بلند و بالا ہستی اور امور دنیا سے لاعلمی؟ صرف لاعلمی ہی نہیں
بلکہ اس لاعلمی میں آپ کا مرتبہ اور شان؟ اور صرف شان ہی نہیں بلکہ خاصہ نبوت اور کمال منصبی؟ نفی علم غیب
کی وجہ سے تو ہیں حضرات! انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ناکام ادبے سود رٹ لگا لگا کر عوام الناس اور سادہ لوح
مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سعی کرنے والے ذرا غور فرمائیں کہ یہ اکابر علماء امت اور لطف یہ کہ حنفی کیا فرما رہے ہیں؟
اہل بدعت کو حجاب سے باہر ہو کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ حنفی ہیں یا ہوی پرست؟ عاشقِ خدا اور حب رسول
ہیں یا فریب خوردہ؟ مگر کیا کیا جائے کہ

خوب پڑھ ہے کہ چلن سے لگے بیٹھے ہیں

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

قارئین کرام! نطقِ بیان دراز سے دراز تر ہوا جارہا ہے اور خوف ہے کہ کہیں دائرہ صی سے منہ نہیں
نہ بڑھ جائیں اور یہ بھی خطرہ ہے کہ کہیں آپ اکتانہ جائیں کیونکہ ابھی ہم نے بہت کچھ عرض کرنا ہے ع
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طویلانی

اور ضرورت بھی نہیں کہ نص قطعی اور دعوہ ثبوت کے (جن کی شرح میں محققین علماء امت کے مستند
حوالجات بھی پیش کر دیے گئے ہیں) علاوہ کچھ اور بھی عرض کیا جائے مگر اتمام فائدہ کے لیے محقق علماء اہل
المنہ والجماعت کے چند اقوال ہم اور بھی عرض کئے دیتے ہیں تاکہ یہ بحث مکمل ہو جائے اور کسی کم فہم کو

شبه باقی نہ ہے۔

قاضی بیضاویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

فذهب الحكماء الى ان النسبي من كان محضاً
بثلاث الاولى ان يكون مطلعاً على الغيب بعضاً
جوهر لغزم ومشقة اتصال بالمبادئ العالية
من غير سبلة كسب وتعليم وتعلم الى قوله
وقد اورد على هذا بانهم ان ارادوا بالاطلاع
الاطلاع على جميع الغائبات فهو ليس بشرط
في كون الشخص نبياً بالاتفاق وان ارادوا به
الاطلاع على بعضها فلا يكون ذلك خاصة
لنسبي ان من احد الا ويجوز ان يطلع على بعض
الغائبات من غير سابقة تعليم وتعلم وايضاً التوصل
البشرية كلها ممتدة بالتتابع فلا تختلف حقيقتها
بالصفة والمكدر فاجاز لبعض جاز ان يكون
لبعض آخر فلا يكون الاطلاع خاصة للنسبي
وسلط الانظار شرح طوالح الانوار مشق

لبيضاویؒ طبع استبول۔

حکماء اور فلاسفہ کو یہ مذہب ہے کہ نبی تین اوصاف سے مختص
ہوتا ہے، پہلی یہ کہ وہ اپنے جہد نفس کی صفائی اور مبدی عالم
کے ساتھ شریعت اتصال کی وجہ سے بغیر کسی سابق کسب اور
تعلیم و تعلم کے علم غیب پر مطلع ہوتا ہے مگر اس پر اعتراض وارد
کیا گیا ہے کہ فلاسفہ اطلاع علی الغائبات سے کیا مراد
لیتے ہیں؟ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ نبی تمام مغیبات پر مطلع
ہوتا ہے تو فریقین کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی جوئے کے لیے
تمام خوب چیزیں مطلع ہونا ہرگز شرط نہیں ہے اور اگر وہ بعض
مغیبات پر اطلاع مراد لیں تو یہ نبی کا خاصہ نہیں ہو سکتا کیونکہ
ہر ایک شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ بغیر کسی سابق
تعلیم و تعلم کے بعض مغیبات پر مطلع ہو۔ علاوہ بریں
جب کل انفس بشریہ نوع کے لحاظ سے متحد ہیں تو ان کی حقیقت
مخفی اور کدورت کی وجہ سے مختلف نہیں ہو سکتی۔ سو جو چیز
بعض کے لیے جائز ہے وہ بعض دیگر کے لیے بھی جائز ہے
تو بعض غائبات پر اطلاع نبی کا عامہ مختص نہ ہوا۔

علامہ محمد الین عبد الرحمن بن احمد الایچی الحنفیؒ (المتوفی ۸۷۷ھ) موافقت میں اور علامہ سید شریف علی
بن محمد الجرجانی الحنفیؒ (المتوفی ۸۱۶ھ) شرح موافقت میں انہی فلاسفہ اور حکماء کے اس باطل نظریہ
کی تردید کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں کہ:-

قلنا ما ذکرتم مردود بوجوب اذا الاطلاع
على جميع المغيبات لا يجب للنسبي اتفاقاً منا
ومنكم ولهذا قال سيّد الانبياء و لو كنتم

ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے وہ کئی دعوے مردود
ہے کیونکہ تمام مغیبات پر نبی کا مطلع ہونا واجب نہیں ہے اس
پر ہمارا اور تمہارا فریقین کا اتفاق ہے اور یہی وجہ ہے کہ

أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا شَكَّ لَكُمْ مِنْ ذَلِكَ وَمَا
مَشَرْنِي السُّؤَالُ - والبعض اى الاطلاع على البعض
لا يختص به اى بالتبى كما اقرتم به حيث
جوزتموه للمرتاضين والمضى والنا كمين
فلا يتميز به التبتى عن غيره -

(شرح مواضع ص ۶۳ طبع نوکشتور)
تو اس کی وجہ سے نبی غیر سے کیسے ممتاز ہوگا۔

اہل السنۃ والجماعت کے یہ تینوں (قاضی، بیضاوی، علامہ محمد الدین رح اور سید شریف علی رح) وکیل
اور محقق عالم جو محدث اور مفسر ہونے کے علاوہ علم کلام کے بلا مراءعت امام تسلیم کیے جاتے ہیں، اس
امر کی تصریح کرتے ہیں کہ تمام مغیبات پر مطلع ہونا نبی کے منصب میں داخل نہیں ہے اور اس پر نہ
صرف یہ کہ متکلمین کا اتفاق ہے بلکہ فلاسفہ کو بھی اس کے تسلیم کر لینے میں کوئی تاہل نہیں ہے اور وہ بھی
اس پر متفق ہیں۔ تعجب ہے کہ مفتی احمد یار خاں صاحب نے صرف اتنا لکھ کر کہ یہ کلام انکار کے طور
پر ہے (بیاد الحق ص ۱۸) اپنی جماعت اور ناکامی پر کیا پروہ ڈال رہے اور نصوص قطعیہ احادیث صحیحہ اور علماء
ملت کی ان صاف اور صریح عبارات کو کس طرح انہوں نے نظر انداز کیا ہے۔

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ فلاسفہ اور متکلمین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خواص اور لوازم نبوت میں
سے یہ نہیں کہ کل غیب کا علم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہو، لیکن فلاسفہ کو یہاں ایک
اور غلطی ہوئی کہ انہوں نے لوازم نبوت سے یہ سمجھ رکھا کہ ہر وقت نبی اور رسول کی نگاہ لوح محفوظ پر رہتی
ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غیب کی جتنی باتیں معلوم ہوتی ہیں، وہ صرف اسی
طریقہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ متعدد علماء اسلام اور متکلمین نے ان کے اس باطل نظریہ کی تردید کی اور دلائل
سے یہ بات ثابت کی کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غیب کی جتنی خبریں حاصل ہوتی ہیں
وہ ابتداء اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا واسطہ یا بواسطہ ملائکہ حاصل ہوتی ہیں لوح محفوظ پر ان کی نگاہ نہیں
ہوتی۔ چنانچہ سید الفلاسفہ والمتکلمین امام محمد بن محمد الغزالی الشافعی (المتوفی ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں کہ
وذهبوا ان التبتى ايضا يطلع على الغيب
بهذا الطريق (اى لا اتصاله بالوح المحفوظ و

فلاسفہ کا یہ گمان ہے کہ نبی غیب پر اس طریق سے بھی مطلع ہوتا ہے
یعنی چونکہ لوح محفوظ کے ساتھ ان کا تعلق ہوتا ہے اور وہ ان کے

ومطالعہ ملام الی ان قال والجواب ان
نقول ہما تنکرون علی من یقول ان الشی
یعرف الغیب لتعریف اللہ عزوجل علی
سبیل الابداء وکذا من یرئی فی المنام
فانما یعرفہ بتعریف اللہ او تعریف
ملك من الملائكة فلا احتیاج الی شیئی
مما ذکرتمولا فلا دلیل فی هذا۔

(ترجمت الفلاسفہ للفرالی، ص ۱۱۱)

مطالعہ میں رہتا ہے (لہذا ان کو غیب معلوم ہوتا ہے) اس کے
جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ تم کو دلیل ہے اس شخص کی بات کا
انکار کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ نبی کو اللہ تعالیٰ ابتداءً غیب پر مطلع کرتا
ہے اور اسی طرح نبی کی حالت میں خواب دیکھنے والے کو اللہ
تعالیٰ خود حقیقت حال پر مطلع کر دیتا ہے (نہ یہ کہ لوح محفوظ
سے وہ انکار کرتا ہے) یا کوئی فرشتہ اس کو انکار دیتا ہے مثلاً
مذکور طریقہ (لوح محفوظ کے مطالعہ) کی قطعاً نہ تو کوئی ضرورت
ہے لہذا احتیاج اور نہ اس پر کوئی دلیل موجود ہے۔

امام موصوف کی اس عبارت سے یہ بات واضح کر دی کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے ہمیشہ نظر ہر وقت لوح محفوظ نہیں رہتا اور نہ یہ خواص نبوت اور منصب رسالت میں داخل
ہے۔ اس کی حاجت اور ضرورت بھی نہیں اور اس پر کوئی دلیل بھی موجود نہیں ہے چونکہ امام غزالی
فلاسفہ کی تردید کرتے ہیں جن کا اتفاق نقل کیا جا چکا ہے کہ نبی کو کل مغیبات کا علم ضروری نہیں اور
جتنا ہے وہ ان کو لوح محفوظ سے حاصل ہوتا ہے اس کی تردید امام موصوف کر رہے ہیں لہذا ان کی عبارت سے
جمع غیب مریو لینا اور اس کی نفی کا قصد کرنا زری جہالت ہوگی۔

فیلسوف اسلام علامہ ابن رشد الامدسی المالکی (المتوفی ۵۲۰ھ) امام غزالی کے ساتھ متاثر ہو کر تھے
اور ان کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے غزالی سے فلاسفہ کے اس نظریہ کا ابطال ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ۔
محمی النبی نبیا الذی هو الاعلام بالعیوب و
وضع الشرائع المرافقة للحق والمفيدة من
الاعمال ما دین سعاده جمیع الخلق۔
نبی کو اس لیے نبی کہا گیا ہے کہ ان کو غیب کی خبریں
بتائی جاتی ہیں اور وہ احکام جو حق کے موافق ہوتے ہیں
اور وہ اعمال مفیدہ جن میں تمام مخلوق کی سعادت ہوتی
ہے بتائے جاتے ہیں۔

(ترجمت الفلاسفہ لابن رشد، ص ۱۲۱)

یعنی اگر نبی براہ راست لوح محفوظ کا مطالعہ کر کے علوم اخذ کرے تو نبی کا مضمون ہی باقی نہ رہا، کیونکہ
نبی وہ ہوتا ہے جس کو وقتاً فوقتاً خدا تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبریں بتائی جاتی ہیں۔ اس مسئلہ میں فیصل
بعضی مضمون ہو گا جیسے قلیل اور عروج اور اگر فاعل کے معنی میں ہو تب بھی کوئی اشکال نہیں کہ نبی کو جو

غیب کی خبریں اور احکام وغیرہ خدا کی طرف سے بتائے جاتے ہیں، وہ ان کی اطلاع لوگوں کو دیتے ہیں مگر کل غیب ان کے منصب میں داخل نہیں بلکہ ان کے منصب میں بقول ابن رشد رحمہ وہ غیب داخل ہیں جن کا تعلق شرائع و احکام اور اعمال مفیدہ کے ساتھ ہوتا ہے جن میں مخلوق کی سعادت ہو، اور پہلے گذر چکا ہے کہ جن امور دنیوی میں سعادت نہیں وہ آپ کے منصب کے مناسب ہی نہیں ہیں۔ علامہ خوجہ زادہ رح (جو امد علماء الروم فی عصرہ تھے۔ المتوفی ۹۱۳ھ) فلاسفہ کے سابعہ نظریہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

لَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ إِطْلَاعُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْغَيْبِ وَإِطْلَاعُ النَّاسِ فِي نَوْمِهِمْ بِمَا يَكُونُ فِي الْمُسْتَقْبَلِ بِتَعْرِيفِ اللَّهِ ابْتِلَاءٌ أَوْ بِلِسَانِ مُلْكٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مِنْ غَيْرِ حَاجَتِهِ إِلَى شَيْءٍ مِمَّا ذَكَرَ (تفاوت فلاسفہ خوجہ زادہ ج ۱ ص ۶۵)

یہ کیوں جائز نہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خواب دیکھنے والوں کا غیب پر آمد آمد آنے والے واقعات پر مطلع ہوں ابتلاء اللہ تعالیٰ کے بتانے سے یا کسی فرشتہ کے واسطے ہو اور جو چیز تم نے ذکر کی ہے اس کی کیا ضرورت اور حاجت ہے؟

ان تمام عبارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خواص و لوازم اور مناصب میں یہ بات ہرگز داخل نہیں ہے کہ ان کی نگاہ ہر وقت لوح محفوظ پر ہو اور ان کو جو غیب کی خبریں حاصل ہوں وہ لوح محفوظ کے مطالعہ سے حاصل ہوں، جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ: "اور ہر وقت وہ (لوح محفوظ) حضور علیہ السلام کے پیش نظر ہے۔" (جاء الحق ص ۲۹)

امام فخر الدین محمد رازی رح (المتوفی ۷۱۰ھ) احکام کے اندر مصالح اور مفاسد کی علتوں اور حکمتوں پر بحث کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

لَا تَنفِي بِمَعْرِفَتِهَا عَقُولَ الْبَشَرِ لِأَنَّهَا لَا تَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ سُبْحَانَهُ (مناظرات امام رازی رح ص ۱۸)

انسانوں کی عقلیں ان علتوں اور حکمتوں کی تہ تک کبھی رسائی نہیں کر سکتیں بلکہ حق بات صرف یہ ہے کہ ان کو ایسا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی بھی نہیں جانتا۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنی دقیق بلندی پر اور عظیم الشان کتاب میں احکام الہی کی حکمتیں اور مصالح بیان کرنے کے بعد اعتراف عجز کرتے ہوئے آخر میں یوں رقمطراز ہیں کہ:-

ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے جو علوم جمع کیے ہیں وہ بھلا
ان تمام علوم کا احاطہ کیسے کر سکتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے دل مبارک پر نازل کئے گئے تھے اور یہ
کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ مورد وحی اور وہ ذات ہیں قرآن
کریم نازل ہوا ہے، ان کی نسبت ایک انبی کی طرف کی جا
سکے؟ ماشاء اللہ اویا حکام خداوندی کے اندر جو حکمتیں اور
مصلحہ مرعہ خدا تعالیٰ کے علم میں ہیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے سینہ مبارک میں جو علوم ہیں وہ ان کو کبھی احاطہ
نہیں کر سکتے۔ (محدود وغیرہ محدود چیز نسبت دارد؟)

اور یہی حضرت شاہ صاحب رح اپنی بے نظیر کتاب میں حقیقت النبوت اور اس کے خواص پر بحث کرتے
ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ سیرت ہے کہ
وہ ایسے علوم میں ہرگز مشغول نہیں ہوتے جن کا تعلق
ترتیب نفس اور سیاست انسان کے ساتھ نہ ہو جیسے یہ بیان کرنا
کہ جوئے کے اندر عمارت ہوئے والے امور مثلاً بارش، سورج، گھن گمانہ
کے اور گروہ چکر اور اسی طرح نباتات اور حیوانات کے عجائبات اور
سورج اور چاند کے سیر کی تقاریر وغیرہ کے اسباب معلوم کیا ہیں؟
اسی طرح حوادثِ اربعہ اور قصص انبیاء اور سلاطین اور شہر ول

ومن سیرتہم ان لا یشغلوا بما لا یتعلق
بتہذیب النفس و سیاست الامۃ
کیان اسباب حوادث الجوّ من المطر و الکفوف
والہالۃ و عجائب التّبات و الحیوان و
مقادیہ سائر الفخس و القبر و اسباب
الحوادث البیومیۃ و قصص الانبیاء و الملوک
والبلدان و نحوھا الا۔

(رحمۃ اللہ الباقیہ ج ۱ ص ۸۶)

مطلب ظاہر ہے کہ چونکہ ترتیب نفس اور امت کی دینی اور دنیوی اصلاح اور سیاست ان امور
کا براہ راست تعلق نہیں ہوتا اس لیے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ان لایعنی اور غیر مقصود
باتوں میں مشغول نہیں ہوتے کیونکہ قرآن فی نبوت اور منصب رسالت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا
مشہور فیلسوف اور مؤرخ اسلام علامہ عبد الرحمن بن خلدون رح (المتوفی ۸۰۵ھ) صنعت نجوم کی

تحقیق کرتے ہوئے اس جاہل طبقہ کی پرزور تردید کرتے ہیں جس نے یہ کہا تھا کہ علم نجوم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی معرفت بدریغ وحی لوگوں تک پہنچا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:-

ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام البعد
الناس عن الصانع وانهم لا يتعرضون للاخبار
عن الغيب الا ان يكون من الله فكيف يدعون
استنباطه بالصنعة ويشيرون بذلك
لما يصيرون الخلق (مقدمہ ابن خلدن)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تعلیم الناس کے لئے
کہ منقول کے علم سے دور ہوتے ہیں اور وہ غیب کی خبروں
کے بارے میں نہیں جانتے، البتہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع
تھیں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام علم نجوم کی صناعت کے ساتھ استنباط کا
کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں اپنے تفسیحات کو اس پر عمل پر ہونے
کا مشورہ کیونکر دے سکتے ہیں؟

علامہ موصوف نے یہ بات واضح الفاظ میں بیان کر دی ہے کہ علم نجوم اور دیگر تمام منقولات
منصب رسالت اور فریقہ نبوت میں ہرگز داخل نہیں ہیں اور جتنے انبیا کرام ان صنائع سے بعد تصور
کیا جاسکتا ہے، ان سب سے بدرجہا زیادہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ان منقولات سے بعد ہے
اور کیوں نہ ہو جب خود سرور و جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تائید غل کے موقع پر
باطنی جیسی صنعت اور صرفت کو پیش نظر رکھتے ہوئے امت کو صاف لفظوں میں بلکہ قائلین یہ ضابطہ
سنایا تھا کہ اَنْذَرُكُمْ بِمُرْدُ نِيَاكُمْ توبہ پگڑاں چہ رسد؟

علامہ محمد بن محمد بن مصطفیٰ ابو السعد الحنفی ر ان اَنَا الْاَنْذِيْرُ وَبَشِيْرُكُمْ تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-
ای ما انا الا عید مرسل للانداز والبشارة
شافی حمانۃ ما يتعلق بهما من العلوم الدنیة
والذنیویة لا الوقوف علی الغیوب التي لا معلومة
بینہا و بین الاحکام والشرائع۔

یعنی میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں جو ڈرانے اور بشارت
سنانے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ میرا کام ان دنیوی اور دینیوی
علوم حاصل کرنا ہے جن کا انداز اور بشارت سے کوئی تعلق
ہو یا غیب کی وہ باتیں جن کا احکام اور شرائع سے کوئی
تعلق نہیں تو ان کا معلوم کرنا میرے منصب میں داخل نہیں

(تفسیر ابوالسعد ج ۴ ص ۱۵۷)

اسمعیل حنفی آفندیہ (المتوفی ۱۱۳۷ھ) اگرچہ یہ ایک لطافت نگار بزرگ اور صوفی ہیں اور باب تفسیر
میں اور علی الخصوص آئمہ تفسیر کے مقابلہ میں ان کے قول کی کوئی خاص وقعت بھی نہیں ہے مگر چونکہ فہرست
مخالف کے ہاں وہ مستند ہیں، اس لیے صرف فریق مخالف کے لیے ان کا حوالہ نقل کیا جاتا ہے وہ

کہتے ہیں کہ :-

والد رسولاً ارتضاء واختاراً لظہارہ علی بعض غیوبہ المتعلقة برسالتم کما یعرب عنہ بیان من ارتضی بالرسول تعلقاتاً امالکونہ من مبادی رسالتم بان یکون معجزۃ دالۃ علی صحتہا و امالکونہ من ارتضاءها واحکامها کعامۃ التکالیف الشرعیۃ الّتی امر بها الملکون و کیفیات عالم واجزئتها المترتبه علیہا فی الآخرۃ وما یشترک فی علیہ من احوال الآخرۃ الّتی من جملتہا قلم الساعة والبعث وغیر ذلک من الامور الغیبیۃ الّتی بیانہا من وظائف الرسالۃ و اما لا یتعلق بہا علی احد الوجهین من الغیوب الّتی من جملتہا وقت قیام الساعة فلا یتظہر علیہ احداً ابداً .

مگر وہ رسول جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور جس کو اللہ نے اپنے بعض ایسے غیب کے اظہار کے لیے چن لیا ہو جن کا رسالت کے ساتھ تعلق ہو جیسا کہ من ارتضیٰ الخ اس پر دلالت کرتا ہے ، تعلق نام ہو یا اس طور کہ وہ رسالت کے پہلی میں ہے کہ رسالت کے صحیح ہونے پر بطور معجزہ کے حال ہے اور یا اس لیے کہ رسالت کے ارکان اور احکام میں سے ہے جیسا کہ اکثر امور شرعیہ جن کے تکلیف پہلے میں ماذی طرح ان کے اعمال کی کیفیتاً اور جزاً جو آخرت کو ان پر مرتب ہوگی اور وہ کہ جس پر کمال آخرت مرتب ہیں ، جن میں سے مثلاً قیام قیامت اور بعث وغیرہ بھی ہے اور یہ سب کے سب امور غیب ہی سے متعلق ہیں جن کا بیان کرنا منصب نبوت میں داخل ہے باقی میں غیب کی وہ اشیاء بھی کہ تعلق ان دونوں سے نہیں ہے مثلاً جن میں ایک وقت قیام ساعت بھی ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۱۰ طبع کوئٹہ) کسی کو کبھی اطلاع نہیں دیتا ۔ (ادد نہ دے گا)

اس عبارت سے صاحب روح البیان کا اپنا عقیدہ بھی معلوم ہو گیا کہ قیامت کا علم عطائی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کسی کو عنایت نہیں فرماتا اور اس سے منصب نبوت بھی بخوبی معلوم ہو گیا کہ ان امور کا نہ جانتا رسالت کے منصب کے منافی نہیں ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرض الموت میں صرف ایک نماز باجماعت پڑھی ہے اور حسب تحقیق حضرت امام شافعیؒ اور حافظ ابن حجرؒ بیماری کے دنوں میں اپنے صرف یہی ایک نماز باجماعت ادا کی تھی (دیکھئے کتاب الام ج ۲ ص ۱۸۵ و فتح الباری ج ۲ ص ۱۹۵) یہ کوئی سی نماز تھی ستری یا جہری؟ حضرت امام احمد بن محمد بن سلیمان البیہقیؒ المحضیؒ والمتوفی ۳۲۱ھ اس پر شریعت کے ساتھ مصر ہیں کہ یہ نماز جہری تھی کیونکہ صحیح روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وہم نے پیسے حضرت ابوبکرؓ (المتوفی ۱۳ھ) کی اقتدا کی تھی اور پھر جب وہ سمجھے ہٹ گئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امانت کا فریضہ انجام دیا تھا۔ اور حضرت ابوبکرؓ پھر صرف مکبر رہے تھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں ہی سے قرأت شروع کی جہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ قرأت کر چکے تھے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ :-

لأن تلك الصلوة كانت صلاة يحضر فيها بالقلوة
ولولا ذلك لما علم رسول الله صلى الله عليه
وسلم الموضع الذي انتهى إليه أبو بكر من القراءة
ولا علم من خلف أبي بكره (بلنظم طحاوی ج ۱ ص ۲۳۷)

یہ وہ نماز تھی جس میں ہر سے قرأت کی جا رہی تھی اور اگر سنا
جہری نہ ہوتی تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر معلوم ہو سکتا
تھا کہ ابوبکرؓ اس مقام تک قرأت کر چکے ہیں؟ اور اسی طرح متعلقہ
کو کیا معلوم تھا کہ وہ کس جگہ تک قرأت کر چکے ہیں؟
دریافت کیجئے حضرت امام طحاویؒ احناف کے وکیل اعظم سے کہ آپ کو یہ کیا سوچھی کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی آخری باجماعت نماز کے وقت تک بھی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا عالم اور مطلع علی
السر تسلیم نہ کیا؟ اور یہ لکھ دیا کہ آہستہ قرأت کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں جانتے؟ اور لطف کی بات یہ ہے
کہ قرأت افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکرؓ کی ہو۔ اور یہ کہ پیچھے حضرات صحابہ کرامؓ کا پاک کردہ اقتداء کر رہا
ہو مگر ان کو بھی معلوم نہیں تھا (ولا علم من خلف ابی بکرؓ)؟ فریق مخالف ارشاد فرمائے کہ حضرت امام طحاویؒ بھی
مسلمان رہے یا نہیں؟ عر کلک مانیز زبانیے وار د۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب المحضی (المتوفی ۱۲۳۹ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :-

و اقل کیکہ قرآن براد نازل می شد یعنی ذات مطہر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز معانی و لغات اقسام دیگر
بلکہ مخارج حروف و لہجہ کلام ہر فرقہ نمیدانستند۔

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۱۱)

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ان محمدًا صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ماکان عالماً بهذه اللغات بأسرها۔ الخ
اور قاضی ثناء اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں ۔

ولم یکن علیہ الصلوٰۃ والسلام عالماً بجمیع
اللغات (تفسیر مظہری ص ۱۵۹)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام لغات کو نہیں
جانتے تھے ۔
علیہ وسلم کو تمام مکلف مخلوق اور اقوام عالم کے لیے رسول

بنا کر بھیجا گیا ہے مگر آپ اُن کی زبانوں، لغات اور لب و لہجہ کو بھی ہرگز نہ جانتے تھے، اور یہی کچھ مسائرہ میں ابن حمام الحنفیؒ نے کہا تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اب اہل بدعت حضرات کو چاہیئے کہ وہ حافظ ابن حمام الحنفیؒ اور شاہ عبدالعزیز صاحب الحنفیؒ، امام رازیؒ اور قاضی شمس الدینؒ (وغیرہ) پر تکفیر کا ایک مضبوط اور غیر مبہم فتویٰ لگائیں۔ کیا ایک خواب کے پیش نظر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اردو زبان سے واقع نہ ہونے کی بنا پر یہ تکفیری فتویٰ صرف مظلوم دیوبندیوں پر ہی لگ سکتا ہے؟ اور حافظ ابن حمامؒ اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ (وغیرہ) کے لیے تکفیر کا یہ ترکش خالی ہو جاتا ہے۔ آخر نتیجہ قصہ کیا ہے؟ دیوبندیوں کے ساتھ تمہارا اتنا بیر کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ کچھ تو فرمائیے! یہ

مصل کی رویتیں ہیں مرے اضطراب سے

پروانے کے لباس میں شمع لگن ہول میں

حضرت شاہ صاحبؒ کی ایک اور عبارت بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ وہ عقائد باطلہ کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:-

یَا رَبِّیَّہُ اللّٰہُ دَاوِلِیَا۔ رَا بَرِّہُ رَتْبِہُ۔ اَبْنِیَاہُ و
اماموں اور ولیوں کو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
برابر جاننا اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے
لازم الوہیت جیسے علم غیب اور ہر ایک کی فریاد کو ہر جگہ سنا
اور تمام مقدورات پر قدرت ثابت کرنا۔
کس دہر جاو قدرت بزنجب مقدورات ثابت کند۔
(تفسیر عزیزی پارہ اول ص ۵۲)

اور یہی یقین عقیدے (حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب، حاضر و ناظر اور مختار کل ہونا)۔
اہل بدعت نے پہلے باندھ لیے ہیں حالانکہ یہ باطل عقائد ہیں اور اسلام کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ
تینوں صفات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ مختص اور لازم الوہیت سے ہیں۔ اور
اللہ تعالیٰ کے راز اور بھید کسی اور کو معلوم نہیں ہے۔

حجاب دریا ہے دہر فانی اجل کی خاطر ہے زندگانی

یہ راز کی بات کس نے جانی عروج کیا ہے زوال کیا ہے

حضرت ملا علی نقی القادی الحنفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

ولما جرى لآدم المؤمنین عائشة
اور جب حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا
ما جرى وماها اهل الدفك لم يكن
اور بتان تراشوں نے ان کو متہم کیا تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یعلم حقيقة الامر حتى جاءه الوحي
من الله تعالى ببرأيتها وعند هؤلاء
الفلاة انه عليه السلام كان يعلم
الحال وانه غيرها بلا ريب واستشار
الناس في فراقها ودعا ریحانة فمالها
وهو يعلم الحال وقال لها ان كنت
الميت بذنب فاستغفري الله وهو
يعلم الحال على يقين انها لم تلم
بذنب ولا ريب ان الحال لهؤلاء
على هذا الغلو اعتقاد هو انه يكتفون
عنهم سيئاتهم ويدخلهم الجنة
وكلموا غلوا كانوا اقرب اليه واخص
به فهم اخصى الناس لامر واشد
— مخالفة لسننهم وهؤلاء فيهم
شبه ظاهر من النصاري غلوا على
المسيح اعظم الغلو وخالفوا شرعه
ودينه اعظم المخالفة والمقصود ان
هؤلاء يصدقون بالاحادِيث المكدوبة
الصريجة ويعرفون الاحاديث الصحيحة
والله ولي دينه فيقوم من يقيم له بحق
النصيحة .

(انتہی بلغۃ موضوعات کبیر ص ۱۲)

کو اصل حقیقت کا علم نہ ہو سکا تا آنکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
وحی نازل ہوئی اور اس میں حضرت عائشہؓ کی برکت کا ذکر کیا گیا
مگر اس خالی فرقہ کا خیال ہے کہ آپ ﷺ و بڑے حقیقت مال
سے آگاہ تھے اور معتمد لوگوں سے حضرت عائشہؓ کی جہلی
اور طلاق کا مشورہ کرتے رہے اور باوجود علم کے حضرت یمینہؓ
سے بھی آپؐ نے دریافت کیا اور آپؐ نے یمنی علم کے باوجود یہ بھی
کہہ کر لے عائشہؓ اگر تجھ سے گناہ صادر ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ
سے معافی مانگ لے حالانکہ آپؐ کو علم یمنی حاصل تھا کہ حضرت
عائشہؓ میں کوئی عیب نہیں ہے اور اس میں شک کی کوئی
گنجائش نہیں ہے کہ اس فرقہ کا باوجود اس غلو کے یہ عقیدہ
ہے کہ وہ ان گناہوں کو مٹائیں گے اور ان کی رحمت میں داخل
کریں گے اور یہ بھی اس خالی فرقہ کا خیال ہے کہ وہ جتنا بھی غلو کرے
تمہاری انکسرت علی الصلوٰۃ والسلام کا قرب حاصل ہوگا اور وہ آپؐ کے
خاص ترین لوگوں میں ہونگے درحقیقت یہ لوگ رسول خدا ﷺ کے قطر
علیہ السلام کے حکم کے سب سے زیادہ نگران اور آپؐ کی سنت کے سب سے
بڑھ کر مخالفین اور ان میں نصاریٰ کی سی مشابہت پائی جاتی
ہے انہوں نے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارگاہ میں استغاثہ غلو
کیا اور ان کے دین اور شریعت کی بڑی مخالفت کی اور ان لوگوں
کا مقصد بھی صرف یہ ہے کہ وہ خالص جعلی اور مجبوی دعویٰ توں کو
تسلیم کرتے اور صحیح احادیث کی تکریف کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ خود
اپنے دین کا گواہ ہے وہ گروہ اہل حق کو دین کی حفاظت کیلئے ضرور
کھڑا کر دے گا جو خالص دین گوئی کے سامنے پیش کر رہے ہیں گا۔

قارئین کرام حضرت طاہریؒ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ بلا کم و کاست حروف بحرف فرقہ بہرہ یوں

میں موجود ہے۔ سچا قیاس کن زنگستان میں بہار مرا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے خالص الاعتقاد صلا ۲ میں اور مفتی احمد یار خاں صاحب نے جاد الحق ۱۵ میں مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس حقیقت ص ۱۶۱ میں اور مولوی محمد عظیم صاحب نے علم حبیب ص ۱۵ میں (وغیر ہم فی غیر ہا) حضرت ملا علی بن القاریؒ کی غیر متعلق عبارت سے جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے پر جو استدلال کیا ہے، ان کو یہ عبارت بغیر ذکر و تفسیر بھی پسیتے معنی تاکہ ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔ حضرت ملا علی بن القاریؒ کی مزید عبارتیں اپنے موقع پر پیش مہل گی۔ انشاء اللہ العزیز علامہ قسطلانیؒ کی بحار شریعت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

وقول الداؤدی ما اظن قوله في هذا الطريق من حدثك ان محمدًا يعلم الغيب محفوظًا وما احدث يدعي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلم الغيب الا ما علمه الله متعقب بان بعض من لم ير سجع في الايمان كان يظن ذلك حتى يرى ان صحة النبوة تستلزم اطلاع النبي على جميع المخفيات ففي مقاضى ابن اسحاق ر ان ناقبة صلى الله عليه وسلم منكت فقال ابن الصلبيت بوذن عظيم يزعم محمد انه نبي ويخبركم عن خبر السماء وهو لا يدري اين ناقبة فقال النبي صلى الله عليه وسلم ان رجلاً يقول كذا وكذا والى والله لا اعلم الا ما علمني الله وقد دلى الله عليها وهي في شعب كذا قد جستها شجرة

امام داؤدی کا یہ کہنا کہ اس بند میں یہ قول محفوظ نہیں ہے کہ جو شخص تجھے یہ کہے کہ آپ غیب جانتے تھے کیونکہ الیا تو کوئی شخص نہ تجا جو یہ دعویٰ کرتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل تھا مگر خدا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا تھا قسطلانیؒ کہتے ہیں کہ داؤدی کا یہ قول مردود ہے کیونکہ بعض وہ لوگ ہیں کا ایمان واسع نہیں تھا یعنی وہ منافق تھے وہ یہ خیال کرتے تھے سچی کہ ان کا نظریہ تھا کہ نبوت کی صحت اس کو مستلزم ہے کہ نبی کو تمام مغیبات پر اطلاع ہو چنانچہ ابن اسحاقؒ کے معافی میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نوٹنی گم ہو گئی تو ابن صلیت (یہ بزرگ عظیم) (منافق) نے کہا، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور تمہیں آسمان کی خبریں بتا رہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کمال ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ایسا اور ایسا کہتا ہے اور خدا کی قسم میں نہیں جانتا مگر صرف وہی کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اونٹنی

فَذِهِمُ الْفَجَاءُ بِهَا فَاعْلَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا مَا عِلَّمَهُ اللَّهُ تَعَالَى -

فلان گھائی میں ہے اور ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے جب لوگ وہاں گئے تو اس اونٹنی کو وہاں سے لے آئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف بتا دیا کہ میں غیب

(ارشاد الساری، ج ۱۰ ص ۲۹)

امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام (المتوفی ۲۱۳ھ) نے زید بن اللصیت منافق کا یہ واقعہ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۵۲۳ اور جلد ۲ ص ۵۲۳ میں نقل کیا ہے اور کم و بیش یہی الفاظ ہیں جو علامہ قسطلانی نے نقل کئے ہیں اور اس میں زید بن اللصیت کا لفظ ہے اور تاریخی طور پر یہی صحیح ہے

فریق مخالفت پہلے تو یہ بتائے کہ امام شیخ الاسلام ابو جعفر احمد بن سعید داؤدی (المتوفی ۷۲۲ھ) نے جو یہ کہا ہے کہ ایسا کوئی تھا ہی نہیں جو یہ کہتا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے مگر صرف اتنا جتنا خدا نے آپ کو بتایا تھا کیا امام داؤدی اس کہنے کے بعد مسلمان ہے یا کافر اور گستاخ ٹھہرے؟ اور نیز فریق مخالفت یہ بتائے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق یہ خیال کہ آپ کو کل غیب کا علم ہونا چاہیے یہ کسی صحابی کا عقیدہ تھا یا ابن اللصیت منافق کا؟ اور کیا یہ عقیدہ کہ صحت نبوت اس کو مستلزم ہے کہ نبی کو کل مغیبات کا علم ہو کسی نسخ الایمان کا عقیدہ ہے یا بے ایمان کا؟ فریق علامہ قسطلانی نے کیا فرمایا ہے؟ مولوی احمد رضا خان صاحب نے خالص الاعتقاد ص ۳۱ میں اور مفتی احمد یار خاں صاحب نے جاء الحق ص ۱۱ میں اور اسی طرح دیگر اہل بدعت نے امام قسطلانی کی غیر متعلق عبارات سے جو علم غیب کا مسئلہ کشید کیا ہے وہ آئیں اور ہمیں اس واضح عبارت کا جواب دیں۔

سَتَعْلَمُ لَيْلَىٰ آيَ دِينَ فَنَدَايِنْتَ

وَأَيَّ غُرُوبِهِمْ فِي التَّقَاضَىٰ عَزِيهِمَا

مولوی محمد عمر صاحب (المتوفی ۱۳۹۱ھ) کا کمال اور شریفہ کے مطابق مسئلہ علم غیب پر استدلال کرتے ہوئے انتہائی دربانیت کا ثبوت دے کر اپنے کمال کو چارچاند لگائے ہیں۔ وہ اثبات علم غیب پر اقوال بزرگان دین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

« قَسْطَلَانِي كَانَ يَوْمَ انْصَحَتْ النَّبِيُّ تَسْتَلْزِمُ اِطْلَوعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى

جَمِيعُ الْمُخْتَلَبَاتِ (بے شک ثبوت کی صحت مستلزم ہے کہ تمام معنیات پر بھی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ہو) ماعظم انتہی (مقیاس الخفیت ۳۸۵) آپ نے دیکھا کہ علامہ قسطلانی کیا فرماتے ہیں اور مولوی محمد عمر صاحب عبارت میں قطع و برید کر کے کیا ثابت کر رہے ہیں۔ یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب کی علمی دیانت، لاجعل ولا قوة الا باللہ! اور ان کا تقریر و تحریر میں یہی وطیرہ ہے۔ جیفت ہے ایسی دیانت پر اہل افسوس ہے ان لوگوں پر جو مولوی محمد عمر صاحب جیسے کورہر تعلیم کئے ہوئے ہیں۔ شاید وہ جوشِ حمیت میں یہ کہہ دیں:۔۔۔
چلتا ہوں تھوڑی دُور ہر اک راہرو کے ساتھ

پہچانتا سنیں ہوں ابھی راہبر کو میں

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث و ملوی درملکی حالت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے پیچھے نمازیوں کو دیکھنے کی تحقیق کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:-

”بدانکہ ابن دینک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم از پس و پیش بطریق خرقِ حلو بود بوحی یا بالامام و گاہ گاہے بودند دائم و مؤید آن است آنچه در خبر آمدہ است کہ چوں ناظر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گم شدہ و در بیافت کہ کجارت منافعان گفتند کہ محمد مکیوید کہ خبر اسماں میرسانم و منی دانند کہ ناظر او کجاست پس فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ من نغید انم مگر آنچه بلانامہ مراد پروردگار من انکوں بنمود مرا پروردگار من کہ دے در جائے چین و چال است و مدارے در شاخ درختے بند شدہ است و نیز فرمودہ است کہ من بشر نمی دانم کہ در پسو این دیوار چیست یعنی بے دانانیدن حق سبحانہ (اشعۃ المعاجز ص ۱۸۷)
حضرت شیخ صاحب رد کا اس مقام پر یہ حوالہ بالکل صحیح پورا ادا کرکے ہے۔ دیوار کے پیچھے علم نہ ہونے کی روایت پر اشعۃ المعاجز میں انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا بلکہ اس سے انہوں نے

تنبیہ

استدلال کیلئے۔۔۔ رہا یہ کہ اس حدیث کا کوئی ثبوت بھی ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ شیخ صاحب نے مدارج النبوة میں لا اصل لہ لکھ کر کیا فرمایا ہے؟ (جس پر اہل بدعت نے بہت لے دے کی اور بلا وجہ غلّ میاں ہے دیکھئے انباء المصطفیٰ ص ۱۷ وغیرہ) تو اس کا جواب صرف علماء دیوبند ہی پر ضروری اور لازم نہیں ہے جو جواب اہل بدعت حضرت شیخ صاحب کی ان دونوں عبارتوں کی تطبیق کے لیے پیش کریں گے ہماری طرف سے بھی وہی جواب تصور کر لیں۔ بعض محدثین کرام نے ما اعلیٰ و خلف جہادی کی حدیث کو اس لیے لا اصل لہ کہا ہے کہ اس کی سند نہیں نیز یہ اس حدیث سے متعارض ہے جس میں آتا ہے کہ آپ پیچھے

بھی دیکھ لیتے تھے لیکن تذکرۃ الموضوعات ص ۸۸ وغیرہ) میں ہے کہ تیچھے دیکھنا نماز کی حالت سے مخصوص تھا اور نیز لکھتے ہیں کہ :-

وكان له عینان فی ظہرہ فیرو
من وراء ظہرہ لا ودام الجدار
(فلا منافاة)
دعفل حدیث میں کوئی منافاة ہی نہیں ہے۔

اس بحث کا یہ مقام نہیں ہے کہ یہ آنکھیں حتیٰ قیاس یا معنوی؟ اور یہ کہ محقق اور قول اکثر کیا ہے۔ قطع نظر اس سے تطبیق کی ایک صورت یہ بھی بیان کی گئی ہے جو ابھی مذکور ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ امام داؤدی کے سابق قول کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

وما ادعاه من التفی متعقب فان بعض من
لہ یرسوخ فی الایمان کان یظن ذلک حتیٰ کان
یری ان صحۃ النبوة تستلزم اطلاع النبی
صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع المغیبات کما فی
فی المغازی الخ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۸)

پھر آگے وہی اوتھنی والا واقعہ بیان کیا ہے جو ہم نے علامہ قسطلانی رحمہ اللہ اور امام ابن ہشام کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کا کمال دیکھیے کہ وہ جمہور سلف و خلف کی تفاسیر کو کھوڑ کر حضرت مجاہد کی ایک غیر مشہور روایت کو لے کر اور اس کو قرآن بنا کر لکھتے ہیں کہ: ایہا اللہ عزوجل یہ حکم لگا رہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی سے منکر ہو وہ کافر ہے۔ وہ اللہ اور رسول سے ٹھٹھا کر رہا ہے وہ کلمہ گوئی کو ترک کرتا ہے۔ (بلفظہ خالص الاعتقاد ص ۱) خان صاحب فرماتے ہیں کہ یہ منافی جزئی غیب کا منکر تھا یا کُلّی کا؟ پھر کیا یہ سابق آئمہ کرام جن کا ذکر ہوا، سب کافر و مرتد ہیں یا مسلمان ہیں؟ صاف بتائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کب اور کہاں فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی سے منکر ہو وہ کافر ہے؟ اتنا صریح مخالفہ بلکہ زنا افتراء اور بتان بجز خان صاحب کے اور کون باز دہ سکتا ہے؟ یہ خان صاحب ہی کا حوصلہ اور ہمت ہے۔

حضرات! آپ نے ملاحظہ کیا کہ قرآن کریم صحیح احادیث اور اکابرین علماء امت کے صریح ارشادات

سے یہ بات واضح سے واضح تر ہو گئی ہے کہ علم غیب نبوت کے لوازم اور خواص میں سے ہرگز نہیں ہے
 نیز دینی اور دنیوی اُمور میں تفریق اور اجتہاد کی گنجائش اور اس میں خطا کا احتمال اور ظاہر اور باطن کا
 فرق اور تمام لغات اور صنائع و حرفوں کا علم نہ ہونا وغیرہ سب امور باحوالہ عرض کر دیے گئے ہیں
 اور جن اکابر سے یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے ان میں سے پیچھڑوہ ہیں جن کی غیر متعلق عبارات سے فریق
 مخالفت نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے مسئلہ علم غیب کشید کیا ہے اس لیے خصوصیت
 کے ساتھ ان کی عبارات کو پیش نظر رکھا گیا ہے تاکہ اہل بدعت کو بھی سوچنے کا موقع مل سکے ہم نے ان
 کی جو عبارتیں عرض کی ہیں وہ اپنے مفہوم میں بالکل نص صریح ہیں اب ہم اس باب کو یہیں ختم کرتے
 ہیں اگرچہ

راہرواں را خستگی راہ نیست

عشقی ہم راہ ہست و ہم خود غفل است

باب چہام

قرآن کریم اور صحیح احادیث میں جہاں کہیں اس کا ذکر آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا أُخْلَعُ الْغَيْبَ يَا لَا أُذْرِي وَغَيْرُهُ تو فریقِ مخالف کی طرف سے (جن میں فریقِ مخالفت کے اعلیٰ حضرت اور مجدد مائتہ حاضرہ مولوی احمد رضا خاں صاحب، مولوی حشمت علی خاں صاحب، مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی، مولوی محمد صالح صاحب، مولوی محمد عظیم صاحب، مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب وغیرہ سب شامل ہیں) یہ مخالفہ عامۃ الدردہ پیش کیا جاتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں ذاتی طور پر غیب نہیں جانتا۔ میں مستقل طور پر علم غیب نہیں رکھتا۔ بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم غیب عطا ہوا ہے اور ہم ذاتی علم غیب کے قائل نہیں ہیں بلکہ عطائی علم غیب کے قائل ہیں اور چونکہ خداوند کریم کی صفت عطائی نہیں بلکہ ذاتی ہے اس لیے عطائی طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے علم غیب کی صفت ثابت کرنا ہرگز شرک نہیں اور نہ خاصہ خداوندی میں شرکت لازم آتی ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”ہم نہ: علم الہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لیے علم بالذات جانیں اور عطائے الہی سے بھی بعض علم ہی ملتا مانتے ہیں نہ کہ جمیع کا (خالص الاعتقاد ص ۲۳)

اور خاں صاحب کے نزدیک بعض علم کیا ہے جو عطائی طور پر آپ کو ملا ہے۔ تمام ماکان و مایکون الیٰ یوم القیامۃ کا علم حاصل تھا۔ اور ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر حنت و ناز کے داخلہ تک کا کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہیں۔ (انبار المصطفیٰ ص ۱۰۳) اور مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی اس علم عطائی کی بحث میں لکھتے ہیں کہ: ”تمام ممکنات حاضرہ و غائبہ کا علم عطا فرمایا گیا“ (الکلمۃ العلیاء ص ۱۳)

اور مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”اسی طرح حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ خدا ہی جانے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یا مجھے کیا معلوم وغیرہ کافی

نہیں کر یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لیے ہوتے ہیں،
(۴) جس کے لیے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہوا اور قیامت تک کا ہو، ورنہ کل صفات اللہ اور بعد
قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے، (ملاحظہ جاد الحق ص ۷)
اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ :-

”باتی رہا ارشاد الہی ذلک اغیب فرما دیجئے یا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ میں غیب
نہیں جانتا آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات اس واسطے کہلوائے کہ کوئی کج طبع آپ کے علم غیب
ذاتی کا معتقد نہ ہو جائے، کیونکہ شے کا مدعی وہی ہو سکتا ہے جس کی ملکیت ذاتی ہو اور ملاحظہ فرمایا
ان جملہ عبارات کو سامنے رکھ کر ہم فریق مخالف سے دریافت کرتے ہیں کہ :-

① کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا وجود مبارک ذاتی تھا؟ اگر ذاتی نہ تھا بلکہ عطائی تھا تو آپ نے
علم غیب کی طرح اپنے وجود کا کیوں انکار نہ فرمایا؟ یہ کیوں نہ ارشاد فرمایا کہ لست بموجود۔ یعنی
میں موجود نہیں ہوں۔

② اور کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت ذاتی تھی یا خدا تعالیٰ کی طرف سے
عطا ہوئی تھی؟ اگر ذاتی نہ تھی اور یقیناً نہ تھی تو آپ نے اپنی نبوت اور رسالت کا انکار کیوں نہ کر دیا؟ العیاذ
باللہ تعالیٰ کیونکہ بقول مولوی محمد عمر صاحب شے کا مدعی وہی ہو سکتا ہے جس کی ملکیت ذاتی ہو۔

③ اور کیا قرآن کریم آپ کو ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا یا خدا تعالیٰ کا عطیہ تھا؟ اگر ذاتی طور پر حاصل نہ ہوا تھا
اور حقیقت بھی یہی ہے تو آپ نے علم قرآن کی نفی کیوں نہ کی؟ اور یہ کیوں نہ فرمایا کہ مجھے قرآن کریم نہیں ملا؟
محاذ اللہ تعالیٰ۔

④ اور کیا آپ کو عبادت اور احکام شریعت کا علم ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں
تو آپ نے اس کی نفی کیوں نہ کی؟ وجہ فرق بالکل یقین ہونی چاہیے۔

⑤ اور کیا جب موصوف خود عطائی ہو تو اس کی کسی صفت کے ذاتی ہونے کا احتمال ناشی عن دلیل ہو
سکتا ہے۔ جب اس کا احتمال ہی نہیں تو ذاتی اور عطائی کا فرق بے کار ہوا کیونکہ علم ذاتی باجماع مسلمین اور
با اتفاق فریقین ایک ذہ کا بھی کسی کو نہیں ہو سکتا تو پھر اس کا درمیان میں لانا کیونکر صحیح ہوا؟

⑥ اور اگر ایک شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الہ اور خالق کائنات تسلیم کرتا ہوں مگر

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطائی طور پر الہ اور خالق کائنات مانتا ہوں تو کیا وہ مسلمان ہے گا؟ اور اگر ہے گا تو کس دلیل سے؟ اور اگر وہ مسلمان نہیں تو فرمائیے کہ اس بیچارے نے خدا تعالیٰ کا ذاتی خاصہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تو تسلیم نہیں کیا۔ پھر وہ کافر کیسے ہوا؟

⑤ اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو مستقل اور تشریفی نبی مانتا ہوں مگر مرزا غلام احمد قادیانی کو (جو درحقیقت ثلاثوں کذابوں و کذابوں کی مد میں ہے) بالقع اور غیر تشریفی نبی مانتا ہوں، اور یہ کہتا ہوں کہ اس کی نبوت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا فیض اور نزل ہے کیا ایسا شخص مسلمان ہے گا یا نہیں؟ اس کا جواب فریقِ مخالفت کو سوچ کر بتانا ہو گا کہ حق کا ساتھ دینا ہے یا صدارتے باطل ہی بلند کرنی ہے؟

اس چمن میں پیر و بیل ہو یا تلمیذ گل

یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

باقی جن بعض اکابر کی عبارت میں ذاتی اور عطائی وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں تو ان کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذاتی طور پر اور بالاکستقلال تو کل غیب کو نہیں پہنچتے مگر عطائی اور غیر مستقل طور پر کل مغیبات کو جانتے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق منفی اور مثبت آیات اور احادیث کے درمیان تطبیق کی یہ صورت پیدا کی کہ نفی جو تمام کلیات اور محیط تفصیلی کے ساتھ متعلق ہے، ذاتی علم کی ہے اور اثبات جو صرف اخبار غیب، انباء غیب اور جزئیات سے متعلق ہے وہ عطائی علم کے ساتھ وابستہ ہے حالانکہ اس مقام پر ذاتی اور عطائی سے صرف نظر کرتے ہوئے بھی صرف کلی اور جزئی یا علم غیب اور انباء غیب یا محیط تفصیلی اور بعض بعض خبروں کے علم کا فرق ملحوظ رکھ کر تطبیق دی جا سکتی ہے اور محققین علماء نے اسی طرح تطبیق دی ہے جیسا کہ اس کتاب کو پڑھنے والے حضرات بخوبی اس سے آگاہ ہوں گے، چنانچہ بیشتر وہ حضرات جو ذاتی اور عطائی کی قیود کو ملحوظ رکھتے ہیں وہ صاف طور پر یہ کہتے ہیں کہ علم غیب صرف خاصہ خداوندی ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہ تھا جن کے اکثر حوالے ہم نے باپ سابق میں باحوالہ درج کر دیے ہیں اندیش حالات یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ وہ عطائی طور پر کل مغیبات کے علم کے قائل ہیں اور فریقِ مخالفت کو بھی اس کا اقرار ہے کہ باری تعالیٰ کے محیط علم تفصیلی پر مخلوق کا احاطہ محال ہے۔ چنانچہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-

۰ ہم قاهر و دلیس قائم کر چکے کہ علم مخلوق کا ہمیں معلومات الہیہ کو محیط ہونا عقل و شریع دونوں کی رو سے یقیناً محال ہے" (خالص الاعتقاد ص ۲۳)

مگر خان صاحب کا یہ عقیدہ بھی قطعاً اور سرسراہٹ سے کہ ابتدائے آفرینش سے تا دخول جنت و نار سب واقعات کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل تھا کیونکہ اس عقیدہ کی رو سے بے شمار نصوص قطعیہ کا انکار لازم آتا ہے اور ایک نص قطعی کا انکار بھی موجب کفر ہے چہ جائیکہ بے شمار نصوص قطعیہ کا، اور آپ اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ اس باطل نظریہ کی تردید متعدد نصوص قطعیہ سے ملاحظہ فرمائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

دیگر اہل بدعت سے عموماً اور مولوی احمد رضا خان صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب سے خصوصاً یہ پوچھئے کہ آپ نے جو یہ کہا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل صفات الہیہ کا بھی علم نہیں اور بعد قیامت کے تمام واقعات کا علم بھی نہیں ہے کیا اس لاعلمی میں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور تنقیص شان تو نہیں؟ محبوب خدا کی ذات اور پھر یہ لاعلمی؟ بات کیا کہہ دی؟ ذرا سوچ کر اور ہوش میں آکر جواب دینا کہ اس کا کیا داعیہ پیش آیا؟ یا کیا اس مفروض توہین و تنقیص کے اعلام دیوبند ہی مرتکب ہو کر کافر ہیں جو نصوص قطعیہ کی بنا پر بعض بعض امور سے آپ کی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں مگر یہ سب کچھ وہ قرآن و سنت سے وابستگی اور اسلام کی والہانہ محبت کی وجہ سے کرتے ہیں اور وہ اسلام پر صحیح طور پر گامزن ہیں جس کے تم صرف مدعی ہونے سنبھل کر بتانا ہوگا۔ دیکھئے کیا جواب ارشاد ہوتا ہے۔

پھیٹرو نہ مجھ کو دورِ جلالت کی آمد صبر!

ہے بھی دو وطن میں کہ خاک وطن ہوں میں

مگر ان تمام امور سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم نے یہ دیکھا ہے کہ کیا قرآن کریم، صحیح احادیث اور معتبر اور مستند علماء اہل سنت کے اقوال سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلی طور پر علم غیب کے عطائی علم کا ثبوت ملتا ہے یا اس کی نفی ہوتی ہے، اختصار کے ساتھ بعض دلائل ذکر کئے جاتے ہیں:-
ملاحظہ فرمائیں:-

قرآن کی پہلی آیت | اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ :-

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ○
اور ہم نے اُس (یعنی جناب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو شعر نہیں سکھایا، اور یہ اُن کے لائق بھی نہیں ہے۔ یہ تو خالص نصیحت ہے اور قرآن ہے صاف اور روشن۔ (پ ۲۳ - یسین - رکوع ۴)

اس نص قطعی سے یہ بات بالکل آشکار ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم عطا ہی نہیں کی اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی تعلیم نہیں دی، تو اور کہاں سے یہ تعلیم عطا ہوئی یا ہو سکتی ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی بالکل بے نقاب کر دیا کہ شعر کی تعلیم آپ کی بلند اور رفیع شان کے لائق ہی نہیں ہے، کیونکہ آپ بیعت کے ترجمان تھے اور آپ کی بعثت کا مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے بدولت اپنی ترین کذب و غلو کے روشناس کرنا تھا ظاہر ہے کہ یہ کام ایک شاعر کا نہیں ہو سکتا، کیونکہ شاعری کا حسن و کمال کذب و مبالغہ، خیالی بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں، اور آپ کو جو قرآن کریم دیا گیا وہ کوئی شاعرانہ تخیلات نہیں، وہ تو نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے، کوئی شعر و شاعری کا دیوان نہیں دیا۔ جس میں نری طبع آزمائی اور خیالی تمکیندیاں ہوں بلکہ آپ کی طبع مبارک کو فطری طور پر فن شاعری سے اتنا بعید رکھا گیا کہ باوجود قریش کے اُس اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کے جس کی معمولی نوڈیاں بھی اُس وقت شعر کہنے کا طبعی سلیقہ رکھتی تھیں آپ نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ یوں رجز وغیرہ کے طور پر مقفی عبارت آپ کی زبان مبارک سے کہیں نکلی تو اور بات ہے، اُسے شعر و شاعری سے مطلقاً کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے کہ :-

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ○ اَنْتُمْ فِي حُلٍّ وَاِذٍ يٰمُؤْمِنُونَ ○ وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَالًا يَفْعَلُونَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ ○
اور شاعروں کی اتباع وہی لوگ کرتے ہیں جو گمراہ ہوتے ہیں۔ آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سرماتے پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے۔ (الشعرہ - ۱۹ - ۱۰۷)

مطلب یہ ہے کہ شاعری کی باتیں اکثر محض تخیلات ہوتی ہیں تحقیق اور واقعیت سے ان کا کوئی

لگاؤ نہیں ہوتا، اس لیے شعرا کی باتوں سے بجز گرمی محض یا وقتی جوش اور واہ واہ کے کسی کو مستقل بہایت حاصل نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی باتوں پر چلنے والے کچھ اور گمراہ قسم کے لوگ ہوتے ہیں، اور جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ کرامؓ ان بلند اخلاق کے مالک ہیں جن کی نظیر مٹی و شوار ہے، اور جن کی نیکی اور پرہیزگاری کی مثال چرخ لے کر ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتی۔ پھر شاعر کسی کلام کو پکڑتے ہیں تو اس کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں، کسی کی تعریف کرتے ہیں تو اس کو آسمان پر چڑھاتے ہیں اور جب مذمت اور جھوٹے ہیں تو ساری دنیا کے عیب اس میں جمع کر دیتے ہیں۔ موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود ثابت کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ غرض جھوٹ، مبالغہ اور محض کے جس جھنگل میں نکل گئے پھر مڑ کر نہیں دیکھا اس لیے شعر کی نسبت مشہور ہے۔

چوں کذب دوست احسن او

جب ان کے شعر پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ رستم سے زیادہ بہادر اور شیر سے زیادہ دلیر ہیں۔ جاگر ملو تو پرے درجہ کے نامور اور ڈپوک۔ اخلاقی سبق پیش کرینگے تو حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت شبلیؒ بھی بھول جائیں گے۔ جاگر دیکھو تو اعمال و اخلاق کا آئینہ بالکل خالی، اور بڑے بڑے شاعر بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ

گفتاد کاغانی بن تو گلیا اگر دار کا غازی بن نہ سکا

ہاں مگر اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے جو ایمان اور اعمال صالحہ کے لباس سے مزین ہوں، وہ اس سے مستثنیٰ ہیں وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ۔ اور انہی حضرات کے اشعار کے متعلق اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ لِحِكْمَةٍ اور حسنہ حسن کے ارشادات وارد ہوئے ہیں جو شریعت کی حد بندی میں رہ کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بالکل حقیقت اور نفس الامر کے مطابق حقائق کو نظم میں پیش کرتے ہیں اور اس کے جائز اور درست ہونے کا کوئی انکار بھی نہیں کرتا۔ مگر

چشم بینا تو پہلے کس پیدا

پھر یہ کہنا کہ کوہ طور نہیں

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چند صحیح حدیثیں بھی شعر و شاعری سے متعلق سن لیں۔

① حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

لان یمتلی جوف رجل قیما یریه خیر من
ان یمتلی شعرا (بخاری ج ۲ ص ۹۹ و مسلم ج ۲ ص ۲۴)
ادب المفرد ص ۱۰ و سنن الکبریٰ ج ۱ ص ۱۰۰ و منہاج
ج ۲ ص ۲۹ و غیرہ

البتہ یہ کہ کسی شخص کا پیٹ بیپ سے بھر جائے تو اس
کو بالکل فاسد اور برباد کر دے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ
پنہ پیٹ اور سینہ کو شعر سے پر کرے۔

(۲) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۳۷ھ) فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
ساتھ جا رہے تھے جب مقام عرج پر پہنچے تو ایک شاعر نے کچھ اشعار پڑھے۔
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خذوا الشیطان
لان یمتلی جوف رجل قیما خیر لہ من ان یمتلی
شعرا (مسلم ج ۲ ص ۹۹ و سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۰ و غیرہ)
تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس
شیطان کو پکڑو یہ کہ تم میں سے کسی کا سینہ بیپ سے بھر
جائے، بہتر ہے اس سے کہ وہ شعر سے پر ہو۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (المتوفی ۳۳ھ) روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ:-

لان یمتلی جوف احدکم قیما خیر لہ من ان
یمتلی شعرا قال اللہ تعالیٰ یجزل الشعراء یتبعہم
الغاون (بخاری ج ۲ ص ۹۹ و سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۰ و منہاج ج ۲ ص ۲۴)
تم میں سے کسی کا سینہ بیپ سے بھر جائے یہ اس سے بہتر ہے
کہ وہ شعر سے پر ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شاعروں کی اتباع
وہی لوگ کرتے ہیں جو کج روادرگمراہ ہوتے ہیں۔

(۴) اسی مضمون کی انہی الفاظ سے روایت حضرت سعد بن زید (المتوفی ۵۵ھ) سے بھی مرفوعاً مروی
ہے (مسلم ج ۲ ص ۲۴)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر و بن العاص (المتوفی ۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی کریم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا:-
ما ابالی ما آیت ان انا شریک تریقا او
تعلقت تریمة او قلت الشعر من قبل نفسی
(ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۴ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۸۹)
یعنی میرے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں کہ میں تریاق
استعمال کروں یا شریک تریقہ میں لگاؤں یا اپنی طرف
سے شعر بنا کر کہوں (ان سب کا گناہ ایک ہی ہے)

اگر جائز اور یہ سے تریاق تیار ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ حرمت اس صورت
میں ہے جب کہ:-

لاجل ما يقع فيه من لحم الافاعي والخسرو غيرها من المجزومات (حاشیہ نمبر ۲۸۹ ص ۲۸۹) حرام اشیا وٹالی گئی ہوں۔ اس میں سانپ کا گوشت، شراب اور اسی قسم کی دوسری

اسی طرح جائز قسم کے تعویذات لکھنے اور گلے میں لٹکانے درست ہیں۔ ہاں البتہ شرکیہ قسم کے تعویذات ہرگز جائز نہیں ہیں اور تعویذات پر اجرت بھی لی جاسکتی ہے جیسا کہ باقیم الحروف نے المنتہاج الواضح میں باحوالہ تصریح کی ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح حرام قسم کا تریاق اور شرکیہ تعویذات جائز نہیں اسی طرح جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اشہد بنانا بھی حرام ہے۔ اسی حدیث کی شرح حضرت ملا علی قلی قادری نے اس کے حرام ہونے کی صاف تصریح کی ہے

(۶) حضرت ابو نوفل فرماتے ہیں کہ:-

سألت عائشة هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يبالغ عندنا الشعراء فقلت كان بغض الحديث اليه (رواه احمد بن حنبل بن ۲۸۵ سنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۸۵ و طبع ۱۲۹۵) میں نے حضرت عائشہ سے سوال کیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر سے کوئی لگاؤ تھا؟ تو وہ فرماتے گئیں کہ شعر آپ کو سب باتوں سے زیادہ ناپسند تھا۔

اور حضرت عائشہ رضی عنہا ہی سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی طرفہ کا شعر و یا نیک بالاخبار من لہ تزود پڑھا کرتے تھے۔ لیکن

فيمجل اقله اخوة واخوه اقله فقال ابو بكر فليس هذا هكذا يا رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني والله ما انا شاعروما ينبغي لي (رواه ابن ابي حاتم وابن جرير وذا النظار بن كثير ج ۳ ص ۵۹۵) آپ اٹھ پلٹ کر کے مقدم کو موقوف اور موقوف کو مقدم کر کے پڑھتے تھے حضرت ابو بکر رضی عنہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ شعر یوں نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا نہ لی قسم میں شاعر نہیں ہوں اور نہ یہ نہیری شان کے لائق ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی الزناد (المتوفی ۱۷۵ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عباس بن مرواس کا ایک شعر الٹ پلٹ پڑھا تو حضرت ابو بکر رضی عنہ نے فرمایا:-

يا ابي انت وامى يا رسول الله ما انت بشاعر ولا يوبه ولا ينبغي لك (رواه ترمذی ص ۲۸۵) اے اللہ تعالیٰ کے رسول آپ پر میری سال باپ قرآن ہوں نہ تو آپ شاعر ہیں نہ شعر کے راوی ہیں اور نہ آپ کے لیے یہ سزا وار ہے۔

اور حضرت حسن بصری (المتوفی ۱۱۰ھ) کی روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شعر الٹ پلٹ پڑھا تو حضرت صدیق اکبر رضی عنہ حضرت عمر رضی عنہ نے فرمایا کہ:-

اشھد انک رسول اللہ يقول تعالیٰ ما علمنا
الشعر وما یبغی له (ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۵) ومعالم
التنزیل ج ۳ ص ۲۰۶)

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ
تعالیٰ نے آپ کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ یہ آپ کی
شان کے لائق ہے۔

رئیس المحدثین والمفسرین فی عصرہ حافظ محمد الدین بن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-
يقول الله عز وجل أخبر عن نبيهم محمد صلى الله
عليه وسلم انه ما علمه الشعر وما يبغى له
اي ما هو في طبعه فلا يحسنه ولا يجبه ولا
تفتقيه جبلته ولهذا ورد انه صلى الله عليه
وسلم كان لا يحفظ بيتا على وزن منتظم بل
ان الشدة زعمه اولم يتمه -
(تفسير ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۵)

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے
خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ وہ
ان کے لیے مناسب ہے یعنی وہ آپ کی طبیعت کے موافق ہی نہیں
اس لیے نہ تو وہ آپ کو پسند ہے اور نہ آپ کی فطرت اس کی
مقتضیٰ ہے اور اسی ہی لیے وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو ٹھیک وزن پر ایک شعر بھی محفوظ نہ تھا بلکہ آپ
اگر پڑھتے تو یا اس کا کچھ گرا دیتے یا ناقص پڑھتے تھے۔

علامہ علی بن محمد الخازن رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-
اي ما يسهل له ذلك وما يصلم منه
بحيث لو اذاد نظم شعر لم يثبات
له ذلك كما جعلناه اميالا يكتب
ولا يحسب لتكون الحجة اثبت و
الشبهة ادحض قال العلماء ما كان يتزن
له بيت شعروان تمثل ببديت شعر جرير
على لسانه منكسرا -
(غران ج ۶ ص ۱۵)

یعنی نہ تو آپ کے لیے شعر سہل ہے اور نہ آپ سے بنتا ہے یا اس
طور کہ اگر آپ ایک شعر نظم کرنا چاہیں تو آپ سے یہ نہیں ہو
سکتا، ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ ہم نے آپ کو اُمی بنایا ہے
نہ تو آپ لکھ سکتے ہیں اور نہ حساب کر سکتے ہیں اور یہ اس لیے کہ
حجت پوری مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جائے اور شک و شبہ کے لیے
گنجائش نہ رہے۔ علماء کرام نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے کوئی شعر موزون نہ ہوتا تھا اور اگر کسی کا کوئی شعر
کبھی پڑھا تو بے وزن ہو کر آپ کی زبان سے جاری ہوا۔

اور علامہ ابو محمد حسین بن محمد البغوی (المتوفی ۵۱۶ھ) نے بھی اس موقع پر یہی مضمون کچھ اختصار کے ساتھ
ساتھ بیان فرمایا ہے۔ (دیکھئے معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۰۶)

اور علامہ نسفی الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ - اے دماغ! تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر اور وعاظ بتا کر اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کے قول کا علم نہیں عطا کیا، یا یہ کہ قرآن الشُّعْرُ عَلٰی مَعْنٰی اِنَّ الْقُرْآنَ لَیْسَ بِشَعْرٍ (دارک ج ۴ ص ۶)

اور ہم نے نہیں سکھایا ان کو شعر یعنی ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کے قول کا علم نہیں عطا کیا، یا یہ کہ ہم نے قرآن کی تعلیم سے شعر کی تعلیم نہیں دی اس معنی کر کے کہ قرآن شعر نہیں ہے۔

قرآن کریم کی مذکور کیا اور یہ تمام آثار اور روایات اور تفاسیر اس بات کی واضح ترین دلیل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر و شاعری سے کوئی لگاؤ اور تعلق نہ تھا اور نہ یہ آپ کی شان رفیع کے لائق اور مناسب ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر و شاعری کی تعلیم ہی نہیں دی اور نہ اس کا علم عطا کیا ہے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کا علم عطا ہی طور پر بھی نہیں دیا گیا تھا۔

حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے اپنے دور خلافت میں حضرت نعمان بن عدی بن نضہ کو صوبہ بصرہ کے ضلع میسان کا عامل مقرر کیا۔ انہوں نے وہاں شاعرانہ تخیلات کی بنا پر بے ساختہ کچھ شعر کہہ دیئے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ

أَذْهَلَ أَيْ الْحَسَنَاءُ انْ خَلِيلَهَا بَيْسَانَ يُسْقَى فِي زَجَاجٍ وَحَنَتِهِ
”کیا خوب و عذرت کہ یہ خبر پہنچی ہے کہ اس کا رفیق حیات میسان میں شیشے کے گلاسوں اور سبز رنگ کی صراحیوں میں شراب پلایا جا رہا ہے“

حضرت عمرؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے فوری طور پر ان کو معزول کر دیا۔ جب نعمان مدینہ طیبہ آئے تو حضرت عمرؓ سے کہا۔ حضرت بخدا میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ بات یہ ہے کہ بے ساختہ میری زبان سے یہ شعر نکل گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:-

اُظِنَ ذَلِكَ وَلَكِنْ وَاللَّهِ لَا تَعْمَلُ لِي عَمَلًا أَبَدًا
میرا بھی یہی گمان ہے لیکن واللہ تجھے اس قول کے بعد
وقد قلت ما قلت (نفیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۵۴) کبھی بھی عامل اور افسر نہیں بنایا جائے گا۔

ان اشعار کی وجہ سے ان کی معزولی کا ذکر علامہ زحبی وغیرہ نے بھی کیا ہے (ملاحظہ ہو تجرید اسماء الصالحین ج ۲ ص ۱۱۵ و استیعاب ج ۳ ص ۵۱۵ و اصابع ج ۳ ص ۵۳۳)

سبحان اللہ تعالیٰ! ایک وہ مبارک وقت تھا کہ زبانی طور پر شراب نوشی کا اداء کرنے والے افسر بھی فوراً معزول کر دیے جاتے تھے مگر آج ہر وقت شراب میں غمور رہنے والوں کو بھی کوئی نہیں پوچھتا کہ

کس نبی پر سد کہ بھتیا کون ہو سیر ہو یا پاؤ ہو یا پون ہو
 فریق مخالف کی طرف سے قرآن کریم کی اس آیت
 کی جو بے تاویل (یا تحریف) کی گئی ہے، وہ بھی
 ملاحظہ کر لیجئے اور ساتھ ہی ساتھ اس کا جواب بھی دیکھ لیجئے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنی متعدد
 کتابوں میں اس آیت کے متعلق یہ لکھا ہے کہ: اس میں ملکہ شعر کی نفی کی گئی ہے اور مراد یہ ہے کہ ہم نے
 اپنے رسول کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا۔ اور مولوی نعیم الدین صاحب نے یہ کہا کہ اس آیت میں منطقی شعر مراد
 ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو قیاس شعری نہیں سکھایا جو مقدمات مثیلہ اور قضایا کا ذریعہ سے
 مرکب ہوتا ہے مگر ظاہر ہے کہ ان دونوں تاویلوں سے ہمارے استدلال پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ
 شعر سے خواہ ملکہ شاعری مراد ہو یا شعر منطقی دونوں چیزیں ماکان و مایکون میں داخل ہیں اور جب ان میں
 سے کسی ایک کی نفی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو گئی تو جمیع ماکان و مایکون کا دعویٰ باطل ہو گیا
 اور فریق مخالف کی کلی ٹوٹ گئی۔

کفر ٹوٹا خدا کر کے

مولوی حشمت علی صاحب وغیرہ نے پینتر ایل کر یہ دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم سے شعر کہنا ثابت ہے۔ آپ نے غزوہ خنین میں فرمایا تھا

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

اور اسی طرح آتا ہے کہ آپ نے فرمایا

هل انت الا اصبع دمیت وفي سبیل اللہ مالیت وغیرہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ مقتفی کلمات جو صادر ہوئے ہیں، یہ شعر
 نہیں بلکہ جزم ہیں اور قرآن کریم میں نفی شعر و شاعری کی ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ:-

والجواب باختلف اهل العروض والادب فی التوجیز
 هل هو شعرا ام لا؟ واتفقوا علی ان الشعر
 لا یكون شعرا الا بالقصد اما اذا جری کلام
 موزون بغیر قصد فلا یكون شعرا وعلیه
 اہل عروض اور ادب کا رجز سے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ شعر ہے
 یا نہیں؟ اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ شعر اس وقت تک
 شعر نہیں کہلاتے گا جب تک اس میں قصد اور ارادہ نہ ہو۔
 اگر کسی وقت بغیر قصد کے کوئی کلام موزون زبان پر جاری ہو

يحمل ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم گیا تو وہ شعر نہیں ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
من ذلك لان الشعر حرام عليه صلى الله عليه ہوتا ہے اس کا بھی یہی محل ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
وسلم (نوی ج ۱ ص ۱۷۱) تعالیٰ علیہ وسلم پر شعر کہنا حرام ہے۔

لیجئے مولوی حسنت علی خان صاحب اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور امام نوویؒ اس کی حرمت۔
بات کس کی قابل قبول ہوگی؟ اور دلائل کس کا ساتھ دیتے ہیں۔
دیکھئے جب ساتھ دے تقدیر بھی
راہ پر اس سب کو ہم لاتے تو ہیں

اور دوسرے مقام پر امام نوویؒ لکھتے ہیں، جس کا مفہوم اور خلاصہ ہماری عبارت میں یوں ہے
کہ شعر وہ ہے جس میں قصداً اور ارادہ کار فرما ہو اور انسان اس کو موزون پیش کرے اور قافیہ بندی کا پورا
خیال رکھے۔ عام لوگوں کی زبان پر موزون الفاظ جاری ہو جاتے ہیں، لیکن نہ ان کو شعر کہا جاتا ہے اور نہ
بولنے والے کو شاعر۔ ایک قوم کا جن میں خلیلؒ (المتوفی ۳۷۸ھ) کے بعد فن عروض کا امام علامہ
انحصرؒ (المتوفی ۳۱۵ھ) بھی شامل ہے۔ یہ خیال ہے کہ مشطوریہ اور منوک (فن عروض کی اصطلاحیں
ہیں) شعر نہیں ہوتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم۔ اور
یزیر فرمایا۔ هل انت الا اصبع دمیت۔ وفی سبیل اللہ مالعتیت اور نیز فرمایا۔ انا النبی
لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب وغیرہ۔ ابن قطلوبغاؒ اپنی کتاب الشافی فی علم القوافی میں لکھتے ہیں کہ
انحصرؒ وغیرہ کا مراد انا کہنا ہی کا نہ تھا۔ یہ کہہ کر کہ شاعر کے لیے چند شرطیں ہیں مثلاً یہ کہ وہ کلام موزون قافیہ
بندی کے طور پر اس فن سے واقف ہوتے ہوئے قصداً اور اراداً پیش کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو کلام شعر
نہیں ہوگا۔ اور قائل شاعر نہیں کہلائے گا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص صرف عرب کے طریقہ کے مطابق موزون
کلام کہے، بغیر قصداً سے یا کہے تو اراداً مگر قافیہ بندی نہ ہو تو نہ یہ شعر ہوگا اور نہ قائل شاعر ہوگا۔
باجماع العلماء والشعراء تمام علماء اور شعراء کا اس پر اتفاق ہے (نوی ج ۲ ص ۱۷۱)

امام نوویؒ وغیرہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ فن عروض کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ عروض کی درسی
کتاب محیط الدائرہ ص ۱ میں شعر کی یہ تعریف کی ہے کہ:-

”الشعر کلام یقصد به الوزن والتقنية : شعر وہ کلام ہے جس میں وزن اور قافیہ بندی کا قصد کیا جائے

لحم بالوزن البتة - ہوجا آئینہ حالانکہ اُن کو شعر کا شعر دیک نہیں ہوتا اور نہ ان

(ارشاد الشافعی علی متن الکافی ص ۱۱۱) کو وزن سے لگاؤ ہوتا ہے لہذا وہ بھی شعر نہ ہوگا۔

ان تمام عبارات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ نہ تو قرآن کریم کی کسی آیت پر شعر کا اطلاق صحیح ہے اور نہ مرکباتِ نبویہ (علی صاحب الف الف الف تہتیم) پر۔ پہلے تو رجز اور شعر میں فرق ہے، پھر محض اتفاقی طور پر علم عروض کے کسی وزن پر کسی کلام کے مطابق ہونے سے شعر نہیں کہلاتا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدتِ العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ (رہی امام مہدیؑ کی وہ روایت جس میں ہے کہ آنسہؑ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا، اپنے ساری زندگی میں صرف ایک شعر بنایا تھا۔ فاعل بمانہون الا تو حافظ ابن کثیرؒ نے اپنے استاد محترم جیل حفظ امین حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، علامہ الحافظ ابو الجراح المزنی الشافعیؒ (المتوفی ۷۴۱ھ) سے نقل کر دیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس میں دو راوی مجہول ہیں (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۱) لہذا منکر اور غیر ثابت روایت سے نقل قطع کیا کیا مقابلہ؟ اور کیا تقابلی؟ الغرض گوئکہ قسم کے اشعار حکمت اور دانائی سے مملو ہوتے ہیں مگر مجموعی لحاظ سے اشعار میں بہت سی قباحتیں بھی ہیں۔ علامہ ابن خلدونؒ نے امام ابن رشیقؒ (المتوفی ۷۴۱ھ) سے کیا خوب نقل کیا ہے جس میں فنِ شاعری کا اجمالی خاکہ سامنے آ جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

لعن الله صنعة الشعر ماذا من صنوف الجهال منه لقينا
الله تعالیٰ صناعتِ شعر بہ لعنت کرے، اس کی وجہ سے ہمارا کیسے کیسے جاہلوں سے سابقہ پڑتا ہے

يُؤثرون الغريب منه على ما كان سهلا للسا معینِ بیانا

شاعر غریب الفاظ کو ایسے سلیس الفاظ پر ترجیح دیتے ہیں جو عام معین کے سلسلے واضح ہوتے ہیں

ويرون ألتعال معنى صميما وخسيس الكلام شيئا ثميننا

اور جھوٹ کو ایک صحیح معنی سمجھتے ہیں۔ اور گھٹیا قسم کے کلام کو قیمتی سمجھتے ہیں (مقدمہ ابن خلدون ص ۵۱۱)

یہ بالکل نامناسب ہوگا کہ آپ کے کان مفتی احمد یار خاں صاحب کی راگنی

خال صاحب کی راگنی سے نا آشنا ہیں۔ چلتے چلتے

وہ بھی سن لیجئے۔ وہ آیت وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ کے جواب میں لکھتے ہیں کہ مفسرین نے اس آیت کے تین مطلب بتاتے ہیں۔

اولاً یہ کہ علم کے چند معنی ہیں جاننا، ملکہ (مشق تجربہ وغیرہ) اس جگہ علم کے دوسرے معنی مراد ہیں یعنی ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا نہ یہ کہ ان کو اچھا بڑا صحیح غلط شعر پہنانے کا شعر نہ دیا۔

دوسرے یہ کہ شعر کے دو معنی ہیں ایک تو وزن و قافیہ والا کلام (غزل) دوسرے جھوٹی اور وہمی و خیالی باتیں چاہے نظم ہوں یا نثر اس آیت میں دوسرے معنی ہی مراد ہیں یعنی ہم نے ان کو جھوٹی اور وہمی باتیں نہ سکھائیں وہ جو کچھ فرماتے ہیں حق ہے۔

تیسرے یہ کہ شعر سے مراد اس جگہ اجمالی کلام ہے یعنی ہم نے ان کو ہر چیز کی تفصیل بتائی ہے نہ کہ معنی اور اجمالی باتیں، وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (بلفظہ جاء الحق ص ۹۷ و ص ۹۸)

الجواب معنی صاحب ہی ازراء و دیانت یہ فرمائیں کہ کیا شعر گوئی کا ملکہ جھوٹی اور وہمی و خیالی باتیں اور معنی وغیرہ صحیح ماکان و مایکون میں داخل نہیں ہیں؟ مفتی صاحب معاف فرمائیں تقابلی سے حقیقت کبھی نہیں بدلتی، شعر سے کچھ ہی مراد لیں اتنا تو ماننا ہی پڑا ہے کہ مَا عَلَّمْنَاكَ الشُّعْرَ کے مطابق اس دنیا میں کوئی چیز ایسی ضرور تھی جس کا علم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا نہیں فرمایا تھا۔ کیونکہ یہ آپ کی شان کے لائق ہی نہ تھا اور اس کے نہ جاننے سے ہرگز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص اور توہین نہیں ہوتی اور اسی کا دوسرے اہل بدعت کو ملکہ اور مفتی احمد یار خاں صاحب کو خصوصاً اقرار ہے۔

ہوا ہے معنی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زیلخانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

رہا یہ کہ تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ سے کس کس چیز کی تفصیل مراد ہے؟ تو اس کی مبسوط بحث اپنے مقام پر عرض کی جائے گی، انشاء اللہ العزیز۔

دوسری آیت اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُمْ
مِّن قُصَصًا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ

اور البتہ ہم نے آپ سے پہلے بہت رسول بھیجے ان میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ کو بتائے اور بعض کے

احوال ہم نے آپ کو نہیں بتائے۔

نَقُصُّ عَنْكَ (پ ۲۳- المؤمن - ۸)

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَدُسُلًا قَدْ قَصَصْنَا عَنْكَ مِنْ قَبْلُ وَ

ہم نے آپ کو اس سے قبل بتا دیے ہیں اور ان میں سے

وَدُسُلًا لَمْ نَقُصِّ عَنْكَ

بعض کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے۔

(پ ۶- النازع - ۲۳)

پہلی آیت مکی سورت کی ہے اور دوسری مدنی سورت کی جس سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات بتائے ہیں اور بعض کے حالات کا علم عطا ہی نہیں کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے احوال کا علم آپ کو عطا نہیں کیا تو وہ اور کہاں سے عطا ہوگا؟ اور اس کے بعد کسی صحیح نقلی یا عقلی دلیل سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ آپ کو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تفصیلی حالات بتائے گئے ہوں۔ صرف ممکن ہے“ سے مخصوص قطعاً کا ہرگز جواب نہیں ہو سکتا۔ میں ادنیٰ فعلیہ البیان بالبرہان، دیدہ بابر۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو بالاتفاق صحابہ میں غزوہ خیبر کے بعد مسلمان ہوئے ہیں روایت کرتے ہیں کہ :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ادري
تبع أنبيا كان أم لا وما ادري ذا القرنين
أنبيا كان أم لا وما ادري الحدود وكفارات
لا هلهام لا دلهام لا دلهام لا دلهام
قال الحكمم والذمى على شرطها :-
جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا
کہ تبع نبی تھے یا نہیں اور نیز میں نہیں جانتا کہ ذو القرنین نبی
تھے یا نہیں اور نیز میں نہیں جانتا کہ دنیا میں جہنم پر جو
تعزیرات اور حدود قائم کئے جاتے ہیں، وہ ان کے لیے کفار
ہو جائیں گے یا نہیں۔

تبع اور ذو القرنین دونوں کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ دونوں نبی تھے یا نہیں؟ تفصیلاً لکل شیء اور تَبَيَّنَا لِكُلِّ شَيْءٍ وغیرہ آیات سے کئی غیب پر استدلال کرنے والوں سے دریافت کیجئے کہ تبع اور ذو القرنین کی زندگی کے پورے اور مفصل حالات تو ہمیں الگ دیتے قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں وہ محض نزاع نہیں ہیں) ان کی نفس نبوت اور رسالت کا علم بھی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ تھا، اور پھر آپ نے کس صفائی سے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ بھی علم نہیں ہے کہ دنیا میں جن جرائم پیشہ لوگوں کو سزا دی

باقی ہیں آیا محض ملکی امن کو بحال رکھنے اور سیاست مڈن کو محفوظ رکھنے کے لیے ہیں یا یہ منرائش کفارہ بن کر عذاب دوزخ سے رٹائی کا ذریعہ بھی ہوں گی۔ حدود کے کفارہ بننے نہ بننے سے متعلق سراج الامت حضرت امام ابو حنیفہ (المتوفی ۱۵۰ھ) اور دوسرے آئمہ کا کیا اختلاف ہے؟ اور کیا دلائل ہیں؟ یہ موقع ان کے بیان کا نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ (المتوفی ۴۰ھ) ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

بعث الله عبداً جشياً نبياً فهدو من الله تعالى نے اپنے ایک حبشی بندہ کو نبی بنا کر بھیجا تھا، اور لم يقق علي محمد صلى الله عليه وسلم وہ ان نبیوں میں سے ہیں جن کا قصہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں بتایا گیا۔ (کنز العمال ج ۲۲ ص ۲۲۷ و درمنثور ج ۲ ص ۲۴۵)

حافظ ابن کثیر پہلی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

ای منهم من اوحينا اليك خبرهم و اي منہم من اوحينا اليك خبرهم و قصصهم مع قومهم كيف كذبوا و حرقوا قصصهم مع قومهم كيف كذبوا و حرقوا كانت للرسول العاقبة والنصرة ومنهم من لم نقصص عليك وهو اكثر متين ذكر باضعاف اضعاف (ابن کثیر ج ۴ ص ۵۹)

یعنی رسولوں میں سے کچھ وہ ہیں کہ جن کی خبر ذریعہ وحی ہم نے آپ کو دی اور بتلایا کہ ان کی قوم نے ان کی کیسے تکذیب کی اور کس طرح انجام کار رسولوں کی کامیابی اور نصرت ہوئی، اور رسولوں میں ایسے بھی ہیں جن کو ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور وہ اُن سے کئی گنا زیادہ ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو بتائے ہیں۔

اور علامہ علی بن محمد الحارثی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

ای ولم نذكر لك حال الباقيين (غازن ج ۶ ص ۵۷) یعنی باقی رسولوں کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:-

ای لم نسهم لك ولم نعرفك اخبارهم (غازن ج ۱ ص ۵۱۹) ہم نے آپ کو ان کے نام اور حالات کی اطلاع نہیں دی ہے

اور بالکل یہی الفاظ اس مقام پر حضرت امام مازنی رح کے ہیں۔ (دیکھئے کبیر ج ۲ ص ۲۳)

اور علامہ خطیب شرنوبی رح اسی جگہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

ومنهم من لم نقصص عليك - لا اخبارهم اور رسولوں میں ایسے بھی ہیں کہ وہ نہیں بتائے ہم نے آپ ولا اخبار امهم ولا ذكرنا هلك باسمهم کہ وہ تو ان کے حالات بتائے ہیں اور ان کی امتوں کے اور

وان كان لنا العلم التام والقدرۃ الكاملة
(تفسیر سراج منیر ج ۳ ص ۹۹۵)
نہ ہم نے ان کے نام آپ کو بتائے ہیں، مگر یہ خود ہم کو پورا
علم اور کامل قدرت حاصل ہے۔

اور علامہ صدر الدین الدمشقی الحنفی (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ:-

فعلینا الايمان بان الله ارسلهم وارسل
رسلا سواهم وانبياء لا يعلم اسمائهم و
عددهم الا الله الذي ارسلهم۔

(شرح عقيدة الطحاوی ص ۲۴)
ہم پر لازم ہے کہ ہم اس پر ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ نے
ان کو امدان کے علاوہ دوسرے رسولوں اور نبیوں کو بھیجا ہے
جن کے نام اور گنتی و تعدد سوائے اُس خدا کے اور کوئی بھی
نہیں جانتا جس نے اُن کو مبعوث کیا ہے۔

اور چار مشہور آسمانی کتابوں (قرآن کریم - انجیل - زبور اور تورات) کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:-
لا يعرف اسمائهم الا الله۔ (ص ۲۴)
باقی کتابوں کے نام یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بھی نہیں جانتا۔
اور علامہ تفتازانی (متوفی ۷۶۱ھ) لکھتے ہیں کہ:-

ظاھر الكتب وهوان بعض الانبياء
لم يذكر للنبي عليه الصلوة والسلام
كتاب الله كظاھری مضموم اسی پر دلالت کرتا ہے کہ بعض حضرات
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم کے سامنے پیش نہیں کیے گئے۔
(شرح عقائد ص ۱۸)

قرآن کریم کے قطعی معنوں اور صحیح حدیث اور حضرات معصومین کرام کی واضح عبارات سے یہ بات بالکل
بے نقاب ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام کے تفصیلی حالات اور صحیح تعدد اور نام بھی نہیں بتائے جن کے ساتھ آپ کا کسی گونہ گہرا تعلق ہے۔
اور جن کو آپ نے شب معراج میں اجمالی طور پر دیکھا بھی اور ان کو امامت بھی کروائی۔ یہ ارشاد بھی علم عطائی
کی نفی کی ناقابل تردید دلیل ہے مگر شرط یہ ہے کہ کسی میں انصاف اور دیانت بھی ہو۔

میں ہوں بیگانہ ضبط وفا سچ ہے مگر وہ بھی

ذرا انصاف سے اپنا طریق امتحان دیکھو

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم فریق مخالف کا جواب اور اس کی
فریق مخالف نے کیا کہا؟ حقیقت بھی آپ کے سامنے عرض کر دیں۔ مولوی محمد نعیم الدین صاحب

مراد آبادی الکلیۃ العلیا ص ۱۷ میں مولوی محمد عمر صاحب مقیاس خفیت ص ۲۹ میں اور مفتی احمد یار خان صاحب

پھر مترک ۲۷ ص ۵۹ کے حوالہ سے حضرت ابوذرؓ کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں (عربی عبارت ہم نے اختصاراً نقل نہیں کی۔ صفر) یا رسول اللہ تمام انبیاء کہتے ہیں آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہیں میں نے عرض کی کہ اُن سے رسول کہتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا تین ^{مستطیر}۔ اس حدیث میں اس امر کی صاف دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا بالتفصیل علم ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ آپ کو انبیاء اللہ کا علم نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء اللہ کی تفصیل تو بھلے خود جھوٹے نبیوں کی تعداد بھی فرما دی کیا تم اس حدیث کو بھول گئے ہو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال ہوں گے جو نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے، کیا تم نے یہ حدیث مرزائیوں کے مقابلہ میں پڑھنے کے واسطے یاد کی ہوئی ہے پانچ عقیدے کو درست کرنے کے واسطے کیا یہ حدیث کافی نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے تمام مستقبلہ جھوٹے انبیاء کی بھی غیبی اطلاع فرمادی، کیا یہ بغیر علم غیب کے فرمان صحیح ہو سکتا ہے۔ (۱)

(ملفوظ مقیاس ص ۳۹)

فریق مخالف کے اس بیان میں جو امور قابل جواب اور قابل توجہ ہیں وہ یہ ہیں۔

الجواب ۱) کہ آیت وَكَلَّمَ اللَّهُ نَارًا مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَحْنُ بِمُحَادِّثِينَ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکمل حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم عطا کر دیا گیا تھا۔

۲) حضرت ابوذرؓ (المتوفی ۳۲ھ) کی روایت سے معلوم ہوا کہ کل حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے۔ جب آپ نے تعداد بتادی تو یہ کیسے صحیح ہوا کہ آپ کو ان کا علم نہ تھا

۳) آپ نے پچھتے نبیوں کے علاوہ قیامت تک آنے والے جھوٹے نبیوں کی اطلاع بھی مے دی ہے کہ وہ تیس کی تعداد میں ہوں گے تو پھر یہ کیسے درست ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم نہ تھا۔

۴) حضرت مکارم علیہ القاریؓ کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اجمالی علم تھا یا حدیث کے ذریعے سے یہ علم عطا کر دیا گیا تھا۔ پھر کیسے یہ تسلیم کر لیا جاتے کہ آپ کو ان حضرات کا اور ان کے حالات کا علم نہ تھا۔

۵) صادی شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تک دُنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ آپ کو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم نہیں عطا کر دیا گیا اور ان کا علم کیوں نہ ہو جب کہ سب پہ بغیر بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیدا ہوئے ہیں تو پھر اپنی اولاد کا

علم کیوں نہ ہو؟

ہم اسی ترتیب کے ساتھ ایک ایک چیز کا جواب عرض کرتے ہیں؟ غور فرمائیں :-

① آیت وَكَلَّا نَقْصُصُ سَعْدِیٰ نَقْصُصُہُمْ عَلَیْكَ سُوْرًا کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل رسولوں کے حالات بتائیے گئے تھے قطعاً اور سرسری باطل اور قلت تدبیر یا جہالت کا حیرت ناک مظاہرہ ہے۔

اولاً اس لیے کہ یہ آیت سورہ ہود کی ہے جو مکی ہے اور وَدُرُودُ کُنْ نَقْصُصُہُمْ عَلَیْكَ سُوْرًا کی آیت ہے جو اس کے بعد مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ اگر پہلی آیت کا یہ مطلب ہو کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام رسولوں کے حالات بتا دیے ہیں تو اس کے بعد مدینہ طیبہ میں یہ آیت کیوں نازل ہوئی کہ کئی رسول ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے، کیا اللہ تعالیٰ کو اپنا پہلا ارشاد یاد نہ رہا تھا کہ میں نے تو سب رسولوں کے حالات اپنے محبوب کو بتا دیے ہیں، پھر کیوں یہ فرماتا ہوں کہ بعض رسولوں کے حالات آپ کو نہیں بتائے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ کیا خدا کے کلام اور قرآن کریم میں بھی تعارض اور تضاد کا احتمال ہے؟ حاشا وکلا الیہا مطلب خالص ایجاد بندہ اور تحریف قرآن ہے۔

ثانیاً لفظ کل کا تعلق الرسول سے نہیں اور نہ لفظ کل الرسول کے لفظ پر داخل ہوا ہے، جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے اور دوسروں کی بے علم خود کم علمی اور جہالت کا رونا رو ہے ہیں ان کو خود اپنی جہالت کا ماتم کرنا چاہیئے تھا اور یہ کہنا چاہیئے تھا کہ

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا لکل آیا

چند حوالات ہم معتبر اور مستند حضرات مفسرین کرام کے عرض کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں :-

علامہ جلیل الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ :-

وَکَلَّا نَصْبُ نَقْصُصُ وَتَنْوِیْہُ، بَدَلِ عَنْ
الْمُضَافِ اِلَیْہِ اِیْ کُلِّ مَا یَحْتَاجُ اِلَیْہِ نَقْصُ
عَلَیْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرَّسُلِ مَا بَدَلِ مِنْ کَلَّا
مَا نُنِیْتُ بِہِ فَوَاذِکَ نَطْمِئِنُّ بِہِ فَوَاذِکَ
قَلْبِکَ (جلالین ص ۱۸۹)

لفظ کل کو نصب نقص نے دی ہے اور لفظ کل میں تو ہیں
مضاف الیہ کے عوض میں آئی ہے، یعنی ہر وہ خبر جس کی
حاجت پڑتی ہے ہم پیغمبروں کی خبروں میں سے آپ کو بتاتے
ہیں اور لفظ ما کلا سے بدل ہے یعنی جس سے ہم آپ کے
دل کو تسکین دیتے ہیں۔

اور علامہ بغوی (لکھتے ہیں کہ :-

معناہ وكل الذی یحتاج الیہ من انباء الرسل
ای من اخبارہ ومن اخبار اسمہ نقص
علیک (معالم التنزیل پر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۸)
اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت انبیا کریم علیہم السلام اور
ان کی امتوں کی خبروں میں سے ہر وہ خبر ہم آپ کے بیان کرتے
ہیں جس کی حاجت اور ضرورت ہو۔

اور علامہ زعفرانی محمد بن عمر (المتوفی ۵۲۸ھ) لکھتے ہیں :-

وَكَلَّا نَقُصُّ التَّنْوِينَ فِيهِ عَوَضٌ مِنْ مَضَانٍ
الیه كانہ قیل وكل نبی نَقُصُّ عَلَیْكَ وَمِنْ
أَنْبَاءِ الرُّسُلِ بَيَانٌ لِكُلِّ وَمَا نُنَبِّئُ بِهِ فَوَادِكُ
مِدَلٍّ مِنْ كَلَّا (كشف ج ۲ ص ۹۵)
کہ کَلَّا میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور وہ لفظ
نبی ہے اور مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ، کُلِّ کا بیان ہے
اور مَا نُنَبِّئُ بِهِ فَوَادِكُ، حَلَا
سے بدل ہے۔

نوٹ :- ہم نے اس کتاب میں مسند علم غیب کے سلسلہ میں علامہ زعفرانی سے ان کے غلو فی الاغترال کی وجہ سے
کوئی استدلال نہیں کیا بلکہ صرف امام عربیت ہونے کی وجہ سے مل عبارت میں استدلال کیا ہے اور ان کے امام اہل عربیت
ہونے کا کوئی منکر نہیں ہے۔

اور علامہ آلوسی الحنفی لکھتے ہیں کہ :-

وَكَلَّا أَيْ وَكُلِّ نَبِيٍّ فَالتَّنْوِينَ لِلتَّعْوِيلِ مِنَ
المضات الیہ المذوف ونصب كل علی انه
مفعول به لقوله نَقُصُّ عَلَیْكَ اِیْ تُخْبِرُكَ
وقوله مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ صفةٌ لذلک
المذوف لا لکل لا ذہالا توصف فی الفیض
كما فی ایضاح المفصل ومن بتعینیه و
قيل بیانیة وقوله مَا نُنَبِّئُ بِهِ فَوَادِكُ
قيل عطفت بیان لکل بناء علی عدم اشتراط
توافق البیان والمبین تعریفاً وتکلیفاً و
المعنی هو مَا نُنَبِّئُ بِهِ الْو
(روح المعانی ج ۱ ص ۱۴۹)
کَلَّا میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے، اور وہ لفظ
نبی ہے اور کَلَّا کی نصب اس لیے ہے کہ وہ نقص
کا مفعول بہ ہے، یعنی ہم آپ کو خبر دیتے ہیں، اور مِنْ
انباء الرسل اس مذوف کی صفت ہے کَلَّا کی صفت
نہیں ہے۔ کیونکہ ایضاح شرح مفصل میں لکھا ہے کہ فیض
استعمال یہ ہے کہ کل موصوف نہیں واقع ہوتا، اور مِنْ
بتعینیه ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیانیہ ہے اور مَا نُنَبِّئُ
بِهِ فَوَادِكُ کہا گیا ہے کہ عطفت بیان ہے بدین وجہ کہ بیان
اور مبین میں تعریف اور تبحر کی مطابقت شرط نہیں ہے،
اور معنی یہ ہے کہ ہر وہ خبر ہم آپ کو بتاتے ہیں جس سے
آپ کے دل کو تسکین دیں۔

اور اس آیت کی مزید تفسیر کیلئے جامع البیان ص ۱۸، کمالین ص ۱۸۹ اور مدارک ج ۲ ص ۲۹۹ اور ابن کثیر ج ۲ ص ۹۱۵ اور بیضاوی ج ۱ ص ۲۸۹ وغیرہ کی طرف مراجعت کریں۔ ہمارا مقصد حوالوں کا استیعاب نہیں ہے بلکہ صرف احتیاق حق اور البطلان باطل کے لیے بطور نمونہ چند ضروری حوالے درج کرنے ہیں جو کر دیئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے نہ تو لفظ کَلَّ کا تعلق التَّوَسُّل سے ہے اور نہ یہ اس پر داخل ہے۔ معنی یہ ہیں کہ ہم پیغمبروں اور رسولوں کی خبروں میں سے ہر وہ خبر آپ کو ملتے ہیں جس سے آپ کے دل کو ہم مطمئن کر دیں۔ نہ تو اس میں سب رسولوں کے حالات کا علم ہے اور نہ ان کی خبروں کا۔

ثالثاً حضرت ابوہریرہؓ کی صحیح روایت میں پہلے گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں ہے کہ تبع اور ذوالقرنین بنی تھے یا نہیں؟ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حبشہ کے ایک نبی کا قصہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیان نہیں کیا، جب ان کی نفسِ ذہنیہ اور رسالت کا علم ہی نہیں تو ان کے حالات کا علم کہاں سے اور کیسے حاصل ہوگا؟ علاوہ بریں مولوی محمد عمر صاحب کا یہ کہنا کہ کل رسولوں کے تھوڑے تھوڑے واقعات آپ پر بیان کئے گئے ہیں۔ بخو اور گمیر کے لحاظ سے سلسلہ باطل ہونے کے علاوہ ان کے معنی کے خلاف جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی صاحبِ علم اور فہیم پر محضی نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں جمیع ماکان مایکون کے علم کی صریح نفی لازم آتی ہے۔

خوش نوا بیان چین کو غیب سے مژدہ ملا

دام میں صیاد اپنے مبتلا ہونے کو ہے

(۲) رہی حضرت ابوذرؓ وغیرہ کی وہ روایت جس میں آتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام و السلام کی کل تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار تھی تو حضرات محدثین کرامؓ کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے، چنانچہ امام ابو محمد عبد القادر القرشی الحنفیؒ (المتوفی ۷۱۵ھ) لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (الجواہر ج ۱ ص ۲۴)

اور حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ ابو حاتم بن جانؒ (المتوفی ۳۵۵ھ) اس کی تصحیح کی طرف مائل ہیں (ملاحظہ ہو موارد الظمان ص ۵۳ و ۵۰۸) مگر:-

خالفه الجواز بن المجوزیؒ فذكر هذا الحديث
حافظ الجواز بن المجوزیؒ (المتوفی ۵۹۴ھ) نے اس
فی کتابہ الموضوعات واتمسر بہ ابراہیم بن ہشام
حدیث کو اپنی موضوعات کی کتاب میں درج کر لیا ہے، اور

هذا ولا شك انه قد تكلم فيه غير واحد من ائمة الجرح والتعديل من اجل هذا الحديث (تفسير ابن كثير ج ۱ ص ۵۸۶)
اس میں ابراہیم بن ہشام کو متہم کیلئے اور کوئی شک نہیں کہ بہت سے ائمہ جرح و تعدیل نے اس حدیث کی وجہ سے ابراہیم بن ہشام میں کلام کیا ہے۔

امام ابو حاتم رحمہ اور علامہ علی بن حسین بن الجلیلی رحمہ اور محمد بن ابوزر عترہ فرماتے ہیں کہ وہ کذاب تھا اور علامہ ذہبی (المتوفی ۳۸۵ھ) جو بقول مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلی ائمہ شمس الدین ذہبی رحمہ کہ علم حدیث و اسما الرجال میں جن کی جلالت شان عالم آشکار (انوار الانباء ص ۲۵) اس کو مترک کہتے ہیں (دریختہ بحوالہ سان المیزان ج ۱ ص ۷۱)

حضرت ابوذر رحمہ کی ایک روایت امام حاکم رحمہ نے بھی پیش کی ہے، لیکن اس کی سند میں یحییٰ بن سعید السعیدی البصری ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ کہتے ہیں یس بشقة (تفہیم المتذکرہ ج ۱ ص ۵۹) اور امام عقیلی فرماتے ہیں۔ اس کی روایت میں اس کا کوئی اور متبوع نہیں ہوتا۔ محمد بن ابی حاتم رحمہ کہتے ہیں کہ وہ اٹل پلٹ اور غلط سطر روایات پیش کیا کرتا ہے۔ جب وہ منفرد ہو تو اس کی کسی روایت سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ امام ابن عدی رحمہ فرماتے ہیں، اس کی یہ روایت منکر ہے بلکہ کہتے ہیں و هذا انكر الروایات (معملہ سان المیزان ج ۱ ص ۲۵۷ و ۲۵۸) کہ یہ اس کی تمام روایات میں منکر ترین روایت ہے۔

حضرت ابو امامہ رحمہ (المتوفی ۸۶ھ) سے بھی سرفراغ ایک روایت آتی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار تھی۔ (رواہ احمد بن منندہ۔ ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸) مگر خود حافظ ابن کثیر نے تصریح کر دی ہے:-

معان بن دفاة التادی ضعیف وعلی بن یزید ضعیف والقاسم ابو عبد الرحمن ضعیف ایضا
اس کی سند میں تین راوی ضعیف ہیں۔ معان بن دفاہ السلامی، علی بن یزید اور قاسم ابو عبد الرحمن۔

(ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۶)

یہی وجہ ہے کہ علماء عقائد نے ان روایات پر عقیدہ کے بارے میں کوئی اعتقاد نہیں کیا۔ چنانچہ امام نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد نسفی رحمہ (المتوفی ۵۳۷ھ) عقائد نسفیہ میں اور علامہ تفتازانی رحمہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

والادلی ان لا یقتصر علی عدد فی التسمیة فقد بہتوی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد کو

قال الله تعالى منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك ولا يؤمن في ذكر العدد ان يدخل فيهم من ليس منهم ان ذكر عدد اكثر من عددهم او يخرج منهم من هو فيهم ان ذكر اقل من عددهم يعني ان خبر الواحد على تقدير اشتراكه على جميع الشرائط المذكورة في اصول الفقه لا يفيد الا الظن ولا عبرة بالظن في باب الاعتقادات.

(شرح عقاید ص ۱۸۱)

میں محصور نہ کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ہم نے بعض حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات آپ کو بتائے ہیں اور بعض کے احوال نہیں بتائے۔ اور عدد اگر ان کے صحیح عدد اور تعدد سے زیادہ ذکر کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ غیر نبی کو نبی مان لیا جائے اور اگر ان کی صحیح تعدد سے کم کا عدد بیان کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ کسی نبی کی نبوت کا انکار لگم آئے یعنی خبر واحد اگرچہ تمام ان شرائط سے موصوت ہو جو اصول فقہ میں بیان ہوئی ہیں تب بھی اُس سے ظن ہی کا فائدہ ہو سکتا ہے اور اعتقادات میں ظن کا سرے سے کوئی اعتبار ہی نہیں ہے۔

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ یہ روایت صحت کے معیار پر مہرگز پوری نہیں اُترتی تو اس کا اعتقاد کے باب میں کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ امام ابن ہمام الحنفی رحمہ اللہ مستأشرا میں اور کمال الدین المقدسی الشافعی رحمہ اللہ اس کی شرح مسأمرہ میں لکھتے ہیں کہ:-

ولا ينبغي في الايمان بالانبياء القطع بمصروم في عدد هما اذ لم يرد بمصروم دليل قطعي لان الحديث الوارد في ذلك اى في عدد هو خبر واحد لم يقترن بما يفيد القطع (المأمر مع المسأره ج ۲ ص ۱۸۱)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کے سلسلہ میں یہ مناسب نہیں ہے کہ قطعیت کے ساتھ ان کی تعدد کو کسی عدد میں منحصر سمجھا جائے کیونکہ ان کے کسی عدد میں منحصر ہونے پر کوئی قطعی دلیل وارد نہیں ہوئی جو حدیث آئی ہے وہ خبر واحد اس میں ایسے قرائن موجود نہیں ہیں جن سے قطعیت کا ثبوت ملتا ہو

اور اسی کے قریب قریب عبارات مواقف کی ہے۔ (دیکھئے مسئلہ طبع نو لکھنؤ)

اور حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

نعم الا ولى ان لا يقتصر على الاعداد فان الاحاط لا تضيد الاعتماد في الاعتقاد بل بحسب ما قال الله كل آمن بالله وملئكتهم وكتبهم ورسلهم ان يؤمن ايماناً اجمالياً من غير تعرض لتعدد

ہاں مناسب یہی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعدد کو کسی معین عدد میں بند نہ کیا جائے۔ کیونکہ خبر واحد پر اعتقاد کے باب میں کوئی اعتقاد نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہی وجہ ہے کہ اجمالی طور پر ایمان لایا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب ایمان

الصفات و عدد الملائكة والكتب والانبیاء
لئے اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں اور اسکی

و ادبَاب التَّوَالَةِ مِنَ الْاَصْفِيَاءِ
رسولوں پر (بغیر بعض تعداد کے) اور فرشتوں کی کتابوں، نبیوں اور

(شرح فقہ کبیر ص ۷۱، طبع کانپور)
ان میں چنے ہوئے رسولوں کی گنتی اور تعداد کے بارے میں بھی نہیں ہونا چاہیے

یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً علم، سمیع، بصیر اور قدرت و ارادہ وغیرہ متعدد ہیں لیکن ان میں حضرات
اشاعرہ اور ماتریدیہ کا فطری اور فرعی اختلاف ہے کہ یہ صفات کتنی ہیں؟ مگر ایمان کے صحیح ہونے کے لیے
اس کی تفصیل ضروری نہیں ہے۔

اور دوسرے مقام پر حضرت ملا علی بن القاری یوں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

فیہیْب الْاِیْمَانُ بِجَمِیْعِهِمْ مِنْ غَیْرِ تَعْلِیْنِ لَعَلَّہُمْ
ان تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا واجب ہے

وَانْكَانَ وَرْدٌ فِیْ مُسْنَدِ اَحْمَدَ اَنْ اِلَا نَبِیَّاءَ مَاہُ
بغیر اس کے کہ ان کی گنتی میں تعین ملحوظ رکھی جائے۔ اگرچہ مسند احمد

الْعَشْرَ وَارْبَعَةَ وَعَشْرُونَ الْاَنْبِیَاءَ
کی روایت میں آئے ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد

شرح بدر اللعالی للشرح علی بن عثمان الدوسی الحنفی ص ۳۵
ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے (مگر اگرچہ ایک ہجرت صحیح نہیں ہے)

یہی وجہ ہے کہ آج تک محتاط مسلمان جب بھی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد کا ذکر

کرتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار یا کم و بیش جتنے نبی اور رسول اللہ تعالیٰ نے مبعوث

کئے ہمارا ان پر ایمان ہے اور ہم صرف اسی حد تک کے مکلف ہیں، اس تحقیق کو بھی پیش نظر رکھتے اور

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ بیان بھی ملاحظہ کیجئے کہ؟ اس حدیث میں اس امر کی صاف دلیل ہے کہ نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا بالتفصیل علم ہے، کیسی کھلی جہالت اور باب عقائد سے ناواقف ہے، اور

دوسروں کو عقائد کی درستگی کا درس دے رہے ہیں کیا خوب؟

نگاہِ شعور کی کوتاہیوں کو کیا کہا جائے

کہ اپنی جنبش پیہم کے ادا کرنے میں دیکھتے

(۳) مولوی محمد عمر صاحب کا ثلاثون کذابون دجالون کی حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ: جی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے تمام مستقبلہ جموئے انبیاء کی بھی غیبی اطلاع فرمادی۔ نری جہالت

اور خالص ہدیانتی پر محمول ہے۔ کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ مرکز نہیں فرمایا

کہ قیامت تک جتنے جموئے نبی پیدا ہوں گے، ان کی تعداد صرف تیس ہوگی۔ بلکہ اپنے مبالغہ کے صیغوں

سے کذابوں اور دجالوں یعنی بڑے بڑے مجنوں اور بڑے بڑے دہالوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جن کا فتنہ امت کے لیے نہایت خطرناک ہوگا جیسے غلام احمد قادیانی وغیرہ ان کی تعداد تیس ہوگی (بلکہ بعض روایتوں میں تیس کے قریب کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴ و مسلم ۲ ص ۲۹۷) یہ نہیں کہ سب جھوٹے نبیوں کی تعداد ہی صرف تیس ہوگی، مولوی محمد عمر صاحب کو کم از کم ائمہ تبلیس درود مولانا ابوالقاسم محمد رفیع صاحب کا مطالعہ ہی کہ لینا چاہیے تھا۔ جس میں تاریخی طور پر سیکڑوں جھوٹے نبیوں کا بحوالہ مذکور کیا گیا ہے۔ تاکہ مولوی محمد عمر صاحب کی آنکھیں کھل جائیں۔

ہم نے یہ روایت صرف مرزا تئوں کے مقابلہ کے لیے ہی یاد نہیں کی بلکہ مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کے مقابلہ میں بھی یاد کی ہوئی ہے جیسا کہ ان کی آنکھیں کھل چکی ہوں گی۔ حتیٰ کو تسلیم نہ کرنا تو مولوی محمد عمر صاحب کا کمال ہے۔

آپ ناصح اُن کو سمجھاتے تو ہیں
جوڑ سے لیکن وہ باز آتے نہیں

(۴) رہا حضرت ملا علی نقاری رحمہ کا اجمال اور تفصیل یا وحی جلی اور غنی وغیرہ سے آیت اور حدیث کے درمیان تطبیق دینے کی سعی کرنا تو ان کی سابقہ شرح فقہ اکبر اور ضوء المعالی کی عبارت کے بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ تاہم اس کے حل کی طرف بھی ہم اشارہ کئے دیتے ہیں تاکہ کسی کوتاہ فہم اور کوڑمغز کو مغالطہ دینے کا موقع نہ ملے۔

حضرت ملا علی نقاری رحمہ نے جو پہلا جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت میں جو نفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تفصیل یا ان کے تفصیلی حالات ہم نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتائے اور حدیث میں بصورتِ صحت صرف اتنا آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی تعلیم کا اجمالی علم تھا کہ وہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار ہیں اور رسول ان میں تین گنویتیرہ ہیں اور ان دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ جو چیز ثابت ہے وہ اور ہے اور جس کی نفی ہے وہ اور ہے۔ چنانچہ خود حضرت ملا علی نقاری رحمہ نے اس اشکال کو لول حل فرمایا ہے کہ:-

وورد فی مسند احمد انه علیہ الصلوٰۃ والسلام منہ احمد کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

سئل عن عدد الانبياء فقال مائة واربعة و
عشرون الفا الرسل منهم ثلاث مائة وثلاثة
عشرا وبعدهم ادم عليهما السلام واخوهم محمد صلى الله
عليه وآله وسلم وهولاء في قوله تعالى وَلَقَدْ
اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا
عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ فَاِنْ
ثُبُوتِ الاجمال لا ينافي تفصيل الاحوال .

منافی نہیں ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص ۶۵)

اور اسی اشکال کا دوسرا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ لَمْ نَقْصُصْ کی نفی کو وحی جلی سے مقید کیا جاتے
یعنی ان کے تفصیلی حالات اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں نہیں بتائے۔
اور جس حدیث میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صرف عدد کا ثبوت آیا ہے اس کو وحی خفی یعنی
حدیث سے ثابت تسلیم کیا جائے کہ نہ بینک گئے نہ پشکری۔ اس سے مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کا ان کے
تفصیلی حالات کے علم پر استدلال کرنا سراسر باطل ہے جب کہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں ہے
مٹو کریں مت کھائیے چلئے سنبھل کر دیکھ کر
چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پروردیگر کر

⑤ اب رہی صاوی شریعت کی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے
تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ آپ کو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم نہ
دے دیا گیا تھا۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ سب پیغمبر ہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیدا ہوئے
ہیں تو آپ کو علم کیوں نہ ہو۔ تو اس کا مختصر اور اصولی جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی نص قطعی اور احادیث
متواترہ اور اجماع امت کے مقابلہ میں صاوی شریعت اور پہلی شریعت نبلی شریعت اور گلابی شریعت
کی قطعاً کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ہم ایسی غیر مستند اور غیر معتبر بلکہ مردود تفسیروں کو ہرگز ہرگز ماننے
کے لیے تیار نہیں ہیں، کیا مفتی احمد یار خان صاحب کو اپنا لکھا ہوا مطالبہ جو دوسروں سے وہ
کرتے ہیں بھول گیا ہے کہ۔ وہ آیت قطعی الدلالت ہو، جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں

اور حدیث ہو، تو متواتر ہو (بعض جاد الحق ص ۱۷۷) صادی کس قطعی الدلالت آیت یا حدیث متواتر کا نام ہے مفتی صاحب یہ کیا قصہ ہے کہ دعویٰ کرتے وقت تو گاؤں زبان مگر ثبوت پیش کرتے وقت ریشہ خلی۔ وہ کونسی نص قرآنی قطعی الدلالت یا حدیث متواتر بلکہ صحیح حدیث ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم عطا کیا گیا اور پھر دنیا سے آپ کا انتقال ہوا؟ فریق مخالفت کے تمام پیروں، معتزلوں اور مولویوں کو تاقیامت اعلان ہے کہ ایسی ایک ہی قطعی الدلالت آیت یا متواتر بلکہ ایک ہی صحیح اور صریح حدیث بتا دے۔ کیا ہے کوئی مرد میدان؟

فصل من مبارزہ؟ دہرہ باید!

فریق مخالفت بگوش ہوش سُن لے کہ عراقی البیان، جبل اور صادی وغیرہ سے اپنے ماؤف اور بیمار لوگوں کی تسکین کو شوق سے پوری کیجئے مگر اہل حق کے مقابلہ میں ایسی غیر معتبر اور غیر مستند تفسیریں پر کاکہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں بلکہ ان کی ایسی تفسیروں کا جو نصوص قطعیہ احادیث صحیحہ اور اجماع کے مقابلہ میں ہوں بقول علامہ اقبال درجہ فخطیہ ہے کہ ع

اٹھا کر پھینک دو یا ہر گلی میں

آپ نے ملاحظہ کیا کہ قرآن کریم کی دو آیتوں سے یہ بات صراحت اور وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم شعر اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تفصیلی حالات کا علم عطا نہیں کیا اور ذاتی و عطائی کا غیر محصور آراء کے تحت خود ساختہ جھگڑا ختم ہوا۔

اب آپ چند حدیثیں بھی ملاحظہ کر لیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اَوْتِيتُ مَفَاتِيحَ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا الْخَمْسَ اَنْ
مَہرِ جَنَیْہِ کِی پامیاں عطا کی گئی ہیں مگر ان پانچ چیزوں کی
اللہ عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما فی الارحام الی قولہ خبیہ۔
عطا نہیں کی گئیں، اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا اور
بارش نازل کرنے کا اور مافی الارحام کا جہیز تک (جو سورہ

لقمان کی آخری آیت ہے۔

دکنز العمال ج ۶ ص ۵۸۱ و مسند احمد ج ۲ ص ۸۵ قلت و سند

صحیح و در منثور ج ۵ منقطع، وابن کثیر ج ۳ ص ۵۴۴۔

امام سیوطی کہتے ہیں بسند صحیح خصائص الکبریٰ ج ۲

ص ۱۹۵، اور علامہ عریزی کہتے ہیں قال الشیخ حذیث

صحیح (السراج المنیر ج ۲ ص ۹۹) اور علامہ آلوسی رح

کہتے ہیں: بسند صحیح (روح المعانی ج ۲ ص ۹۹)

اس صحیح روایت سے بھی معلوم ہوا کہ ان پانچ پیغروں کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا

ہی نہیں کیا گیا۔ رہا یہ سوال کہ ان پانچ پیغروں کے علاوہ کُلّ شیئی کا علم تو آپ کو اس حدیث کے

رُوسے ثابت ہے تو اپنے مقام پر باحوالہ مبسوط بحث آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ کہ لفظ کُلّ سے استغراق

حقیقی مراد نہیں ہے بلکہ عرفی مراد ہے۔ حضرت ربیع بن خراش (المتوفی ۳۸ھ) سے روایت ہے،

وہ فرماتے ہیں کہ:-

مجھ سے بنی عمر کے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے

عرض کیا کہ کیا علم میں سے کوئی ایسی چیز بھی باقی ہے جس کو آپ

نہ جانتے ہوں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ نے مجھے بہت سی شے کی تعلیم دی ہے اور بے شک علوم

میں سے وہ بھی ہیں جن کو خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں

جانتا چنانچہ پانچ باتیں جو سورہ لقمان کی آخری آیت میں مذکور

ہیں، ان کا پورا علم بس خدا ہی کو ہے کسی حدیث سے گزرتا نہیں۔

حدثني رجل من نبي عامر انه قال يا

رسول الله هل بقي من العلم شيء لا تعلمه

قال قد علمني الله عز وجل خيرا وان

من العلم ما لا يعلمه الا الله عز وجل

الحنس ان الله عنده علم الساعة

وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام الآية

درود احمدی مندرج ص ۸۵ وقال ابن کثیر ج ۲ ص ۵۵۴

هذا اسنود صحیح و در منثور ج ۵ منقطع

علامہ آلوسی الخفنی رح کہتے ہیں کہ:-

بعض احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پانچ اشیاء کا علم عطا ہی نہیں کیا گیا تھا

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم عطا نہیں کیا گیا تو

وفي بعض الاخبار ما يدل على ان علم هذه الحنس

لم يؤت للنبي صلى الله عليه وسلم ويلزمه

انه لم يؤت لغيره عليه الصلوة والسلام من

باب اولی (روح المعانی ج ۲۱ ص ۹۹)

دوسروں کو بطریقِ اولیٰ نہیں عطا کیا گیا ہے۔

اس کے بعد علامہ اکوسیؒ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ربیعؓ بن خراشؓ کی یہ مذکورہ حدیثیں اس پر نقل کی ہیں۔

اور حضرت امام بخاریؒ (المتوفی ۲۵۶ھ) کی روایت میں یوں آتا ہے کہ :-

لقد علم الله خيراً وان من العلماء
لا يعلم الا الله (المحدث)

بے شک اللہ تعالیٰ نے خیر کی تعلیم دی ہے۔ لیکن اساطم
بھی ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں۔

(ادب المفرد ص ۱۵۹) (جیسا کہ سورۃ لقمان کی آخری آیت میں ہے)

ان دونوں صحیح حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اُورنیت، علمنی اللہ فرما کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات واضح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سے علوم کی تعلیم عطا کی ہے مگر ایسے علم بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا، بالفاظِ دیگر مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کا علم دیا ہی نہیں۔ لیجئے مفتی احمد یار خان صاحب کی منہ مانگی مراد پوری ہو گئی کہ۔ اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو یا حضور علیہ السلام فرمادیں مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا (ملفوظ جاد الحق ص ۱۶) قرآن کریم کی آیتوں سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ اس علم کے عطا کی نفی کی ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث سے بھی ثابت ہو گیا۔ کہ آپ نے فرمادیا کہ مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔

جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔

حضرت علیؓ کا ایک حوالہ پہلے گزر چکا ہے کہ حبشہ کے ملک میں اللہ تعالیٰ نے ایک نبی مبعوث فرمایا لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لم یقتض علیہ (ان کا قصہ نہیں بیان کیا گیا) اور حضرت علیؓ سے یہ بھی مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ :-

تمہارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اسرارِ غیب سے بس یہی
پانچ چیزیں مخفی رکھی گئی ہیں جو سورۃ لقمان کی اس آخری آیت
میں مذکور ہیں۔

اور رئیس المفسرین علی الاطلاق حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں :-

اعطی نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم مفاتیح الغیب کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کے خزانے

عطا کئے گئے ہیں مگر یہ پانچ امور عطا نہیں کئے گئے جو سورۃ لقان کے آخر میں ہیں۔

إِلَّا الْخَمْسَ إِنْ أَلَّ اللَّهُ عِنْدَهُ عِلْمَ السَّاعَةِ رَأَى
آخِرَ السُّورَةِ (طیاسی ص ۵۱) فتح الباری ج ۸ ص ۳۹۵ و

منذ احمد ج ۴ ص ۴۳۸۔

نیز فرماتے ہیں کہ:-

کہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مہینہ کا علم عطا کیا گیا ہے سوائے ان پانچ چیزوں کے کہ ان کا علم کسی کو بھی عطا نہیں ہوا۔

أَوَّلَى نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمَ كُلِّ شَيْءٍ
سُورَةُ الْخَمْسِ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۹۵) و ج ۳ ص ۳۸۸
و تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۵۲ و قال هذا لا يخرج من دور منثور ج ۵ ص ۵۵۲

حضرت عبداللہ بن عباس رضی (المتوفی ۶۸ھ) فرماتے ہیں:-

کہ جب لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو اس طرح سوال کیا کہ گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر بڑے مہربان ہیں پس خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے اُس نے اپنے لیے اس علم کو خاص کر لیا ہے نہ تو اس پر کسی فرشتہ کو اس نے اطلاع دی ہے اور نہ کسی رسول کو۔

لَمَّا سَأَلَ النَّاسُ مُحَمَّدًا عَنْ السَّاعَةِ سَأَلُوهُ سَوَّلَ
قَوْمٌ كَانَهُمْ يَرَوْنَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ حَفِيٌّ بِهِمْ فَادْحَى إِلَيْهِ أَنْهَا عِلْمُهَا عِنْدَ كَيْتَا ثَرِ
يَعْلَمُهَا فَلَمْ يَطْلُعْ عَلَيْهَا مَلَكًا وَلَا رَسُولًا۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۵۲ و دور منثور ج ۳ ص ۵۵۲ و ذکرہ الثانی ج ۲ ص ۵۶۵)

حضرت امام طحاوی الحنفی رحمہ نے اہل سنت والجماعت کے عقائد کے سلسلہ میں ایک مختصر رسالہ لکھا ہے اُس میں وہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اور حضرت امام محمد رحمہ (المتوفی ۱۸۹ھ) کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

اور تقدیر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق میں ایک راز ہے جس پر نہ تو کوئی مقرب فرشتہ مطلع ہو سکا ہے اور نہ نبی مرسل۔

وَأَصْلُ الْقَدْرِ سِرُّ اللَّهِ فِي خَلْقِهِ لَمْ يَطْلُعْ
عَلَى ذَٰلِكَ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ۔
(عقیدۃ الطحاوی ص ۶)

حضرت امام نووی رحمہ لکھتے ہیں کہ:-

اللہ تعالیٰ نے تقدیر کا علم تمام عالم سے اوجھل کر رکھا ہے اس کو نہ تو کوئی نبی مرسل جانتا ہے اور نہ کوئی مقرب فرشتہ۔

وَقَدْ طَوَى اللَّهُ تَعَالَى عِلْمَ الْقَدْرِ عَنِ الْعَالَمِ
فَلَمْ يَعْلَمْ نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَلَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ (نووی ج ۲ ص ۳۲۴)

حضرت امام سفیان بن عیینہ رحمہ (المتوفی ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ:-

ماکان فی القرآن وما ادراك فقد اعلمه
وَمَا قَالَ وَمَا يَذْرِيكَ فَانْه لَمْ يَعْلَمْه
(بخاری ج ۱ ص ۲۴)

قرآن کریم میں جہاں وَمَا أَفْرَاكَ آتا ہے سو اس کا علم اللہ تعالیٰ
نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دے دیا ہے اور جہاں وَمَا
يَذْرِيكَ آتا ہے اس کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا۔

اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ر (المتوفی ۵۶۱ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :-

فكل ما في القرآن وما ادراك فقد اعلمه
الله اياه وما فيه وما يذريك فلم يُدرك
ولم يطلع عليه كقولہ عز وجل وَ
مَا يُذْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا وَ
مَا تَسْبِيحٌ لَهُ وَفَتْهَا -

ہر وہ چیز جو قرآن میں وَمَا أَفْرَاكَ کے لفظ سے مذکور ہے
تو بے شک اس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
دے دیا ہے اور جو چیز قرآن میں وَمَا يُذْرِيكَ کے لفظ سے بیان کی گئی
ہے اس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیا
اور نہ اس پر مطلع کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس چیز نے تجھ کو

الطالع دی ہے شاید کہ قیامت قریب ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی
کو قیامت کا وقت نہیں بتایا۔
(غنیۃ الطالبین ص ۵۵ طبع لاہور مع الادبیت)

سید الصوفیاء حضرت بنیہ بغدادی ر (المتوفی ۲۹۸ھ) سے حافظ ابن حجرہ نقل کرتے ہیں کہ :-

الروح استأثر الله بعلمه فلم يطلع عليه
أحدٌ من خلقه (فتح الباری ج ۸ ص ۳۸۳)

روح کے علم کو حق تعالیٰ نے اپنے واسطے مخصوص کر لیا ہے
اور مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی اس پر اس نے مطلع نہیں کیا۔
الشیخ الامام قاسم بن قطلوبغا الحنفی ر (المتوفی ۸۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ :-

قال عبد الله بن بريدة ان الله تعالى لم يطلع
على الروح ملكاً مقرباً ولا نبياً مرسلًا
(شرح صائرہ ج ۲ ص ۱۸ طبع مصر)

حضرت عبداللہ بن بریدہ ر نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
روح کی حقیقت پر نہ تو کسی مقرب فرشتہ کو مطلع کیا اور نہ کسی
نبی مرسل کو۔

حضرت قتادہ ر بن دحامہ ر (المتوفی ۱۷۱ھ) قیامت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :-

ولعمرى لقد اخفاها الله من الملائكة
المقربين ومن الانبياء المرسلين - (ابن جریر ج ۴ ص ۹۵)

مجھے اپنی جان (کے مالک) کی قسم اللہ تعالیٰ نے قیامت
کے وقت کو ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ و
السلام سے بھی مخفی رکھا ہے۔
(دینشورہ ج ۲ ص ۲۹۹ و ابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۴)

اور یہی حضرت قتادہ ر فرماتے ہیں کہ :-

خمس من الغیب استأثر بهن الله فلم یطلع
علیھن ملكاً مقرباً ولا نبیاً مرسلًا (درمنثور: ج ۵ ص ۱، السراج المنیر ج ۳ صفحہ ۳۴۵)

پانچ چیزیں غیب میں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے
خاص کر لیا ہے سوال پر اللہ تعالیٰ نے کسی مقرب فرشتہ
کو اور کسی نبی مرسل کو اطلاع نہیں دی۔

اور سدی کبیرہ (المفتی ۱۲۷) فرماتے ہیں کہ :-

لیس من اهل السموات والارض احدا لا
وقد اخفی الله عنه علم الساعة (درمنثور: ج ۴ ص ۲۹۴ و ابن کثیر ج ۳ ص ۱۵۴)

آسمانوں اور زمین میں جس قدر مخلوق ہے (یعنی جنوں ،
انسانوں اور فرشتوں میں سے) ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے
جس سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم مخفی نہ رکھا ہو۔

علامہ خازن رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

لا یعلم الوقت الذی تقوم فیہ الا الله الذی
استأثر بعلمہا فلم یطلع علیہ احدا
(خازن ج ۲ ص ۲۶۵)

قیامت کے خاص وقت کو جس میں وہ قائم ہوگی اللہ تعالیٰ
کے بغیر کوئی نہیں جانتا اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ اس
کو دیا ہے کسی ایک کو بھی اُس نے اس کی اطلاع نہیں دی۔

خطیب شریفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

فلم یطلع علیہ احدا من خلقہ
(تفسیر السراج المنیر ج ۱ ص ۵۴۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس کے وقت
پر اطلاع نہیں دی۔

امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

واعلم انه تعالى بیّن فی القرآن انه لا یطلع
احدا من الخلق علی وقۃ المبعث
(تفسیر کبیرہ ج ۵ ص ۵۷۷)

معلوم کر لے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف طور سے
بیان فرمادیا کہ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی قیامت کے
وقت مقرر کی اطلاع نہیں دے گا۔

اور قاضی بیضاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

استأثر به لم یطلع علیہ ملكاً مقرباً ولا نبیاً
مرسلًا - (بیضاوی ج ۳ ص ۳۰۵)

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے علم کو اپنے ہی ساتھ خاص کر لیا ہے کسی مقرب
فرشتہ کو اس کی اطلاع دی ہے اور نہ نبی مرسل کو۔

علامہ نسفی الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :-

قد استأثر به لم یخبر به احدا من ملك
الله تعالیٰ نے علم قیامت کو اپنے لیے خاص کر لیا ہے اُس نے

مقرب و نبی مرسل (مارک ج ۲ ص ۵۱) اس کی اطلاع کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کو نہیں دی۔
علامہ ابوالسعود الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:-

معنی کونہ عندہ تعالیٰ خاصۃً انہ تعالیٰ قد استأثر بہ بمیث لم یخبر بہ احدًا من ملک مقرب و نبی مرسل (ابوالسعود ج ۴ ص ۵۴۲)
علم قیامت کے صرف خدا ہی کے پاس ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس نے اپنے ہی واسطے اس کو خاص کر دکھا ہے یا اس طرح کہ کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کو بھی اُس نے اس کی خبر نہیں دی۔

اور علامہ معین بن صفیؒ (المتوفی ۸۸۹ھ) لکھتے ہیں کہ:-

لم یطلع علیہ احدًا (جامع البیان ج ۲ ص ۲۵۶) اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر کسی کو بھی نہیں دی۔
اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ وقت قیامت ہی کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
”وہ تعالیٰ ہیچ کس را از ملائکہ و رسل برال اطلاع نداد“ اس باری تعالیٰ نے فرشتوں اور رسولوں میں سے کسی کو بھی
(اشعة اللغات ج ۱ ص ۱۴) وقت قیامت پر مطلع نہیں کیا۔

اس عبارت سے بھی صاف طور پر یہ آشکارا ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فی طور پر بھی وقت قیامت کا علم حاصل نہ تھا۔

نوٹ :- حضرت شیخ عبدالحق صاحبؒ کی اس صریح عبارت کے ہوتے ہوئے ان کی اس عبارت سے کہ ”عبارت از حصول تمامہ علوم جزئی و کلی و احاطۃً آن (اشعة اللغات ج ۱ ص ۲۹۸) استغراق حقیقی کا مفہوم سمجھنا قطعاً اور یقیناً باطل ہے۔ اس سے صرف استغراق عرفی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام وہ جزئی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے جو حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شان اقدس کے لائق اور مناسب تھے یا بالفاظ دیگر یوں کہنے کہ آپ کو بہت سے جزئی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں اور کلی طور پر علوم کلی کا ثبوت اس سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں کہ:-

إِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّي — استأثر بعلمہا لا قیامت کا علم تو بس میرے رب ہی کے پاس ہے، اُس نے قیامت کا علم اپنے ساتھ مخصوص کر لیا ہے اس کو اس کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ اس نے اس کی اطلاع نہ تو کسی فرشتہ نبی مرسل۔

(تفسیر مظہری ج ۲ ص ۴۹۵)

اور نیز تحریر فرماتے ہیں کہ:-

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ اِنَّ عَلِيمًا شَاشِرًا
اَللّٰهُ وَلَمْ يُوْتِهٖ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِهٖ۔

(مظہری ج ۳ ص ۴۹۶)

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ:-

قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ مَسْرًا وَلَا نَفْعًا
اِلَّا مَا شَاءَ اَللّٰهُ اِیْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِلَّا
مَا عَلَّمْنِیْ وَلَا اَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا
اَسَآشَرَبَہٗ اِلَّا اَنْ یُّطْلِعَنِیْ اَللّٰهُ عَلَیْہِ
فَاَنَا عَبْدٌ وَّرَسُوْلٌہٗ وَّقَدْ اَخْبَرْتُكُمْ
بِجَیِّ السَّاعَةِ وَاَنْہَا کَاثِرَةٌ
وَلَمْ یُطْلِعَنِیْ عَلٰی وَقْتِہَا (ابن کثیر ج ۲ ص ۴۹۶)

اور قیامت ہی کے متعلق علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں کہ:-

اِیْ لَا اَدْرِیْ مَتٰی یُّکُوْنُ یَوْمُ الْقِیَمَةِ لِاَنْ
اَللّٰهُ تَعَالٰی لَمْ یُطْلِعَنِیْ عَلَیْہِ (مبارک ج ۳ ص ۴۹۶)
اور خطیب شریانیؒ لکھتے ہیں کہ:-

وَ اَنْ کُنْتُ لَا اَدْرِیْ مَتٰی یُّکُوْنُ ذٰلِکَ لِاَنْ اَللّٰهُ
تَعَالٰی لَمْ یُعَلِّمَنِیْ عِلْمَہٗ وَلَمْ یُطْلِعَنِیْ عَلَیْہِ وَ
اِنَّمَا یُعَلِّمُہٗ اَللّٰهُ تَعَالٰی (السراج المنیر ج ۲ ص ۵۳۲)

مقرب کو دی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو۔

اور اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ قیامت کے علم کو اللہ
تعالیٰ نے اپنے لیے مختص کر لیا ہے اور اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس
نے عطا نہیں فرمایا۔

اے محمدؐ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ فرم دیجئے کہ میں اپنے نفس کے
ضرر اور نفع کا بھی مالک نہیں ہوں یعنی میں تمہیں نہیں کہتا کہ وہی کچھ
جس کی اللہ تعالیٰ نے مجھے تعلیم دی ہے اور میں اس چیز پر قادر نہیں
ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کر لیا ہے۔ ہاں مگر
وہ جس پر اللہ تعالیٰ مجھے مطلع کرنے سے میں اللہ تعالیٰ
کا بندہ اور اس کا رسول ہوں تمہیں قیامت کے آنے
کی خبر دیتا ہوں کہ وہ لا محالہ آئے گی اور مجھے اللہ تعالیٰ
نے اس کے وقت پر مطلع نہیں کیا۔

یعنی مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کا دن کب ہو گا کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی اطلاع نہیں دی۔

اگرچہ میں یہ نہیں جانتا کہ وہ کب ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے مجھ کو یہ علم عطا ہی نہیں کیا اور اس کی اطلاع ہی جیسا کہ
اور اس کو بس اللہ تعالیٰ خود ہی جانتا ہے۔

قارئین کرام! آپ یہ ٹھوس حوالے پڑھ پڑھ کر اکتا چکے ہوں گے، مگر کیا کیا جاتے ہم بھی مجبور ہیں
کیونکہ ہمیں ایسے کہ وہ سے سابقہ پڑ چکا ہے جو علم و تقویٰ سے سراسر خالی مگر فریب کاری اور مخالطہ
آفرینی میں بے نظیر ہے، ان عبارات سے ہمارا مدعا علم قیامت کی نفی نہیں ہے کیونکہ اس کی تو

مفصل بحث اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہمارا مدعا ان عبارات سے صرف اس قدر ہے کہ یہ اکابرین امت اور معتبر اور مستند حضرات مفسرین کرام رب بھی صراحت کے ساتھ یہ ارقام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض بعض علوم عطائی طور پر بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیے جن میں قیامت کا علم بھی ہے۔ صرف چند عبارتیں اور نقل کر کے ہم اس باب کو ختم کرتے ہیں۔

حضرت ملا علی نقی القاریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

ان للغیب مبادی ولواحق فمبادیہا لا یطلع
 علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل ولما اللواحق
 فہوما اظہر لا اللہ تعالیٰ علی بعض احیاء لرحۃ
 علمہ وخرج بذلک عن الغیب المطلق وصاد
 غیبا اضافیا وذلک اذا تنورت الروح القدسیۃ
 وازداد لودانیتہا واشراقہا بالاعراض عن
 ظلمۃ عالم المحدث وتجلیۃ القلب عن صدام
 الطبیعة والمواظبۃ علی العلم والعمل وفیضان
 الانوار الالہیۃ حتی یقوی النور وینبسط فی
 فضاء قلبہ وتنعکس فیہ النعوش المرتسمۃ فی
 اللوح المحفوظ ویطلع علی المغیبات اھ

(مرقات ج ۵ ص ۵۵)

بلاشبہ غیب کے لیے کچھ مبادی ہیں اور کچھ لواحق ہیں غیب
 کے مبادی پر نہ تو کسی مقرب فرشتہ کو اطلاع دی جاتی ہے
 اور نہ کسی نبی مرسل کو اور جو لواحق ہیں تو ان میں سے اپنے علم
 کی ایک جھلک اللہ تعالیٰ اپنے بعض محبوب بندوں پر ظاہر کرتا
 ہے اور یہ غیب مطلق کی مد سے خارج ہو کر غیب اضافی کی
 مد میں داخل ہو جاتا ہے، اور یہ جب کہ روح قدسی متور ہو
 جاتی اور اس کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے اس لیے کہ
 فانی عالم کی غلٹ سے وہ اعراض کرتی ہے اور طبیعت کے رنگ سے
 دل صاف ہو جاتا ہے اور علم و عمل پر مواظبت اور انوار الہیہ
 کے فیضان کی وجہ سے نور قوی ہو کر دل کی فضا میں پھیل
 جاتا ہے اور دل میں ان نعوش کا عکس پڑتا ہے جو لوح محفوظ
 میں منسجم ہوئے ہیں اور مغیبات پر اطلاع ہو جاتی ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب کے جو مبادی ہیں مثلاً تقدیر اور قیامت اور دیگر امور خمسہ وغیرہ
 تو ان پر کسی بھی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کو اطلاع نہیں دی جاتی، ہاں جو اس کے لواحق ہیں ان پر
 اللہ تعالیٰ ان بعض نفوس پاک کو اطلاع دے دیتا ہے جن کی علم و عمل کی کیفیت اعلیٰ اور فیضان انوار
 الہیہ کی بنا پر روحانی ترقی بلند درجہ پر فائز ہوتی ہے مگر وہ غیب مطلق نہیں بلکہ غیب اضافی ہے جو صرف
 اجمالی طور پر بعض بعض جزئیات پر مشتمل ہوتا ہے، امور خمسہ کے کلیات اور اسی طرح بے شمار اشیاء یقیناً
 اس سے مستثنیٰ ہیں اور یہاں اوقات لوح محفوظ کا عکس ان کے قلوب پر پڑتا ہے اور وہ غیب اضافی پر مطلع

بھی ہو جاتے ہیں۔

علامہ ابن خلدونؒ اپنی بے نظیر کتاب میں علم تصوف کی فصل میں ریاضت، مجاہدہ، ذکر اور خلوت وغیرہ پر بحث کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ :-

ثم ان هذه المجاهدة والخلوة والذكر
يتبعها غالباً كشف حجاب المحس والاطلاع
على عوالم من امر الله ليس لصاحب المحس
ادراك شيئ منها والروح من تلك العوالم
سبب هذا الكشف ان الروح اذا رجع عن
المحس الظاهر الى الباطن ضعفت احوال المحس
وقويت احوال الروح وغلب سلطانه وتجدد
نشوة واعان على ذلك الذكر فانه كالغذاء
لتنمية الروح الى ان قال وهذا الكشف كثيراً
ما يعرض لاهل المجاهدة فيدركون من
حقائق الوجود ما لا يدرك سوادهم وكذا لك
يدركون كثيراً من الوقائع قبل وقوعها۔
(بقدر الحاجة مقدمہ ۱۹۶۹ء و ۱۹۷۰ء)

پھر اس مجاہدہ - خلوت اور ذکر کے بعد غالباً ایسا ہوتا ہے کہ
جس ظاہری کے حجب اٹھ جاتے ہیں اور ان کو عالم امر اللہ
پر اطلاع ہو جاتی ہے اور صاحب محس کو ان میں سے کسی
چیز کا ادراک نہیں ہوتا اور روح بھی عالم امر میں سے ایک چیز
ہے اور اس کشف کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب روح جس
ظاہر سے باطن کی طرف رجوع کرتی ہے اور جس کے احوال
کمزور ہو جاتے ہیں تو روح کے احوال غالب آ جاتے ہیں، اور
اس کا تسکط ہو جاتا ہے اور اس کی نشوونما میں تجدید پیدا
ہو جاتا ہے اور ذکر اس کا مؤید و معاون ہوتا ہے کیونکہ ذکر
روح کی نشوونما کے لیے بمنزلہ غذا کے ہے (پھر فرمایا) اور
یہ کشف یا اوقات اہل مجاہدہ کو پیش آتے ہیں اور وہ
حقائق وجود کو ادراک کر لیتے ہیں اور دوسروں کو نیز تک
نہیں ہوتی اور اسی طرح وہ بہت سی واقعات کو وقوع سے قبل
بطور کشف ملاحظہ کر لیتے ہیں۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ :-

یعنی حضرت اولیاء کرامؒ کی کرامات اور ان کے معجزات کی
اطلاع دینے اور اسی طرح کائنات میں تعترف کرنے کی بابت اگرچہ
بعض علماء انکار کی طرف مائل ہوتے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ
یہ سب کچھ صحیح ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

واما الكلام في كرامات القوم واخبارهم بالمعيات
وتصرفهم في الكائنات فامر صحيح غير منكرو
ان مال بعض العلماء الى انكارها فليس ذلك
من الحق (ص ۴۷۴ مقدمہ)
نیز لکھتے ہیں کہ :-

التصرفات فی العوالم والا کو ان بانواع الکرامات
 عوالم اور اکوان میں ان کے تصرفات مختلف قسم کی کرامات
 کے تحت ہوتے ہیں۔ (ص ۴۷)

اور علامہ السید محمود آلوسی الحنفیؒ کشف وغیرہ کے ظنی ہونے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-
 وکذا یقال فی علم بعض المرتاضین من المسلمین
 اور اسی طرح ریاضت کرنے والے مسلمان موقبول اور کافر جوگیوں
 الصوفیة والکفرة الجویة فان کل ما یحصل
 کے علم سے متعلق کہا جائے گا کہ جو کچھ ان کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ
 لهم من ذلک فانما هو بطریق الغیض ومرتبة
 بطریق فیض حاصل ہوتا ہے اور اس کے مراتب اور احوال
 واحوال لا تخصی والتاھل له قد یكون فطریا
 بے شمار ہیں گفتے میں نہیں آتے اور اس کی الہیت بھی کبھی
 وقد یكون کبیا وطرق اکتابه متشعبة لا
 فطری اور کبھی کسی ہوتی ہے اور کبے طریقے بھی لاتعداد
 تکاد تستقصی (روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۱۰)

اور اس ریاضت اور مجاہدہ کی وجہ سے بے اوقات کافر اور کاسن بھی بعض غیب کی خبریں قبل از
 وقت دے دیتے ہیں، اور اس ریاضت کا تعلق نہ تو تقرب خداوندی سے ہے اور نہ نجات اخروی سے
 چنانچہ علامہ ابن خلدونؒ ہی لکھتے ہیں کہ:-

ونفوس الکھمة لها خاصية الاطلاع علی
 کھنوں کے نفوس کو بھی مغیبات کی اطلاع دینے میں ایک
 المغیبات بقوی شیطانیة (مقدمہ ص ۹۷)
 خاصیت حاصل ہے مگر وہ صرف شیطانی قوتوں کے ماتحت ہے۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

والمراد بالعلم العلم القطعی والعلم الحاصل
 اور علم سے قطعی علم مراد ہے۔ اور جو علم حضرات
 للہ ولیاء بالادھام وغیرہ ظنی یس بقطعی
 اولیاء کرام کو الہام وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے، وہ
 (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۹)
 علم ظنی ہے قطعی نہیں۔

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ:-

واعلم ان ما ذکرک لک ان العلم الحاصل
 تجھے معلوم ہوتا چاہیے کہ میں نے تیرے سامنے جو چیز پیش
 للادویا ظنی المراد به العلم الحاصل علما حصویا
 کی ہے کہ حضرت اولیاء کرام کا علم ظنی ہوتا ہے تو اس سے مراد علم
 وذلك قد یكون بالادھام بتوسط الملك وبغیر
 حصولی ہے اور یہ کبھی الہام سے بواسطہ فرشتہ یا بغیر واسطہ حاصل ہوتا ہے
 توسط وقد یكون بکشف الحجب کما ذکرنا فی
 اور کبھی درمیانی حجاب اٹھانے کی وجہ سے ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے

حدیث عمرو یا ساریۃ بن الجبل ومن هذا القبیل
ما قبل انه قدینکشف علی بعض الاولیاء فی
بعض الاحیان اللوح المحفوظ فیظرون فیہ
القضاء المبرم والمعلق وقد یکون بمطالعة
عالم المثال فی المنام او المعاملة -

(تفسیر منظری ج ۱۰ ص ۶۹)

اور حصول اور کسب کے طریقے بھی حضرت قاضی صاحب کے بتائے ہیں کہ :-
واما بالمحرج والریاضة ومخالفة النفس
فینفذ تنکشف الحجب عن بعض
الغیبات فی بعض الاحیان او عن الصور
المثالیة فیبزی ذالک عیاناً فهو من العلم
بالشهادة وليس من الغیب فی شیئ
(تفسیر منظری ج ۱۰ ص ۱۰۸)

عالم مثال پر علماء اسلام میں سے حضرت امام غزالیؒ، حضرت امام سیوطیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ
صاحب وغیرہ نے مبسوط بحث کی ہے اور حضرات اولیاء کرامؒ کے کشف کے صحیح ہونے کی تصوفانہ
رنگ میں حضرت سید احمد شہیدؒ (المتوفی ۱۲۲۶ھ) نے اپنے ملفوظات میں قدرے تفصیلی بحث
کی ہے۔ (دیکھیے صراط مستقیم ص ۱۲۴)

اور مرادوت زلیخا کے وقت حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ و
السلام کا مثل بھی اس مثالی صورت کا مؤید ہے۔ (دیکھیے مستدک ج ۲ ص ۲۴۷۔ قال الحاکم ووالذہبی
علی شرطہما فی ابن کثیر ص ۴۴۴ و جلالین ص ۱۹۲ واللفظ للکمال ابن عباس مثل کہ یعقوب الخ
اور ایسی ہی عبارات سے فریق مخالف کو دھوکا ہوتا ہے کہ لوح محفوظ اور بطح علی الغیبات کا
لفظ جو دیکھا تو نہ آؤ دیکھا نہ ناؤ، جھوٹ سے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کو تمام غیب پر مطلع
کیا جاتا ہے۔ حالانکہ آپ نے دیکھ لیا کہ وحی کے بغیر جو غیبات کسی پر نہ کشف ہوتے ہیں وہ صرف بعض

ہوتے ہیں تمام اور سب نہیں ہوتے، اور ان میں کوئی خاص کمال بھی مضر نہیں ہے، اور نہ تقرب خداوندی اور نجات اخروی میں ان کا کوئی دخل ہے کیونکہ ریاضت اور مجاہدہ کے بعد ایسے ظنی کشفیات مسلمانوں کے علاوہ جوگیوں اور کاهنوں کو بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے مردود ہونے میں کس کو شک ہے؟ حضرت اولیاء کرامؑ کا کشف والہام حق ہے، وہ عمل نزاع نہیں ہے، مگر وہ بھی ظنی ہونے کے علاوہ بعض بعض امور سے متعلق ہوتا ہے سب سے نہیں۔

فریقِ مخالفت کے علم کی طرف سے حضرت ملا علی نقی القاریؒ کی یہ سابق عبارت بھی (رجوعہ ۱۴۹) **فائدہ** میں نقل کی گئی ہے۔ اپنے باطل دعوے کے اثبات پر پیش کی جاتی ہے، مگر خط کشیدہ الفاظ کو وہ شیر مادر سمجھ کر بالکل مبہم کر جاتے ہیں اور اس کا ذکر تک نہیں کرتے تاکہ ان کے باطل منہجوم کی قلعی نہ کھل جائے۔ اس تصریح اور تحقیق کے بعد وہ ضرور منہجوم ہوں گے مگر یہ طبعی امر ہے، ان کو ضرور پریشان اور منہجوم ہونا چاہیئے۔

لب ہائے زخم دیکھتے اور خوب رویئے

امید واری لب خندان نہ کیجئے

الحاصل قرآن کریم، صحیح احادیث، اقوال حضرات صحابہ کرامؓ، حضرات تابعینؒ اور حضرات تبع تابعینؒ اور معتبر اور مستند حضرات مضرین کرامؒ سے یہ بات آفتاب نیمروز کی طرح ثابت ہو گئی ہے کہ کسی فرشتہ مقرب، نبی مرسل اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطائی طور پر بھی کل مغیبات پر اطلاع نہیں دی تھی، لہذا ذاتی اور عطائی کا دور از کار جھگڑا چھیڑ کر لوگوں کو دھوکہ دینا یا بعض اکابر کی عبارات میں جہاں اطلاع اور انذار علی الغیب یا عطائی وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں (اور وہ صرف بعض بعض امور اور جزئیات سے متعلق ہیں) سے کل مغیبات کا عطائی طور پر علم ثابت کرنا جہالت اور انسانی بردیانتی ہے۔ مگر فریقِ مخالفت کی ہلے وہ تو اپنی ساکھ اور علوے مانڈے کے لیے بدعات کو سنگینوں کے پیرہ سے محفوظ رکھنے کے درپے ہے۔ اس کے مقابلہ میں توحید و سنت کا گلستان اجڑتا ہے تو ان کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہاں گیارہویں شریعتِ ختم، میلاد اور عرس وغیرہ پر کوئی زور نہ پڑے آہ۔

کس نے اپنے آشتیاں کے چارنگوں کے لیے
بسق کی زد میں گلستان کا گلستان رکھ دیا

باب پنجم

اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں جو مرتبہ اور شان حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے، وہ اور کسی کو حاصل نہیں ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اور بہت سے خصوصیات ان کو مرحمت فرماتے ہیں اسی طرح علمی لحاظ سے بھی ان کا مقام بہت اونچا رکھا ہے جیسے ان کے کسی دوسرے مخصوص فضل و شرف کو کوئی نہیں حاصل کر سکتا یعنیہ اسی طرح ان کے علمی مقام تک کوئی رسائی نہیں کر سکتا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور جنت و دوزخ اور قبر و حشر اور اس ختم کے دیگر بے شمار غیوب جو بتائے ہیں وہ یقیناً انہی کا حصہ ہو سکتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی ان کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا، مگر بایں ہمہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی فوات عالم الغیب نہ تھیں، اس لیے کہ عالم الغیب تو صرف اور صرف ایک ہی ذات ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر عالم الغیب نہیں ہوتے تو ایک منصف مزاج کو یہ سمجھنا چنداں دشوار نہیں کہ حضرات اولیائے کرام اور بزرگان دین و شہدائے عظام کس طرح عالم الغیب ہو سکتے ہیں؟

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی الحنفیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ: مسئلہ: اولیاء کو علم غیب نہیں ہوتا، ہاں بعض غائب چیزوں کے متعلق حرق عادت کے طور پر کشف یا الہام سے ان کو علم دیا جاتا ہے اور یہ کہنا کہ اولیاء کو غیب کا علم ہے، کفر ہے (بلغتہ ارشاد الطالبین ص ۲) اور نیز فرماتے ہیں کہ: "اولیاء کا کشف اور الہام علم ظنی کا موجب ہے" (مصلح)

مگر جمالت کا خدا برا کرے آج نصوص قلیع کے مقابلہ میں فیہ موصوم اقل پر بنیاد رکھ کر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ولی اور نبی کے کمال کی شرط ہے کہ لا تستقر لطفہ فی فرج انشی (لا یغلز ذلك الرجل الیہا۔ رحمہم اللہ) اور لطفہ ہر گاہ میں کوئی لطفہ قرار نہیں پکڑتا مگر وہ کامل اس کو دیکھتا ہے۔ اور اس شرط پر ہم ہمیشہ

مشہور اور نامور اٹھارہ مولوی صاحبان اور گھسی نشین حضرات کے نام درج ہیں، اور ان شہوت پرستوں کو یہ بھی معلوم نہیں (یا فرج کے ذکر سے استلزام منظور ہے) کہ استقرارِ نطفہ کا عمل رحم ہے فرج نہیں۔ ہم اس باب میں قرآن کریم کی قطعی نصوص سے یہ بات واضح کریں گے (اور بطور تائید اور تشریح کے صحیح احادیث بھی عرض کریں گے) کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہیں تھا اور نہ وہ عالم الغیب تھے۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور علم غیب

یٰٰعِلْمُ مَاکَانَ وَمَا یَکُونُ

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا کیا اور مسجدِ ملائکہ بنایا۔ پھر حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام کو جنت میں رہنے کا حکم دیا، اور ان کو اجازت دی کہ بلا روک ٹوک جوہ چاہیں کھائیں اور پیئیں۔ بجز ایک معین درخت کے جس کا کھانا ان کی بہشتی زندگی اور استعداد کے مناسب نہ تھا اور فرمایا کہ اس کے قریب نہ جاؤ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

ابلیس لعین نے ان دونوں کو سبز باغ دکھانے کی کوشش کی اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس درخت کے کھانے سے اس لیے منع کیا ہے کہ تم کہیں فرشتے نہ بن جاؤ۔ اگر اس درخت کا پھل کھاؤ گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تم فرشتے بن کر ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ اس کے ساتھ اس نے قسم بھی کھائی اور ان کو ہر طرح کا لالچ اور حرص دلا کہ ان کو یقین کر دیا لہذا ان سے لغزش صادر ہوئی اور اس ممنوع درخت کا میوہ وہ کھا گئے۔ اللہ تعالیٰ کا عتاب ہوا اور ان کو جنت کی اُس آسودہ زندگی اور غرضی سے جنت کا لباس ان سے چھین کر نکال دیا گیا (آخر خدا کو ان کا زمین میں خلیفہ بنانا بھی منظور تھا) وہ درختوں کے پتے جوڑ کر اپنی شرمگاہوں کو ڈھانک کر وہاں سے نکلے بلکہ نکالے گئے۔ قرآن کریم کے اہل الفاظ ملاحظہ کیجئے

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ الْبَدْوَىٰ لَهُمَا مَا وَدَّيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوَآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ

پھر جب کیا ان کو شیطان نے تاکہ کھولے ان پر وہ چیز کہ ان کی نظر سے پوشیدہ تھی ان کی شرمگاہوں سے اور وہ بولا کہ تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس

تَكُونَا مَلَائِكَةً أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ○ و
 فَاسْمِعُوا إِنِّي أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ ○ فَذَلِكُنَّ
 — بَعَثْنَاهُ فَلَمَّا ذَاكَ الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا
 سَوَاتِلُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ
 ذَرَى الْجَنَّةِ ط (پے۔ امرات ۲۰)

لئے کہ کبھی تم ہو جاؤ فرشتے یا ہو جاؤ جیشہ رہنے والے اور
 ان کے آگے ابلیس نے قسم کھائی کہ میں اللہ تمہیں نصیحت
 کرنے والا ہوں پھر مال کر لیا ان دونوں کو فریب پھر جب
 چکھا ان دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں ان پر شر مگاہیں
 ان کی اور رگے جوڑنے اپنے اوپر بہشت کے پتے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم الغیب اور عالم ماکان و مایکون
 ہوتے اور ان کو ہر بات معلوم ہوتی تو ابلیس لعین کے فریب میں کبھی نہ آتے اور نہ اس کی جھوٹی
 قسموں پر اعتبار کرتے لیکن وہ یہی سمجھے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے،
 اس لیے وہ شیطان کی قسموں سے متاثر ہوئے۔ اگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر بات معلوم
 ہوتی تو ایسا کبھی نہ ہوتا اور شیطان کے پھندے میں وہ کبھی نہ آتے۔ نیز ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ
 حضرت حواء علیہا السلام کو بھی علم غیب نہ تھا۔ اگر ہوتا تو ضرور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس
 درخت کا میوہ کھانے سے روکا گیا تھا، اس کے کھانے کے نتائج سے وہ آگاہ کر دیتیں بلکہ احادیث
 سے تو یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حضرت حواء
 علیہا السلام حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خیانت نہ کرتیں (یعنی درخت ممنوع کے کھانے
 پر نہ اُجھارتیں) تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

وَلَوْلَا حَوَاءُ لَمْ تَخُنْ أُسْتِ زَوْجَهَا الدَّهْرُ
 (بخاری ۱۷۱۹ مسلم ۱۷۱۹ مشکوٰۃ ۲۷۸ منہج ۲۸۸)

اگر حضرت حواء خیانت نہ کرتیں تو کبھی کوئی عورت اپنے
 خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس درخت کا میوہ
 کھایا جس سے انہیں منع کیا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم، تمہیں میری نافرمانی پر کس نے اُجھارا
 حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اے اللہ حواء نے میرے لیے اس کام کو مزین کیا یعنی مجھے
 اُجھارا اور برباغ دکھلایا اللہ نے فرمایا۔ اب میری طرف سے حواء اور اس کی لڑکیوں کو قیامت
 تک یہ سزا ہوگی کہ حیض، حمل اور وضع حمل کی تکالیف میں ان کو مبتلا کر دیا جائے گا۔ حضرت حواء رضی اللہ
 عنہا ارشاد ہوا کہ تو بھی رو اور تیری لڑکیاں بھی روتی رہیں گی (مسندکچ ۳۸۱ قال الملک رحمہ اللہ ص ۱۷۱)

یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔ اگر حضرت حواء کو علم غیب ہوتا تو یہ لغزش کر کے نہ اپنے بچے کی تکلیف خریدتیں اور نہ اپنی لڑکیوں کے لیے یہ وبال برداشت کرتیں۔

یہاں ایک اور بات بھی قابلِ غور ہے وہ یہ کہ بعض لوگوں کو وَعَلَّمَ اٰدَمَ اَسْمَاءَ كُلِّهَا آیت سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم الغیب یا عالم ماکان و مایکون ہونے پر دھوکہ ہوا ہے (دیکھیے جاد الحق منہ وغیرہ) ہم آئندہ لفظ کُل پر مفصل بحث کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ کہ اس سے اکثر چیزیں مراد ہوتی ہیں۔ ہر مقام پر یہ استغراق کُل کے لیے ہی نہیں آتا اور اس آیت کا مطلب بھی حضرات مفسرین کرام سے عرض کر دیا جائے گا۔ یہاں صرف اتنا ہی کہ دینا کافی ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب کُل سے ثابت ہوتا ہے تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابلیس کے فریب میں کیوں آتے کیونکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناموں کی تعلیم اور فرشتوں کا امتحان اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرشتوں کا مسجد پھڑانا پہلے تھا اور جنت سے ان کا نکلنا اور شیطان کا ان کو دھوکا دینا بعد کو ہوا تھا۔ قرآن کریم نہایت صاف طریق سے اس کو بیان کرتا ہے۔ تو اگر پہلے لفظ کُل سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کُل غیب دیا جا چکا ہوتا تو بعد کو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام شیطان کے فریب اور مکر میں کیوں آتے؟ اور اس کی جھوٹی قسموں پر کیوں اعتبار کیا؟ اور ممنوع درخت کے ناسخ سے کیوں دیدہ و نسہ اغماض رہتا؟ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما الصلوٰۃ والسلام کو ہر چیز کا علم حاصل نہ تھا اور نہ وہ عالم الغیب تھے اور نہ اس معنی عالم ماکان و مایکون تھے جس کا معنی فریقِ مخالف ہے

علم غیب اور حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم میں رہے اور ان کو نصیحت کرتے رہے۔ جب اُن کی نبوت اور رسالت کی ڈیوٹی کی خدمت پوری ہو گئی تو مجرم قوم پر طوفان اُمڈ آیا اللہ تعالیٰ نے طوفان سے قبل ہی حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگاہ کر دیا تھا کہ آپ کو امد آپ کی آل کو میں بچاؤں گا، جب طوفان کی تلاطم خیز موجیں نظر آئیں تو شفقت پذیری نے جوش مارا اور اپنے بیٹے کنعان سے فرمایا، بیٹا ہمارے ساتھ کشتی پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے گستاخانہ لہجہ میں جواب دیا۔ میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا۔ وہ مجھے

طوفان اور سیلاب سے بچائے گی۔ فرمایا، آج وہی بچے گا جس کو خدا بچائے۔ بیٹے کی غرقابی کو دیکھ کر بروٹ نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔ اے اللہ! میرا لڑکا میری آل سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اس کو بچا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ تیری آل میں داخل نہیں، کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں۔ مجھ سے ایسی باتوں کا سوال نہ کر جن کا تمہیں علم نہیں، ورنہ تم بے سمجھ لوگوں میں شمار ہو جاؤ گے۔ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ قرآن کریم کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنِّي
أَخْلَىٰ ۖ وَإِنَّ وَعْدَكَ لَإِنِّي أَخْلَخْتُ
الْمُكْمِينَ ۝ قَالَ يَبْنَوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنِّي ۖ
إِنَّهُ عَلٰى عَهْدٍ مَّعٰىكَ فَلَا تَسْأَلْنِي مَا لَيْسَ لَكَ
بِهِ عِلْمٌ ۖ إِنِّي عَجَلْتُ ۖ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْخٰٓسِرِينَ
قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ
لِي بِهِ عِلْمٌ ۖ وَإِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ وَتُحَرِّمْنِي أَوْ
مِنَ الْخٰٓسِرِينَ ۝ (پہ۔ ہود۔ ۴)

اور پکارا نوح نے اپنے رب کو کہا، اے رب میرا بیٹا میرے گھر
والوں میں ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے
بڑا حاکم ہے۔ فرمایا اے نوح! وہ نہیں تیرے گھر والوں میں اس
کے عمل خراب ہیں سو مت طلب کر مجھ سے جو تجھ کو معلوم نہیں
میں نصیحت کرتا ہوں تجھ کو کہ نہ ہو جائے تو جاہلوں میں،
بولائے رب میں پناہ لیتا ہوں تیری اس سے کہ مانگھول تجھ
سے جو معلوم نہ ہو مجھ کو اور اگر تو نہ سنئے مجھ کو اور تم نہ کرے
تو۔ تم میں ہو جاؤ نقصان اٹھانے والوں میں۔

ان آیات میں اس چیز کو نہایت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
ہر مہربان کا علم حاصل نہ تھا حالانکہ نبوت کی ڈیوٹی پوری ہو چکی تھی اور تمام حجت ہو چکی تھی، دوسروں کے
بارے میں تو انہیں کیا علم حاصل ہوتا خود اپنے گھر پر معاملات کے بارے میں بھی اگر حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ و
السلام کو پہلے سے یہ علم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ میرے لڑکے کنعال کو نہیں بچائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ میرے اس
مطالبہ اور سوال ہی سے ناراض ہوگا تو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی اس سوال کی جرأت نہ کرتے بلکہ
توصیہ لفظوں میں اپنی لاعلمی کا مالکس رہی بہ علم کے ساتھ اقرار کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ دوسروں کے متعلق تو کیا حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس طوفان سے اپنے بیٹے
کی نجات کا علم بھی پہلے نہ تھا۔ اگر آپ عالم ماکان و مایکون ہوتے تو آپ کو ضرور یہ معلوم ہوتا۔

لطیفہ :- فریقِ مخالف نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم ماکان و مایکون ہونے پر سورۃ
نوح کی اس آیت سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تھی کہ اے

بیب زمین پر کوئی کافر نہ چھوڑے۔ اگر تو ان کو چھوٹے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی اولاد سے کوئی مسلمان نہ پیدا ہوگا بلکہ سب کافر اور فاجر ہی ہوں گے۔ فریق مخالف کا کہنا ہے کہ:-
 ”دیکھئے حمل کا حال تو ایک طرف رہا یہاں ابھی جنم بھی نہیں پڑا، نسلًا بعد نسلًا آپ نے معلوم کر کے عرض کر دیا کہ ان سے کوئی مسلمان نہ ہوگا۔“

نصرة الحق مولوی امام الدین صاحب سیالکوٹی اور مقیاس حقیقت ۲۲۶ مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ
 گویا اس مضمون سے حمل کی حالت کا معلوم ہوا اور آئندہ آنے والے واقعات کے علم کا بھی اثبات کیا گیا ہے
جواب فریق مخالف کا اس سے استدلال باطل ہے۔ اولاً اس لیے کہ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم مافی غدا اور علم مافی الاحرام حاصل تھا تو اس سے صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف اپنی قوم کی عورتوں کے ارحام کا اور ان کی اولاد اور اولاد کے ایمان نہ لانے کا علم تھا۔ اس سے یہ کیسے ثابت ہوگا جو قومیں حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے گزر چکی تھیں، ان کی عورتوں کے ارحام کا علم اور ان کے مافی غدا حالات کا علم بھی ان کو حاصل تھا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان دنل قرن اور صدیاں گزر چکی تھیں۔ (متدرک ج ۲ ص ۵۴۹ وغیرہ) علاوہ
 بریں ان کیلئے کیڑوں کوڑوں اور تمام دیگر حیوانات اور جانوروں کے حمل کا علم اس سے کیسے ثابت ہوگا۔ کیونکہ
 آیت میں تو وَلَیْلَہُ ذَا الْاَکَا فَجَزَا کَعَارَا ○ مذکور ہے اور یہ نہ تو گذشتہ اقوام کے حالات پر دلالت
 کرتی ہے اور نہ السالوں کے علاوہ کسی اور مخلوق پر اس لیے کہ فاجر اور کافر کیلئے کوڑے اور دیگر جانور نہیں
 ہوتے کیونکہ وہ تو غیر مکلف ہیں۔ نیز جنات کے حمل کا اور ان کے مافی غدا حالات کا علم بھی اس آیت سے
 ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام جنات کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ:-

اَوْتِیْتُ اللیلۃَ خُصَالَمَ یُؤْتِہَا نَبِیُّ قَبْلِی
 ارسلت الی الا حمر و الا سود قال مجاہد
 الہنس والجن الحدیث (متدرک ج ۲ ص ۵۴۹)
 کہ جن کی رات مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے
 کسی نبی کو نہیں دی گئیں ایک یہ کہ میں سرخ اور سیاہ کی طرف
 رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ حضرت مجاہد (المتوفی ۳۸۰ھ) فرماتے ہیں
 کہ سرخ اور سیاہ سے انسان اور چم مراد ہیں۔
 قال الملک والذہبی علی سترہا۔

حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں (جو حکماً مرفوع ہے) یہ آتا ہے کہ نو حصّے جنت اور دو حصّے
حصّہ بنی آدم ہیں (مسندک ج ۴ ص ۱۹۵ قال الحاکم عوالذہبی و صحیح) اور ان کی ایک روایت میں جس کی امام
ساکرہ اور علامہ ذہبیؒ و دودنیل تصحیح کرتے ہیں، یہ آیت ہے کہ نو حصّے یا جرح ماحوج ہیں اور دو سال حصّہ
بنی آدم ہیں۔ (مسندک ج ۴ ص ۱۹۵)

الغرض یہ تسلیم کرتے ہوئے بھی کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قوم کے فساد کے متعلق علم تھا کہ یہ ایمان
نہیں لائیں گے اور آئندہ یہ فاسق اور فاجر ہی جنیں گے، ضرورتِ مخالفت کا علم غیبِ مطلق اور جمیع ماکان و مایکون
کے علم کا اس سے اثبات یقیناً باطل ہے۔

و ثانیاً حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قوم کے لیے بددعا فرمائی تھی تو اللہ تعالیٰ کے اس
ارشاد کے بعد کہ:-

وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَىٰ نُوْحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنُ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَكَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (سُورۃ - ہود - ۴)

اور البتہ شکِ نوح کی طرف یہ حکم بھیجا گیا، کہ اب ہرگز
ایمان نہ لائے گا تیری قوم سے کوئی مگر جو ایمان لایا
سو غلگین نہ رہ تو ان کاموں پر جو وہ کہتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم کی تباہی اور ہلاکت کی دُعا اس
وقت مانگی تھی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ان کو مل چکا تھا کہ اب آئندہ تیری قوم سے کوئی بھی ایمان
نہ لائے گا۔ جب حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حکم سنا تو پھر یہ بددعا کی کہ اے بارِ اِلاہ! پھر ایسے کافروں
اور فاجروں کی نسل ہی کو دنیا سے ختم کر دے تاکہ نہ رہے بانس نہ بچے بالنسری۔

جتنی چیز اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے وہ حق ہے اس سے جمیع ماکان و مایکون کا علم کیسے ثابت ہوا؟
یہ چیز یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کی ہلاکت کی بددعا طوفان کے
آثار ظاہر ہونے سے قبل کی ہے اور اپنے بیٹے کے لیے جو دعا کی تھی وہ طوفان کی موجیں نظر آنے کے بعد کی
ہے اگر ضرورتِ مخالفت کی منطق کی رو سے آیتِ سابقہ سے ان کا علم غیب ثابت ہو تو اس کے بعد بیٹے
کے لیے جو دعا انہوں نے کی، اس سے ان کے علم غیب کی نفی لازم آتی ہے۔ وَاَنْتَا يَوْمَئِذٍ بِالْآخِرِ فَاْلَاخِرِ
تو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری دعا سے بھی علم غیب کی نفی ثابت ہوئی۔

علم غیب اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعدد واقعات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پیش کیے ہیں جن سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے۔ ہم صرف ان کی زندگی کا ایک ہی واقعہ قرآن کریم سے نقل کرتے ہیں :-

چند فرشتے (بصورت انسان) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے۔ انہوں نے محال اور انسان سمجھ کر ان کے لیے گائے کا بچہ ملائے اور بچوں تل کر ان کے سامنے لا رکھا۔ وہ فرشتے تھے بھلا وہ کیسے کھاتے؟ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام دل میں خوفزدہ ہوئے کہ مبادا دشمن ہوں۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرسبکی کو دیکھ کر فرشتے بولے۔ ہم فرشتے ہیں۔ قوم لوط (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی تباہی کے لیے آئے ہیں۔ نیز آپ کو خوشخبری سنائے ہیں کہ اللہ آپ کو ایک لڑکا عطا فرمائے گا جس کا نام اسمٰعیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوگا اور ان کے بعد ان کے بیٹے یعقوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بھی خوشخبری لے کر آئے ہیں۔ پاس ہی حضرت سارہ علیہا السلام کھڑی تھیں۔ انہوں نے بڑے تعجب سے کہا۔ ہاں میں بڑھیا ہو کر بچہ جنوں گی؟ حالانکہ میرا خون بھی بہت ہی بوڑھا ہے؟ جواب ملا خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم کے بارے میں تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ جب وہ دینے پر آئے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ قرآن کریم کے بعض الفاظ ملاحظہ فرمائیے :-

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ
قَالُوا سَلَامًا ط قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ
بِعِجْلٍ حَنِيزٍ ۝ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ سَخِرَ لَا يَصِلُ
إِلَيْهِ ذِكْرُهُمْ وَأُوحِيَ مِنْهُمْ خِيفَةٌ ط
قَالُوا لَا تَعْثُبْ عَلَيْنَا أَرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطِ ۝
وَأَمْرًا لَهُ قَائِمَةٌ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ الْمَقْبَلِ
وَمِنْ قَوْمِهِ اسْمُكَ يَعْقُوبُ ۝ قَالَتْ يَوْنُسُ لِي أَلِدْتُ

اور البتہ آپ کے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس
خوشخبری لے کر، بولے سلام، وہ بولا سلام ہے، پھر دیر
نہ کی کہ لے آیا ایک بچہ ملائے ہوا۔ پھر جب دیکھا ان کے
ہاتھ نہیں آتے کھانے پر تو کھٹکا اور دل میں ان سے
ڈرا، وہ بولے منت ڈر ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں طرف
قوم لوط کے، اور اس کی عورت کھڑی تھی۔ تب وہ
ہنس پڑی، پھر ہم نے خوشخبری دی اس کو اسحاق کے

وَإِنَّا جَمِعْنَاهُ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا إِنَّ هَذَا
لَشَيْءٌ غَيْبٌ ○
پیدا ہونے کی اور اسحاقؑ کے پیچھے یعقوبؑ کی، بولی لے فرمائی
کیا میں کچھ جنوں گی، اور میں بڑھیا ہوں اور یہ خاندان میرا بڑھتا ہے
یہ تو ایک عجیب بات ہے۔ (پلا - ہود - ۷)

اس کے بعد فرشتوں نے کہا۔ خدا تعالیٰ کے حکم میں کوئی تعجب نہیں۔ وہ بڑی خوبول والہ ہے۔
اس قصہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل نہ تھا، ورنہ وہ فرشتوں
کو انسان اور مہمان نہ سمجھتے اور ان کے سامنے کھڑا بھون تل کر نہ لاکھتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت
سارہ علیہا السلام کو بھی علم غیب نہ تھا، ورنہ ایک معلوم چیز پر وہ اتنا تعجب نہ کرتیں اور اپنے اور حضرت
ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑھاپے کی شکایت کر کے تعجب میں مبتلا نہ ہوتیں۔ ان کی عمر اس وقت
حسب تصریح حضرت ابن عباسؓ نوٹے سال کی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک سو بیس
سال کی تھی۔ (متحدک ج ۲ ۵۵۶۔ قتل الحاکم والذہبی صحیح)۔ تورات کتاب پیدائش باب ۲۵ آیت ۸
میں ہے کہ ایک سو پچتر سال کی عمر میں اسنوں نے وفات پائی اور حضرت البور پرۃؑ فرماتے ہیں کہ دو سال
عمر پا کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی تھی۔ (متحدک ج ۲ ۵۵۱ وقال علی شریعما)
خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ غیب کا علم نہ تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
تھا اور نہ حضرت سارہ علیہا السلام کو نیز حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بھی نہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ
والسلام جب حضرت ہاجرہؑ کو لے کر بیت المحرام کے پاس بے آب و گیاہ میدانی میں چھوڑ کر واپس ملک
شام جانے لگے تو حضرت ہاجرہؑ ان کے پیچھے پیچھے جاتی ہیں اور بار بار در و بھری آواز سے پکارتی ہیں کہ
آپ ہمیں یہاں کس کے پاس چھوڑ کر جاتے ہیں؟ پھر تھک کر فرماتی ہیں۔

يَا اِبْرَاهِيْمُ اِلٰى مَنْ تَتْرٰكُنَا قَالَ اِلٰى اللّٰهِ
قَالَتْ وَضِئْتُ بِاللّٰهِ -
اے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں کس کے پاس چھوڑ کر
جاتے ہیں؟ فرمایا خدا کے پاس حضرت ہاجرہؑ نے کہا۔ میں خدا

بھاری ملکہ ج ۱) کے حکم پر راضی ہوں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت ہاجرہؑ علیہا السلام کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے بتلانے سے قبل ہی یہ معلوم ہوتا کہ یہاں ہمارا ٹھکانہ اور رہنا اللہ تعالیٰ کی مرضی سے طے ہو چکا ہے تو جیسے
ان کے بتلانے کے بعد راضی ہو گئی تھیں پہلے ہی سے وہ راضی ہو جاتیں اور سوال نہ کرتیں۔

قارئین کرام! یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو جب ان کو حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا اور انہوں نے اپنی طرف سے قربانی کر بھی دی تھی تو یہ ان کا کوئی بڑا کارنامہ نہ سمجھا جانا کیونکہ ان کو تو معلوم تھا کہ لڑکا ذبح نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ ایک ڈرامہ ہو گا اور یونہی مفت کی ناموسی ہو جائے گی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اخلاص اور ایثار الیا فعل ہے جس پر اگر ہزاروں عقیدتیں بھی قربان کی جائیں تو کم ہیں۔

تیری ذبح، ذبح عظیم کی ہو مثیل کیسے خلوص میں
نہ خلیل کا سا ہے دل ترا، نہ ذبح کا سا گل ترا

مولوی محمد عمر صاحب، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر چند دلائل پیش کرتے ہیں:-

عمری دلائل

① (۱۰- ابراہیم ۱۳) رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بُرَاجَ غَیْرِ ذِیْ ذُرِّعٍ (اصل میں ذُرْع ہے - مَعْدًا عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ) (اے رب میرے بیٹے نے بسایا ہے اپنی اولاد سے غیر ذریعتی وادی میں تیرے بیت الحرام کے پاس)۔ اس آیت کریمہ سے مرئی ذریعتی میں رب العزت نے من تعجضہ کو بیان فرما کر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے علم مافی الارحام اور مَا ذَا تُکْشِبُ عَدَا کا ثبوت پیش کر دیا۔ کیونکہ اسحاق علیہ السلام ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے، لیکن ابراہیم علیہ السلام نے پہلے ہی مرئی ذریعتی فرما دیا اور منکرین کا دم توڑ دیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت الحرام کا بیان فرمایا جس کا وہاں نام و نشان نہ تھا۔ اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی مَا ذَا تُکْشِبُ عَدَا کا علم بیان کیا۔ (ملاحظہ فرمائیے ۲۳)

الجواب

مولوی محمد عمر صاحب نے اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم غیب ثابت کر کے نہ صرف یہ کہ قرآن کریم کی آیت کی تشریف کی اور اپنی جان پر ظلم کیا ہے بلکہ اپنی در ماندگی اور جہالت کا بھی زندہ ثبوت پیش کیا ہے۔ اولاً اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا بناء بیت اللہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے بعد کی ہے قبل کی نہیں۔ بناء بیت الحرام سے پہلے جو دعا انہوں نے کی ہے وہ پہلے پارہ میں ذر، اجعلْ هَذَا بَکْدًا اٰمِنًا (جس میں بکد انحر ہے) کے الفاظ سے بیان کی گئی ہے، اور اس میں مرئی ذریعتی کا ذکر نہیں ہے، اور یہ دعا رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَکْدَ اٰمِنًا (جس میں البلد معر ہے) جس کا لہجہ مولوی محمد عمر صاحب

نے دیا ہے اور جو تیرہویں پارہ میں مذکور ہے، یہ بناء بیت اللہ پیدائش حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد کی ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

فَعَرَفَهُ لِأَنَّهُ دَعَا بِهِ بَعْدَ بَنَائِهَا وَلِهَذَا قَالَ
أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ
وَإِسْحَاقَ وَمَعْلُومَ أَنَّ إِسْمَاعِيلَ أَكْبَرُ مِنْ إِسْحَاقَ
ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے البندہ کو اس لیے معرّفہ پیش کیا ہے
کہ یہ دعاء بنا رہا ہے اللہ کے بعد کی ہے لہٰذا میرے حق ابراہیم علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے یہ فرمایا کہ الحمد للہ جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمعیل اور اسحاق
مرمت فرمائے اور یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ حضرت اسمعیل تیرہ

سال حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عمر میں بڑے تھے۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۸۴)

اور پھر آگے دیکھا اِنِّیْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي الْاَيْتِ۔ کی تفسیر میں یہ لکھتے ہیں کہ:-
وَهَذَا كَانَ بَعْدَ بَنَائِهِمْ تَاكِيدًا وَرَحْمَةً اِلَى اللّٰهِ
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۸۴)

یہ دعاء بیت اللہ کی تعمیر کے بعد کی ہے اس میں مزید تاکید
اور رحمت الی اللہ تعالیٰ کا اظہار کیا گیا ہے۔

الغرض اس سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم فی الارحام ثابت کرنا اور یہ کہنا کہ
کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام ابھی پیدائشی نہیں ہوئے تھے۔ عجیب اچھروی منطوق ہے۔

وثانیاً مولوی محمد عمر صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت الحرام بیان
فرمایا جس کا وہاں نام و نشان نہ تھا۔ مولوی صاحب کی اس سے کیا مراد ہے۔ اگر یہ مراد ہے کہ بیت اللہ
کا اصل ہی سے نام و نشان نہ تھا تو یہ قطعاً غلط ہے، کیونکہ سب سے پہلے کعبہ کی عمارت فرشتوں نے اور
ان کے بعد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور پھر ان کی اولاد حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام
وغیرہ نے کھڑی کی تھی۔ چوتھے نمبر پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعمیر کی ہے۔ چونکہ طوفان لوح
(علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے بعد اس کا تسلسل ختم ہو گیا تھا اور جو تسلسل تا مہوزہ (جس کو سن ۱۰۸۰ھ میں
سلطان مراد خان بن احمد خاں ترک نے سنگ مرمر وغیرہ سے تعمیر کیا ہے) قائم ہے۔ تو وہ حضرت ابراہیم
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کا ہے۔ اس وجہ سے اس کی نسبت حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل
علیہما الصلوٰۃ والسلام کی طرف کی گئی ہے، ورنہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے تین مرتبہ
کعبہ بن چکا تھا۔ (دیکھئے قسطلانی ج ۱ ص ۱۵۸) اور لہٰذا اللہ تعالیٰ فی مسائل القبۃ والمحاریب ص ۱۵۸ و علی بعضہ
الحافظ ابن کثیر ج ۱ ص ۱۵۸ ایضاً) اور اگر مراد یہ ہے کہ مکان اور تعمیر کی صورت میں اس کا نام و نشان نہیں

تھا تو ٹھیک ہے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی جگہ بتائی تھی اس لیے انہوں نے عِنْدَ بَيْتِكَ الْمَكْرُمِ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ - اور جب ہم نے ٹھیک کر کے دکھلا دی ابراہیمؑ کو جگہ اس (دک) - الحج - ۱۲۵

جب اللہ تعالیٰ نے بیت الحرام کی جگہ بنادی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا میں اس کا ذکر کر دیا تو علم غیب اور مافیٰ غیب کے علم کا اس سے کیا تعلق ہے؟ خدا تعالیٰ مولوی محمد عمر صاحب کو سمجھ عطا فرمائے مگر شرک و بدعت میں مبتلا ہونے کے بعد خالص دین کی سمجھ کیسی؟ -

بہر محفل وہ کیا سمجھیں گے سازِ شمع کے نغمے
جو سوزِ غم کی چنگاری کو پروانہ سمجھتے ہیں

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مِنْ ذُرِّيَّتِي میں مِنْ کو علی التبعین تبیینہ قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے چنانچہ صاحب روح المعانی (وغیرہ) نے تبیینہ اور بیانیہ دونوں کا احتمال ذکر کیا ہے (دیکھئے ج ۱۳ ص ۲۳۶) ② مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ: (۱۱- انعام ۶) وَكَذَلِكَ نُبْرِئُ إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ اور ایسے ہی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کی بادشاہیاں دکھادیں) ابراہیم علیہ السلام کے متعلق تو اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے علوم غیبیہ عطا کرنے کا ارشاد فرمائیں اور تم یہ عقیدہ رکھو کہ غیب کا علم خدا کے سوا دوسرے کے واسطے تسلیم کرنا شرک ہے الخ (بلفظہ مقیاس ص ۲۲۲)

مولوی محمد عمر صاحب نے اس مقام پر بھی اپنی عادتِ مألوفہ کے مطابق عجیب و غریب اشگوئے کھلائے ہیں اور عالمِ سُکر میں خدا جانے کیا کہہ گئے ہیں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ

الجواب

وَكَذَلِكَ نُبْرِئُ إِبْرَاهِيمَ آلائیہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

ای نہیں لہ وجہ الدلالة فی نظره الی خلقہما علی وحدانیۃ اللہ عقوَجَلَّ فی مُلکہ وخلقہ وانہ لا اِلٰہَ غیرہ ولا رب سواہ کتولہ قُلْ اَنْظُرُوا مَاذَا فِی السَّمُوتِ وَ الْاَرْضِ

یعنی ہم نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی توحید پر دلیل پیش کرنے کے لیے یہ بات بتائی کہ وہ آسمان و زمین کی خلقت کو ملاحظہ کر کے یہ پیش کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک اور خالق ہے اور وہی الہ اور رب ہے، اس کے بغیر اور کوئی نہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان سے فرمادیجئے کہ تم آسمانوں اور زمین کو دیکھو انہیں کیا کچھ دلائل موجود

فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۵)

ہیں۔ اور نیز فرمایا کہ کیا ان لوگوں نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں
اور زمین کے عجائبات میں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صلیات اور
سفلیات کے نہایت محکم اور عجیب و غریب نظام ترکیبی کی گہرائیوں پر مطلع کر دیا تاکہ اسے دیکھ کر خدا تعالیٰ
کے وجود اور وحدانیت وغیرہ پر اور تمام مخلوقات سماوی و ارضی کے محکومانہ عجز و بے چارگی پر استدلال کر سکیں
اور اپنی قوم کے عقیدہ کو اکب پرستی و میناکل سانی کو علی وجہ البعیریت رد کر سکیں اور خود بھی حق الیقین کے
اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبارے، چاند اور سورج ایک ایک کو
سامنے رکھ کر اپنی قوم کی تردید کی اور فاطر السموات والارض کی توحید کا علانیہ اقرار فرما کر حجت قائم کر دی،
جس کو اللہ تعالیٰ نے وَقَلَّكَ حُجَّتًا اٰتَيْنٰهَا اِبْرٰهٖمَ عَلٰی قَوْمٍ طٰسَ تَعْبِیْرِ فَرَمٰی اَیَّہٗ کہ یہ ہماری
دلیل ہے جو ہم نے قوم کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو دی۔ الغرض اس آیت سے
حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم الغیب یا عالم ماکان و مایکون پر استدلال کرنا مولوی محمد عمر صاحب
ہی کا کام ہے۔ وہ تو ماشاء اللہ تعالیٰ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے بھی علم غیب پر استدلال کیا کرتے
ہیں۔ ان کے دعویٰ بھی عجیب ہوتے ہیں اور ان کے دلائل بھی زلے ہوتے ہیں اور رہی دعویٰ و دلیل میں مطابقت
تو بغیر اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ج

رکھ لیا ہے نام اس کا آسمان تحریر میں

باقی حضرت معاذ بن ادریس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیثیں جن میں اس کا ذکر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آسمانوں اور زمین کے عجائبات پیش کئے تو انہوں نے عرش
تک تمام آسمانوں کی چیزیں اور اسی طرح زمینوں کی چیزیں ملاحظہ کر لیں اور سب کا علم ان کو ہو گیا، تو
ان کے متعلق حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں وَلٰكِنْ لَا یَعْمُ اسنادھا (تفسیر ج ۲ ص ۱۵) لیکن ان کی سند
صحیح نہیں ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے ایک موقوف اثر آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے تمام مخلوقات کے اعمال معلوم کر لیے تھے اور کوئی چیز ان پر مخفی نہ رہی تھی مگر اس کی سندیں الضعفی
ہے۔ امام احمدؒ، ابو زرہؒ، ابو حاتمؒ، امام نسائیؒ، ابن حبانؒ، ابو داؤدؒ، اور ساجیؒ وغیرہ سب
اس کو ضعیف کہتے ہیں اور یہ غالی شیعہ بھی تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۲۵-۲۲۶) یہی وہ روایتیں

ہیں جن سے مفتی احمد یار خان صاحب نے اپنے باطل معنی پر استدلال کیا ہے دیکھئے جہاد الحق ص ۵۸، ۵۹) اگر مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم غیب ثابت کرتے ہیں تو اَفَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كِي آیت سے تمام انسانوں کے لیے علم غیب ثابت کرنا ہوگا اور کچھ بعید نہیں کہ مولوی صاحب ایسا کہہ اور کہ بھی دیں کیونکہ وہ تو ماشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ ثابت کر سکتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ کوئی دلیل ان کا ساتھ نہ دے اور وہی دلیل اہل حق کی دلیل بن جائے بقول شاعر

خدایا حذرہ دل کی مگر تاشیر الہی ہے کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھینچتا جلتے ہے مجھ سے

(۲) مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ (۱۲۔ مہرم ص ۱۶) یَا بَتِّ اِنِّیْ قَدْ جَاؤْ نِیْ مِنْ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْ اُھْدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا ط۔ اے میرے باپ میری یہ شان ہے کہ میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں ہے، تو میری اتباع کر لے میں تجھے سیدھے رستے کی ہدایت دل گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اُس فرمان مذکورہ بالا کی تصدیق کرتے ہوئے دعوے فرمایا کہ مجھے علم غیب حاصل ہے جو تیرے پاس نہیں، اگر تو نے میری اتباع کی تو میں تجھے سیدھے رستے کی طرف لے چلوں گا، اس مقام پر ابراہیم علیہ السلام کے علم کے ساتھ جو غیب کی صفت لگائی گئی اس کے تین وجوہات ہیں (۱) اَکْذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرٰہِیْمَ۔ آپ کے علم کو واضح کر رہا ہے کیونکہ اگر غیب کا علم نہ ہوتا تو آپ کی کمال رتبہ اور احسان الہی کیسے ہو سکتا ہے؟ (۲) قَدْ جَاؤْ نِیْ مِنْ الْعِلْمِ آپ نے فرما کر علم کے ساتھ جہاد کو بیان کیا تاکہ ثابت ہو جائے کہ یہ علم میرا غیب الہی سے ہے۔ اسی واسطے جہاد کی قید نے علم کو غیب سے متصف کر دیا۔ (۳) اور مَا لَمْ یَاْتِکَ کے فرمان نے صاف غیب کی تاکید فرمادی الخ (بلفظہ مقیاس ص ۲۲۵)

یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب کی دلیل اور برہان یا غرض خیال جن کو غالباً وہ خود بھی سمجھے ہوں گے اور بقول شخصے اس کا مصداق ہے کہ

الجواب

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اور آگے جو تجزیہ کر کے تین وجوہات پیش کئے ہیں وہ بھی عیانیوں کی تثلیث کی طرح ایک مقدمہ اور چیتان ہے جس پر اگر مولوی محمد عمر صاحب کا ضمیر مردہ نہیں ہو چکا تو یقیناً ملامت کرنا ہوگا۔

آیت کا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ اے میرے باپ، مجھے اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت اور معاد وغیرہ کا صحیح علم دیا اور حقائق شریعت اور حلال و حرام اور جائز و ناجائز وغیرہ احکام سے آگاہ کیا ہے، اگر تم میری پیروی کرو گے تو تمہیں سیدھی راہ پر لے چلوں گا جو رضائے حق تک پہنچانے والی ہے، اس کے سوا سب راستے ٹیڑھے ترچھے ہیں جن پر چل کر کوئی شخص ہرگز نجات حاصل نہیں کر سکتا، اس کا علم غیب سے کیا تعلق ہے؟

علم غیب اور حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم میں حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ مختلف اسالیب اور متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ چند فرشتے نوحؑ اور ابراہیمؑ کی شکل میں حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے۔ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم لوطیت اور لونڈے بازی میں مشغور تھی، قوم نے سنا تو ہر طرف سے دوڑتی ہوئی آئی اور اپنے بڑے ارادے سے آئی، حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ مجھے ان کے بارے میں تم رسوا نہ کرو۔ یہ لومیری لڑکیاں موجود ہیں، ان سے نکاح کر لو قوم نے جواب دیا کہ آپ کو ہمارا ارادہ معلوم ہی ہے، ہمیں لڑکیوں کی ضرورت نہیں۔ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کیا تم میں کوئی سمجھدار انسان موجود نہیں کہ میری بات سمجھے؟ لیکن قوم پر بدکرداری کا جھوٹ سوار تھا۔ اُس نے ایک نہ مانی۔ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کاش آج میرے پاس بھی قوت اور طاقت ہوتی تو میں تمہیں خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا مزہ چکھا دیتا۔ فرشتے یہ سب گفتگو سنتے ہیں مگر بالکل غموش ہیں۔ جب حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے بسی انتہا تک پہنچ چکی تو فرشتے بڑے ہم خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ آپ کیوں گھبراتے ہیں ہم تو آپ کے لیے ان کی تباہی اور بربادی کا مشرورہ لے کر آئے ہیں۔ قرآن کریم کا مضمون ملاحظہ کریں۔

وَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا لَوْحًا سَبِيحًا ۖ بِهِمْ وَفَاقًا
بِهِمْ ذُرُّهُمَا وَقَالَ هَذَا يَوْمُ عَصِيبٍ ۖ وَ
جَاءَهُمْ قَوْمُهُ يَمَهرعون إِلَيْهِ وَ مِنْ قَبْلُ
اور جب پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس غلین ہوا۔
ان کے آنے سے اور تنگ ہوا دل میں اور بوللا آج دن بڑا
سخت ہے اور آئی اس کے پاس قوم اس کی موڑتی بے اختیار

اور آگے سے کڑھے تھے بڑے کام، بولالے قوم یہ میری
 بیلیاں حاضر ہیں یہ پاک ہیں تم کو ان سے۔ سو ذرا دم
 اللہ تعالیٰ سے اور مت رسوا کرو مجھ کو میرے معاملوں کے بارے
 میں، کیا تم میں سے ایک مرد بھی نہیں نیک ملن؟ بولے تو کھانا
 ہے کہ ہم کو تیری بیلیوں کے کچھ غرض نہیں اور تجھ کو معلوم ہے جو ہم
 چاہتے ہیں، کہا لو طے کاش کہ مجھ کو تمہارا مقابلہ میں زور ہوتا یا
 جا ہیٹھا کسی مستحکم نپاہیں، ایمان بولے اے لو طے ہم بھیجے ہوئے ہیں
 تیرے رجب ہرگز یہ لوگ نہیں پہنچ سکیں گے تجھ تک۔

كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ط قَالَ لَقَوْمٌ هُوَ لَدَى
 بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَخْزَوْا
 فِي ضَيْفِي ط أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ زَكِيٌّ ○
 قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَالَنَا فِي بَيْتِكِ مِنْ حَقِّ ط
 وَأَنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا تُرِيدُ ○ قَالَ لَوْ أَنِّي بَكُمْ
 قَوْلًا أَوْ أَمْرًا إِلَى ذِكْنٍ شَدِيدٍ ○ قَالُوا يَا لَوُطُ
 إِنَّا دُسِّلَ رَيْتُ لَنْ يُصِلُوا إِلَيْكَ (الآية)

(پط۔ ہود۔ ۷)

بعض حضرات مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں
 قوم کاروحانی باپ ہوتا ہے، علاوہ ازیں حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلیبی لڑکیاں تو اتنی نہ تھیں
 جو سب قوم میں پوری ہو سکتیں۔ لیکن ترجمان القرآن جبر اللامت حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں
 کہ یہ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلیبی لڑکیاں تھیں جن کی تعداد تین تھی۔ (مسندک ص ۲۴۴) قال
 المحاکمؒ والذہبیؒ علی شرطھا حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہی مروی ہے کہ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ
 والسلام، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھتیجے تھے (مسندک ص ۵۶۱) وقال المحاکمؒ والذہبیؒ (صحیح)
 ان آیات سے یہ بات بھی نہایت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت
 اور رسالت کی آخری میعاد تک بھی علم غیب نہ تھا ورنہ وہ اتنے پریشان نہ ہوتے، پہلے ہی سے معلوم
 ہو جاتا کہ یہ عمان خدا تعالیٰ کے فرشتے ہیں، یہ تو قوم کی گت نیلے آئے ہیں مجھے کیا مصیبت پڑی ہے کہ
 میں ان کے بارے میں قوم سے جھگڑا کروں اور بیگیوں کی قرمانی پیش کروں۔ لیکن یہ واقعہ صاف
 بتلا رہا ہے کہ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا اور نہ ہی آپ کی
 لڑکیوں کو حاصل تھا ورنہ وہی ان کو آگاہ کر دیتیں۔ اور جب فرشتوں کے بارے میں (جن کے ساتھ حضرت
 انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ایک گونہ گمراہ تعلق ہوتا ہے) ان کو علم نہ ہو سکا کہ آیا یہ انسان ہیں یا
 فرشتے تو اور کس کے متعلق علم ہو سکتا ہے؟ ہاں اللہ تعالیٰ نے جتنا علم ان کو دیا تھا وہ عمل نزاع نہیں ہے۔
 لیکن اس کا علم غیب سے کیا تعلق؟

علم غیب اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی نو عمر ہی تھے کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے سورج اور چاندان کے سامنے سجدہ ریز ہیں، باپ سے بیان کیا وہ سمجھ گئے، حفظہ تقدم کے طور پر ان کو منع کیا کہ یہ خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا، کیونکہ وہ خاندان نبوت سے تعلق رکھتے ہیں کہیں اس خواب کی تعبیر کو معلوم کر چکنے کے بعد مقتضائے بشریت نہیں دیکھ نہ دیں۔ خدا تعالیٰ کا کرنا تھا کہ کسی طریق سے بھائیوں کو خواب کا علم ہو گیا، انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اُچھل لی، چاہیے۔ مختلف باتیں سامنے آئیں طے یہی ہوا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی گمنام کنوین میں پھینک دیں تاکہ نہ یوسف علیہ السلام ہے اور نہ تمہارے اوپر فوقیت کا سوال پیدا ہو باپ سے عرض کی کہ کل ہم شکار کھیلنے کا ارادہ کرتے ہیں، آپ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چارے ساتھ بھیج دیں۔ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ (سیال بکنرت بھیڑیٹے ہوتے ہیں) کہیں میرے تخت جگہ کو تمہاری غفلت میں بھیڑیا نہ کھا جائے۔ بیٹوں نے مؤذبانہ التجا کی کہ اگر بھیڑیا ہمارے بھائی کو کھا جائے تو ہم کس کام کے؟ فرمایا اچھے جاؤ، وہ لے گئے ادھلے شدہ منصوبے کے ماتحت گھوڑوں میں ڈال کر ان کے قمیض کو جعلی خون سے طوٹ کر کے رات کے وقت روتے ہوئے باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے ابا جان ہم شکار کے پیچھے دوڑنے میں مبالغہ کر رہے تھے اور بھائی یوسف کو کپڑوں کے پاس چھوڑا تھا، افسوس کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا، شاید آپ کو یقین نہ آئے لیکن ہم ہیں سچے۔ اور بجسی یا ہرن کو ذبح کر کے اس کا خون حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمرے پر چھڑک لائے مگر یہ خیال نہ رہا کہ بے تربیتی سے نوج اور بچاڑ کر پیش کرتے بھلا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے نبی عمر رسیدہ اور تجربہ کار بزرگ بجسی یا ہرن کے خون پر حضرت یوسف علیہ السلام کے خون کا گھال کیسے کر سکتے تھے؟ اور بعید نہیں کہ یہ فرمایا ہو کہ وہ بھیڑیا واقعی بڑا جلیم و متین ہو گا۔ جو یوسف کو لے گیا اور خون آلود کرتا کو نہایت احتیاط سے اتار کر صحیح و سالم تمہارے حوالہ کر گیا۔

قرآن کریم کی بعض آیات بھی ملاحظہ ہوں۔

اُرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَزِيدْكَ مِنْ فَخْرِكَ وَيُلْعَبُ وَاِنَّا لَآ
لَمَّا فُلْنَاكَ ۝ قَالَ اِنِّي لَيَحْزُنُنِي اَنْ تَذْهَبُوْا
بِهِ وَاَخَافُ اَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ
غٰفِلُوْنَ ۝ قَالَهُ الْكٰثِرُ الْاَكْلَةُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ
عَصِيْبَةٌ اِنَّا اِذَا لَحَسُوْنُ (پ ۱۲- یوسف ۲۰)

بمعنی اس کو ہم سے ساتھ کل خوب کھائے اور کھیلے اور ہم تو
اس کے نگہبان ہیں بولا مجھ کو غم ہوتا ہے اس سے کہ تم اس
کو لے جاؤ اور ڈرتا ہوں اس سے کہ کھا جائے اس کو بھیڑیا
اور تم اس سے بے خبر رہو۔ پس لے اگر کھا گیا اس کو بھیڑیا اور
ہم ایک طاقتور جماعت ہیں تب تو ہم نے سب کچھ گنوا دیا۔
پھر آگے پورا مضمون بیان کیا گیا ہے کہ رات کو روئے آئے اور انتہائی مکر اور فریب کے ساتھ اپنے والد
محترم کو اطمینان دلانے کی کوشش کی۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں سے متعلق علماء کرام کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ
اس کا قائل ہے کہ وہ بنی نہ تھے، اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ سب کے سب بنی تھے۔ حضرت عبداللہ
بن مسعود کی موقوف حدیث سے ثانی گروہ کی تائید ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ
والسلام گھر آنے کے کل افراد جو کنعان اور فلسطین سے مصر آئے تھے، تین سو نوے تھے جن میں بچے، بوڑھے، مرد اور
عورتیں سبھی شامل تھے۔

رجالہم ابنیاء وذلک صلیقات
(مترک ۲ ص ۵۶۲ قال المحکم والذہبی بمعنی)

ان کے مرد بنی اور عورتیں پاک باز
اور سبھی تھیں۔

اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب اور اس کی
تعبیر میں چالیس سال کا وقفہ تھا۔ (مترک ۲ ص ۲۹۶ قال المحکم والذہبی علی شرطہما)

قرآن کریم کے اس مضمون سے ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل نہ تھا
اگر حاصل ہوتا تو جب ان کے لڑکوں نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہلاک کرنے کی نیت اور مشورہ
کیا تھا۔ تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کا علم ہو جاتا، اور جب وہ ایک گنہگار اور دور افتادہ
کنویں میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ڈال آئے تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہوتا
کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں، بھیڑیے نے اس کو نہیں کھایا۔ وہ تو غلیل کنویں میں پڑا ہوا ہے، اور پھر وہاں
سے جا کر نکال لاتے، کیا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جان بوجھ کر اپنے بھائی کو کنویں میں

ایک گونہ ہلاکت کے لیے چھوڑ دیا تھا :

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام بیٹوں کا (جو اگر نبی تھے تو فہماورنہ ان کے مومن ہونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں) حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غائبان ہونے کا عتیدہ نہ تھا اگر ان کا یہ عتیدہ ہوتا کہ ہمارا باپ غیب جاتا ہے تو ان کو اس مکر اور فریب کی کبھی جرأت نہ ہوتی اور جیسے ان کو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہلاک کرنے کی جرأت اور ہمت نہ ہوئی، ان کے غائبانہ بھی نہ ہوتی۔ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تو یہ حالت تھی کہ پاس ہی چند میلوں پر کنویں میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ دیکھ سکے اور نہ ہی ان کے بدن کی خوشبو آئی۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کو منظور تھا تو قاصد مصر سے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قیص لے کر روانہ ہوتا ہے اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فلسطین اور کنعان میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قیص کی خوشبو آجاتی ہے۔ شیخ مصلح الدین سعدی (المتوفی ۶۹۱ھ) نے کیا خوب لکھا اور فرمایا ہے :

یکے پر سید زناں گم کردہ فرزند کہ لے روشن گھر پر خرومند
زمعشرش برئے پیراہن شمیمی چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال ما برق جانست دے پیدا و دیگر دم نہال است
گئے بر طارم اعلا نشینم گئے بر پشت پائے خود نہ بینم
فائدہ :- بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سارا قصہ معلوم تھا لیکن کسی خاص مصلحت کی وجہ سے لب کشائی نہیں کرتے تھے۔ اور سارا قصہ معلوم ہونے پر قرآن کریم کی بعض آیات بھی وہ پیش کرتے ہیں مثلاً :-

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمُ الْفُسْطُحُ امْرَآط یحشوب نے کہا دیوست کو بھیڑیٹے نے نہیں کھایا بلکہ
تم نے اپنے دلوں سے ایک بات بنالی ہے۔

(پ ۱۲ - یوسف ۲)

یامثالاً جب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے مصر کی حکومت عطا فرمائی اور حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی دوسری مرتبہ اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو ساتھ لے گئے اور حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لطیف جیلہ سے اس کو اپنے پاس رکھ لیا اور بڑے بھائی (روہیل) کے

سوا باقی جب اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ سنایا تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا۔
بَلَّ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْ لَا ط (تمہاری کوئی جھلساڑی ہے) بنائی تمہارے جی نے

ایک بات۔

(پ ۱۳۔ یوسف۔ ۱۰)

اور جب حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دو بھائی بیٹوں (حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بنیامین) کے فراق میں درد و کرب کا اظہار کیا تو بیٹوں نے یا اہل خاندان نے کہا۔ آپ ہمیشہ یوسفؑ کے تذکرہ کو پیش نظر رکھتے ہیں، آپ غم سے کہیں ہلاک نہ ہو جائیں، تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

وَاعْلَمُوا مِنْ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○ (پ ۱۳۔ یوسف۔ ۱۰) اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے۔

فریقِ مخالفت کا کتاب ہے کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اصل واقعہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم تھا۔ (دیکھئے جاد الحق ص ۱۲۳ وغیرہ)

حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل و دماغ میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ و
الجواب | السلام کی دُھندلی سی تصویر ضرور موجود تھی اور اجمالی رنگ میں اس خواب کے پس منظر

کو جانتے تھے کہ یہ خواب اپنے اندر حقیقت رکھتا ہے اور کسی وقت اس کی تعبیر ضرور پوری ہوگی۔ اسی خواب کی تعبیر پر وہ آسر لگائے بیٹھے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی قوی امید نے ان کو اور پر امید کر رکھا تھا۔ بس یہی اجمالی علم تھا جو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھا، باقی تفصیلی جزئیات کہ بھائیوں نے یوسف کو کنوئین میں پھینکا ہے اور پھر وہاں سے کسی نے ان کو نکال کر مصر لے جا کر فروخت کیا ہے، اور وہاں وہ کیا کرتے ہیں۔ یہ تمام معلومات حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل نہ تھے اور یہ کوئی تخمینہ کی بات نہیں بلکہ قرآن کریم اس پر شاہرِ عمل ہے۔ مثلاً جب دوسری مرتبہ یوسفؑ کو یاروئیل کے بغیر تمام بھائی حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گئے اور انہوں نے وہ تمام واقعہ سنایا کہ آپ کے لڑکے بنیامین نے چوری کی ہے اور وہاں کے بادشاہ نے ہمارے پیش کردہ قانون کے مطابق اس کو اپنے پاس رکھ لیا ہے، آپ وہاں کے لوگوں سے پوچھ دیکھیں اور اس قافلہ سے بھی دریافت فرما لیں جس کے ساتھ ہم مصر سے آئے ہیں۔ بیٹوں کا یہ تمام معذرت نامہ سننے کے بعد بھی حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمُ الْفُسْكَهٗ اَمْراً (پ۔ یوسف) یعقوب نے کہا۔ بلکہ بنائی ہے تمہارے ہی نے ایک بات۔
اگر حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا اور یہ پورا واقعہ معلوم ہوتا تو یہ بات ان کو
معلوم ہونی چاہیے تھی کہ میرا لڑکا تو اپنے عزیز بھائی یوسفؑ کے پاس ہے، کوئی خطرہ اور ڈر نہیں بھڑ
انہوں نے اتنا افسوس کیوں کیا جتنا کہ ایک گمشدہ پر کیا جاتا ہے۔

علاوہ بریں اس دفعہ تو بھائیوں کا قصور نہ تھا، بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کی جو بھی تدبیر کی تھی وہ مختار
یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے کی تھی اور باقی جملہ بھائی نہ یہ کہ صرف بے گناہ ہی تھے بلکہ انہوں نے
بڑی زاری اور لجاجت بھی کی تھی کہ ہمارا بوڑھا باپ ہے اس کو اس کے ساتھ بڑا پیارا ہے، اس کو چھوڑ
دیں اور ہم میں سے کسی کو لے لیں۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ کی پناہ ہم تو اسی کو
پکڑیں گے جس کے سامان میں ہمارا شاہی پیالہ اور پیمانہ ملا ہے۔

مگر اس کے باوجود کہ بھائیوں کا اس واقعہ میں کوئی قصور نہیں حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام
میٹوں کر یہی فرماتے ہیں کہ تمہاری ہی کوئی شرارت ہے، بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمُ الْفُسْكَهٗ اَمْراً کیا جان
بوچھو کر اور دیدہ دانستہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میٹوں کو مجرم سمجھا؟ حالانکہ اس واقعہ
میں ان کا کوئی قصور نہ تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اجمالی رنگ میں تعبیر خواب کا نقشہ ذہن میں موجود تھا کہ کسی وقت خدا اس
کو پورا کرے گا۔ لیکن پوری تفصیلات کا علم نہ تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید سے یہ چیز وضاحت سمجھ معلوم ہوتی ہے
چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ رَوَّاهُ عَنْ اَبْنِ عَبَّاسٍ کہ:

یعنی روایا یوسف انھا صدق وان الله لا يبدی
یعنی میں حضرت یوسفؑ کے سچے خواب کے ذریعہ جانتا ہوں کہ
ان یظہرها (تفسیر ج ۲ ص ۷۷)

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام

فریق مخالف کے اور دلائل
اس کو کنوئیں میں گرنے سے پہلے ہی مافی الخد کا ارشاد فرمایا
فَيَكْنِيهِ وَالْكَافِرُ كَيْدُ اَكْبَرُ تَجَرُّعَ تِيرَةٍ بَهَائِي حِيلَةٍ كَرِيْمٍ كَرِيْمٍ
علم غیب کی اطلاع دی۔ (مقیاس ص ۲۲۵)

الجواب مولوی محمد عمر صاحب ہی انصاف سے فرمائیں کہ کیا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کنویں میں گرنے سے پہلے کنویں میں گرنے کی اطلاع دی تھی؟ اور کیا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کنویں میں گرے تھے یا گرے گئے تھے؟ اور بیٹوں نے مشورہ کر کے جب باپ سے حضرت یوسفؑ کو ساتھ لیجانے کا اتفاق کیا تھا تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا اللہ تعالیٰ واقع بات کیوں فرمائی کہ مجھے بھیڑیے کا خوف ہے، یہ کیوں نہ فرمادیا کہ مجھے یوسفؑ کے (بقول مولوی محمد عمر صاحب) کنویں میں گر جانے کا خطرہ ہے؟ اور پھر ان کو اس کنویں سے کیوں نہ نکال لاتے؟ اور عجیب بات ہے کہ پہلے تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام قبل از وقت علم غیب کی اطلاع دیتے ہیں مگر عین وقت پر جب کہ حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈالنے کے لیے بھائی حیلہ کر کے ان کو ساتھ لے جا رہے ہیں تو اس وقت ان کو کوئی علم غیب نہیں ہوتا کیا انہوں نے نبی اور باپ اور بڑا ہو کر محمدؐ ایسی جائز اور روا سمجھا کہ الیٰ کو کنویں میں ڈال ہی دیا جاتے؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ) مولوی محمد عمر صاحب کو کچھ تو فرمانا چاہیے کہ قصہ کیا ہے؟

مولوی محمد عمر صاحب قرآن کریم کی یہ آیت فَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ إِلَىٰ ذَاكَ عَالِمُ الْغَيْبِ ۝ نقل کر کے اور اس کا ترجمہ کر کے آگے یوں گوہر افشانی کرتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے متعلق بڑے تین امور مَادَ اَتَكْتُبُ غَدَا کے علوم غیبیہ کی اطلاع دی : (۱) یوسف علیہ السلام کا دوسرے بھائیوں سے برگزیدہ ہونا یعنی بادشاہی ملنا اور بھائیوں کا ماتحت ہونا (۲) تعبیر دنیا کا علم جو ابھی یوسف علیہ السلام کو حاصل نہیں تھا، اللہ کے پاس ہے یا لوح محفوظ میں وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيلِ الْاَحَادِيثِ سے اس علوم الہیہ کی غیبی خبر دینا۔ (۳) وَ يَتَّبِعُ نَفْسُكَ اَعْلٰیكَ سے یوسف علیہ السلام کی نبوت کی خوشخبری دینا یہ بھی مافی الغد کا علم ہے اور آل یعقوبؑ فرما کر مافی الارحام کے علم سے خبردار فرمایا، یہ ہیں خداوند کریم کے مَادَ اَتَكْتُبُ غَدَا اور مافی الارحام کے پاس شدہ نبی جن کو تم محض خدا کا ہی خاصہ ثابت کر رہے تھے اور انبیاء علیہم السلام کی ذات سے ان علوم خمسہ کا ہونا بالکل محال سمجھتے تھے۔ (ملفوظ مقیاس ص ۲۶۶)

الجواب حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ سب اپنی جگہ حق اور صحیح ہے اور یہ اُسی خواب کے پیش نظر ہے جو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تھا مگر اس سے علم غیب یا علم مافی الغد یا علم مافی الارحام کیشہ کرنا جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی جہالت یا خیانت کا ثبوت دیا ہے، دوزخ کا ربا بات ہے۔ یہی حضرت یعقوب علیہ السلام اس بیان اور ارشاد کے کئی سال بعد جب

ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کنوئیں میں ڈالنے کا پروگرام تیار کرتے ہیں تو ایک دن پہلے ان کو مافی الغد کا یہ علم نہیں ہوتا کہ کل میرے لخت جگر اور نورِ نظر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا پیش آئے گا؟ اور بیٹوں کے منصوبہ طے کرنے سے ایک دن پہلے یہ نہیں جانتے کہ کل میرے بیٹے کیا سازشیں تیار کریں گے؟ جب مافی الغد قریب کا علم نہیں تو بعید کا کہاں سے ہو گا؟ اور اسی طرح ایک لطیف جلد سے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب بنیامین کو اپنے پاس رکھا اور اس سلسلہ میں جو کچھ واقعات پیش آئے قبل از وقت ان کا بھی کوئی علم حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ کو نہ تھا کیا یہ واقعات مولوی محمد صاحب کے نزدیک مافی الغد میں داخل نہیں ہیں؟ اور کیا ان کی پوری تفصیلات حضرت یعقوب علیہ السلام کو حاصل تھیں؟ اگر تھیں تو کس دلیل سے؟ باقی مافی الارحام کے متعلق اسی کتاب میں مبسوط بحث آ رہی ہے کہ نزاع کس بات میں ہے اور خاصہ خداوندی اس میں کوئی شق ہے۔ غلط بحث علماء اور اہل انصاف کے شایانِ شان نہیں ہے۔ مگر یہ

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کر گسوں میں
اُسے کیا خبر کہ کیا ہے رُو رسم شاہ بازی

علم غیب اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں ایک واقعہ یہ ہے کہ طود پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میں دیدار کا خواہشمند ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تو ہر گز مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ اچھا اگر تمہیں خواہ مخواہ شوق ہے تو میں اپنے فدی کی تجلی اس پہاڑ پر ڈالتا ہوں، اگر پہاڑ اپنی جگہ پر جبارا تو پھر کہیں تم مجھے دیکھ سکو گے ورنہ نہیں دیکھ سکتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ پر تجلی ڈالی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ ہوش اور آفاقہ ہوا تو فرمائے گئے۔ اے میرے رب! میری توبہ! میں بے چون و چرا تیرا حکم مانوں گا۔ قرآن کریم کا مضمون ملاحظہ ہو:-

وَلَمَّا تَجَلَّىٰ مُوسَىٰ الْإِلَهَآءَ رَأَىٰ زَيْنًا وَكَلَّمَہُ رَبُّہٗ ۖ قَالَ

اور جب پہنچا موسیٰ ہمارے وعدہ پر اور کلام کیا اس سے اس کے

رَبِّ نِي أَنْظِرْ أَلَيْكَ دَقْلَ لَنْ تَرَانِي وَلَكِنْ
 أَنْظِرْ لِي الْجَبَلَ فَإِنْ اسْتَقَرَّ مَكَانُهُ فَسَوْفَ
 تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًا وَهُوَ
 مُوَسَّى صَاحِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَنَكَ ثُبُتُ
 إِلَيْكَ وَأَنَا أَقْلُ الْمُؤْمِنِينَ ○

(پ ۹ - اعراف - ۱۷۸)

اس مضمون سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا اور پہلے ہی سے یہ جان لیتے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار اور رؤیت نصیب نہ ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے لطیف پہرہ میں تہنید ہوگی تو کبھی بھی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ سوال اور مطالبہ نہ کرتے، پھر جب ان کو معلوم ہوا کہ اس سوال میں اللہ تعالیٰ نے مجھے لطیف اندازہ سے تہنید فرمائی ہے تو توبہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔
 ثُبُتُ إِلَيْكَ

اسی طرح ایک مرتبہ طور پر کافی دن لگ گئے اور سامری نے پھڑپھڑے کا ایک بالہ بنا کر لوگوں کو اس کی عبادت کی طرف مائل کر دیا۔ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ قوم کو سمجھاتے رہے لیکن قوم نہ مانی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب واپس تشریف لائے اور قوم کو بچھا کر اپنی جہت میں مبتلا پایا تو حجبہ توحید سے سرشار ہو کر اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈاڑھی اور سر پر ذکر خوب کھینچا کہ شاید انہوں نے تبلیغ میں کوتاہی کی ہوگی۔ جب حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تسلی بخش جواب دیا کہ میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جلد بازی پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اپنی اس دعا میں شریک کیا جو نہایت اخلاص اور دل کی تہ سے نکلی تھی جس کی قبولیت کی پوری اُمید تھی۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو دیدہ و نشہ اپنے بڑے بھائی اور چھبے کی کبھی ایسی جے جہت نہ کرتے، لیکن وہ یہی سمجھے کہ شاید حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس میں کوتاہی ہوئی ہے۔ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تسلی بخش جواب سے ان کا اطمینان ہو گیا، اس کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو طود پر اس کی اطلاع دی کہ تمہاری قوم سب کچھ ٹھٹھے پر قربان کر چکی ہے۔ لیکن چونکہ تفصیلی حالات حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر نہ تھے اس لیے انہوں نے تورات کی تختیاں راستے میں نہ بھیجیں، اور جب قوم کے حالات بخیر خود دیکھے، تو غصہ میں آکر تورات کی تختیاں زمین پر پڑے ماریں، اور جلدی سے پیچھے کھ دیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ ہے۔

لیس الخبر کا معاينة (مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۵) و یعنی چ شنیہ کے بودا نزدیہ

مستدرک ج ۲ ص ۳۲۱۔ قال الحاكم والناہی علی شرطہما

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ واقعہ بھی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے جس میں حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چن دن رہنے کا ذکر ہے اور ان کے ساتھ ان کے خادم خاص حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تھے جن کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد نبوت عطا ہوئی تھی۔ اس واقعہ کا ایک ایک جملہ بتلارہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہ تھا۔ نیز حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی علم غیب نہ تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا:-

یا موسیٰ! علی علم من علم اللہ علمنیہ
لا تعلمہ انت وانت علی علم من علم اللہ
علمک اللہ لا اعلمہ (بخاری ج ۲ ص ۶۸۸) و مسلم ج ۲ ص ۲۶۹
لے موسیٰ! مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا علم ماسل
ہے جس کو تو نہیں جانتا اور تجھے اللہ نے وہ علم سکھایا ہے
جس کو میں نہیں جانتا۔

یہ دونوں بزرگ کشتی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک چڑیا آئی اور اس نے دیا سے اپنی چوخی میں پانی اٹھایا۔ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے موسیٰ! تیرے اور میرے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کی نسبت ایسی ہی ہے جیسے اس چڑیا کے منہ کا پانی اور دنیا کا پانی ایک قطرہ اور دنیا ان کی نسبت ہی کیا ہے؟ (بخاری ج ۲ ص ۶۸۸) و مستدرک ج ۲ ص ۳۶۹ علی شرطہما

ان صحیح روایات سے حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نفی علم غیب کا بیان بھی ملاحظہ کیجئے اور علم لدنی کے تحت بعض جزئیات کے علم سے مولوی محمد عمر صاحب کے ہاں مکتی جلتے بھی دیکھئے۔ وہ کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام بھی ماذا تکذب غذا پاس تھے۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۶) کہتے ہیں (۱) خضر علیہ السلام نے ظالم بادشاہ کے پہنچنے سے پہلے کشتی کی ایک تختی اگھا ڈری، جس کی تعبیر بعد میں ظالم فرمائی (۲) لڑکے کو قتل

کر دیا۔ اس بنا پر کہ وہ اپنے ماں باپ کو بالغ ہو کر گمراہ کرنے کا (۳) دلیوار بنا دی کیونکہ اُس کے پیچھے خزانہ تھا (بلنظم
مقیاس ۲۲۷) سبحان اللہ تعالیٰ۔ دیکھا آپ نے کہ غیب کی چند جزئیات سے مولوی محمد عمر صاحب نے کس طرح
کلی علم غیب بنا دیا ہے۔

حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی غیب کا علم حاصل نہ تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود عن أناس
من الصحابة یعنی بہت سے حضرات صحابہ کرامؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ
الصلوٰۃ والسلام کو حکم بھیجا کہ ہم نے حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فلال عکبر پر وفات دے کر اپنے
پاس بلانے ہے، اس لیے وقت مقرر پر ان کو ساتھ لے کر وہاں پہنچنا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساتھ لیا اور مقام مخصوص پر پہنچے تو وہاں ایک پتنگ پڑا ہوا تھا
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس پر لیٹ جانے کا اشارہ کیا
چنانچہ وہ لیٹ گئے اخذ ہارون الموت فلما وجد حستہ قال یا موسیٰ خذ عتني الحديث دستک
۵۷۹، قل الحاکم والذی علی شرطہا) جب حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام پر موت کی علامتیں طاری
ہوئیں تو انہوں نے کہا، اے موسیٰؑ، تم مجھ سے دھوکہ ہی کر گئے۔ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن حکم
مرفوع ہے خصوصاً جب کہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز اس کے خلاف منقول نہیں ہے اس روایت
سے ثابت ہوا کہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی وفات کے وقت تک علم غیب حاصل نہ تھا
خصوصاً اپنی ہی موت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایک نبی نے
کفار کے ساتھ جہاد کر کے مال غنیمت حاصل کر کے میدان میں رکھا کہ آسمان سے آگ آکر اس کو جلا دے
کیونکہ پہلی امتوں کے لیے غنیمت کا مال حلال نہ تھا (لیکن آگ نہ آئی، اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا، معلوم
ہوتا ہے کہ تم میں سے کسی نے مال غنیمت میں خیانت سے کام لیا ہے۔ میرے ہاتھ پر ہر قبیلہ کا آدمی
بیعت کرے، جس قبیلہ نے خیانت کی ہوگی، اس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چمٹ جائے گا۔ چنانچہ ایک
شخص کا ہاتھ بیعت کرتے وقت چمٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا، یہ تمہاری ہی خیانت ہے
(لاؤ کیا خیانت کی؟) چنانچہ انہوں نے گلے کے سر جتنا سونا لاکر مال غنیمت میں رکھ دیا، آگ آئی اور
اس کو جلا کر رکھ کر گئی (بخاری ص ۹۷، مسلم ۲، مشکوٰۃ ۳۵۲)

اہم طحاوی المحتقیر حافظ ابن کثیر الشافعی رحمہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحبلی (المتوفی ۷۲۸ھ) نے اس

کی تصریح کی ہے کہ وہ پیغمبر حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ (شکل الآثار ص ۱۸۱، البدایہ والنہایہ ص ۱۸۱ و منهاج السنۃ ص ۱۸۱) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی علم غیب حاصل نہ تھا، ورنہ وہ اس تدبیر سے جو رکی تلاش میں وقت ضائع نہ کرتے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

قرآن کریم میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مصر سے بھاگ کر مدین کے علاقہ میں گئے اور وہاں کنوئیں پر دو بیہول کو دُور کھڑے دیکھا کہ وہ اپنی بکریوں کو روکے کھڑی ہیں اور انہوں نے ان کی بکریاں کو پانی نکال کر پلایا، تو انہوں نے گھر جا کر اپنے بوڑھے باپ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کا ذکر کیا، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلایا حالات پوچھے تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور کیوں آئے؟ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ساری سرگزشت ان کو سنائی، انہوں نے فرمایا اب خوف نہ کرنا تم بچ نکلے ہو۔

فَلَمَّا أَنْ جَاءَهُ دَقَقَ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ
لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○
پس جب پہنچا موسیٰ شعیبؑ کے پاس اور بیان کی اس
سے اپنی سرگزشت، کہا اس نے مت ڈرنے کی تو قوم
بے انصاف سے (پ۔ قصص ۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی علم غیب نہ تھا، کیونکہ ان کو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات ان کے بیان کرنے ہی سے معلوم ہوئے قَصَصَ عَلَيْهِ الْقَصَصَ کے الفاظ اس پر ابھی طرح سے دلالت کرتے ہیں۔ اور اس سے پہلے ان کو معلوم نہ تھے اگر ان کو علم غیب ہوتا تو ان کو پہلے ہی سے ان حالات کا علم ہوتا اور ان کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کرنے کی مطلق ضرورت پیش نہ آتی۔

علم غیب اور حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے انسانوں، جنوں، پرندوں اور دیگر مختلف مخلوق پر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بادشاہت عطا فرمائی تھی۔ ان کی فوج کے مختلف گروہ اور محکمے تھے اور وہ باقاعدہ ان کی حاضری لیا کرتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے حاضری لی اور ہر گروہ نظر نہ آیا۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کیا وجہ ہے، کب

واقعی ہڈ ہڈ غائب یا مجھے نظر نہیں آتا۔ میں منرواس کی اس حکم عدولی پر سخت سزا دوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ میں اس کو ذبح ہی کر دوں یا میرے پاس کوئی معقول عذر پیش کرے۔ راتے میں ہڈ ہڈ بھی آٹھلا۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو ہڈ ہڈ نے کہا۔ میں ملک سبا کے کچھ حالات معلوم کیے آیا ہوں کہ وہ آپ کو معلوم نہیں۔ چنانچہ اس نے وہ تمام واقعات جو ملک سبا کے متعلق اس کو معلوم تھے بیان کئے۔ قرآن کریم کے بعض الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وَلَقَدْ أَخَذَ الْغُلَامُ قَوْلَ مَرْيَمَ لَا أَرَى الْهُدَى هُدًى
اور خبر دینی حاضری الی سلیمان نے اڑتے پر بندوں کی تو کہا،
اَمْ كَانَ مِنَ الْغَاظِينَ ۝ لَمَعَتْ بَنُو إِسْرٰٓءٰٓءَآ شَرِدًا
کیا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہڈ ہڈ کو یا ہے وہ غائب، اس کو سزا
دوں گا سخت سزا تو ذبح کر ڈالوں گا یا اللہ میرے پاس
کوئی سزا صریح، پر بہت دیر نہ کی کہ ہڈ ہڈ نے اگر کہا میں نے
آیا خبر ایک چیز کی کہ تجھ کو اس کی خبر نہ تھی۔ ادا آیا ہوں تیرے
وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَآءَ مَبْنِيٍّ ۝
پاس ملک سبا سے ایک خبر لے کر تھیتی۔
(پ ۱۹۔ نمل ۲۰)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہ تھا، اگر ہوتا تو جانوروں کی حاضری نہ لیا کرتے، اور جب ہڈ ہڈ کو نہ پایا تو پریشان نہ ہوتے، کیونکہ ان کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ ہڈ ہڈ ایک بڑی مضید ہاسوسی کرے گا، جس سے ملک سبا کے لوگ ایمان بھی لے آئیں گے، اور وہ ملک بھی ہمارے زیر اثر ہو جائے گا۔ پھر ہڈ ہڈ نے تو کمال ہی کر دیا۔ کس بے باکی سے وہ کہتا ہے کہ مجھے ایک خبر معلوم ہے مگر آپ کو اس کا علم نہیں کہ ملک سبا میں ایک عورت بادشاہی کرتی ہے۔ اگر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو ان کو ضرور ملک سبا اور ملکہ سبا کے حالات معلوم ہوتے۔ ہڈ ہڈ بیچارہ یہ سب کچھ کہہ رہا ہے لیکن حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابھی تک یقین نہیں آتا، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ رقعہ لے جاؤ، اور سبا والوں سے اس کا جواب لے آؤ، تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ اَحَدٌ هَٰذَا ۝ اَمْ كُنْتُمْ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝
(پ ۱۹۔ نمل ۲۰) کیا تو نے سچ کہا، یا تو جھوٹ کہنے والوں میں ہے۔

لطیفہ: ان آیات سے معلوم ہوا کہ جانوروں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ غیب کا علم پیغمبروں کو بھی نہیں ہوتا، اور آجکل اکثر انسان بھی اس کو نہیں مانتے۔ عجیب
بہیں تفاوت راہ از کجا منت تا یکجا

فریق مخالف کا جواب اور اس کا پس منظر مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ اس سے بھی تم

اخذ کی ہے حالانکہ تمہارا یہ دلیل اخذ کرنا کجروی ہے، کیونکہ آپ کا نا واقعہ ہونا ثابت ہوا تھا کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے، تو جب آپ نے اس پر مذکر کو جو مجلس سے غیر حاضر تھا اسی کو فرمایا کہ میں آج مجلس میں دیکھتا نہیں ہوں کیا بات ہے؟ کیونکہ اگر غیر حاضر کو بلا اظہار سبب اپنے علم پر ہی موقوف رکھتے تو یہ سنا ہی علامہ کے خلاف تھا، کیونکہ وہ مسرور قتل میں کمی اور بلا وجہ غیر حاضر ہو جاتے (مقتباس عن حضرت ص ۴۷)

یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب مناظر اسلام کا جواب۔ سبحان اللہ تعالیٰ وہ اپنے دل موقوف جواب میں بٹے ہی خوش ہوں گے کہ میں نے جواب دے کر چار چاند لگا دیے، اور ان کے حواری بغلیں بجاتے ہوں گے کہ واہ مولوی محمد عمر صاحب نے کمال ہی کو دیا، مگر درحقیقت کمال کی طاقت ہی ٹوڑ دی ہے۔ مولوی صاحب کو ذرا ہوش میں آکر یہ بتانا چاہیے کہ آپ نے جو یہ لکھا ہمارا ہے کہ آپ کا واقعہ ہونا ثابت ہوا تھا کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے، کیا اس واقعہ سے ناواقفی صرف اس بات پر ہی موقوف ہے کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے؟ کیا حضرت سیحان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان الفاظ سے اس واقعہ سے ناواقفی ثابت نہیں ہوتی؟ کہ:

مَا لِيَ لَا اَنِي الْمَذْهُدُ اَمْ كَانَ مِنْ الْغَائِبِينَ ○ کیا بات ہے کہ میں ہڈہ کو نہیں دیکھتا؟ یا کیا وہ کہیں

(پ ۱۹-نل ۲) غائب ہو گیا ہے؟

کیا خدا تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تاج و تخت کے مالک حضرت سیحان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عالم جمیع ماکان و مایکون اور حاضر و ناظر ہو کر عمل یہ فرمایا ہے؟ باقی شاہی انتظام اپنے مقام پر بھیج ہے، اس سے بحث نہیں ہے۔ بحث صرف اس سے ہے کہ حضرت سیحان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہڈہ اور اس کے حالات کو جانتے اور دیکھتے ہوئے یہ فرمایا ہے؟ یا کیا عالم کل اور حاضر و ناظر سے بھی کوئی چیز غائب ہوتی ہے؟ الغرض مولوی محمد عمر صاحب کا یہ جواب نہایت لچر اور بے معنی ہے، اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔

منہج احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ؟ اسی ہڈہ کا قول قرآن نے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں۔ قرآن نے کہاں فرمایا کہ واقعی اُن کو خبر نہ تھی۔ ہڈہ سمجھا کہ

شائد اس کی خبر حضرت کو نہ ہوگی، یہ کہہ دیا، لہذا اس سے سند نہیں پکڑی جاسکتی (جلد الحق صفحہ ۱۶)
جواب مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر واقعی حضرت سیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس
 کا علم ہوتا تو وہ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ:-

قَالَ سَنَنْظُرُ أَمَدَدْتُ أُمِّ كُنْتُ مِنْ
 سیمان نے (یہ سن کر) فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ کیا
 تو سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں شامل ہے۔

○ کیا خدا تعالیٰ کے بنی نے علم رکھتے ہوئے اور ہدایت کا بیان سننے ہوئے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ ہم دیکھ لیتے
 ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹ؟ میرا یہ خط لے جا اور اس کا جواب آ۔ اور مفتی صاحب ہی ازراہ انصاف
 یہ فرمائیں کہ کیا یہ قرآن کی آیت نہیں ہے؟ اور کیا قرآن نے صرف ہدایت ہی کی بات نقل کی ہے یا جنت
 سیمان علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے؟ اور کیا مفتی صاحب کے نزدیک قرآن کریم کے صریح مفہوم سے
 بھی سند نہیں پکڑی جاسکتی؟

مفتی صاحب ایک وقت ایسا آنے والا ہے جس میں خدا کی سچی عدالت میں رقی رقی کا حساب ہو
 کر ہے گا اور دنیا کی ناپائدار وجاہت اور حلوے ماندے سب فراموش ہو جائیں گے۔
 باش کہ تا طبل قیامت ز نند آن تو نیک آید و یا این ما
 ازالۃ الریب طبع اول کے وقت مفتی صاحب زندہ تھے اس انداز سے اُن سے خطاب تھا اور اب تو وہ
 دنیائے روانہ ہو چکے ہیں اور سب برزخی معاملات کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔

یہ تو حضرت سیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ تھا، اب ذرا حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ
 اور واقعہ بھی سن لیجئے جس کا خلاصہ یہ ہے:-

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو عورتیں تھیں، ایک بڑی، دوسری چھوٹی۔ دونوں
 کی گود میں لڑکے تھے، کہیں غفلت میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ ایک (بڑی) کے لڑکے کو بھڑایا اٹھا کر لے گیا
 جو لڑکا بچ گیا تھا۔ اس کے بارے میں اختلاف ہوا۔ بڑی نے کہا۔ یہ میرا ہے، چھوٹی نے کہا، یہ بچہ میرا ہے
 دونوں حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس فیصلہ لے گئیں۔ بڑی چونکہ عمر رسیدہ اور بختہ کا رتھی
 اس نے بیان کا ایسا طریقہ اور لہجہ اختیار کیا کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو سچی سمجھ کر بچہ اس کے
 حوالہ کر دیا اور دوسری کو محروم کر دیا۔ بڑی بہت شادال و فرحان واپس ہوئی اور چھوٹی کی دنیا کی کینیت

ہی کچھ اور تھی۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حالات کا جائزہ لیا تو ان کو شک ہوا۔ انہوں نے فرمایا، اگر مجھے فیصلہ کا حق ہو تو میں بھی فیصلہ کر دوں۔ چنانچہ ان کو علم بنایا گیا۔ انہوں نے خادم کو کہا، چھری لاؤ۔ چھری پیش کی گئی۔ انہوں نے فرمایا میں لڑکے کو دو ٹکڑے کر کے تمہیں دیتا ہوں۔ بڑی خاموش ہو گئی۔ سمجھی ہوگی کہ دو کے بجائے چار ٹکڑے ہو جائیں میرا کیا بگڑا ہے؟ لیکن چونکہ لڑکا چھوٹی کا تھا، وہ اس فیصلہ کو برداشت نہ کر سکی۔ سمجھی ہوگی کہ اگر یہ بچہ زندہ رہا، تو کبھی کبھی تو دیکھ ہی لیا کر دل گی حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جیل سے حقیقت کی تہ پالی، اور کیا بعید ہے کہ بڑی نے بعد میں اقرار بھی کر لیا ہو۔ بہر حال وہ بچہ چھوٹی کے حوالے کر دیا گیا (یہ روایت بخاری ج ۱ ص ۲۸۷ و مسلم ج ۲ ص ۲۸۷ وغیرہ میں موجود ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو وہ کبھی دیدہ دانستہ چھوٹی (جس کا حقیقہ وہ لڑکا تھا) کا حق بڑی کو نہ دلاتے (العیاذ باللہ تعالیٰ) مگر معاملہ اس کے برعکس ہے کہ وہ غیب کے علم سے منصف نہ تھے۔

فریق مخالفت کا تو یہاں تک غلو ہے کہ بزرگ رحم کے حالات سے بھی بخوبی واقف ہوتے ہیں اور نطق کے قرار پکڑنے کا بھی ان کو علم ہوتا ہے۔ لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بچہ پیدا ہو چکنے کے بعد بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس کا بچہ کھویا گیا اور کس کا زندہ رہا۔ اور حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اگر علم غیب ہوتا تو اس تدبیر کی ضرورت ان کو محسوس نہ ہوتی۔

فائدہ ۱:- بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ بزرگ تو اپنی جگہ ہے، حیوانات کو بھی علم غیب ہوتا

ہے۔ مثلاً سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرج جب مارچ کر رہی تھی تو ایک حیوان نے دوسری حیوانوں کو کہا کہ اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں وہ تمہیں روند نہ ڈالیں اس سے معلوم ہوا کہ حیوانوں کو بھی حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے لشکر کا علم تھا، لہذا ان کا بھی غیب ثابت ہوا۔

اگر وہ لوگ قرآن کریم کے اصل مضمون کو دیکھتے تو ان کو اسی مضمون سے علم غیب کی نفی ملتی، لیکن کیا کیا جاتے غور تو کرتے ہی نہیں۔

جواب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ الشُّعْلِ قَالَتْ فَمَنْكُمۡ

یہاں تک کہ جب فرج پہنچی حیوانوں کے میدان پر کہا ایک

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ادْخُلُوا مَسَاجِدَكُمْ لَا يُحِطُّ بِكُمْ سَلِيمَانٌ
وَجُودُكُمْ وَهَذَا لَا يَشْعُرُونَ ○ (۱۷ نمل-۲) تم کو سیلان اور اس کی فوجیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

یہ آیت ہی اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب فوج چیونٹیوں کے میدان میں پہنچی تو اس وقت چیونٹیوں کو اس کا علم ہوا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مختلف قسم کے حیوانات پر حکومت عطا فرمائی تھی، لہذا چیونٹیوں کو بھی خدا وادوس سے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی فوجوں کا اجمالی علم ہو گیا۔ اس سے چیونٹیوں کے علم غیب پر استدلال نہیں ہو سکتا، البتہ یہ استدلال بہت زیادہ قریب ہے کہ چیونٹیوں میں بھی خدا تعالیٰ نے یہ فطرت، حس اور شعور رکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے پیغمبر کو بھی غیب نہیں ہوتا، کیونکہ چیونٹی نے کہا کہ وہ بے خبری میں تمہیں دھند نہ ڈالیں اور چونکہ عالم الغیب کبھی بے خبر نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ آیت ہی صاف دلالت کرتی ہے کہ چیونٹیاں حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے لشکر کو (جس میں اَلَّذِي عَلَّمَهُ مِنَّا اَلْكِتَابُ بھی ہوگا اور دیگر تمام فوجی اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی بھی ہوں گے) بے خبر ثابت کرتی ہیں جو ان کے غیب دان ہونے کی نفی پر صراحت سے دال ہے۔

علم غیب اور حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم میں مختلف اسلوب سے حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے مختصر الفاظ میں ان کا قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مضافات مومل میں شریفینوی کی طرف حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تقریباً لاکھ سو لاکھ سالوں کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ انہوں نے اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق لوگوں کو تبلیغ کی مگر قوم نہ مانی۔ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہی ان لوگوں سے ناراض ہو کر چلے گئے اور وعدہ کر گئے کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آئے گا (ابن کثیرؒ ۳) قوم نے عذاب کے کچھ آثار دیکھے ہوں گے، گھبرا کر سب نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو راستہ میں ایک دریا سے گھزنا پڑا۔ کشتی پر سوار ہوئے، جب کشتی دریا میں پہنچی تو کشتی غرق ہونے لگی۔ کشتی والوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ارادہ کیا کہ ایک آدمی کو نیچے پھینک دیا جائے، قرعہ اندازی

ہوئی تو قرعہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر نکلا وہ دیا میں پھینک دیے گئے۔ مچھلی نے ان کو
لقبہ بنا کر نکل لیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ تسبیح پڑھنے والوں میں نہ ہوتے تو مچھلی کے پیٹ ہی
میں رہتے۔ مچھلی کو تنبیہ ہوئی ہوگی کہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام تیری روزی نہیں بلکہ تیرا پیٹ ہم
نے ان کے لیے قید خانہ بنایا ہے۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۱۹۲) حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لغزش
پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی تو ان کو معافی ملی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

وَذَا النُّفْرِ إِذْ ذُهِبَ مُغَاسِبًا وَظَنَّ أَنْ لَنْ
نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ
إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝
فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ
نُنَجِّي الْمُؤْمِنِينَ ۝

اور (مَنْ لَوْ) مچھلی ولے کا (قصہ) جب چلا گیا غصہ ہو کر
پھر سمجھا کہ ہم نہ گرفت کریں گے اس پر پھر پکارا، اس نے
ان اندھیروں میں کہ کوئی فریاد رس نہیں تیرے سوا تو بے عیب
ہے اور میں تھا لغزش کرنے والوں میں پھر سُن لی ہم نے
اس کی فریاد اور بچایا ہم نے اس کو غم سے اور یوں ہی ہم
بچا دیتے ہیں ایمان والوں کو۔

(پ ۱۷۰ - انبیاء)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل ہوتا تو ان کو پہلے
ہی یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میں خدا کے حکم کے بغیر یہاں سے نہ جاؤں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی
دار و گیر ہوگی اور قدم قدم پر رنج کے علاوہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوگی۔ یہ الگ بات ہے کہ آخر
میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی عنایات سے انہیں نوازا اور ان کی اس لغزش اور غلطی سے اجتنابی سے
درگزر فرمایا۔

علم غیب اور حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے تینے پارہ میں ایک صاحب کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ جمہور مفسرین
کرام کا بیان ہے کہ وہ بزرگ حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ اور حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ
وہ حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے نبی تھے۔

(متدرک ۲ ص ۲۸۷ قال الحاكم والذہبی علی شرطهما)

واقعہ یہ ہے کہ کسی اجڑی ہوئی بستی پر ان کا گزر ہوا، اس کی خراب حالت کو دیکھ کر ازراہ تعجب اسٹول نے فرمایا یہ بستی بھی کسی وقت آباد ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی قدرت پر یقین دلانے کے لیے ان کو وفات دے دی۔ ان کے پاس گدھا تھا وہ بھی فنا ہو گیا، کھانے پینے کی کچھ چیزیں تھیں، وہ اللہ نے محفوظ کر کے اپنی قدرت بتلا دی کہ عادتاً جو چیز جلدی خراب ہو سکتی ہے ہم اس کو کس طرح بچا لیتے ہیں اور جو چیز (مثلاً گدھا وغیرہ) جلدی ضائع نہیں ہو جاتی ہم اس کو کس طرح فنا و برباد کر دیتے ہیں۔

غرضیکہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ کر کے ان سے پوچھا کہ عرصہ مرنے کا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم تو سو سال مرنے سے۔ قرآن کریم کے اصل الفاظ ملاحظہ کر لیں۔

اِذْ كُنَّا لَكُمْ قُورِيَةً وَرَحِمْنَاهُ عَلٰی
عُرْوَتِهَا قَالِ اِنِّیْ نَحْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ بَعْدُ
مُوتِهَا قَالَتْ اِنَّ اللّٰهَ مَاتَ عَامٌ ثُمَّ بَعَثَهُ ط
قَالَ كَمْ لَبِثْتُ ط قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضُ
يَوْمٍ ط قَالَ بَلْ لَبِثْتُ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی
طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَانْظُرْ
اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ
اِلٰی الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا عِلْمًا
فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ اَعْلَمْتُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (پہ۔ بقرہ۔ ۲۵)

یاشل اس شخص کے کہ گدھا ایک شہر پر اور وہ گدھا اپنی پھتول پر، بولایو کچھ زندہ کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ اس کے سر اور تباہ ہونے کے بعد پھر مرنے رکھا اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے سو برس پھر اٹھایا اس کو کتنا تو کچھ دیر یاں رہا، کسا، ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم کہانیں بلکہ سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا سر نہیں گیا اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے کچھ کو نمونہ بنانا چاہا لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم ان کو کس طرح اُجھا کر جوڑ دیتے ہیں، پھر ان پر پستانے ہیں گوشت پھر جب اس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہ اُٹھا کچھ کو معلوم ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلے ہی سے وہ کیفیت معلوم ہوتی جو بعد کو معلوم ہوئی تو وہ کبھی اس پر تعجب نہ کرتے، اور پہلے ہی سے اطمینان کر لیتے، اور اگر ان کو علم غیب حاصل ہوتا تو کبھی بھی وہ سو سال کی طویل عمر کو ایک دن یا دن سے بھی کم کے ساتھ تعبیر نہ کرتے مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس واقعہ سے یہ بات بھی بخوبی معلوم ہوگئی کہ مرنے کے بعد بھی انسان کو علم غیب حاصل نہیں ہو سکتا نہ جیسا کہ بعض نادان لوگ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان

کی نفع کو ترقی ہو جاتی ہے اس پر اسرار کھٹنے لگ جاتے ہیں اور علم غیب ملی کے اور اکاات اور ملکات اس پر روشن ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہ دعوے بالکل بے بنیاد ہے۔ ہاں جزوی واقعات محل نزاع نہیں ہیں۔

علم غیب اور حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام

عصر دراز تک حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اولاد کے لیے دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ بڑھاپے تک پہنچ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت مریمؑ کے کمرے میں داخل ہوئے تو ان کے پاس ایک لڑکھڑکی میں بے موسم اٹھو دیکھے لڑکھڑکی میں بے موسم اٹھو دل کا ملنا اور باوجود نبان صحیح ہونے کے بولنے پر تین دن قادر نہ ہونا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مروی ہے۔ (مسندک ۲ ص ۲۹۹، قال الحاکم والذہبی صحیح) وہیں دعا کی، کہ جو خدا تعالیٰ اس کو بے موسم میوہ دے سکتا ہے شاید کہ وہ مجھے بھی اولاد دے۔ نماز کی حالت میں فرشتہ خوشخبری لے کر آیا کہ خدا تعالیٰ آپ کو ایک لڑکا دے گا جس کا نام یحییٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوگا حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے لڑکا کہاں سے ملے گا؟ ارشاد ہوا اسی طرح ہوگا۔ فرمایا تو میرے لیے کوئی نشانی ہو جس سے میں سمجھ سکوں کہ اب بیوی کو امید ہو گئی ہے:-

قَالَ اَيْنَاكَ اَلَا تُكَلِّمُ النَّاسَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ
اَلَا رَمَزَا ط (پ ۲۔ آل عمران ۴۰)
لڑکوں سے تین دن تک، مگر ارشاد سے

اس سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو اپنی بیوی کے حمل کا علم بغیر نشانی اور علامت کے بھی ان کو ہو جاتا، لیکن چونکہ ان کو آخر عمر تک علم غیب نہ تھا اس لیے نشانی کی ضرورت محسوس ہوئی مگر فریق مخالفت کا یہ لغو اور بے بنیاد دعوے ہیں کہ ان کے نزدیک ولایت اور بزرگی کے لئے یہ شرط ہے کہ جب بھی نطفہ رحم (بقول ان کے فرج و شرمگاہ) میں قرار پکڑے تو ان کو علم ہو (العیاذ باللہ تعالیٰ) (ملاحظہ ہو جبریل النظم) کہ غیر معصوم اقوال کے لیے نصوص کو رد کیا جاتا ہے۔

علم غیب اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

قیامت کے دن خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب یہ سوال فرمائے گا۔ کہ تم نے لوگوں سے کہا ہے کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ تعالیٰ کے درے دو معبود بناؤ، تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے، تو پاک ہے، مجھے کیا حق ہے کہ میں ایسی بات کہتا جس کا میں سرے سے حقدار ہی نہ تھا۔ اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہے تو وہ تجھ کو معلوم ہے کیونکہ تو میرے جی کی باتیں جانتا ہے اور میں تیرے جی کی باتیں نہیں جانتا، اس لیے کہ: اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوبِ (بے شک تو ہی ہے غیب اور چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا) میں نے تو ان کو وہی بات کہی تھی، جس کا کرنے مجھے علم دیا تھا کہ اے لوگو صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے۔

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَكُنَّا
تَوَّابِينَ كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ وَ
اَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○ (پ۔ مائدہ ۱۶۰)

اور میں ان سے خبردار تھا جب تک کہ میں ان میں موجود تھا
پھر جب اُتے مجھ کو (اپنی طرف آسمان پر) اُٹھایا تو توبہی تھا
خبر رکھنے والا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

اس مضمون سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم ؑ کو عیساؤں نے الہ بنایا ہے۔ مگر ان کے تفصیلی حالات کا علم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ جب تک میں ان میں تھا تو میں ان کے اعمال کو دیکھتا رہا۔ (کُنْتُ اَشْهَدُ عَلَىٰ اَعْمَالِهِمْ حِينَ كُنْتُ بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ۔ اہی کیرج ۲ مثلاً) مگر جب تو نے مجھے آسمان پر اُٹھایا، تو بعد کے حالات کی مجھے خبر نہیں کہ وہ کیا کرتے اور کہتے ہیں، تو میری ہر چیز سے خبر رکھنے والا ہے اگر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو ان کو تفصیل سے یہ معلوم ہوتا کہ قوم نے ان کے بعد کیا کچھ کہا ہے اور نزول من السماء کے بعد اگرچہ اجمالی طور پر ان کو اس کا علم حاصل ہوگا مگر تفصیل پھر بھی معلوم نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے تفصیلی اور محیط علم کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں جیسا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سوال کریں گے کہ تمہیں اپنی اپنی امت اور قوم کی طرف سے کیا جواب دیا گیا؟ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا وَهُوَ الَّذِي

کہ ہمیں اس کا علم نہیں مطلب یہ ہے کہ خداوند ایتیرے علم کامل اور محیط کے سامنے ہمارا علم کچھ بھی نہیں لہذا قادیانیوں کا اس آیت کریمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر استدلال بالکل باطل ہے **فائدہ** : شاہد اور شہید کے لفظ سے کسی کو ہرگز یہ مخالطہ نہ ہو کہ اس سے غیر اللہ تعالیٰ کے علم غیب یا حاضر و نامر کا ثبوت ہوتا ہے۔ ہم نے تبرید النظر میں اس مسئلہ کی بجا لاف علیحدہ کر دی ہے وہاں ہی ملاحظہ کر لی جائے۔

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ: اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: **وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ فِي بُيُوتِكُمْ وَمَنْ تَدْخُرُونَ**۔

میں تمہیں بتا سکتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو کچھ جمع کرتے ہو۔ دیکھو کھانا گھر میں کھایا اور رکھا گیا جہاں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود نہیں تھے اور اس کی خبر آپ باہر سے ہے ہیں یا یہ ہے علم غیب۔ (انتقای بلفظ جارا الحق ص ۵۹)

مفتی صاحب کا اس مضمون سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر استدلال محض اپنے ماؤف دل کی تسکین ہی ہو سکتی ہے اور بس۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ

جواب | علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے علی معجزات کے بعد علی معجزات کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا کہ: **وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَنْ تَدْخُرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُمُ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** ○ (پ ۲- آل عمران ۵) تم یقین رکھتے ہو۔ اور میں بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو رکھ آؤ۔ اپنے گھر میں اس میں نشانی پوری ہے تمہارے لیے اگر تم یقین رکھتے ہو۔

اس آیت کے شروع میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ خطاب صرف بنی اسرائیل کو ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت بھی صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف تھی (ملاحظہ ہو انجیل متی باب ۱۵ آیت ۲۴) مگر صدافسوس کہ یہ مکار بھیڑیں امت مسلمہ کی پہلانی ہوئی کھیتی چرگئی ہیں اور اب تو کھیتی پر قابض ہیں۔ چند قومی اور ملکی لوگوں کے کھانے اور پینے اور گھر میں اکل و شرب کی بعض اشیاء کو ذخیرہ بنا کر رکھنے کے علم سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر قوم پر ملک اور ہر اہل مذہب کے متعلق تفصیلی حالات معلوم تھے۔ اپنے زمانہ کے بعض لوگوں کے در خصوصیت سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آتے جاتے تھے، بعض حالات کے علم سے جو لوگوں کے ایمان اور

جواب

مولوی محمد عمر صاحب نے علم غیب کا متنازع فیہا مسئلہ جو اس آیت سے کشید کیا ہے اور اپنی فطرت اور سرشت سے مجبور ہو کر جو کچھ کہا ہے، وہ نرا عجوبہ بلکہ خالص اختراع اور ایجاد بندہ ہے جن اخبار غیب اور انباء غیب کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے اور وہ بھی شیر خواہی کے عالم میں اس کا کس کو انکار ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عبیریت اور رسالت کا اور نیز اپنی والدہ ماجدہ کی حضرت اور پاکدامنی کا جو اظہار فرمایا ہے اور جس چیز کی انہوں نے منجانب اللہ اطلاع دی ہے وہ بالکل حق ہے مگر اس میں اپنی والدہ کی بعض خصوصیات کا ذکر ہے، ساری مخلوقات کے حالات کا ذکر نہیں ہے۔ ایسی چند جزئیات کو کھلی کا درجہ دینا اور اس پر اپنی باطل پسندی کی دیوار اور عمارت کو استوار کرنا کسی عقلمند کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے جس علم غیب کے مسئلہ کا فریقین میں تنازع اور اختلاف ہے، یہ آیت اور آیت کا کوئی بھی جملہ اس پر مگر ذلالت نہیں کرتا، اور جو چیز اس سے ثابت ہے وہ نہ تو متنازع فیہ ہے اور نہ مولوی محمد عمر وغیرہ کو مفید ہے۔ کھانا یا پختی علیٰ احد من اهل العظم خواہ مخواہ کچھ نہ کچھ کھینے کا نام ہرگز دلیل اور ثبوت نہیں ہوتا۔ دعوت اور دلیل میں مطابقت، پھر جو دلیل جس آیت اور حدیث وغیرہ سے پیش کی گئی ہو اس سے اس کا ثبوت اہل علم کے نزدیک ضروری ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مولوی محمد عمر صاحب اپنی مرعی کی ایک ٹانگ ہی کہتے چلے جائیں اور شکلف بلکہ کجبر کسی آیت اور حدیث کو اپنی دلیل بتاتے رہیں۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے؟

لاکھ زلفوں کو سوار سے بھی تو کیا ہوتا ہے

حسن انسان کا جب تک کہ خف الواد نہ ہو

اس باب کے آخر میں ہم قرآن کریم کی ایک آیت اور اس کی تفسیر میں معتبر اور مستند تفاسیر کے حوالے عرض کرتے ہیں جس میں تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اقرار سے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ عالم غیب والہامۃ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ جس سے ایک منصف مزاج آدمی بخوبی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ حق کس کے ساتھ ہے اور باطل پر کون ہے؟

قیاس کن ز گمستان من بہار مرا

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام کائنات کو میدانِ محشر میں اکٹھا کرے گا اور تمام حضرات انبیاء کرام

علیم الصلوٰۃ والسلام کو بھی وہاں جمع کرے گا۔ پھر سوال فرمائے گا:-

يَوْمَ يَجْمَعُ اللهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ ۚ
 قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا بِإِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝
 جس دن اللہ تعالیٰ جمع کرے گا سب پیغمبروں کو پھر سوال کرے گا تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا وہ فرمائیں گے ہم کو علم نہیں تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا۔ (پہلے المائدہ - ۱۴)

یہ سوال مشرکین اُمتوں کے روئے پیغمبروں سے کیا جائے گا کہ دنیا میں جب تم ان کے پاس پیغامِ حق لے کر گئے تھے تو انہوں نے کیا جواب دیا تھا اور کہاں تک انہوں نے دعوتِ الہی کی اجابت کی تھی۔

چونکہ ہر نبی اور رسول سے اس کی ساری اُمت کے متعلق سوال ہوگا، خواہ وہ اُمتی قریب ہوں یا بعید، ان کی حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پہلے وفات ہو گئی ہو یا بعد تک زندہ رہے ہوں اور نیز ظاہری اور باطنی جملہ کیفیاتِ اجابت اس میں داخل ہیں، اس لیے حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جواب اس کے بغیر اور کیا ہو سکے گا کہ لَا عِلْمَ لَنَا ہمیں کوئی علم نہیں، غیب کا جاننے والا تو صرف تو ہی ہے اور جب کہ بنی آدم کے جملہ ظاہری و باطنی احوال ماکان و مایکون میں داخل ہیں تو معلوم ہوا کہ جمیع ماکان مایکون کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی اور رسول کو نہیں اور نہ قیامت تک ہوگا، کیونکہ ان تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ بیان قیامِ قیامت کے بعد ہی ہوگا۔ قرآن کریم کی یہ نص جو قطعی الدلائل ہے صاف بتا رہی ہے کہ عالمِ غیب اور ظاہر و باطن کو جاننے والا اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں، اگرچہ وہ رسول اور نبی ہی کیوں نہ ہوں، اور یہ وہ بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عدالت میں تمام حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام قوموں اور اُمتوں کے روئے پیش کریں گے۔ اس آیت میں حضراتِ مفسرین کرام کو ایک اشکال یہ پیش آ گیا کہ حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنی اُمتوں کے جواب کافی الجملہ علم تو ضرور ہے، پھر حق تعالیٰ کے سامنے انہوں نے مطلقاً علم کی نفی کیوں کر دی؟ اس اشکال کو حل کرنے کے لیے حضراتِ مفسرین کرام کے چند اقوال ہیں، اور چونکہ ان میں سے اکثر میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ سب اپنی اپنی جگہ پر درست ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:-

معناہ لا علمہ لنا کعلمک فیہمہم لا تنک تعلمہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے متعلق اے اللہ تعالیٰ تیری طرح

ما اضمروا وما اظهروا فاعلمك فيهم الفذ من علمنا وابلغ.

کا علم نہیں ہے کیونکہ تو ان کے پوشیدہ اور ظاہری سب حالات کو جانتا ہے (اور ہم کم تو صرف ظاہری حال کا علم ہے) اور

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۸۹)

حضرت امام رازی رحمہ اللہ اس قول کو نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ :-

هو الاصل وهو الذي اختاره ابن عباس رضي الله عنهما
بهي قول سببه زيادة صحيح ہے اور اسی کو حضرت ابن عباس نے اختیار فرمایا۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۶۸)

اور خطیب شریفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

لا علم لنا بما انت تعلم انت علام الغيوب فتعلم ما اتجاووا وما اظهروه لنا وما علمه مما اضمروا في قلوبهم۔

ہم کو اس چیز کا علم نہیں جس کا تجھے ہے کیونکہ تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے۔ پس تو ہی جانتا ہے جو انہوں نے جواب دیا اور جو انہوں نے ہمارے سامنے ظاہر کیا اور تو ہی جانتا ہے جس کو ہم نہیں جانتے جو انہوں نے اپنے دلوں میں مخفی رکھا۔

(سراج میر ج ۱ ص ۲۰۲)

اور علامہ ابوالسعود اپنی تفسیر ج ۲ ص ۸۳ میں اور قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے انوار التنزیل ج ۱ ص ۱۱۱ میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اور علامہ ابوالبرکات نسفی الحنفی رحمہ اللہ اس قول کو اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

قالوا لا علم لنا باخلاص قومنا دليلك انت علام الغيوب (مدارك ج ۱ ص ۲۳۱)

پیغمبر فرمائیں گے کہ ہیں اپنی قوم کے اخلاص کا علم نہیں اور اس قول کی دلیل انت علام الغيوب کا ارشاد ہے۔

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

رواه ابن جرير ثم اختار على هذه الاقوال الثلاثة ولا شك انه قول حسن وهو من باب التأدب مع الرب جل جلاله اي لا علم لنا بالنبوة الى علمك المحيط لكل شئ ونحن و ان كنا قد اجبننا وعرفنا من اجابنا ولكن منهم من كنا انما نطلع على ظاهره لا علم لنا بباطنه وانت العليم بكل شئ المطمح على كل شئ

اس قول کو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مندرجہ کے مضمون کی روایت کیا ہے اور باقی کے تین اقوال پر اس کو ترجیح دی ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ قول اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کا ایک بہترین نمونہ ہے کہ اے بارالہا، تیرے علم محیط کے مقابلہ میں ہم کو کچھ علم نہیں ہے اور ہم کو اگرچہ جواب ملا تھا اور ہم ان کو بھی جانتے ہیں جنہوں نے ہماری دعوت قبول کی تھی لیکن انہیں وہ بھی کچھ ہے کہ ہم کو ان کے صرف ظاہری حال کی اطلاع تھی

فعلنا بالنسبة الى حليمك كذا علمه انك

انت علام الغيوب

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ - ص ۱۱)

اور ان کے باطن کا علم ہم کو نہیں اور تو ہر چیز کو جاننے والا ہے ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے پس ہمارا علم تیرے علم کے مقابل میں مثل عدم علم کے ہے کیونکہ تو ہی علام الغیوب ہے۔

اور المفتی الشیخ محمد عبدالعزیز المصری (المتوفی ۱۳۲۵ھ) کہتے ہیں کہ:-

یعنی انہ لیس بنفی علمہم باطلاق وانما هو

لغی لعلم الاحاطة الذی هو خاص بالخلق

العلیم اذا المرسل کانوا یعلمون ظاہر ما

أُخْبِرُوا به من مخالطیہم ولا یعلمون باطنہم

والحال من لم یبرؤ من امسہم الصالحین

تعالی الیہم من ذالک وهو قلیل من کثیر

(المنار ج ۳ ص ۲۴۲)

اس میں مطلق علم کی نفی نہیں ہے بلکہ اس میں اس علم کی نفی

ہے جو محیط ہو، جو خاصہ باری تعالیٰ ہے، کیونکہ حضرات انبیاء

کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تو عنایتین کے ظاہری جواب کو جانتے تھے

اور باطن سے وہ مطلع نہ تھے اور اسی طرح امت کے اُن افراد کا علم

بھی اُن کو نہ تھا جن کو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے

دیکھا نہیں، ہاں مگر جن کے حالات اللہ تعالیٰ نے بذریعہ

وحی بتا دیے تھے مگر وہ اکثر مقدار میں صحبت ہی کرتے تھے۔

حضرات مضروبین کرام نے اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم

الصلوٰۃ والسلام کو اگر یہ یہ معلوم تھا کہ ہماری حیات میں فلاں فلاں نے ہماری دعوت پر لبیک کہا تھا

اور ہمارا دیں قبول کیا تھا، لیکن ان کو پورے طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ ان میں سے کون اُس پر قائم رہا، اور

کس کا کیسا انجام ہوا اور کس نے کیا کیا نئی بدعات نکالیں۔ اس لیے وہ فرمائیں گے کہ لا علم لنا، ہم کو

ان کے انجام اور ہماری وفات کے بعد کے حالات کا علم نہیں ہے اور جزا و سزا کا تعلق خاتمہ ہی سے ہے

دیکھئے ابن کثیر ج ۲ ص ۱۱۴ - معالم ۲ ص ۸۹، خازن ج ۲ ص ۸۹ - ابوالسعود ج ۴ ص ۸۳، مارک ج ۱ ص ۲۳۹

برضاوی ج ۱ ص ۲۱، جامع البیان ج ۱ ص ۱۸، اور تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۶۸ وغیرہ۔ اس قول سے بھی ہمارا مدعا

ثابت ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ان کی اُمتوں پر جو جو احوال

طاری ہوئے، اُن کا تفصیلی علم اُن کو نہ تھا اور اگر جمیع ممالک و مایکون کا علم ان کو ہوتا تو ضرور اس کا علم

بھی ان کو ہوتا۔

تیسری توضیح حضرت امام رازی رحمہ اللہ کی ہے کہ علم سے مراد خاص علم یقینی ہے جو احکام کثرت

موجہ ہوتا ہے، اور مخلوقات میں سے ایک کو دوسرے کے اندرونی احوال کا جو علم ہوتا ہے، وہ عام

طود پر ظنی ہوتا ہے۔ مگر یہ کہ وحی سے ہو اور وہ احکام دنیوی میں تو معتبر ہے مگر عالم آخرت کے احکام میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لیے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یہ ارشاد فرمائیں گے لَا عَلَمَ لَنَا ہم کو اپنی امتوں کے احوال کا علم یقینی نہیں (مفسر کبیر ج ۳ ص ۴۸۸) اس تو حید سے بھی ہمارا مدعی ثابت ہے۔ کمالاً بھٹی۔

چوتھی تو حید یہ کی گئی ہے کہ لَا عَلَمَ لَنَا کا مطلب یہ ہے کہ خداوند اہم کو معلوم نہیں کہ آپ کے اس سوال میں کیا حکمت مضمون ہے (معالم ج ۲ ص ۸۹ و خازن ج ۲ ص ۸۹) یہ قول قبل سے نقل کیا گیا ہے، قائل کا بھی علم نہیں کہ کون تھا اور کیا تھا؟ پھر سیاق اور سباق سے اس کا ربط بھی قدرے بعید ہے۔ تاہم ہمارے مدعی کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

پانچویں تو حید اس کی یہ کی گئی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم تو تھا کہ امتیوں نے کیا جواب دیا۔ مگر سکوت اور ادب و تواضع کے طور پر یہی مناسب سمجھیں گے اور فرمائیں گے کہ لَا عَلَمَ لَنَا ہم کو علم نہیں ہے تو ہی بخوبی جاننے والا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۸۸ و خازن ج ۲ ص ۸۹)

حافظ ابن قیم الحنبلی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ یہ دریافت فرمائے گا کہ لوگوں نے تمہارا کیا مانا یا نہیں، تو وہ عرض کریں گے کہ اے اللہ ہمیں علم نہیں، تو ہی سب پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اس طرح لاعلمی کا اظہار کرنا پاس ادب کے علاوہ حق اور نفس الامر کے عین مطابق ہے کیونکہ ان کے علوم بلکہ سب مخلوق کے علوم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم کے سامنے ہیج اور لشتہ ہیں۔ جس طرح کہ آفتاب کے سامنے ایک ٹمٹھاتے چراغ کی کوئی حقیقت نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے مخلوق کے علوم کی کوئی سستی نہیں۔ (کتاب التقدیر ترجمہ شفاء العلیل لحافظ ابن قیم ص ۴۶)

اس قول کو فروعی مخالف نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے مگر یہ ان کی جہالت ہے، اس قول میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں کہ تمام امتیوں کے ظاہر و باطن اور جملہ حرکات و سکنات سے بیخبر آگاہ تھے مگر تا دُب مع اللہ کے طور پر لَا عَلَمَ لَنَا فرمائیں گے، اور اگر یہی بات ہوئی تو إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ہی کافی تھا لَا عَلَمَ لَنَا کی کیا ضرورت تھی، جیسا کہ کسی متاقل پر معنی نہیں ہے اور پھر یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ کیا تا دُب مع اللہ اور تواضع اسی پہلو سے پورا ہو گا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام دیدہ دانتہ خلاف واقع بات فرماتیں؟ یہی وجہ ہے کہ علامہ آلوسیؒ (وغیرہ) لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے لا اعلما الغیب کو تواضع اور اظہارِ عبودیت پر عمل کیا ہے بل ہولیس بشیٰ کما لا یخفی (روح المعانی ج ۷، ص ۱۳۵) تو یہ مرجوح تو کیا ہوتا بلکہ یہ بالکل ہیج اور لا یعابہ کے درجہ میں ہے۔ اور صاحبِ مواقف (ص ۱۷۰) لکھتے ہیں کہ لا نسلم انه فی معرض التواضع؛ ہم نہیں تسلیم کرتے کہ یہ تواضع پر محمول ہے یعنی یہ کہ علم تو ان کو ہو مگر محض تواضع کے طور پر اسکی لغی کریں یہ ہم نہیں مانتے۔

فریقِ مخالفت کی عجیب منطق اور نرالی محبت ہے، اس توجیہ کا بصورتِ صحت صرف یہی مطلب ہے کہ اے خداوندِ کریم ہم کو تفصیلی اور یقینی علم تو تھا ہی نہیں، اور جس قدر تھا بھی تو اس کا اظہار اس موقع پر کوئی خاص فائدہ نہیں دیتا۔ اس لیے ازہرِ ادب و تواضع ہم یہ کہتے ہیں لَا عَلَمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَٰمُ الْغُیُوبِ، تو یہ ادب اور تواضع نفس الامر کے بالکل موافق ہے نہ یہ کہ مخالفت، لہذا یہ توجیہ بھی فریقِ مخالفت کو سودمند نہیں ہے، بلکہ یہ ہمارے مدعی کے بالکل عین موافق ہے۔ پھر یہ بھی خیال ہے کہ اس توجیہ کو محض ایک احتمال کی صورت میں علامہ رازیؒ اور خازنؒ نے نقل کیا ہے، ان میں سے کسی نے اس کو اختیار نہیں کیا، صرف احتمالی توجیہ کو اختیار کرنا اور مذکورۃ الصدیح صحیح توجیہات کو حرج میں سے بعض کو حصر کے ساتھ بعض حضرات مفسرینِ کرامؒ نے ترجیح دی اور اختیار کیا ہے، ترک کر دینا خالص دین سے غفلت حق جنتی سے انحراف اور محض ہونی پرستی ہے۔

خوابِ غفلت میں رہیں گے تا بہ کے اہلِ جن
برق کے شعلے حدودِ گلستان تک آگئے

چوتھی توجیہ اس آیت کی یہ کی گئی ہے کہ حضراتِ انبیاءؑ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جس وقت یہ سوال ہوگا اس وقت گھبراہٹ و خوف و ہراس کی وجہ سے ان کے حواسِ حاضر نہ ہوں گے اور اُس گھڑی وہ بہت سی باتوں کو بھول جائیں گے اور اس وجہ سے وہ فرمائیں گے لَا عَلَمَ لَنَا ہمیں کوئی علم نہیں، اس قول کو حضرت مجاہدؒ درہ سن بصریؒ رحمہ اللہ حضرت ابن عباسؓ کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔ (دیکھئے ابن کثیر ج ۲ ص ۱۱۷ و معالم ج ۲ ص ۱۱۷ و ابوالسعود ج ۴ ص ۸۳) مگر اس توجیہ پر چند وجوہ سے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اولاً متعدد حضرات مفسرینِ کرامؒ نے اس پر کلام کیا ہے چنانچہ حضرت رازیؒ لکھتے ہیں کہ اس توجیہ

کو اگرچہ ایک جماعت نے اختیار کیا ہے مگر میرے نزدیک یہ ضعیف اور کمزور ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل ثواب کے بیان میں فرمایا ہے کہ اُن کو بڑی گھبراہٹ غم میں نہ ڈالے گی، اور نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن مومنین صالحین کے چہرے چمکتے ہوں گے اور ہشاش بشاش ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ مسلمان بیورو، نصاریٰ صائبین میں سے جو بھی صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں اُن کو اُن کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی خوف طاری نہ ہوگا۔ اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔ پس جب مومنین کا یہ حال ہوگا۔

فکیف یکون حال الانبیاء والمرسل اقل من ذلك ومعلوم انهم لو خافوا لكانوا اقل منزلة من هؤلاء الذین اخبر الله تعالیٰ عنهم انهم لا یخافون البتة (کبیر ج ۳ ص ۳۶۸)

اور علامہ خازن یہ کہتے ہیں کہ:-

تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حال اُن کے کمزور ہو سکتا ہے، اور اگر ان کو خوف ہوگا تو وہ کم درجہ کے نہیں رہیں گے ان مومنین سے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اُن پر ہرگز کوئی خوف نہ ہوگا۔

وهذا فيه ضعف ونظر لان الله تبارک وتعالیٰ قال فی حق الانبیاء لا یحزنهم الفزع الاکبر۔ (خازن ج ۲ ص ۸۹)

یہ قول ضعیف ہے اور اس میں کلام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ بڑی گھبراہٹ ان کو غم اور حزن میں نہ ڈالے گی۔

اور علامہ ابوالسعود الحنفیؒ اس قول کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ آیت کرمیہ میں لا یعلم لنا کی جو اُنک انت علام الغیوب سے علت بیان کی گئی ہے، وہ اس توجیہ کے ہرگز مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ لا یلائمہ التعلیل المذكور۔ (ابوالسعود ج ۴ ص ۵۸)

یہ مذکور تعلیل اس کے ہرگز موافق نہیں ہے۔

اور علامہ آلوسی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ دھول کی توجیہ پر شیخ الاسلامؒ نے اعتراض کیا ہے کیونکہ:-

اَنْتَ عَلَمُ الْغُیُوبِ فی موضع التعلیل و الله تعالیٰ کا یہ ارشاد اَنْتَ عَلَمُ الْغُیُوبِ مقام تعلیل میں ہے اور دھول کی توجیہ کے ساتھ یہ ہرگز مناسب نہیں ہے (روح المعانی ج ۷ ص ۴۵)

الغرض یہ چھٹی توجیہ اگرچہ بعض سلف سے منقول ہے مگر محققین نے بوجہ بالا مذکورہ اس کو ضعیف اور کمزور بنایا ہے، اس لیے اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

وَقَائِمًا کیا اس ذہل کے لیے جمیع ماکان و مایکون کا علم ہو تو تب ہی یہ متحقق ہو سکتا ہے؟ اگر بعض کا

علم ہو مثلاً اُمت کے ظاہری احوال اور اُمت کے جن افراد کو اشخاص کو دیکھا ہے، اسنی سے متعلق یہ علم ہو اور اس گمراہٹ میں اُس سے بھی ذہول ہو جائے تو کیا یہ نہیں ہو سکتا؟ عقلاً اور نقلاً ذہول اور جمیع ماکان و مایکون کے علم میں کون سا تلازم ہے؟ اگر یہ تو جہیم میم بھی ہو تو اس کا مطلب بھی اس کے بغیر کچھ نہیں ہوگا، کہ ظاہری طور پر جو محدود علم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوگا، اس سے متعلق بھی وہ فرمادیں گے لا علم لنا۔ اور رب ظاہری علم کے علاوہ باطنی اور محیط تفصیلی تو وہ اُنک انت علام الغیوب میں داخل ہے (کہ تو ہی جانتے ہو کیونکہ تمام غیوب کا جاننے والا ہی بس تو ہے)

و ثالثاً اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کے دن خوف و ہراس ہوگا جس کی بنا پر وہ لا علم لنا کا اظہار کریں گے تو جناب خاتم النبیین شیخ المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق خوف و ہراس کا ثبوت تو کہیں بھی نہیں کہ قیامت کے دن آپ پر بھی ایسا خوف و ہراس طاری ہوگا کہ آپ کے حواس مبارکہ بھی بجا نہ رہیں گے (العیاذ باللہ تعالیٰ) دیکھا آپ نے کہ اہل بدعت نے اپنے خانہ ساز اور جعلی عقیدہ کے لیے محض جمیع ماکان و مایکون کے علم کے تحفظ کے لیے صرف یہ تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ ان کو شدت کے ساتھ اس پر اصرار بھی ہے کہ یہ خوف و ہراس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی طاری ہوگا (معاذ اللہ تعالیٰ) اور آپ کی فضیلت اور خصوصیت کی قطعاً کوئی پروا نہ کی، محبت ہوں تو ایسے ہوں اور عاشق ہوں تو ایسے ہوں۔ آخر توحید و سنت کا ترک کرنا یہی کچھ تو سکھانا ہے۔

عمل اُن سے ہوا رخصت عقیدوں میں ملل آیا

کوئی پوچھے کہ ان کے ہاتھ کیا نغم البدل آیا

ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ قیامت کے دن جب کہ ساری مخلوق پریشان اور بے چین ہوگی تو اس وقت جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی دل جمعی اور استقامت حاصل ہوگی جس کی نظیر نہیں مل سکے گی اور کیوں نہ ہو آپ کی جلالت شان اور علو ہمتی ہی اس کی مقتضی ہے۔

ہجے فیض خدا سے ذوق درویش نہ ملتا ہے

اسی کر دو جہاں میں منصب شاہانہ ملتا ہے

تعجب ہے مفتی احمد یار خاں صاحب (وغیرہ) پر کہ وہ صحیح اور مختصر تفسیر کو چھوڑ کر سارا زور ہی اہل

صرف کرتے ہیں کہ، تیسرے یہ قیامت میں جس وقت عیسیٰ فرمائے گا وقت ہوگا اس وقت انبیاء کرام
یہ فرمائیں گے اور پھر آگے اپنی معتبر تفسیر روح البیان شریعت کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ یہ جواب قیامت
کے بعض موقوفوں میں ہوگا اور اس کے بعد سوا اس قائم ہوں گے تو اپنی قوم پر گواہی دیں گے کہ ہم نے رستہ
کی تبلیغ فرمادی اور ہماری قوم نے کیا جواب دیا۔ (بلفظہ جاد الحق ص ۹)

مفتی صاحب فرما ہوش میں آکر یہ بتائیں کہ اس صورت میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی
فضیلت اور شان پر کوئی اثر تو نہ پڑے گا؟ اور اس میں توہین اور تنقیص حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
تو نہیں ہوگی، اگر کوئی اور ایسا کہتا تو آپ زمین کو سر پر اٹھا لیتے مگر سچ
ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

باب ششم

اس باب میں ہم قرآن کریم کی بارہ عدد آیات مرح مستند اور معتبر تفاسیر کے عرض کرتے ہیں جن سے بخوبی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ تمام پیغمبروں کے سرور، امام الانبیاء، خاتم النبیین اور شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا اور نہ آپ علم الغیب تھے اور جب آپ کو یہ مقام حاصل نہ تھا تو بدیگر ال چہرہ۔

اس باب میں پیش کردہ آیات کے جوابات میں جو جو عذر لنگ فزین مخالف کی طرف سے کئے گئے ہیں ان کے چہرے سے بھی اچھی طرح نقاب کشائی کی گئی ہے، اور فریق مخالف کے خیالات اور نفسی میلانات کی پردہ دردی بھی ضروری ہی تھی کیونکہ پردہ دردی کے بغیر درون پردہ کا نظارہ کس نے کیا ہے؟ ارادہ تھا کہ اس باب میں کم و بیش پچاس آیات پیش کی جاتیں مگر خوف طوالت اس کو نظر انداز کیا گیا ہے تاکہ یہ کتاب دائرہ المعارف اور انسائیکلو پیڈیا نہ بن جائے، اس لیے انہی آیات پر اکتفا کی گئی ہے۔ و فیہا کفایۃ لمن لہ ہدایۃ۔

پہلی آیت | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ جُلُوسُ السَّاعَةِ وَمَنْزِلُ الْغَيْثِ
وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ
مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ
أَرْضٍ تَمُوتُ وَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○
بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے قیامت کے علم اور آواز
مینہ اور جاننا ہے جو کچھ ہے مال کے پیٹ میں اور کسی جی کو
معلوم نہیں کہ وہ کل کو کیا کرے گا اور کسی جی کو علم نہیں کہ
وہ کس زمین میں مرے گا، تحقیق سے اللہ تعالیٰ سب کچھ
جاننے والا خبردار ہے۔

(پ - لقان - ۴۰)

ان هذه الخمسة في خزانة غيب الله لا يطلع عليه
بعد من البشر والملك والجن (ابن کثیر ج ۳ ص ۴۵۵)
معالم ج ۲ ص ۱۵۶، عمدة القاری ج ۷ ص ۵۱۹، وشمس ج ۵ ص ۵۴
روح المعانی ج ۲ ص ۹۷، تفسیر احمدی ص ۳۶۶) واللفظ لہ
ہے کہ میں کس زمین میں پیدا ہوا، آپ مجھے یہ بتائیں کہ میں
دفن کہاں ہوں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیت مذکورہ نازل
ہوئی کہ یہ پانچ چیزیں اللہ تعالیٰ کے خزانہ غیب میں ہیں
ان پر نہ تو کوئی بشر اور فرشتہ مطلع ہو سکتا ہے اور نہ جن۔

معالم التنزیل، عمدة القاری اور روح المعانی وغیرہ میں حادثہ کی بھلے وارث اور عمر کی جگہ عمر و آیا
ہے۔ کچھ بھی ہو مطلب واضح ہے کہ چونکہ سوال ہی ان پانچ اشیاء کے متعلق ہوا تھا، اس لئے جواب میں بھی
اسی پر اقتصار کیا گیا ہے، اگرچہ ہزاروں اور لاکھوں ہی نہیں بلکہ کروڑوں چیزیں ایسی ہیں جن کا تفصیلی
علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہی کو حاصل ہے اور بس۔

اُسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

دوسری وجہ یہ ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علامہ بدر الدین علی بن الحنفی رحمہ اللہ اور مفتی عبد الرحمن
لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ ہماری عبارت میں یہ ہے کہ: ان پانچ چیزوں کے اندر ہر صحت کی حکمت یہ ہے
کہ عالم پانچ قسم کے ہیں، عالم حیوان، یحیو مافی الارحام۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ عالم
نباتات یا بالفاظ دیگر عالم علوی جو نباتات کا سبب اور ذریعہ ہے وسنزل الغيث میں اسی کی
طرف اشارہ ہے۔ عالم سفلی یا بالفاظ دیگر عالم برزخ۔ باقی ارض قنوت میں اسی کی طرف
اشارہ ہے۔ عالم زمین اور جو کچھ اس میں حوادث ہوتے ہیں ماذاتکب غذا میں اسی کی طرف
اشارہ ہے اور عالم آخرت اور عندہ علم الساعة اسی کی طرف مشیر ہے۔ دیکھئے فتح الباری
ج ۱۳ ص ۳۰۹، عمدة القاری ج ۱۱ ص ۵۱۹، و تفسیر المنارج، ص ۴۶۵۔

اور الشیخ احمد المصنوع بلایون الحنفی لکھتے ہیں کہ:-

فان قلت فما فائدة ذكر الخمسة لان جميع
المغيبات كذلك قلت فائدته ان هذه
الخمسة معظم القيومات لانها مفاقمها فانه
اذا وقع مثلا على ماني غدر وقع على موت
زيد وتولد عمرو وفتح بكر ومعهود
اگر تو یہ کہے کہ ان پانچ اشیاء کے ذکر کرنے میں کیا فائدہ ہے
حالانکہ سب مغیبات اسی طرح ہیں، تو میں جواب میں کہوں گا۔
کہ ان پانچ اشیاء کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ معظم غیوبات
بلکہ غیوبات کی جانبیاں ہی یہی ہیں کیونکہ اگر مثلاً کوئی شخص کل
کے حادثہ پر آگاہ ہو گیا تو وہ زید کی موت عمرو کی ولادت بکر کی

خالد و قدوم بشر وغير ذالك مما
في الغد وهكذا القياس۔

(التفسيرات الاحمدية ص ۳۹)

فائدہ ۱۔ قرآن کریم کی اس آیت میں جس علم کی اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ
تخصیص کی گئی ہے، وہ علم کلی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان اشیاء کے کلیات کا بطور کلی علم صرف ذات
خداوندی کے ساتھ مخصوص ہے، اور آگے بعض احادیث ادا ثار اور اقوال علماء میں سے ان میں سے
جس بعض جزئیات کا علم غیر اللہ کے لئے ثابت ہوگا تو وہ صرف علم جزئی ہے، اور ایجاب جزئی اور
رفع ایجاب کلی میں کوئی منافات نہیں ہوتی،

چنانچہ علامہ آلوسی الحنفی رحمہ اللہ لَدَ يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ کی
تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

فاللائق ان لا يعتبر في الآية سلب العموم بل
يعتبر عموم السلب ويلتزم ان القاعدة اغلبية
فكذلك يقال في السلب والعموم في جانب الفاعل
(روح المعاني ج ۲۰ ص ۲۸)

بلکہ اس سے بھی زیادہ صاف اور واضح کلمات الفاظ میں وہ دلیل لکھتے ہیں کہ:-

وانه يجوز ان يطلع الله تعالى بعض اصفيائه
على احدى هذه الخمس وميزقه
عز وجل العلم بذلك في الجملة و
علمها الخاص به جل وعلما كان
على وجه الاحاطة والشمول
لاحوال كل منها وتفصيله على الوجه
الاتم وفي شرح المنادى للجامع الصغير في
الكلام على حديث مريدة في السابق خمس لا

یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض برگزیدہ بندوں کو ان
پانچ امور میں سے کسی چیز پر مطلع کرے اور اللہ تعالیٰ
ان کوئی الجملہ ان کا علم عطا فرمائے اور ان امور خمسہ میں
سے جو علم اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے وہ ایسا علم ہے جو
علی وجہ الاحاطہ اور علی سبیل الشمول ہے کہ ان میں سے ہر
ایک کا علی وجہ الاتم تفصیلی علم اس پر مشتمل ہے جامع
مغیر کی شرح میں مقدمہ نامی لکھتے ہیں کہ حضرت بیڑہ کی
(سابق) حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ پانچ چیزوں کا علم سوائے

ہے مگر ہر ایک کے ساتھ کیا کرے گی، اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کس کو معلوم ہے؟ اعداد اسی طرح زمانہ کی تمام اقسام ماضی، حال اور مستقبل کے تمام حوادث کو کون جانتا ہے بغیر مالکِ سموات والارض کے، اور علمِ آخرت اور قیامت تو اس کا کہنا ہی کیا، نہ اس کی انتہا اور نہ اختتام، کوئی سمجھے تو کیسے سمجھے، کسی کے علم میں آئے تو کیسے آئے، وہاں کے طویل اور غیر متناہی جیسے کا تصور کرتے کرتے ہی ہمارے دماغ تھک جاتے ہیں، کیا ہی پتہ کی بات کہی گئی ہے۔

ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی
حضرت امام رازیؒ اسی موقع پر لکھتے ہیں کہ: اس آیت کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ بس انہی پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے کیونکہ اس قدر بے مقدار کا علم بھی بس اللہ ہی کو ہے جو مثلاً طوفانِ لعل کے زمانہ میں ریت کے کسی ٹیلے میں تھا اور بعد کو ہوانے اس کو بار بار مشرق سے مغرب کی طرف منتقل کیا۔
(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۳۵) اس کے بعد انہوں نے تخصیص بالذکر کی وجہ بیان کی ہے۔

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم چند صحیح احادیث اس مقام پر عرض کریں تاکہ کسی کو تاہ فہم یا مغالطہ فرین کو موقع نہ مل سکے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ:-

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مغایم حضرت رسولِ عظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مغایم الغیب خمس لا يعلمها الا الله لا يعلم ما في
غدا الا الله ولا يعلم ما تغيب الارحام الا الله یہ پانچ چیزیں ہیں جن کو بخیر خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا
ولا يعلم متى يأتي المطر احد الا الله ولا تدري خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا واقعات رونما ہوں گے
نفس باق ارض تموت ولا يعلم متى تقوم اور سوا خدا کے اور کوئی نہیں جانتا کہ ارحام (بچہ دانیوں) میں کیا
الساعة الا الله۔ (بخاری ج ۱ ص ۶۸ و ۱۰۹) ہے (مثلاً نر یا مادہ ایک یا زیادہ وغیرہ) اور اس کے سوا کسی کو
واللفظ لا وسلم ج ۱ ص ۲۴ و ۵۲ و خبر نہیں کہ بارش کب ہوگی؟ اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس
ج ۵ ص ۵۸ و مشرق ج ۱ ص ۱۵ و موارد الطلح ص ۱۲) کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی، اور خدا تعالیٰ کے سوا
کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی؟

اور ان کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سب چیزوں کی چابیاں دی گئی ہیں گم ہونے والی چیزوں کی ان اللہ عنہ علم الساعة الآیۃ (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵) وقال اخبرہ احمد والطبرانی بہ لہذا صحیح (حضرت بریدہ (المتوفی ۱۱۷ھ) فرماتے ہیں۔

میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی نہیں جانتا، بے شک خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا، اور وہی دلپس علم کے مطابق آتا ہے بارش اور وہی جانتا ہے جو کچھ ارحام میں ہے اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا۔ اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی ان چیزوں کا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

خیزری حدیث حضرت ابوہریرہ رضی سے بھی مروی ہے۔ (رد منثور ج ۵ ص ۵۸) حضرت ربیع بن حراش اور حضرت ابن عمر رضی کی صحیح روایتیں ذاتی اور عطائی کے باب میں گزر چکی ہیں کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا۔

حضرت ایاس بن سلمہ (المتوفی ۱۹۹ھ) اپنے والد حضرت سلمہ (المتوفی ۱۸۸ھ) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند سوالات کئے، ایک یہ بھی تھا کہ قال متى تقوم الساعة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم غيب ولا يعلم الغيب الا الله (متحدک ج ۱ ص ۱۰۱) مک قال الحاكم والترمذی علی شرط مسلم

قیامت کب آئے گی؟ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کا علم غیب ہے اور غیب کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا۔)

حضرت ابوامامہ (المتوفی ۸۶ھ) سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ :-

غزوہ بدر کے دن ایک اعرابی اپنی دس بیٹوں کی گاہن اونٹنی پر سوار ہو کر جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے محمد بتیہ میری اس اونٹنی کے بیٹ میں کیلہ ہے؟ ایک انصاری نے (طیش میں آکر) اس سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہٹ کر مجھ سے پاس آنا کہ میں تجھے بتلاؤں تو نے اس اونٹنی سے جماعت کی ہے اور اس

ان اعرابيا وقف على النبي صلى الله عليه وسلم يولم بدر على ناقه له حشود فقال يا محمد ما في بطن ناقتي هذه فقال له رجل من الانصار دع عنك رسول الله صلى الله عليه وسلم وهلم انا حتى اخبرك

کے پیٹ میں تیل بچہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سن کر اس انصاری بنو کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر صاحب حیا اور صاحب وقار کو جو گندی باتیں کدہ کشی کرتا ہو پسند کرتا ہے، اور ہر کدہ اور بد زبان کو بخیر رکھتا ہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس اعرابی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کا علم ہرگز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں پھر آپ نے سورۃ لقمان کی یہ آخری آیت پڑھی ان اللہ عندہ علم السبعة الآیۃ

وقعت انت عليها وفي بطنها ولد منك
فاعرض عنه رسول الله صلى الله عليه
وسلم ثم قال ان الله يحب كل حبي
كريم مشكور وبغض كل ليئيم متفحش
ثم اقبل على اعرابي فقال خمس لا
يعلمهن الا الله ان الله عنده علم
السبعة الآیۃ

(در منثور ج ۵ ص ۸۱)

امام حاکم نے یہ روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے کہ :-

اُس اعرابی نے کہا، اگر آپ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں تو بتائیے میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیل ہے؟ تو سلمہ بن سلامہ بن وقش نے کہا، اور یہ ایک (تیز مزاج) نوجوان تھا اے علی! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ میں تجھے بتا ہوں تو نے اس اونٹنی سے مجامعت کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیز بچہ ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمہ تو نے اس شخص کو بڑی فحش بات کہی ہے۔

قال فان كنت رسول الله فاخبرني ما في بطن قتي
هذه فقال له سلمة بن سلمة بن وقش
وكان غلاما حدثا لا تسأل رسول الله صلى الله
عليه وسلم انا اخبرك فزوت عليها فزنى بطنها
مخلطة منك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
فحشت على الزبل يا سلمة وتمدك ج ۳ ص ۸۱
وقال صحيح الاسناد وقال الذهبي صحيح مرسل

اس روایت میں صحابی کا ذکر نہیں تھا، اسی لیے علامہ ذہبی ج ۱ ص ۱۰۱ کو مرسل کہتے ہیں مگر فرماتے ہیں کہ مرسل کی سند صحیح ہے۔ اور پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ درمیان میں صحابی حضرت ابوامامہؓ میں۔ اب مرسل کا خدشہ بھی جاتا رہا۔ واضح ہے کہ اس روایت میں سلمہ کا جواب درحقیقت اُس اعرابی کے سوال کا جواب نہیں بلکہ اس کے بے جا سوال پر زجر اور توبیخ ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی سے بے موقع اور بے محل یہ سوال کرے کہ رات کو تم نے کیا کھایا تھا؟ تو عجیب غصہ اور طیش میں آکر یہ کہے، تیرا سر کھایا تھا۔ ظاہر بات ہے کہ یہ اصل سوال کا جواب نہیں بلکہ نعلی اور ناراضگی کا اظہار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس انصاری بنو سے اعراض بھی کیا اور یہ بھی فرمایا کہ تو نے فحش گوئی سے کام لیا ہے اور اللہ تعالیٰ بد زبان

کو پسند نہیں کرتا۔ اور پھر اُس اعرابی کے اصل سوال کا جواب آپ نے یوں ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا، اور یہ تیرا سوال بھی اُن پانچ میں سے ایک کے متعلق ہے۔ تعجب و فریقِ معانی کے علم اور ان کی دیانت پر کہ وہ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس انصاریؒ کو مافی الارحام کا علم تھا یہ ان کی انتہائی غرض فہمی ہے۔ چنانچہ مولوی محمد عمر صاحب غازی قطع و مہید اس روایت میں فقال رسول اللہ علیہ وسلم فحشت علی الترجل یا سلمۃ کے الفاظ شبر وادرجہ کر ٹپ کر گئے ہیں اور اس پر سنی یوں قائم کرتے ہیں کہ آپ کے غلام نپتے علم مافی الارحام سے واقف ہیں؛ اور پھر حدیث نقل کر کے اور اس کا ترجمہ کر کے اس حدیث کو یوں سر کرتے ہیں۔ انصاف سے غور کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے چھوٹے غلاموں کو پیٹ کا علم یعنی مافی الارحام کا علم ہو۔ اور تم کہو کہ انبیاء کو مافی الارحام کا علم نہیں ہو سکتا۔ کیا منکر کا ایمان بالانبیاء صحیح ہے، بلفظہ (مقیاسِ خفیت ص ۲۴۲، ۲۴۳)

مولوی صاحب کو واضح ہونا چاہیے کہ ہماری کیا مجال ہے جو ہم یہ کہیں کہنے والے باری تعالیٰ اور اس کا برحق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ہمارا ان پر ایمان ہے اور اس کے خلاف ایک ادنیٰ دلیل بھی ثابت نہیں ہے، بتائیے منکر کو ایمان کی فکر کرنی چاہیے یا اس باطل اور مردود نظریہ کے حامل اور مقرر کو؟ دوسروں کی عبارت میں سے اہم حصول کو حذف کر کے انصاف کی اپیل کرنا تو آسان ہے۔ مگر اس کا علی ثبوت بڑا مشکل ہے کہ خود بھی مولوی محمد عمر صاحب انصاف و دیانت کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ اگر مولوی صاحب اپنے متعلق یہ ارشاد فرمائیے کہ مجھے بھی پیٹ کا علم ہے تو ہمیں اس کے ملنے میں ہرگز کوئی تاثر نہیں ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کو اس پیٹ اور پیٹ کے علم نے ہی غلط راہ پر ڈال دیا ہے۔ مگر بات تو عائد صحیحہ اور ان کے دلائل کی ہو رہی ہے۔

حضرت سلمہ بن الاکوع (المتوفی ۳۸ھ) سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:-

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبة	جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک سرخ رنگ کے خیمہ میں
حمرۃ اذ جاء رجل علی فرس فقال	تشریف فرما تھے کہ ایک شخص گھوڑی پر سوار ہو کر آیا اور فریاد
من انت قال انا رسول اللہ، قال متی الساعة؟ قال غیب وما یعلم الیغیب	کیا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس نے دریافت کیا قیامت کب آئے گی؟ آپ نے
الا اللہ قال مافی بطن فرسی؟ قال	فرمایا یہ غیب کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کے بغیر اس کو

غیب وما یعلم الغیب الا الله قال
فتی یطر؟ قال غیب وما یعلم
الغیب الا الله۔
(درمنثور ج ۵ ص ۵۸)

حضرت لقیط بن عامر (المتوفی ۳۰ھ) کی ایک طویل حدیث میں آتا ہے کہ:-
قلت یا رسول الله انی اسئلك عن حاجتی
فلا تعجلن علی قال سل عما شئت قلت
یا رسول الله هل عندك من علم الغیب
فضحك لعمر الله وهزأ منه وعلما انی
ابتنی بسقطه فقال ضحك ربك بمفاتیح خمس
من الغیب لا یعلمهن الا الله و
اشارید ۴۔ الحدیث

دمتدرك ج ۴ ص ۵۶۱ قال المحکم
میصح الاسناد والہایہ والنہایہ ج ۵ ص ۵۸

علامہ ذہبی نے تلخیص المتدرک ج ۴ ص ۵۶۱ میں فرمایا ہے کہ اس کی سند میں یعقوب بن محمد بن عیسیٰ
الزہری ضعیف ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ کے علاوہ بھی بعض محدثین نے اس میں کلام کیا ہے۔ لیکن امام الجرح و
التعلیل یحییٰ بن معین رحمہ (المتوفی ۲۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ وہ صدوق ہے اور جب ثقافت روایت کرے
تو تم اس کی روایت کو لکھو۔ امام ابو حاتم رحمہ فرماتے ہیں کہ وہ میرے نزدیک عادل ہے۔ امام الحجاج بن اسلم رحمہ
کہتے ہیں کہ وہ ثقہ ہے۔ امام ابن سعد رحمہ فرماتے ہیں کہ وہ حافظ حدیث ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اس کو ثقافت
میں لکھتے ہیں۔ امام حاکم رحمہ اس کو ثقہ اور مامون کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۹۱ و ص ۲۹۲)

حضرت امام بخاری رحمہ نے تعلیقات میں اس سے احتجاج کیا ہے۔ ابن حدیث کے رُوسے یہ روایت
کمالِ کم حسن کے درجہ کی ہے، اور حافظ ابن کثیر رحمہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ لقیط بن عامر البوزرینی العقیلی
کا یہ سوال رجب ۳۰ھ کو پیش آیا تھا۔ (دیلمتۃ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۵۸ و ص ۵۹)۔

اپنے مقام پر بسط کے ساتھ عرض کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ، جس میں آنحضرت
حدیث جبریل علیہ السلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ صحیح ارشاد موجود ہے کہ قیامت کا علم ان پانچ
 چیزوں میں ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں۔ بلکہ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ جب
 حضرت جبریل علیہ السلام نے بصورت ایک نادائق اعرابی کے آپسے قیامت کے متعلق سوال کیا کہ قیامت
 کب آئے گی؟ تو حضور علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا:-

سبحان الله خمس من الغيب لا يعلمهن
 الا الله ان الله عند علم الساعة الآيت
 انشكى ذات پاک ہے، پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم اللہ
 تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہی
 کو ہے علم قیامت کا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۳۷)

اس مضمون کی متعدد صحیح روایات اپنے مقام پر انشاء اللہ الغریب بیان ہوں گی۔ حضرت علیؓ اور حضرت
 ابن مسعودؓ کی موقوف روایتیں علم ذاتی اور عطائی کے باب میں عرض کی جا چکی ہیں کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ
 تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی عطا نہیں فرمایا۔ اور حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ سے
 روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ:-

ومن قال ان محمداً صلى الله عليه وسلم يعلم
 ما في غد فقد اعظم على الله الضربة والله
 يقتل قل لا يعلم من في السموات والارض
 الغيب الا الله (بخاری ج ۲ ص ۲۷۰ و مسلم ج ۱ ص ۹۵
 والبخاری ج ۱ ص ۱۵۵ واللفظ له)

جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل کے
 واقعات کو جانتے ہیں تو بے شک اُس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان
 باندھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، افرادِ ربکے کہ
 آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا۔ بحجز
 اللہ تعالیٰ کے۔

اور حضرت عائشہؓ کی دوسری روایت میں یوں آتا ہے کہ:-

ومن حدثك انه يعلم ما في غد فقد كذب
 ثم قرأت ان الله عند علم الساعة و
 ينزل الغيب الآيت (البخاری ج ۱ ص ۱۵۵)

جو شخص تجھ سے یہ کہے کہ آپ کل کے حوادث کو جانتے ہیں تو
 بے شک وہ جھوٹ کہتا ہے، پھر حضرت عائشہؓ نے قرآن کریم
 کی یہ آیت پڑھی ان الله عند علم الساعة الا

اور ان کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:-

ومن حدثك انه يعلم الغيب فقد كذب و

جو تجھ سے یہ بتائے کہ آپ غیب جانتے ہیں تو وہ شخص جھوٹا ہے۔

هو يقول لا يعلم الغيب الا الله -
 کیونکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر غیب کوئی
 بھی نہیں جانتا۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۹۸)

اور ان کی ایک روایت میں یوں آتا ہے :-
 من اخبرك ان محمداً ادأى ربه او كتم شيئاً
 مما أمر به او بعلم الخس التي قال الله تعالى
 ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث
 فقد اعظم القرية .
 (ترمذی ج ۲ ص ۱۶۰ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۰)
 جو شخص یہ کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ
 کو (شبہ حراج) آنکھوں سے دیکھا ہے یا جو حکم اللہ تعالیٰ نے
 آپ کو دیا ہے ان میں سے کوئی حکم چھپایا ہے یا ان پانچ چیزوں
 کا آپ کو علم ہے جن کا ذکر ان اللہ عنده علم الساعة میں کیا
 گئی ہے تو اس شخص نے ایک عظیم سبوتا باز دیا ہے۔

کے بارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اختلاف کرتے ہیں مگر
 روایت بصری مسئلہ علم غیب میں دیگر حضرات صحابہ کرام عموماً اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
 (جیسا کہ پہلے بحوالہ ان کا قول نقل کیا جا چکا ہے) متفق ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک مرفوع روایت یوں آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک گروہ
 کے پاس سے تشریف لے جا رہے تھے اور وہ لوگ شادی کی خوشی میں کچھ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ان میں سے
 کسی نے یہ بھی پڑھ دیا **وَجِئَكَ فِي النَّادِي وَيَعْلَمُ مَا فِي غَدِي** (تیرا محبوب مجلس میں ہے اور کل کی بات جانتا ہے)
 فقال النبي صلى الله وسلم لا يعلم ما في غد الا الله
 (متذکرہ ج ۲ ص ۱۸۵) قال الحاكم والذهبي صحيح على شرط مسلم
 کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہی روایت حافظ ابن حجر نے امام طبرانی (المتوفی ۳۲۰ھ) کی معجم اوسط سے نقل
 کی ہے اور کہا ہے اسنادہ حسن۔ مگر اس میں اس کا ذکر ہے کہ کچھ عورتیں اشعار پڑھ رہی تھیں۔
 (دیکھئے فتح الباری ج ۹ ص ۱۶۷)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد قرآن کریم کی قطعی نصوص اور جناب رسول اللہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح حدیث پر مبنی ہے اور بخاندی شریف کے روایت وهو يقول لا يعلم
 الغيب الا الله میں ہوا کلام ایک تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ کو اور دوسری تفسیر کے موافق جناب رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھئے ہامش بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۸) تو اس لحاظ سے حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے اس فتوے پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث کو پیش کر رہی ہیں۔ یہ بھی ملاحظہ کیجئے اور فراتی مخالف کی خوش گویاں بھی دیکھتے جائیے۔ مولوی محمد صالح صاحب لکھتے ہیں کہ :-
 اور نہ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کوئی مرفوع حدیث روایت کی، "علم غیب (رسول صلا) اور مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں کہ یہ قول اپنی رائے سے ہیں اس پر کوئی حدیث مرفوعہ پیش نہیں فرماتیں بلکہ آیات سے استدلال فرماتی ہیں" (حاشا الحق ص ۱۱) کیا مفتی صاحب کے نزدیک آیات سے استدلال کمزور ہوتا ہے؟ اور آیات سے استدلال کرنے کے بعد بھی رائے ذاتی ہی رہتی ہے؟ اور کیا ان کا قول صاوی اور بیجوری وغیرہ سے بھی فروتر ہے؟ مفتی صاحب معاف کیجئے حضرت عائشہ کا یہ قول صرف ذاتی نہیں بلکہ قرآن کریم اور حدیث مرفوعہ پر مبنی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر :-

ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ بعرو میں اس طرح مکی کارروائیاں ہوں گی، تاہم کافروں پر پابند ہوگا، زندگی کا واقعہ اس طرح پیش آئے گا (وغیرہ وغیرہ) تو ایک صاحب نے سوال کیا یا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ آپ کو تو علم غیب عطا کیا گیا ہے حضرت علیؑ ہنس پڑے اور اس شخص سے فرمایا، اے قبیلہ بنو کلب کے نوجوان یہ علم غیب نہیں ہے، یہ تو علم والے سے سیکھی ہوئی چند باتیں ہیں۔ علم غیب تو حق کا علم ہے اور وہ چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان اللہ عندہ علم الساعة الآتية میں بیان فرمائی ہیں، سوال اللہ تعالیٰ ہی پھر دانیوں کے علم کو جانتا ہے کہ آیا رحم میں لڑکے یا لڑکی، خوبصورت ہے یا بدصورت، بختی ہے یا بخت، یا نیک بخت؟ اور کون دوزخ کی آگ کا ایندھن ہوگا؟ اور کون جنت میں اپنی اولاد کا رفیق بنے گا؟ یہ ہے علم غیب جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، ان امور کے علاوہ اور چیزیں تو علم

ومن خطبة له عليه السلام فيما يخبر به عن الملاح في البصرة ووصف التمار وصاحب الترنج فقال له بعض اصحابه لقد أعطيت يا امير المؤمنين علم الغيب فضحك عليه السلام وقال للرجل (وكان كلبيا) يا اخا كلب ليس هو بعلم غيب وانما هو تعلم من ذي علم وانما علم الغيب علم الساعة وما عدد الله تعالى يقول (ان الله عندك علم الساعة الآية فيعلم سبعا من ذر اوتى وقيل اوجمیل وسمی اوتخیل وشی اوسعید ومن یكون فی النار خطیاو فی الجنان لبینین مرفقا فہذا علم الغیب الذی لا یعلمہ احد الا الله وما سوی ذلک فعلم

علمہ اللہ تعالیٰ نبیہ، فعلتہ، ودعای بان
یعیہ، صدی، وقضطہ علیہ جوائی۔
تر اللہ تعالیٰ نے وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا
فرمایا ہے اور اس کو میں بھی جانتا ہوں اور آپ نے میرے لیے دعا فرمائی

ہے کہ میں اس کو محض رکھ سکوں سو وہ میرے سینہ میں محفوظ ہے۔
(منہج ابلاغہ طبع مصر ۱۳۱۵ھ)

اس سے ایک بات تو یہ واضح ہو گئی کہ غیب کی خبریں اور میں اور علم غیب اور ہے۔ اور دوسری یہ
بات معلوم ہوئی کہ حضرت علیؑ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ ان امورِ خسرہ کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔
حتیٰ کہ ان کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی عطا نہیں کیا گیا اور نہ خود حضرت علیؑ کو ان
امور کا علم ہے جن پر بقول حضرات صوفیاء کہ لم ۷ ولایت کا درجہ ختم ہے۔ شیعہ شیعہ کے اس غلط اور بے بنیاد
دعوے کے ہوتے ہوئے بھی کہ حضراتِ ائمہؑ کو ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا ہے، خود انہی کی مکرزی کتاب
"اصول کافی" میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ (علیہ السلام) نے ارشاد فرمایا کہ :-

یا ایہا القوام یزعمون انا نعلم الغیب لعلہ
الغیب الا اللہ عزوجل لقد هممت بغیب
جاریتی فادعہ فہربت منی فضا علمت فی
ای ہیوت الدارمی۔ (اصول کافی مع التفسیر، الکتاب
الحجر، ج ۱، ص ۱۲۷)

تعب ہے ان لوگوں پر جو یہ خیال کرتے بیٹھے ہیں کہ ہم غیب
جانتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر غیب کوئی بھی نہیں جانتا
میں نے فلاں لونڈی کو پھینک دیا تو وہ کیا تھا اور وہ اس
ڈر کے مارے مجھ سے بھاگ گئی ہے اور مجھے یہ علم نہیں ہے
کہ وہ لونڈی اب جوئی کے کس کمرہ میں ہے؟

خان صاحب نے حضرت علیؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے علم غیب پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے
کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس کسی چیز کو مجھ سے پوچھا
جائے میں بتاؤں گا۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا مجھ سے دریافت کرو کہ خدا
کی قسم کہ قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے جو کچھ پوچھو میں بتا دوں گا۔ امیر المؤمنین فرماتے ہیں
کہ میرا علم قیامت تک کی تمام کائنات کو حاوی ہے۔ (خلاص الاعتقاد ص ۴۴) اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ
جعفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کے ام کے لیے جس چیز
کے علم کی انہیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرمادیا۔ (خلاص الاعتقاد ص ۴۵)
اس کا جواب صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اگر واقعی یہ قول حضرت علیؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ
کا ہے تو اس سے مراد احکام اور ملاحم و فتن وغیرہ کے اہم واقعات ہیں نہ کہ کئی غیب، کیونکہ یہ دونوں

بزرگ اس کی صاف نفی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمیں علم غیب حاصل نہیں ہے عالم الغیب تو صرف باری تعالیٰ ہی ہے، ورنہ معنی حسرت اور گواہ حسرت کا ارتکاب لازم آئے گا۔

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:-

هـن خمس ان الله عند علم الساعة (الآية) مفاتيح الغيب یہ پانچ چیزیں ہیں جن کا ذکر سورۃ لقمان کی آخری آیت میں ہے۔ (درمنثور ج ۳ ص ۱۵)

اور نیز فرماتے ہیں کہ:-

هذه الخمسة لا يعلمها ملك مقرب ولا نبی مصطفیٰ فمن ادعی انه يعلم شيئاً من هذه فقد كفر بالقرآن لانه خالفه . (تفسیر خازن ج ۵ ص ۱۸۳)

یہ پانچ چیزیں وہ ہیں کہ ان کا علم نہ کو کسی مقرب فرشتہ کو ہے اور نہ جناب نبی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو جو کوئی ان میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے تو اس نے قرآن کریم کا انکار کیا کیونکہ اس نے اس کی مخالفت کی ہے۔

شیئاً من هذه کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا دعویٰ بھی کرے کہ مجھے یا کسی اور کو بحر خدا تعالیٰ کے اس کا کلی طور پر علم ہے تو وہ کافر بالقرآن ہے ان پانچ میں سے کسی شے کی جزئیات کا معاملہ الگ ہے، اور ان سے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا یہ ارشاد نہیں ہے۔ اس مطلب کو ذہن سے ادھیل نہ ہونے دیجئے اور اس کی اصولی اور باحوالہ مختصر بحث پہلے بیان ہو چکی ہے۔

حافظ بدر الدین الحنفیؒ علامہ زجاجؒ (المتوفی ۳۱۱ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ:-

من ادعی انه يعلم شيئاً من هذه الخمس فقد كفر بالقرآن العظیم دعمة القاری ج ۲ ص ۱۸۳) جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا مجھے علم ہے تو وہ قرآن کریم کا منکر ہے۔

اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہونا قرآن کریم کی نص قطعی میں بیان ہوا ہے اور جب بھی کوئی شخص اپنے لیے یا مخلوق میں سے کسی اور کے لیے ان پانچ میں سے کسی ایک کے علم کا دعویٰ کرے گا تو خاصہ خداوندی میں شرکت کے دعویٰ کے ساتھ آیت کا منکر بھی ہو گا اور کافر بالقرآن بھی۔

اور حضرت مجاہد بن جبرؒ (المتوفی ۲۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ:-

وهی مفاتيح الغيب التي قال الله تعالى و یہ پانچ چیزیں وہی مفاتيح الغیب ہیں جن کے متعلق اللہ

عند لا مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو
(ابن کثیر ج ۳ ص ۴۵۵)

تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مغایع الغیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔

اور حضرت قتادہ بن عامر مشہور تابعی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:-

اشيلو من الغيب استأثر الله بهن فلم
يطلع عليهن ملكاً مقرباً ولا نبياً مرسلًا إن
الله عند لا علم الساعة فلا يدري أحد من
الناس متى تقوم الساعة في أي سنة أو في
أي شهر أو ليل أو نهار وينزل الغيث فلا
يعلم أحد متى ينزل الغيث ليلًا أو نهارًا
ينزل ويعلم ما في الارحام فلا يعلم أحد ما في
الارحام اذكر وانثى احمر او اسود او ما هو
وما تدري نفس ما ذا تكب غداً خير ام شراً
تدري يا ابن ادم متى تموت لعلك الميت
غداً لعلك المصاب غداً وما تدري نفس
بأي ارض تموت ليس أحد من الناس يدري
أين مضجعه من الارض في جوار أو وسهل
أو جبل -

(ابن جریر ص ۴۴۸ واللفظ له)
ابن کثیر ج ۳ ص ۴۵۵، ومنتور ج ۵ ص ۱۷۰ والشرح المنیر
ج ۳ ص ۴۰۰ وروح المعانی ج ۲ ص ۹۹ و ص ۱۰۰

باتول کا جلتے والا اور خبردار ہے

قیامت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا علم دیا ہے کہ وہ
جمعہ کے دن ہوگی (دیکھئے مسلم ص ۲۸۲ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۱۹ وغیرہ) لیکن یہ کہ وہ کس ماہ کا جمعہ ہوگا؟ اور
میدن میں کم و بیش چار جگہ ہوتے ہیں، وہ کون سا جمعہ ہوگا؟ پنپلا، دوسرا، تیسرا یا چوتھا؟ پھر وہ کس سال
کا ہوگا؟ یہ سب امور صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ باقی جس روایت میں آتے ہیں کہ وہ دسویں محرم

کا جمعہ ہوگا تو یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔

بجائے اس کے کہ ہم کتب تفسیر کے مزید حوالجات (مثلاً خازن ج ۵ ص ۱۸۳، جلالین ص ۳۶۶، بیضاوی ج ۲ ص ۵۶، البر السعوی ج ۷ ص ۳۱، روح المعانی ج ۲۱ ص ۹۹، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۰۳ اور تفسیر منطری ج ۷ ص ۲۷ وغیرہ سے) اس آیت کی تفسیر میں نقل کریں اور خواہ مخواہ اس بحث کو طول دیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سراج الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ کی تفسیر ہی نقل کر دیں تاکہ بنا سبستی حنفیوں کی آنکھیں کھل جائیں کہ حضرت امام صاحب سے اس آیت کی تفسیر میں کیا منقول ہے؟ اور اس پر ہم تین حوالے اور وہ بھی صرف حنفیوں کی معتبر اور مستند تفسیروں سے نقل کرتے ہیں چنانچہ علامہ ابوالبرکات نسفی الحنفی رحمہ دارک میں (جس کے معتبر اور مستند ہونے کا غیر مقلدین حضرات کو بھی صاف اقرار ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب (المتوفی ۱۳۰۶ھ) لکھتے ہیں:-

”موضح بقاویل اہل سنت و جماعت خالی از باطل اہل بدعت و ضلالت الخ“ (اکبر ص ۱۳)

اور الشیخ احمد مدظلہ العالیوں الحنفیہ تفسیر احمدی میں اور قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفیہ تفسیر منطری میں

لکھتے ہیں کہ:-

ورأى المنصور في منامه صورة ملك الموت
وسأله عن مدة عمره فاشار يا ضابغة الخمس
فعبها المعبرون بخمس سنوات وخمسة
اشهر وخمسة ايام فقال ابو حنيفة
رضي الله تعالى عنه هو اشارة الى هذه
الاية فان هذه العلوم الخمس لا يعلمها
الا الله تعالى - (دارک ج ۲ ص ۲۱۹ و تفسیر احمدی
خلیفہ منصور عباسی (المتوفی ۱۵۸ھ) نے خواب میں ملک الموت
کو دیکھا اور اپنی مدت عمر کے متعلق سوال کیا ملک الموت نے
اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا تعبیر تینے والوں نے اس
کی مختلف تعبیریں بتائیں کسی نے پانچ سال، کسی نے پانچ
مہینے اور کسی نے پانچ دن بتائے حضرت امام ابو حنیفہ نے
فرمایا کہ درحقیقت یہ سورۃ لقمان کی اس آیت کریمہ کی طرف
اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ موت ان پانچ چیزوں میں ہے
جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو بھی نہیں ہے۔

ص ۳۹۶ و منطری ج ۷ ص ۲۸۰)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ کا بھی
یہی عقیدہ تھا کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ دیکھیے اب نام نہاد اور
بنا سبستی حنفی قرآن کریم، صحیح احادیث، حضرات صحابہ کرام رضہ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اور دیگر مجتہد مفسرین

کہ اہم کے بتائے ہوئے عقیدہ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں یا خود ساختہ عقیدہ کو؟ اور ان کو سیدنے پر ہاتھ رکھ کر یہ بتانا چاہیئے کہ مسلمان اور حنفی کون ہے؟

ہماری منزل کا ہے وہ دشمن ہماری راہیں بگاڑتا ہے
رکھیں گے کچھ قدسی شے جو نے جب اپنے کانٹے وہ بونچے گا

مولوی محمد عمر صاحب کو شاید اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ مضمون بھی یاد ہی ہو گا کہ:-

”بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا وہابی انکار کرتے ہیں اور احناف بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تمام عالمین کا علم غیب حاصل ہونا مانتے ہیں اب تم سوچو کہ تم حنفی ہو یا وہابی؟“ (مفہم: مقیاس خفیت ص ۲۹)
مولوی محمد عمر صاحب حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیے اور پھر فتویٰ صادر کریں کہ اہم صاحب کون ہیں اور خود مولوی محمد عمر صاحب کیا ہیں؟ اور خود ہی فیصلہ کریں کہ مسلمان اور حنفی کون ہے؟
چلی تھی برجھی کسی پر کسی کے آن لگی!

فریق مخالف کی رکیک تاویلیں
اور ان کے جوابات

فریق مخالف نے بجائے اس کے کہ اپنے باطل عقائد کو قرآن کریم اور صحیح احادیث حضرات صحابہ کرام حضرات تابعین اور ائمہ عظام رحمہ کے عقیدوں کے موافق بناتے اور نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ کے سامنے گردن جھکا دیتے، انہوں نے نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ کی دھڑا زکد، بے یاز قیاس اور بے جا و رکیک تاویلات شروع کر دی ہیں حالانکہ ان کو اپنی اصلاح کرنی زیادہ مناسب تھی اور بقول عارف رومی رحمہ (المتوفی ۶۷۱ھ) ”خولیش را تاویل کن نے ذکر را“ پر عمل کرنا چاہیئے تھا۔

انہوں نے جوتا ویس کی ہیں وہ مع جوابات کے یہ ہیں:-

اول کہ اس قسم کی آیات اور احادیث میں غیر اللہ سے عموماً اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خصوصاً صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے نہ کہ علم عطائی کی۔ مولوی احمد رضا خان صاحب، مفتی نعیم الدین صاحب، مولوی محمد صالح صاحب، مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ جملہ رضا خانی علماء نے اس تاویل سے کام لیا ہے۔

لیکن درحقیقت یہ تاویل اتنی رکیک، کمزور اور سفینا نہ ہے کہ کسی ذی علم کی طرف اس کی نسبت بھی اس کی علانہ حیثیت کے لیے نہایت بدنام داغ ہے۔ ہم ذاتی اور عطائی

الجواب

کے باب میں با دلائل یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض بعض اشیاء کا عطائی علم بھی نہیں دیا تھا۔

حضرت ربیع بن خراش اور حضرت ابن عمرؓ کی صحیح اور مرفوع روایت میں یہ گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بعض چیزوں کا عطائی علم بھی نہیں دیا گیا۔ نیز ہم نے حضرات مفسرین کرامؓ اور حضرات ائمہ دینؓ سے وہاں قیامت کے علم کے متعلق لم یطلعنی علیہ۔ لم یطلع علیہ ملکاؓ مقربا ولا نبیا مرسلا وغیرہ الفاظ نقل کر دیے ہیں، وہ بغور ملاحظہ کر لیے جائیں۔ مزید بحث علم قیامت کی احادیث کی اپنے مقام پر آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ علاوہ بریں یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ سوال کرنے والوں نے قیامت وغیرہ کے بارہ میں نفس علم کا سوال کیا تھا، ان کا سوال علم ذاتی کے متعلق نہ تھا پھر ان کے جواب میں یہ کہنا کہ مجھے ان کا ذاتی علم نہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ ہی کو ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ، سوال از آسمان اور جواب از رسیمان کا مصداق ہو گا اور ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم اور جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً اس سے پاک اور بری ہیں، اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ بہت سی چیزیں جب لوگوں نے جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کی تھیں تو آپؐ اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر ان کا جواب دے دیا، وہاں یہ کیوں نہ فرمایا کہ مجھے ذاتی علم نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ ہی کو ہے؟ ان احکام میں اور ان امور غمضہ وغیرہ میں فہرقتی معاملات کو پتہ اور واضح طور پر وجہ فرق بیان کرنی چاہئیں کہ وہاں ذاتی علم کا سوال کیوں سامنے نہ آیا اور یہاں کیوں کیا؟ اور پھر انہی سوالات میں یہ بھی تھا کہ مَنْ أَنْتَ، قَالَ أَنَا رَسُولُ اللَّهِ۔ کیا رسالت اور نبوت رسول اللہ کی ذاتی تھی؟ پھر آپؐ نے رسالت کا انکار کیوں نہ فرما دیا؟ (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ الخرض یہ تاویل اتنی لچر لچر ہے کہ سرے سے قابل التفات ہی نہیں۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جن بعض اکابر نے ذاتی اور عطائی اور مستقل وغیرہ مستقل کی اصطلاحات استعمال کی ہیں تو انہوں نے اپنے فہم اور دانست کے مطابق صرف بعض بعض جزئیات غیب کے دلائل کو اصولی اور کلی طور پر علم غیب کی نفی کی آیات و احادیث کے ساتھ تطبیق دینے کے لیے یہ توجہ اختیار کی ہے، کلی غیب کے وہ بھی ہرگز قائل نہ تھے۔ جیسا کہ ان میں سے بیشتر حضرات محققینؒ کی عبارتیں ہم نے اس کتاب میں درج کر دی ہیں کہ جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کی ہر بات کا علم ہونا ثابت نہیں ہے۔

دوم یہ کہ جن آیات اور احادیث میں علم قیامت وغیرہ کو حق تعالیٰ کی طرف (عندہ علم الساعة وغیرہ تعبیرات کے ساتھ) روکیا گیا ہے تو ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی دوسرے کو عموماً اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خصوصاً ان کا علم نہیں بلکہ ان کا مفاد صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو ان کا علم ہے دوسروں کو ان کا علم ہونا نہ ہونا اس سے آیات و احادیث ساکت ہیں۔ دیکھتے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی کتاب الفیوض المکیۃ ص۔ وغیرہ اور مفتی نعیم الدین صاحب کی الکلمۃ العلیا اور نیز دیگر اہل بدعت کی کتابیں۔

الجواب

یہ تاویل پہلی تاویل سے بھی زیادہ لچر اور بودی ہے، کیونکہ ہم نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ سب اس کی تیغ کنی کے لیے کافی ہے۔ اس لیے کہ آیت کا شان نزول ہی یہ ہے کہ رسول کرنے والوں نے ان اشارے کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا اور اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں، پھر یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ یہ آیات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ساکت ہیں؟ اور یہ بھی مسترد کی صحیح روایت سے نقل کیا جا چکا ہے کہ سائل نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ متی الساعة؟ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا غیب ولا یعلم الغیب الا اللہ، کہ قیامت کا علم غیب ہے اور اللہ تعالیٰ کے بغیر اس کو کوئی نہیں جانتا، اور اسی طرح کے الفاظ حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت میں بھی ہیں کہ پوچھنے والے نے آپ سے ہی پوچھا تھا متی الساعة؟ تو آپ نے فرمایا غیب وما یعلم الغیب الا اللہ۔ اور حضرت ربعی بن حراش کی روایت میں بھی اس کا ذکر ہے کہ سائل نے یہ پوچھا تھا کہ حضرت، کیا ایسے علوم بھی ہیں جو آپ کو معلوم نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ بھلائی کے علوم عطا کئے ہیں مگر یہ پانچ علم مجھے نہیں دیے گئے، ان الله جندہ، علم الساعة الاية۔ اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ذکر ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزوں کا علم نہیں دیا گیا ان الله عنده علم الساعة الاية یہ اور اس قسم کے متعدد صحیح دلائل اور براہین اس امر کو متعین کرتے ہیں کہ یہ تاویل کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم ان اشارے کے بارے میں سکوت عنہ ہے۔ قطعاً باطل اور سرسرمردو ہے پس یہ کہنا کہ ان دلائل میں علم قیامت وغیرہ کو حق تعالیٰ ہی کے لیے ثابت کیا گیا ہے، اور دوسروں سے اس کی نفی نہیں کی گئی اور ماسویٰ اللہ اور خصوصیت سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اور عدم

علم سے یہ ساکت ہیں شرمناک جہالت اور افسوسناک تجاہل ہے کم از کم دعویٰ اور دلیل میں مطابقت تو دیکھنی چاہیے مگر یہ اہل بدعت کے بس کا روگ نہیں ہے۔

ان حقائق میں ہے کچھ ذرف نگاہی دیکھا۔ یہ حقائق ہیں تماشائے لب باہم نہیں
فریقِ مخالف کا کہنا ہے کہ ان آیات اور احادیث کے نزول کے بعد
جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امورِ خمسہ کے (جن میں قیامت
وغیرہ بھی داخل ہے) علوم اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیئے تھے۔ مگر آپ کو یہ
حکم تھا کہ ان کو چھپائے رکھنا۔ دلائل یہ ہیں (ہم ترجمہ فریقِ مخالف کا ہی نقل کریں گے مگر طوالت کے خوف
سے ساتھ عربی عبارتیں نقل نہیں کریں گے) :-

- ① مولوی احمد رضا خان صاحب، علامہ عثمانی کی کتاب مستطاب عجیب العجائب سے نقل کرتے ہیں :-
”یعنی کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر میں ان پانچوں غیبوں کا بھی علم عطا ہو گیا۔ مگر ان کو چھپانے
کا حکم تھا اور یہی قول صحیح ہے“ (بلفظہ، خالص الاعتقاد ص ۵۳)
- ② علامہ حسن بن علی اور فاضل ابن عطیہ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم قیامت عطا ہونے کے باب میں
فرماتے ہیں :-

”یعنی حق مذہب وہ ہے جو ایک جماعت علماء نے فرمایا کہ اللہ عزوجل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا یہاں تک کہ جو کچھ حضور سے مخفی رہا تھا اس سب کا علم حضور کو عطا فرما دیا
ہاں بعض علوم کی نسبت حضور کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتائیں اور بعض کو بتانے کا حکم دیا“ بلفظہ
(خالص الاعتقاد ص ۵۲ و ص ۵۳ و جاد الحق ص ۱۱۲)

- ③ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تفسیر سورۃ رعد میں فرماتے ہیں :-
”کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ اللہ انہیں
اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دیتا ہے یعنی وقت قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں ہے“ الخ
(خالص الاعتقاد ص ۵۲ و جاد الحق ص ۱۱۲)

علامہ قسطلانی وقت کی صریح اور واضح عبارات پہلے بیان ہو چکی ہیں کہ ان کا یہ
نوٹ ضروری

نفسر یہ نہیں۔

ولا يعلم متى تقوم الساعة الا الله فلم يعلم
 ذالك نبی مرسل ولا ملك مقرب
 کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی بجز اللہ
 تعالیٰ کے نہ تو قیام ساعت کا وقت کسی نبی مرسل کو معلوم
 (قطب اللی شرح بخاری ج ۱۰ ص ۲۹۶) سہاوردہ فرشتہ مقرب کو۔

④ شیخ محقق قدس سرہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں :-
 ”مراد یہ ہے کہ قیامت وغیرہ غیب بے خدا کے نکلے معلوم نہیں ہوتے“ (خالص الاعتقاد ص ۵۵)
 شیخ عبدالحق صاحب کی عبارتیں اس کے خلاف اپنے مقام پر بیان ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ، اور کچھ
 پہلے بیان بھی کی جا چکی ہیں۔ (صفحہ)

⑤ علامہ ابراہیم بن جوزی شرح بروہ شریعت میں فرماتے ہیں :-
 ”نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور
 کو ان پانچوں غیبوں کا علم دے دیا بلکہ علامہ شنوائی نے جمع التبیان میں اسے بطور حدیث بیان کیا
 کہ بے شک وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک حضور کو
 تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرما دیا“ (خالص الاعتقاد ص ۵۰ و جہاد الحق ص ۱۱۲)
 (نوٹ: لفظ ”کل“ استغراق حقیقی میں نص قطعی نہیں، جس کی پوری بحث اپنے مقام پر آئے گی،
 انشاء اللہ تعالیٰ)

⑥ حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزمان سید شریعت عبدالعزیز مسعود حسنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 راوی - یعنی قیامت کب آئے گی مینہ کب اور کمال اور کتنا برسے گا مادہ کے پیٹ میں کیا ہے کل کیا
 ہوگا فلان کہاں مرے گا یا پانچوں غیب جو آیہ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم پر مخفی نہیں اور کیونکر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ رہیں حالانکہ حضور کی امت سے سائل قطب
 ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے مرتبہ کے پیچھے ہے پھر غوث کا کیا کہنا پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب
 اگلوں بچلوں سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں ہر شے انہیں سے ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 (خالص الاعتقاد ص ۵۰ و جہاد الحق ص ۱۱۲)

⑦ نیز ابراہیم عزیزی فرمایا - یعنی میں نے حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ علماء ظاہر محدثین
 وغیرہم مسئلہ خمس میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ (حضرات علماء محدثین کا قطعاً ہرگز اس مسئلہ میں کوئی اختلاف

نہیں ہے یہ نرسران پر بہتان ہے، وہ سب کے سب متفق ہیں کہ ان پانچ اشیاء کا علم جناب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا۔ (صفحوں ۱۱۱-۱۱۲) علماء کا ایک گروہ کہتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم تھا، دوسرا انکار کرتا ہے، اس میں حق کیا ہے۔ فرمایا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچوں غیبوں کا علم مانتے ہیں وہ حق پر ہیں، حضور سے یہ غیب کیونکر چھپے رہیں گے حالانکہ حضور کی اُمت شریفہ میں جو اہل بیت کرام اہل تصرف ہیں کہ عالم میں تصرف فرماتے ہیں، وہ جب تک ان پانچوں غیبوں کو جان نہ لیں تصرف نہیں کر سکتے۔
(خالص الاعتقاد ص ۵)

نوٹ: گویا اس قول کے لحاظ سے جمہور اُمت باطل پر ہوئی جس میں حضرات فقہاء و محدثین رہ سبھی شامل ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تمام اہل بدعت حضرات کا ان حوالہ جات میں اصل ماخذ ہی خالص صاحب کی کتاب خالص الاعتقاد و کلام مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں: (ترجمہ ان کا ہی ہے، اصل عربی کی عبارت ہم نے اختصاراً ترک کر دی ہے) ص ۲ ج ۲ ص ۱۱۱ اور جس کے ساتھ ایمان واجب ہے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے نہیں منتقل ہوئے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو جمیع مغیبات کا علم سکھایا کَانَكَ حَتَّىٰ خَلَقْنَاكَ مَاتَحْتَ مَلَاخِطَهُ هُوَ۔ (بلفظ مقیاس حقیقت ص ۳۸۴)

نیز ص ۲ ج ۲ ص ۱۱۱ سے لکھتے ہیں کہ سچی بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے نہیں منتقل ہوئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان غمہ امرد کے علم پر آپ کو مطلع فرمایا اور لیکن ان کو چھپانے کا بھی حکم فرمایا۔ بلفظ مقیاس ص ۳۸۴

⑨ خالص کبریٰ شریف ج ۲ ص ۱۹۵۔ بعض اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پانچ چیزوں کا بھی علم دیا گیا ہے، قیامت کے وقت کا بھی اور روح کا بھی اور آپ کو ان کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔ بلفظ مقیاس ص ۳۸۵

(نوٹ ضروری: امام سیوطی نے ایک مستقل کتاب لکھ کر یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ یہ جو لوگ یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے وہ غلط کار ہیں اور یہ روایت جمبوٹی ہے، اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم اور تو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی نہیں دیا۔ اس رسالہ کا نام الکشف عن مجاوزة الامة عن الاف ہے جس کا یہ مضمون ملا علی القاری نے موضوعات البکیہ ص ۱۱۹

میں نقل کیلئے۔ صفحہ)

(۱۰) کشف الغم عن جمیع الامتہ ج ۲ ص ۱۱۰۔ اور بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل شے کا علم دیا گیا حتیٰ کہ روح کا اور اُن پانچ کا بھی جو انّ اللہ عندہ لا یعلمہ التّائفة آیت میں ہیں، بلفظہ۔ (منقاس ص ۲۸۵)

(۱۱) مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں: (ترجمہ ہم انہی کا عرض کریں گے مگر اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے عربی عبارت درج نہیں کی جانی) عرائس البیان زیر آیت یعلم ما فی الارحام ہے۔ میں نے بعض اولیاء کو سنا کہ انہوں نے پیٹ کے پتھر لڑکی یا لڑکے کی خبر دی اور ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ ہی دیکھا جس کی انہوں نے خبر دی تھی۔ بلفظہ (جاء الحق ص ۱۰۹)

(۱۲) مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۰۔ فصل ایند ارسائی کفار ختمہ صحابہ را میں ہے و بعضے علماء علم ساعت نیز مثل ایں معنی گفته اند۔ یعنی بعض علماء نے روح کی طرح حضور کو قیامت کا علم بھی مانا۔ (جاء الحق ص ۱۰۵)

اور خالص صاحب لکھتے ہیں کہ، مدارج النبوۃ شریعت میں ہے ہر چہ در دنیا است از زمان آدم تا اوان نوحہ اولیٰ بر روی صلی اللہ علیہ وسلم تکشف ساعتہ احوال اور از اقل تا آخر معلوم گردید یا ان خود را نیز فرماتے ہیں قد سؤ ہو کل منشی معلوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دانست بہمہ چیز از شیونات و احکام الہی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بہ جمیع علم ظاہر و باطن و اقل و اکثر احاطہ نموده و مصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ علیہ من الصلوٰۃ افضلہا و من التّیمات اتّما و الکماء۔ دانستی بلفظہ خالص الاعتقاد ص ۳۷)

(مگر ان عبارات سے کلی علم غیب پر استدلال سراسر باطل ہے حضرت شیخ عبدالحق صاحب کے حوالہ سے پہلے ذاتی اور عطائی کے باب میں یہ حوالہ گزر چکا ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطائی طور پر بھی نہیں دیا اور نہ کسی اور بنی مرسل اور ملک مقرب کو حاصل ہے۔ اور احادیث کی بحث میں ہم ان کا حوالہ درج کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے قیامت کبریٰ کے بارے میں سوال کرتے ہو حالانکہ اُن خود معلوم من نیست و اُن را جز خدا تعالیٰ نہ داند (اشعۃ اللمعات ص ۳۳) و حدیث نمبر ۱۸ میں عرض ہو گا کہ شاہ عبدالحق صاحب حجۃ الوداع کے ایک مخصوص واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، دُنّے و اِستَمّ کہ حکم الہی چنیں خواہر بود (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۲۲۸) اور حدیث ابن صیاد کی تشریح کرتے ہوئے اپنا قول فیصل یہ لکھتے ہیں کہ: و بالجملة حال دے بہم است برآں حضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نیز دریں باب وحی

نشد و (حال سے) مبسم داشتند۔ چنانچہ از اعاذیت باب معلوم گردد واللہ تعالیٰ اعلم (داشعة اللعاب ج ۳ ص ۳۴۳)
 اندیس حالات حضرت شیخ صاحب کی مجمل اور استخراق عرفی کے الفاظ (مثلاً لفظ کل لفظ کل بنظر کل شیء)
 — اور لفظ ہمہ احوال وغیرہ سے کئی علم غیب پر استدلال کرنا قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے اور کبھی اہل
 علم اور منصف مزاج اور صاحب دیانت کو اس میں کوئی الجھن پیدا نہیں ہوتی۔ لہذا حضرت شیخ صاحب
 کی اور اسی طرح دیگر حضرات اکابر کی عبادت اثبات علم غیب کئی سے بالکل غیر متعلق ہیں اور ان سے
 مخالفین کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، بشرطیکہ وہ عقل و دانش کو خیر باد نہ کہے چکے ہوں، اور ان کو اس متاع عزیز
 سے محروم ہونے کا افسوس بھی ہو، مگر یہاں تو سہ

ولے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے لہاس نیاں جاتا رہا ————— (مقدور)

(۱۳) روح البیان یہ ہی آیت یہ بعض مشائخ اور صرگتے ہیں کہ بنی علیہ السلام قیامت کے وقت کو جانتے
 تھے اللہ کے بتانے سے اور یہ قول اس آیت کے صحر کے خلاف نہیں۔ روح البیان میں یہ ہی عبارت
 پارہ ۱۰ زیر آیت یٰٰنَا کُوْنُکَ کَا نَکَ خَفِیُّ عَنْہَا میں بھی ہے اور وطل یہ بھی ہے کہ دنیا کی کل عمر ہزار سال
 ہے یہ بروایت صحیح ثابت ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کہ قیامت کا علم ہے۔ (جلد الحق ص ۱۸)
 نوٹ: ان کا حوالہ ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ ان کا اپنا عقیدہ یہ تھا کہ جن امور کا تعلق منصب
 نبوت کے مبادی اور احکام سے نہ ہو مثلاً وقت قیام ساعت، تو اس پر اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اطلاع نہیں
 دیتا۔ باقی دنیا کی عمر کے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔ علامہ محمد طاہر الحنفی (المتوفی ۱۲۹۶ھ) فرماتے ہیں
 تمام مرفوع حدیثیں ضعیف ہیں۔ (تذکرۃ الموضوعات ص ۲۳) اور علامہ سیوطی (م) بھی مرفوع روایت کو موضوع
 قرار دیتے ہیں۔ (الاسالیح ص ۱۰۷) اور حافظ ابن القیم (رحمۃ اللہ علیہ) القاری تحریر فرماتے ہیں کہ

ومنها مخالفة الحديث لصريح القرآن كحديث جن قاعد اعد سے اماریت کا جعلی ہونا ثابت ہوئے ہیں
 مقدار الدنيا وانها سبعة آلاف سنة ونحن في الالف السابعة وهذا من ابين الكذب
 المتار الخيفني اليهم والضعيف ابن القيم ومصرعنا مير صاحب روح البیان جو ایک خشک صوفی اور طابع لیل اور جامع رطب ویا بس مصنف ہے ان
 مخالف ہو جیسا کہ دنیا کی عمرات ہزار سال ہے اور ہم سائیں ہزار میں ہیں اور یہ حدیث واضح ترین بھوت ہے، ۱۰

کو احادیث کی تصحیح کا مقام کمال سے اور کیسے حاصل ہو گیا؟ سات ہزار سال والی روایت بروایت صحیح نہیں بلکہ جعلی من گھڑت اور سفید جھوٹ ہے۔

اگر مفتی احمد یار خان صاحب (روحیو) کو ان مذکورہ حوالہ جات پر یقین نہیں آتا تو ہم ان کو ان کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کرتے بلکہ ان کی تقلی کے لیے جناب محترم پیر مرعلی شاہ صاحب کو لٹروی لالہ تفتی (۱۳۵۸ھ) کی عبارت پیش کرتے ہیں، جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے اس دعویٰ کو رد کرتے ہوئے کہ قیامت سات ہزار سال پر آئے گی، تحریر فرمائی ہے:-

• اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی۔ میں کہتا ہوں یہ سات

ہزار کی تحدید جو آپ نے لگائی ہے یہ منافی ہے لکھتے ہیں: **لَا تَجْعَلُهَا لَوْ تَقْبَلُهَا إِلَّا هُوَ** کے اور ان احادیث

کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا علمی بیان فرمائی (رسالہ شمس الدلیہ ص ۱۸۱)

چونکہ مفتی احمد یار خان صاحب نے پیر صاحب کو لٹروی پر مکمل اعتماد کیا ہے (دیکھئے جاد الحق ص ۱۸۱ آخری)

اس لیے وہ ان ہی کی استمال لیں۔ اہل اصول قطعاً اور احادیث صحیحہ میں واضح تصریحات موجود

ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے وقوع کی گھڑی کا علم نہ تھا نص قیامت

کا علم اور اشراط الساعۃ الگ چیز ہے۔

(۱۳) تفسیر ایضاً احمدیہ ذیل آیت مذکورہ۔ اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں باتوں کو اگرچہ خدا کے

سوا کوئی نہیں جانتا لیکن جائز ہے کہ خدا نے پاک اپنے ولیوں اور مجبولوں میں سے جس کو چاہے سکھائے۔

اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جلنے والا بتانے والا ہے خبر بمعنی مخبر (جاد الحق ص ۱۸۱)

نوٹ خسروزی: حضرت ملا جبرائیل کا یہ مقصد یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کے کلیات کا علم حضرت

اولیاء اللہ کو حاصل ہے بلکہ ان کی مادی ہے کہ ان میں سے بعض بعض خبریات کی اطلاع اللہ تعالیٰ اپنے

محبوب بندوں کو دے دیتا ہے۔ چنانچہ اس کی مبسوط بحث کرتے ہوئے قاضی بیضاویؒ کا حوالہ اپنی تائید

میں پیش کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ:-

قاضی صاحبؒ کے کلام سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ غیب

فعلہ من کلامہ هذا ان الله تعالى يطلع

خبر میں سے بعض پر جس قدر چاہے حضرت اولیاء

الاولیاء علی بعض ما یشاء من الغیوب الخفیۃ

کلام کو مطلع کر دیتا ہے۔

(التفہیمات الاممیتہ ص ۲۶۷)

اور اس سے پہلے قاضی بیضاویؒ کے جملہ الخیب المخصوص کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ولهذا اراد بالخیب المخصوص هذه الخمسة
اذ على ما سواها يطالع الاكثر وقيد بعلم بعضه
ليخرج مثل علم الساعة
(ص ۳۹۷)

اور اس سے قبل وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

واما ما اشتهر من بعض الاولياء من اخبار
المخبات فظني انه مادام يستقيم صرفه عن
ظاهرة يصرف بان نقول فيما يخبرون بما
في الرحم من الذكر والانثى او بنزول
الغيث انهم لا يطلعون على ما في الرحم
ولا على نزول الغيث وانما يقولون ذلك
ابنار البوادة الذكور ودعاء بنزول الغيث
ولكن يكون دعائهم مستجابا ويكون موافق
التقدير في اكثر الاحمال لانهم كانوا عالمين
به وانهم لا يقولون ذلك علما يقينابل
ظنا والمنوع هو العلم به ۳۹۷

اور قاضی ثناء اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:-

والمراد بالعلم العلم القطعي والعلم الحاصل
للاولياء بالا دھام وغیرہ ظنی لیس بقطعی۔
(تفسیر مظہری ج ۱ ص ۹۱)

اور علامہ علی نقاریؒ فرماتے ہیں کہ مکاشفۃ الہام یا خواب کے ذریعہ جو علوم حاصل ہوتے ہیں وہی
ظنیات لا تسمی علوماً یقینات (مرقات ج ۱ ص ۱۷۷) وفتح الملمح ج ۱ ص ۱۷۸ کہ یہ سب ظنی امور ہیں ان کو

بعض حضرات اولیاء کرامؒ سے خیب کی خبریں بڑھتی ہوئی ہیں
تو میرے خیال میں جب ان کو ظاہر سے پیمبرؐ کوئی ممکن تاویل
کی جاسکتی تو کی بات کی جاتی۔ مثلاً ہم یہ کہیں گے کہ رحم میں لڑکا
اور لڑکی یا نزول بارش کی جو خبر وہ مینے ہیں اس کا
یہ مطلب نہیں کہ وہ رحم کے اندر کا اور نزول غیث کا
علم رکھتے ہیں بلکہ وہ محض لڑکے کی ولادت اور نزول
غیث کی بشارت سنا رہے ہیں لیکن اکثر حالات میں ان
کی دعا قبول ہو جاتی ہے اور موافق تقدیر ہو کر خبر چرپی ہو
جاتی ہے یہ نہیں کہ وہ اس کو جانتے ہیں یا یہ کہا جاسکتا ہے
کہ وہ علم یقینی کے طور پر نہیں جانتے بلکہ ظن سے ایسا کہتے
ہیں اور ممنوع تو علم ہے ظن نہیں۔

مراد علم سے علم قطعی ہے اور حضرات اولیاء کرامؒ
کو الہام وغیرہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ ظنی ہے
قطعی نہیں ہوتا؛

علوم یقینیہ کا درجہ حاصل نہیں ہے۔

ان واضح روشن اور مترجع عبارات کے ہوتے ہوئے بھی اگر مفتی احمد بار خاں وغیرہ تفسیر احمدی کے حوالہ کو اپنی تائید میں پیش کرنے کی جرات کرتے ہیں تو ان کے نزدیک شاید انصاف اور دیانت کا مفہوم ہی کوئی اور اور الگ ہوگا!۔

بخرو کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خسر۔ جو چاہے آپ کا حُسن کمر شمشیر سا رکھے

(۱۵) امام قرطبی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵۰ھ) کی ایک عبارت بھی فریقِ مخالف نے اپنے دعوئے کے ثبوت پر پیش کی ہے وہ عبارت مع اس کے جواب کے حدیث جبریل علیہ السلام کے ذیل میں آئے گی۔ انشاء اللہ العزیز

(۱۶) تفسیر صاوی یہی آیت۔ جس پر ایمان لانا ضروری ہے یہ ہے کہ نبی علیہ السلام دُنیا سے منتقل نہ ہوئے یہاں تک کہ رب نے آپ کو تمام وہ غائب چیزیں (اپنے مقام پر آئے گا کہ لفظ جمیع استغراقِ حقیقی ہی کے لیے نہیں بلکہ استغراقِ عرفی کے لیے بھی آتا ہے۔ صَدْر) بتا دیں جو دُنیا اور آخرت میں ہوں گی جس طرح کہ ہیں عین یقین کیونکہ حدیث میں آیا کہ ہمارے سامنے دُنیا پیش کی گئی پس ہم اس میں اس طرح نظر کر رہے ہیں جیسے اپنے ہاتھ میں (اپنے مقام پر آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ صَدْر) یہ بھی آیا ہے کہ ہم کو جنت اور دہاں کی نعمتوں اور دوزخ اور دہاں کے عذابوں پر اطلاع دی گئی (اگر اس سے بعض مراد ہے تو یہ چیز محملِ نزاع سے خارج ہے اور اگر کل مراد ہے تو جنت اور دوزخ کی ابدی زندگی کے تمام حالات تو فریقِ مخالف کے نزدیک بھی جن میں مفتی صاحب بھی شامل ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہیں پھر اس سے استدلال کیسا؟ صَدْر) علاوہ ازیں اور متواتر خبریں لیکن بعض کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔ (یہ سفید جھوٹ اور خالص افتراء ہے۔ ایک حدیث بھی صحیح موجود نہیں چہ جائیکہ متواتر صَدْر) بلغظہ جبار الحق ص ۱۸۱

یہ ہے فریقِ مخالف کے دلائل اور براہین کی کل کائنات (غزوہ بدر میں کافروں کے مقتل کی تعین غزوہ خیبر میں حضرت علیؓ کو جھنڈا دینے کا تذکرہ، حضرت فاطمہؓ کے ہاں لڑکے کا پیدا ہونا اور حضرت ابو بکرؓ کی لڑکی کی بشارت سنا نا وغیرہ وغیرہ بعض دلائل کا ذکر مختصر یہ مع ان کے جوابات کے عرض کیا جائے گا انشاء اللہ العزیز) جن کے بل بوتے پر وہ قرآن کریم کی نصوحی قطعہ اور متواتر احادیث کے مطالب کو مسخ کرنے اور ان میں تحریف کرنے کے درپے ہیں اور بقول شخصے اس کا عملی ثبوت

پیش کر رہے ہیں۔

”میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں“

ان کے علاوہ بھی کچھ حوالات ہیں مگر ان کا ان کے معنی سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ محض انہوں نے سینہ زوری اور کشید سے کام لیا ہے، لہذا ہم بھی ان کے نقل کرنے پر نہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں اور نہ سامعین اور قارئین کرام کی بلاوجہ سمع خراشی کا موجب بنتے ہیں۔

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ فریق مخالف کی طرف سے ایک جی نص قطعی خبر متواتر نہیں پیش کی گئی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر غصہ کا اور خاص طور پر قیامت کے وقت کا علم حاصل تھا بلکہ کوئی ایک صحیح حدیث جی نہیں پیش کی جا سکی بلکہ یہی کچھ حذر لنگ تلاش کیا گیا کہ فلاں بزرگ لکھتے ہیں کہ آپ کو امور غصہ کا علم دیا گیا مگر ساتھ ہی چھپانے کا حکم بھی تھا۔ فلاں یہ فرماتے ہیں اور فلاں یہ کہتے ہیں اور ان میں سے بعض کی جمل اور گول مول عبارتوں سے یہ ثبوت کشید کیا گیا حالانکہ ان کی مزید عبارتیں اس کے خلاف ہیں اور پھر لطیف کی بات یہ ہے کہ ان لوگوں میں اکثر و بیشتر وہ غیر معتبر مجہول اور محض صوفی ہیں جن کو دلائل بائیں کی تمیز نہیں اور غلبہ سکرم میں کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں، اور انہوں نے رطب و یابس کمزور اور واہی کسانیاں اور صدی نسخے پیش کر کر کے کتابیں لکھ ماری ہیں، دین کے بارے میں ان پر ایک رتی کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا اور ان متضمرین اور متصوفین کی بات پر گاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی، اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہرگز اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا کہ قرآن کریم کی قطعی نصوص اور احادیث متواترہ اور امت کے اجماع کے مقابلہ میں ان غیہ معتبر اور مجہول شخصیتوں سے دین اور دین کے مسائل اخذ کریں حاشا وکلا ثم حاشا وکلا۔

امام بیہقی رحمہ (المتوفی ۵۵۶ھ) نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ :-

ولم یکننا للہ تعالیٰ ان نأخذ دیننا عنہم ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ہرگز مکلف نہیں ٹھہرایا
لا نعرفہ (کتاب القراءۃ ص ۱۲) کہ ہم اپنا دین غیر معروف لوگوں سے حاصل کریں۔

صرف نام کے معلوم ہونے سے یا اس کو علامہ کہہ اور لکھ دینے سے کچھ نہیں بننا جب تک کہ تاریخی طور پر ان کا قابل اعتماد ہونا ثابت نہ کیا جائے۔ ان میں جن حضرات پر اعتبار کیا جاسکتا ہے مثلاً علامہ قسطلانی رحمہ امام سیوطی رحمہ شیخ عبدالحق رحمہ اور ملا جیون رحمہ وغیرہ، تو ہم نے انہی کی عبارات سے

اس مسئلہ کو واضح کر دیا ہے کہ تیار مت کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل تھا اور نہ اولیاءِ اکرام کو امرِ ختمہ کا علم دیا گیا تھا۔ باقی ہے شادی، بھجوری اور صادی وغیرہ تو ان پر ایک نئی برابر اعتبار بھی دینے کے بارے میں ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

صاحبِ روح البیان الشیخ اسماعیل حق (المتوفی ۱۱۲۰ھ) جنہوں نے تفسیر ہی علی لسان التوفیق لکھی ہے، ان کے متعلق تاریخ یہ باقی ہے کہ :-

وَأَنَّ بَارِئًا كَثِيرًا لَا يَنْبَغِي إِلَّا لِنَفْسٍ إِلَيْهَا
وَقَدَّوْا ضَعِيفَةً لَا يَعْزِدُ عَلَيْهَا وَلَيْسَ فِي الْحَقِيقَةِ
مِنَ التَّخْيِيرِ لِكِتَابِ الْعَزِيزِ شَيْءٌ إِلَى أَنْ قَالَ
وَأَحْبَرْنَا عَلَى كِتَابِ اللَّهِ بِأَدْخَالِ مَا لَيْسَ
مِنْهُ فِي تَفْسِيرِهِ :-

اور بہت سی باتیں بھی اس میں درج ہیں جن کی کھڑا
نہا بھی التفات مناسب نہیں اور ضعیف فتوے بھی ہیں
جن پر کوئی اعتبار نہیں درحقیقت اس (روح البیان) کو قرآن
کریم کی تفسیر سے مدد کا تعلق بھی نہیں ہے۔ اور اس بندہ
غذائے بڑی حرارت اور دیدہ دلیری سے کتاب الشک تفسیر میں
ایسی باتیں داخل کر دی ہیں جن کا تفسیر سے کوئی تعلق بھی نہیں

(اکسیر فی اصول التفسیر ص ۸۲)

اور عرائس البیان شریف کے مصنف الشیخ ابو محمد زور بہان البعلی الشیرازی الصوفی (المتوفی ۱۱۲۰ھ)
جن کو خود کھلے لفظوں میں اقرار ہے کہ :-
وَبِشَارٍ اسْتَكْرَمْتُ تَفْسِيرِي آيَةً يَكْفِيكُمْ
مَشَارِخَ تَفْسِيرِي وَنَحْوَهُ اِنْ :-
(بحوالہ اکسیر ص ۸۶)

اور بہا اوقات میں قرآن کریم کی باتوں کی ایسی تفسیر کر دینا
جو مشائخ (اور محترمانہ) سے منتقل نہ ہوئی اور نہ انہوں نے
ایسی تفسیر کی ہوگی۔

بنا ہے ایسی خود ساختہ تفسیروں کو کون مانگے؟ اور یہی حال صادق و غیرہ کا ہے جن کی وفات ۱۲۴۱ھ میں
ہوئی جو غیر معتبر اور مایوس ہیں ایسے صوفیوں کی باتیں عمل کے اثبات کے لیے بھی ناکافی ہیں چہ جائیکہ ان کی لغزشوں
اور کرباہیوں کو چھڑیں جن کو ان پر عقائد کی عمارت استوار کی جائے، ایسی مردود اور باطل باتیں اس قابل ہیں
کہ بقول علامہ اقبال (المتوفی ۱۳۵۴ھ) ع اٹھا کہ چھینک دو باہر لگی ہیں :-

شرح مواقف ص ۲۷۷ و شرح فقہ اکبر ص ۶۸، سامرہ ج ۲ ص ۷۸، شرح عقائد ص ۱۸۱ اور فتح الباری ج ۸

ص ۴۳۱ (وغیرہ) میں ہے، واقفظ لہ

الاحادیث اذا كانت في مسائل عملية یعنی جن مسائل کا تعلق عمل کے ساتھ ہے ان میں صحیح احادیث سے

یکفی فی الاخذ بها بعد مبحثها افادتها الظن
استدلال کافی ہے کیونکہ اعمال کے لیے ظنی دلائل ہی کافی ہیں
اما اذا كانت فی العقائد فلا یکفی فیہا الا
لیکن جب عقائد کی باری لگے گی تو ان میں صرف وہ حدیثیں
قابل قبول ہوں گی جو یقین کا خزانہ ہیں۔ (مثلاً یہ کہ متواتر ہوں)

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ عقیدت اور چیز ہے اور عقیدہ اور چیز ہے۔ اثبات عقیدہ کے لیے نص قطعی یا خبر
متواتر درکار ہے، یہاں خبر واحد صحیح سے بھی گاڑی نہیں چل سکتی، اور قرآن کریم کے مقابلہ میں خبر واحد کا پیش
کرنا ہی سرے سے باطل ہے، چنانچہ فریق مخالف کے قائد مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-
ان نصوص القرآن لا تعارض بالاحاد (الغرض للکلیہ) اخبار احوال نصوص قرآن کے معارض میں نہیں پیش کی جاسکتیں
نیز لکھتے ہیں کہ؟ اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت
نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے نہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو مگر قرآن کی
تخصیص کر کے بلکہ اس کے حضور مضاعف ہو جائے گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور
تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد سے کسی ظنی سے تخصیص ہو سکے بلکہ
انباء المصطفیٰ (ص)

بلکہ سی خان صاحب لکھتے ہیں کہ: "معموم آیات قطعیت قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد
محض ہرزہ بانی" (انباء المصطفیٰ ص)
اور مفتی احمد یار خان صاحب دوسروں سے مطالبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس
کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو" (جاء الحق ص ۱۰)

قارئین کرام! پوچھئے خان صاحب بریلی اور مفتی احمد یار خان صاحب بدایونی سے کہ دوسروں سے
تو مطالبہ قطعی الدلالت آیت کا اور حدیث متواتر کا ہو اور خود آپ لوگ بیجوری، عثمانی اور صاوی (غیر)
جیسے حاطب لیل متفسرین اور متصوفین کی عبارتوں سے قرآن کریم کی قطعی الدلالت اور صحیح احادیث کو رد کرتے
پھر اس تخصیص اور نسخ کا حق کس نے دیا ہے؟ اور کیا اخبار میں ان کے اقوال سے نسخ جائز ہے؟
عقیدہ اور نصوص قطعیت کے مقابلہ میں تو ہمارے مسلمات کے رد سے بھی صحیح حدیث جب کہ خبر واحد ہو
نہیں پیش کی جاسکتی تو پھر بیجوری اور صاوی کو کون پوچھتا ہے؟ ہوش و حواس کو ٹھکالے کہہ کے جواب
دینا ہو گا۔

یہ کاوشیں بے سبب ہیں کسی کدو تول کی کچھ انتہا بھی زبان کہتے ہیں ہم بھی آخر کبھی تو پوچھو سوال کیا ہے؟
مفتی احمد یار خان صاحب یہ فرمائیں کہ آپ نے تو خود تحریر فرمایا ہے کہ :-

”رہی تفسیر قرآن تابعین یا تبع تابعین کے قول سے یہ اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر
ماخذ از اعلام کلمۃ اللہ للعلامہ گوڑوی قدس سرہ“ (بلفظہ جاد الحق ص ۹)

فرمایا ہے کہ آپ کو کیا داعیہ پیش آیا ہے کہ ایک طرف تو تابعین اور تبع تابعین کی تفسیریں بھی جب کہ روایت اور حدیث سے نہ کی گئی ہوں مردود اور غیر معتبر ہیں اور دوسری طرف اسمعیل حتیٰ اور صاوی وغیرہ جیسے متقدمین کی تفسیریں بھی معتبر ہیں جن کی تائید میں ایک صحیح روایت بھی تاقیامت نہیں پیش کی جا سکتی۔ بتائیے مفتی صاحب، ایک طرف تو آپ حضرت عائشہؓ کی حدیث کو موقوف قرار دے کر اس سے گلو خلاصی کی ناکام سعی کرتے ہیں، (جیسا کہ گذر چکا ہے) اور دوسری طرف بیجوری اور صاوی کے غیر معتبر بلکہ سوفیصدی باطل اور مردود اقوال سے قرآن کریم کی نصوص خطیہ کو اپنی خواہش کی زنجیروں میں جکڑتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ فرمائیے مفتی صاحب! آپ کو اپنا یہ بیان یاد نہیں کہ :- ”قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے انتہی“ (بلفظہ جاد الحق ص ۶)

مولوی محمد عمر صاحب سے جب حدیث انک لا تدری الخ کا اور کوئی جواب نہ بن سکا تو بجاری و مسلم کی اس صحیح حدیث کو ضعیف قرار دینے کے درپے ہو گئے (جس کا مکمل جواب راقم نے تبرید النواظر میں لے دیا ہے) اور لکھتے ہیں کہ :- ”دوسری یہ بات ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے حجت نہیں ہو سکتی“ (انتہی بلفظہ ص ۹۲) شبائش مولوی محمد عمر صاحب! بجاری وغیرہ کی حدیث ضعیف ہو کہ حجت نہیں ہو سکتی مگر صاوی وغیرہ کی بے سند بات بھی حجت ہے، انصاف اور دیانت شاید اسی کا نام ہوگا؟ مگر توحید و سنت سے اعراض کے بعد ہاتھ کیا آتا ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ (المتوفی ۱۰۴۲ھ) نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ :-
”محل صوفیہ در حل و حرمت مذہبیت، ہمیں بس نیست کہ ما ایشال را معذور داریم و ملاصقت نہ کنیم و مرا ایشال را بحق سبحانہ و تعالیٰ مغفوض داریم اینجا قول امام ابی حنیفہؒ و امام ابی یوسفؒ و امام محمدؒ معتبر است نہ عمل ابوہریرہؓ و ابی بنی ہاشمؓ و ابی جعفرؒ و ابی یوسفؒ و ابی حنیفہؒ (۲۲۶) و غیر اقول (۲۲۷)
اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ :-

کلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم درکار است نہ کلام محمد بن ابی الدین
 اکبر بن عربی و صدر الدین قزینی و عبد الرزاق کاشفی و
 مار انص کارست نہ بعض فتوحات مدنیہ از فتوحات
 مکہ مستغنی سائتہ اند۔

(مکتوبات حصہ دوم ص ۱۸۰ مکتوبات)
 علامہ محمد طاهر الحنفی و کہتے ہیں کہ:-
 النصوص علی ظواہرہا والعدول عنہا الی
 معان باطن الحاد (مجمع المجلد ۳ ص ۵۲۸ خاتمہ)
 اور نیز تحریر فرماتے ہیں کہ:-

واما کلام الصوفی فلیس بتفسیر وتفسیر ابی
 عبد الرحمن السلی ان کان قد اعتقد انه
 تفسیر فقد کفر۔ (مجمع المجلد ۳ ص ۵۲۸)
 بہ حال صوفی کا کلام تفسیر نہیں ہے اور ابو عبد الرحمن السلی و
 (الصوفی) بھی تفسیر کو جس نے تفسیر عقائد کو کیا تو اس نے کفر کا
 ارتکاب کیا۔

علامہ ذہبی و انہیں ابو عبد الرحمن السلی (المتوفی ۵۴۲ھ) کے ترجمہ میں کہتے ہیں کہ:-
 الف حقائق التفسیر فانی فیہ بمصاب و
 تأویل الباطنیۃ لنال اللہ العافیۃ۔
 انہوں نے تفسیر میں چند حقائق لکھے ہیں اور اس میں بڑی
 بڑی مصیبتیں اور باطنی تاویلیں انہوں نے کی ہیں ہم اللہ تعالیٰ
 سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(تذکرہ ۲ ص ۲۳۷)
 اور حضرت مجدد الف ثانی و کہتے ہیں کہ:- تبرعات صوفیہ مفتون نہ گردی۔ (مکتوبات حصہ ۵ ص ۱۸۰)
 مسلم اور مستند حضرات محدثین کرام و کا صوفیوں کی تفسیر سے متعلق نظریہ تو یہ ہے مگر فریق مخالف
 ان کی ایسی بے سرو پا تفسیروں کو لے کر ان سے قرآن کریم کی نصوص قطعاً اور احادیث متواترہ کو رد کرنے
 کے درپے ہے۔

بہیں تباہ راہ ست از کجا تا بجای
 اور خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی و (المتوفی ۵۸۸ھ) فرماتے ہیں، محبت در اقوال و اعمال مشایخ
 نیست محبت آنحضرت کہ در کتاب و سنت است۔

و مثلاً فی البلاغ المبین ص ۵۵ المنسوب بشاہ ولی اللہ صاحب

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح لکھتے ہیں کہ: "مشراب پر محنت نیست دلیل از کتاب و سنت میں باید" (اخبار الاخیار ص ۹۳)

اور ایک عارف فرماتے ہیں: "وہ"

نیست محنت قول و فعل بیچ پیر قول حق فعل احمد را بغیر
خان صاحب بریلوی، سرسول میں قوالوں کے حصول سازشگی۔ بلجے اور بانسری وغیرہ کے شرعاً ممنوع ہونے پر بحث کرتے ہوئے بخاری (۲۶۷۸۷) کی ایک حدیث شریف نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ضرور میری امت میں وہ لوگ آنے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عقلوں کی نہ مگاہ یعنی زنا اور رنگینی کپڑوں اور شراب اور باجول کو حدیث صحیح جلیل متصل الخ پھر آگے لکھتے ہیں کہ بعض جناب بدست یا نیم ملاشوت پرست یا جھوٹے صوفی بادبست کہ اصحابِ نبوت صلح مرفوعہ حکم کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں انہی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بننے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے آگے محتمل حکم کے حضور متشابہ واجب التکرار ہے پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کہاں محرم کہاں بیچ ہر طرح یہی واجب العمل اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے؟ کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے یہ دُصنائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی نالیں اپنے لیے حرام کو حلال بنالیں۔ بلغظہ (احکام شریعت حصہ اول ص ۲۶ طبع مبنی پریس مراد آباد)

ہماری طرف سے خود خان صاحب اور ان کی روحانی ذریت کو ہر ایسے مقام پر یہی جواب کافی ہے جہاں وہ نصوص ملحقہ احادیث صحیحہ و صحیحہ اور محکمات کے مقابلے میں قصے اور کہانیاں اور ضعیف حدیثیں اور بعض صوفیوں اور بزرگوں کی محتمل اور مجمل عبارات اور غیر مستند اور بے سند و دلائل پیش کیا کرتے ہیں اور دلیل محرم کو چھوڑ کر بیچ کے چودہ دوازے سے دین کی مضبوط اور محفوظ عمارت میں داخل ہو کر اپنے باطل عقائد اور بدعات کے جواز اور حوج ہونے پر اہل حق کے دلائل اور الزامات کے ٹلنے کی بے جا کوشش کیا کرتے ہیں "كُلُّ مَنْ بَنَى بِنَفْسِهِ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِبًا" عہ جادو و سہرے جو سر چڑھ کر بولے۔

محترم جناب مولانا حکیم سید محمد برکات احمد صاحب ٹوٹی (جنہوں نے براہین قاطعہ کی متنازعہ فیہ عبارت کا بزعم خویش خوب رد کیا ہے) فرماتے ہیں۔

غرض عدم علم مغلوب خمسہ پر بہت سی صریح آیات اور صریح احادیث اطلاق ہیں اور کسی حدیث یا اثر صحابہؓ سے یہ مفہوم نہیں ہوتا ہے کہ مغلوب خمسہ کا علم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمادیا گیا تھا اگر اقول بعض محدثین! مثلاً نسخ سے علم مغلوب خمسہ کا ثابت کیا جاوے تو وہ اقول بتائے آیات صریحہ و احادیث صحیحہ کیونکہ مسموع ہوں گے لہذا عقیدہ ان اقول سے ثابت نہیں ہوگا اور وہ مذہب مرجع قرار پائے گا احادیث اور اقول صحابہؓ اور محدثین پر بہت ہیں جو عدم علم مغلوب خمسہ پر ناطق ہیں (فصل الخطاب فی العلم بالغائب طبع دہلی)

اور سنئے۔ وقت کے ایک اختلافی مسئلہ پر بعض علماء نے ایک مالکی المذہب عالم امام عبدالرحمن ابن القاسم (المتوفی ۱۹۱ھ) کی ایک عبارت پیش کی تھی، جس پر مولوی احمد رضا خان صاحب سنج پنا ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کہ ”ذرا براہ مہربانی تھوڑی دیر کو ہوش میں اگر فرمائیے کہ ابن القاسم نے کہا مقبرہ کو بعد بے نشانی کر دینا روا اور ابو القاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مقابر پر مسجد بنا کر ہم آپ کے نزدیک یہ دولوں حکم حالت واحد پر وارد جب تو آپ کا ایمان ہے کہ ابن القاسم کی بات حق جانیں اور ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہ مانیں۔“ انتہی بغض (الطالع الوطائی ص ۲۷)

کیا خوب؟ فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت بھی بقول شخصے ع

یہ بھی لگا کے خون شہیدوں میں مل گیا

اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر کسی بزرگ یا صوفی اور مولوی کے کسی قول سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امور خمسہ کا علم حاصل تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ارشاد فرمائیں کہ ان امور کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کو حاصل نہیں ہے، تو فریق مخالف اصفاف سے فرمائے کہ کس کے قول و ارشاد کو تسلیم کرنا ہوگا؟ احمد بن محمد الصادق یہ کہتے ہوں کہ ان پانچ اشیاء کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل تھا مگر چھپانے کی تاکید تھی اور خود سرور دو جہاں احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرماتیں کہ مجھے ان پانچ اشیاء کا علم عطا ہی نہیں کیا گیا اور یہ دولوں حکم حالت واحد پر وارد ہیں۔ جب تو تمنا ایمان ہے کہ احمد الصادق کی بات حق جانیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہ مانیں العباد باللہ تعالیٰ

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

انہی کی محفل سنا رہا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

الغرض فریق مخالف عثمانوی - یجوری اور صاوی وغیرہ کے باطل اقوال کو پیش کرنے کی ہرگز تکلیف نہ اٹھائے
قرآن کریم اور متواتر احادیث سے یا کم از کم خبر واحد صحیح ہی سے (جو مرفوع اور متصل ہو اور تمام سلسلے سے پاک
ہو) یہ ثابت کرے کہ ان پانچ چیزوں کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کر دیا گیا تھا۔ پس
اسی پر نگاہ رکھئے۔ ع۔ اسی ہی بات پر ٹھہرے فیصلہ دل کا۔

قیامت کا علم اور فریق مخالف کے دلائل

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا
بھی یہ عقیدہ تھا کہ آپ کو علم قیامت ہے۔ متذکرہ ج ۲ ص ۵۶
عمران بن حصین رضی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت
کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ دن کون سا ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے
عرض کی کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی
یہی عقیدہ تھا کہ آپ کو علم قیامت ہے۔ (ملفوظ مقیاس ص ۳۸۳)

مولوی صاحب کا اس حدیث سے استدلال باطل اور مردود ہے اولاً اس لیے کہ
الجواب اس کی سند میں الحسن (بصری) (المتوفی ۱۸۰ھ) عن عمران بن حصین رضی ہے۔ امام ابو حاتم رحمہ
یحمی بن سعید القطان رحمہ علی بن المہدی رحمہ اور ابن معین رحمہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حسن رحمہ کی حضرت عمران
سے سماعت ثابت نہیں ہے۔ رد دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۸۵) اور حافظ ابن حجر رحمہ لکھتے ہیں کہ۔
کان یورسل کثیراً ویدلس (تقریب ۸۵) حسن کثرت سے ارسال اور تدلیس کیا کرتے تھے۔
علامہ ذہبی رحمہ لکھتے ہیں کہ۔

وهو مدلس فلا یجوز بقوله عن من لعیددک وہ مدلس ہیں جب وہ اس شخص سے روایت کریں جس سے
(تذکرہ ج ۱ ص ۶۷) ملاقات نہیں کی تو ان کی بات حجت نہیں ہے۔

جب اس کی سماعت ہی صحیح نہیں اور ارسال و تدلیس کا سنگین الزام بھی ان پر عائد کیا گیا ہے۔ تو
اصول حدیث کے رو سے یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اور اس سے احتجاج کیونکر جائز ہوگا؟
وثائناً یہ حدیث اس پر مگر دلائل نہیں کرتی کہ قیامت سماعت کا وقت جناب رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا بلکہ اسی حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ:-

فینادیہ ربہ فیقول یا ادم البعث البعث النار اللہ تعالیٰ حضرت آدم کو ندا کر کے فرمائے گا ادم! ادم! اللہ نے

من كل الف تسع مائة وتسعة وتسعين في گروه کو کھڑا کر لو ایک ہزار میں سے نو سو ننانے دوزخ میں
الذروا عند فی الجنة (مسندک ۴ ج ص ۵۶۷) الحدیث اور صرف ایک جنت میں داخل کیا جائے گا۔

یہ تو قیامِ ساعت کے بعد کا واقعہ ہے جو عشر میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش آئے گا، قیامت
کی خاص گھڑی کا (جس میں نزاع ہے) اس سے کیا تعلق ہے؟ مگر مولوی محمد عمر صاحب کی بلا سے مولوی
صاحب موصوف نے تو اپنی عادتِ مائوزہ کے مطابق اس حدیث سے بھی کہ قیامت جمعہ کے دن آئے گی
یہ ثابت کرنے کی بے جا سعی کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وقتِ قیامت کا علم تھا۔ یہ ٹھیک
ہے کہ قیامت جمعہ کے دن آئے گی، مگر وہ جمعہ کتنے سالوں کے بعد آئے گا اور کس مہینے کا کون سا جمعہ
ہوگا؟ اور پھر جمعہ کے دن کے بارہ گھنٹوں میں سے کونسا گھنٹہ ہوگا وغیرہ وغیرہ امور اس سے ہرگز مل نہیں سکتے
مولوی محمد عمر صاحب کا اپنی کتاب مقیاس ص ۳۷ طبع جدید میں فوجداری عدالت کے دفتر کی الماریاں
اور فائلیں گنوا کر ان کے سرسری اور ظاہری حالات کے جاننے والے کو ہمہ دان تصور کر کے اس پر جناب نبی
کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشرارِ ساعت کو بیان کرنے کی بنا پر وقتِ قیامت کے علم کو قیاس کرنا ایک
مضحکہ خیز قیاس ہے جس کو درحقیقت نہیاں سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب اور جاس کا مصداق ہے کہ ع
”کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی“

مفتی احمد یار خان صاحب کا منقیا نہ لہجہ تھا و مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ۔ حضور علیہ السلام نے
قیامت قائم ہونے کا دن بتایا، مشکوٰۃ باب الحجۃ

میں ہے قیامت نہ قائم ہوگی مگر جمعہ کے دن۔ کلمہ کی اور بیچ کی انگلی ہلا کر فرمایا ہم اور قیامت اس طرح
پڑے ہوتے بھیجے گئے ہیں (مشکوٰۃ باب خطبہ یوم الحجۃ) یعنی ہمارے زمانے کے بعد بس قیامت ہی ہے اور
اس قدر علاماتِ قیامت ارشاد فرمائیں کہ ایک بات بھی نہ چھوڑی آج میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ابھی
قیامت نہیں آ سکتی کیونکہ نہ ابھی دجال آیا نہ حضرت مسیح و مہدی نہ آفتاب مغرب سے نکلا ان علامات نے
قیامت کو بالکل ظاہر فرمادیا پھر قیامت کا علم نہ ہونے کے کیا معنی؟ بس زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا
ہے کہ سنہ نہ بتایا کہ فلاں سنہ میں قیامت ہو لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک میں سنہ
مقرر ہی نہ ہوئی تھی سنہ ہجری عیدِ فاروقی میں مقرر ہوئی الی ان قال نیز ہم ثبوتِ علمِ غیب میں وہ
حدیث پیش کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قیامت ختم ہونے تک من وعن واقعات بیان کر دیے

اب کیسے ممکن ہے کہ قیامت کا علم نہ ہو، کیونکہ دنیا ختم ہوتے ہی قیامت ہے اور حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کونسا واقعہ کس کے بعد ہوگا، انجو آخری واقعہ ارشاد فرمایا وہ ہی دنیا کی انتہا ہے اور قیامت کی ابتداء دو ملی ہوتی چیزوں میں سے ایک کی انتہاء کا علم دوسری کی ابتداء کا علم ہوتا ہے اس پر خوب غور کر لیا جاوے نہایت نفیس تحقیق ہے جو حضرت صدر الافاضل مرشدی استاذی مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے ایک تقریر کے دوران میں ارشاد فرمائی: انتہی بلنظم (جاء الحق ص ۱۱۱)

الجواب | جمعہ کے دن قیامت کے قائم ہونے سے اس کے صحیح وقت کا اثبات معنی صاحب وغیرہ کی خوش فہمی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ باقی انا والساعة کھاتین کی روایت سے قیامت کی ٹھیک مقدار اور وقت پر استدلال کرنا زری جہالت ہے۔ چنانچہ امام رازیؒ اور خطیب شرنبلہیؒ کہتے ہیں کہ:-

فان قيل اليس انه صلى الله عليه وسلم قال بعثت انا والساعة كھاتين فكان عالما بقرب وقوع العتمة فيكف قال ههنا لا أدري اقرب أم بعيد اجيب بان المراد بقرب وقوعه هو ان ما بقى من الدنيا اقل مما انقضى فهذه القدر من القرب معلوم فاما معرفة مقدار القرب فغير معلوم۔

(تفسیر کبیرہ ۸ ص ۲۲۴ و سراج مینر ۴ ص ۸۵)

اور یہی امام رازیؒ دوسرے مقام پر کہتے ہیں کہ:-

المطاد ان العلم بالوقوع غير العلم بوقت الوقوع فالعلم الاقل حاصل عندی وهوكان في الاذذار والتحذير واما العلم الثاني فليس الا الله ولا حاجة في كونی بنذیرا مبینا الیه

(تفسیر کبیرہ ۸ ص ۱۹۱)

مطلب یہ ہے قیامت کے نفس وقوع کا علم اور چیز ہے اور اس کے وقت وقوع کا علم علینہ چیز ہے پس پہلا علم تو مجھ کو حاصل ہے اور انداز و تخمین کے لیے وہی کافی ہے اور دوسرا علم خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور میرے نذیر میں ہونے کے لیے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

یہ بالکل ٹھیک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول اور حضرت ممدی علیہ السلام کے ظہور اور دجال لعین کے خروج وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے اور اس میں کسی اور نبی کو شک نہیں ہو سکتا مگر سوال صرف یہ ہے کہ کیا ان کے نزول اور ظہور و خروج کا وقت بھی بتایا ہے کہ فلاں وقت ان کا نزول اور ظہور و خروج ہوگا؟ جھگڑا تو وقت کی تعیین کے علم اور عدم علم کا ہے۔ اگر اس کے بارے میں کوئی دلیل ہے تو مفتی صاحب اس کو پیش کریں گول مول باتوں سے یہ گامی نہیں چل سکتی۔

علامہ الذہبی اور حافظ ابن حجر علی بن احمد الخوافی المغربي (المتوفی ۷۴۸ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:-

وَزَعَمَ أَنَّهُ اسْتُخْرِجَ مِنْ عِلْمِ الْحُرُوفِ وَقْتُ خُرُوجِ الدَّجَالِ وَوَقْتُ طُلُوعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَهَذِهِ عُلُومٌ وَتَحْدِيدَاتٌ مَا عَلِمْتُهَا رُسِلَ اللَّهُ بِلِ كُلِّ مِنْهُمْ حَقٌّ لَوْحٌ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَتَخَوَّفُ مِنَ الدَّجَالِ وَيَنْدُرُ أَمْتَهُ الدَّجَالُ وَهَذَا بِنَيْطِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنْ يَخْرُجُ وَأَنَا فِيكَ فَأَنَا حَيَّةٌ وَهَؤُلَاءِ الْمَجْمُوعَةُ اخْوَتُهُ يَدْعُونَ مَعْرِفَةً حَقِّي يَخْرُجُ نَسْأَلُ اللَّهَ السَّلَامَةَ أَنْتَهَى - (ميزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۱۴ ولسان الميزان ج ۲ ص ۲۵۴)

اس نے یہ گمان کیلئے کہ اس نے علم حروف سے دجال کے خروج کا وقت اور مغرب طلع آفتاب کا وقت نکالا ہے حالانکہ یہ علوم اور ان کی تعیین اور تحدید وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو بھی نہ تھا بلکہ سب کے سب رسولِ حقیقی کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کو دجال لعین کے فتنہ سے ڈرتے ہیں اور یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اگر میری موجودگی میں دجال نکلا تو میں رامت کی طرف سے) اس کے ساتھ جھگڑا کر دوں گا اور یہ جاہل دجال کے بھائی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کو دجال کے خروج کا وقت معلوم ہے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ میں ایسے گندے عقائد سے محفوظ رکھے۔ انتہی

فرمایا مفتی صاحب، طبیعت صاف مہوش یا نہیں۔ حافظ و بھی یہ اور حافظ ابن حجر مرفوعہ میں کہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حتیٰ کہ خود جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علی التعمین دجال کے خروج کا وقت اور اسی طرح طلوع شمس من المغرب کا وقت معلوم نہ تھا اگر آپ کو وقت معلوم ہے یا اس کا ادعا کرتے ہیں تو حافظ صاحب نے اس گروہ کا تذکرہ بھی کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ایک جست لگائیے اور شوق سے اس گروہ میں شامل ہو جائیے۔

ہستی سے تابلیک عدم ایک جست تھی جھپکی نہ آٹھ بھی کہ ادھر سے ادھر گیا

مفتی صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وقت کی تحدید اور تعیین کیلئے سنہ کی تقرری ضروری نہیں ہے۔ آپ سنہ ہجری سے صرف نظر کرتے ہوئے بھی یہ فرما سکتے تھے کہ مثلاً آج سے پندرہ سو ایک سال دواء اور چار یوم کے بعد قیامت آئے گی۔ باقی جس روایت کا مفتی صاحب نے حوالہ دیا ہے کہ آپ نے قیامت تک کہ من وعن واقعات بتائیے تھے۔ لہذا قیامت کا علم لازم ہے، اس روایت کی بحث اپنے مقام پر آئے گی، انشاء اللہ العزیز۔ اس سے وقت قیامت کا علم ثابت نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح مفتی صاحب کا اپنے مایہ نازات اور صدر الافاضل سے یہ نقل کرنا کہ دوہلی ہوئی چیزوں میں ایک کی ابتداء دوسری کی انتہا ہوتی ہے، روایت ودرایت باطل اور مردود ہے۔

اولاً تو اس لیے کہ اشراط ساحت اور علامات قیامت کی جملہ روایات کو پیش نظر رکھ کر بھی جمہور شراح حدیث بجز چند واقعات کے ان کی صحیح ترتیب بیان نہیں کر سکے اور یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ یہ یہ واقعات قیامت سے قبل ضرور رونما ہوں گے مگر کونسا واقعہ پہلے اور کونسا بعد کو ہوگا سونا معدودے چند واقعات کے اور کسی میں ٹھیک ترتیب معلوم نہیں ہے۔

صدر الافاضل اگر حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی یہی ایک روایت دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں روشن ہو جاتیں کہ :-

قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان اول الايات خروجا طلوع الشمس من مغربها وخروج الدابة على الناس صخري وايهما ما كانت قبل صاحبتها فالأخرى على أشرها۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۷۷ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۷)

میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا اپنے فرمایا کہ (ایمان کے نفع نہینے کی) نشانیوں میں سے پہلی نشانی مغرب سے طلوع آفتاب اور خروج دابۃ ہے۔ چاشت کے وقت یہ لوگوں پر ظاہر ہوں گی۔ ان دونوں میں جو کسی نشانی پہلے ظاہر ہوئی تو دوسری اس کے بعد ظاہر ہو جائیگی۔

اچھے ملاحظہ کر لیا کہ ان دونوں میں بھی ٹھیک ترتیب کہ پہلے کون سی ہوگی اور بعد کو کون سی نہیں بتلائی گئی یہی بتلایا ہے کہ ان میں سے جو کسی ایک پہلے ظاہر ہوئی تو دوسری اس کے بعد ظاہر ہو جائے گی۔

وثانیاً جب واقعات کے اندر ترتیب ہی معلوم نہیں تو مفتی صاحب کا یہ دعوے کیسے درست ہوا کہ حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کون سا واقعہ کس کے بعد ہوگا۔ علاوہ ازیں اگر بالفرض تمام واقعات کی ترتیب بھی معلوم ہو اور من وعن تمام واقعات اور حوادث اس میں بھی شامل بھی ہوں تو اس سے

صرف یہی ثابت ہوگا کہ بڑے بڑے اور اہم واقعات کا علم مگر وہ ہے۔ غیر ضروری واقعات کا اس سے کیا لگاؤ ہے؟ کہ فلاں مرغی انڈے دیگی، اور فلاں مرغی فلاں درخت کے پتے کھائے گی اور فلاں آدمی کے پیٹ میں فلاں کھانا جائے گا اور پھر فضلہ بن کر فلاں جگہ خارج ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ پھر واقعات کے معلوم ہونے سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ ان کا علی التبعین ٹھیک وقت بھی معلوم ہو؟ اور کس قطعی دلیل سے اس کا ثبوت ہے؟ مفتی صاحب کو محض اپنی رائے سے تعین کا حق کس نے دیا ہے اور ان کے صدر الافاضل کو یہ منصب کہاں سے حاصل ہوا ہے؟ پھر اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ آخری واقعہ کا وقت بھی معلوم تھا تو اس کا ثبوت کہاں سے ملے گا کہ اس آخری واقعہ کے آٹھ گھنٹے بعد قیامت آجائے گی درمیان میں سالوں اور مہینوں کا، ہفتوں اور دنوں کا اور لمحوں کا وقفہ نہ ہوگا؟ اور اس فرضی طریقہ سے قیامت کا ٹھیک وقت معلوم ہو جائے گا۔ الغرض یہ تمام باتیں مفروض ہیں اور ظلمات

بَحْضُهَا فَوَاقٍ بَحْضُهَا مَصْلُوقٍ ہ

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فضاں سے ہم حجت تمام کرتے ہیں آج آسمان سے ہم مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ اسی بنا پر آپ نے اپنے سبابہ اور وسطیٰ کو لمبا کر کے اپنا اور قیامت کا تعلق ظاہر فرمایا، اگر کوئی کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے تعین کا امر نہیں کیوں نہیں ارشاد فرمایا تو آپ کا ظاہر نہ فرمانا آپ کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتا۔ انتہیٰ بلفظہ (مقیاس ص ۲۷۱)

بلاشبہ عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہو سکتا مگر جب سائل آپ سے یہ پوچھے کہ قیامت کب ہوگی اور آپ یہ فرمائیں کہ غَیْبٌ وَمَا يَخْلَعُ الْغَيْبُ إِلَّا اللَّهُ یا سائل یہ پوچھے کہ کیا ایسے علوم بھی ہیں جو آپ کو معلوم نہیں تو اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ گو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سے جہلانی کے علوم عطا کیے ہیں مگر ان پانچ کا علم مجھے نہیں دیا گیا وغیرہ وغیرہ، تو عدم علم کی اس تصریح کے بعد پھر بھی مولوی محمد عمر صاحب یہ کہتے جائیں کہ آپ کا ظاہر نہ فرمانا آپ کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتا۔ سرسریہ بتان اور خالص افتراء ہے۔

اسی طرح مولوی محمد عمر صاحب کا یہ استدلال کہ ”مسلم“ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے ہر چیز پیش کی گئی جس میں تم داخل ہو گے اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم حق عطا کیا گیا قیامت کا بھی کیونکہ اس میں بھی

ہمارا دخل ہے اوصافاً تکثیبت غذا بھی کیونکہ ثور الجوفۃ صیغہ استقبال ہے اور مکافئ الکاحام کا بھی اور نزول غیث کا بھی (بلفظہ مقیاس ص ۲۷۲) تو یہ اس پر مبنی ہے کہ لفظ کل عموم میں نص قلعی ہے، اس کا مفصل جواب اپنے مقام پر عرض کیا جائے گا انشاء اللہ العزیز کہ لفظ کل استغراق کلی کو نہیں چاہتا علاوہ بریں لفظ عرض بھی اس کو نہیں چاہتا کہ ہر چیز پر تفصیلی نگاہ پڑے صرف اجمالی طور پر دیکھ لینا بھی عرض کے تحت داخل ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا حساب قیامت کے دن ہو گا وہ ہلاک ہی ہو جائے گا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا، حضرت! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ (مؤمنوں کا) عنقریب آسان حساب لیا جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:-

انما ذلک العرض ولكن من ثورقش فی الحساب یہ تعرض عرض اور پیشی ہے مگر جس کا پورا پورا اصل یا یہلک (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۸۷) گیا تو وہ ہلاک ہی ہو جائے گا۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ لفظ عرض اس کا ہرگز متفق نہیں ہے کہ ہر ایک ایک چیز کو تفصیلاً دیکھا جائے گا اور ہر ایک ایک سے الگ الگ بحث کی جائے بلکہ صرف اجمالی طور پر پیشی سے اس کا مفہم پورا ہو جاتا ہے لہذا عرض کی جتنی بھی حدیثیں فریق مخالف اپنے مدعا کے اثبات کے لیے پیش کرتے ہیں وہ ان کے لیے کسی طرح بھی سودمند نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھا فرماتے ہیں کہ:-

ای تدخلونہ من جنة و نار و قبر و محشرو یعنی جس چیز میں تم داخل ہو گے مثلاً جنت اور دوزخ وغیرہا (انتہی ج ۱ ص ۲۹) اور قبر اور محشر وغیرہ۔

اور ان چیزوں کی اجمالی خبر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے، اس میں کیا شک ہے؟ اگر اس سے پوری تفصیل مراد ہو اور مطلب یہ ہو کہ جنت اور دوزخ وغیرہ کی پوری تفصیل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھی تو اس سے نصوص قطعیہ کی مخالفت لازم آئے گی جو ہر امر باطل ہے علاوہ بریں یہ فریق مخالف کے عقیدہ کے بھی خلاف ہو گی کیونکہ آخر ان کا بھی تو یہی عقیدہ ہے کہ ماکان و مایکون کا اطلاق تا دخول جنت و نار ہی پر ہوتا ہے بعد کی طویل اور ابدی زندگی پر نہیں ہونا جیسا کہ خان صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ سے باحوالہ یہ بات اسی کتاب میں عرض کر دی گئی ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب کا مبلغ علم | غیث ۷ پھر اس کے اثبات کے لیے بخاری ج ۱ ص ۱۳۸ اور مسلم

ج ۱ ص ۲۹۹ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ: انس بن مالک سے روایت ہے، فرمایا کہ ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے۔ اچانک ایک آدمی آیا تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بارش کا کال پڑ گیا ہے اللہ سے دعا فرمائیے آپ نے دعا فرمائی تو بارش شروع ہو گئی ہمیں اپنے مکانوں تک پہنچنا مشکل ہو گیا، اچھا، پھر آگے لکھتے ہیں ”اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ بارش کا برسنا آپ کے فرمان اور اشارے سے ہوتا تھا جس کے اشارے سے بارش برسے اور جس کے اشارہ پاک سے بادل پھٹ جائے۔ بادل کیا چاند ٹکڑے ہو جائے، سورج واپس لوٹ آئے۔ یہ حدیث کہ سورج لوٹ آیا بالکل جعلی اور من گھڑت ہے، دیکھتے راقم کی کتاب ”دل کا سرور“ صفحہ ۱۸۱ اُس ذات کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کو بارش کا علم نہ تھا تو اس سے زیادہ کم فہمی اور کیا ہو سکتی ہے (مقیاس ص ۳۴۵ و ۳۴۶)۔

الجواب | مولوی محمد عمر صاحب از روئے انصاف و دیانت یہ فرمائیں (بشرطیکہ ان کے نزدیک انصاف و دیانت کوئی چیز ہو کہ اس حدیث سے علم نزول غیث کا کیا تعلق ہے؟ اور پھر یہ بتائیں کہ کیا آپ کو ایک ہی دفعہ کی بارش کا علم ہو گیا تھا یا ہر دفعہ کی اور ہر جگہ کی بارش کا علم تھا؟ اور کیا یہ بارش آپ کی دعا کی برکت سے خدا تعالیٰ نے برساتی تھی یا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برساتی تھی؟ اگر آپ نے برساتی تھی تو خدا تعالیٰ سے سوال اور دعا کرنا کیا مطلب تھا؟ اور اس ایک دفعہ کے معجزے سے مولوی محمد عمر صاحب نے (اشارہ سے ہوتا تھا، کہہ کر) ماضی استمراری کیسے بنا دی؟ اور پھر علم نزول غیث کے ثبوت میں مسلم ج ۲ ص ۱۸۱ کی یہ روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال آسمان (یعنی بادل) کو حکم کرے گا تو بارش شروع ہو جائے گی الخ (مقیاس ص ۳۴۵) پیش کر کے علم اور انصاف کا جو جوازہ مولوی محمد عمر صاحب نے نکالا ہے۔ وہ ہرگز قابلِ فراموش نہیں ہے، کیونکہ دجال عین کا یوں بارش برسانا جاو اور سمرنیم کے طور پر ہو گا اور آج بھی بعض مغربی حکومتیں مصنوعی بادل بنا کر اس سے بارش برساتی ہے اور سحر بقول علامہ شمس الدین انجیالی (المتوفی ۱۳۵۷ھ) خارقِ عادت نہیں بلکہ اسباب پر مرتب ہوتا ہے (انجیالی ص ۱۸۷) اور باقی حضرات فرماتے ہیں کہ

خلاق عادت کام اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اگر یہ کافر کے ہاتھ پر صادر ہو اور اس کی غرض کے موافق ہو تو استدلال کھلتا ہے (النجالی ص ۱۳۱) یہ کافر کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب کو اس سے کیا۔ وہ تو یہ کہہ دیں گے کہ سچ

”بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا“

مولوی محمد عمر صاحب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم مافی الارحام اور فریق مخالف کے دلائل

۲۲۵ ص ۲۰ تا تاریخ الخلفاء ص ۱۵۱ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے جب ان کی والدہ حضرت ام فضلؓ (بابا بنت الحارث) (المتوفیۃ س ۱۰۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذریں تو آپؐ نے فرمایا کہ تیرا حمل لڑکے کا ہے جب تو اس کو جنے تو لڑکا میرے پاس لانا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر آگے مولوی محمد عمر صاحب فرماتے ہیں کہ ————— ”تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

بچے کے دلائل میں اذان فرمائی اور دلہنے کاں میں اقامت۔“ بلفظہ (مولوی محمد عمر صاحب کو دلائل اور باتیں کی خبر سے تمیز نہیں ہے، ان کے نزدیک دلہنے کا معنی باتیں ہے۔ یہ فریق مخالف کا مناظر اعظم بلکہ مناظر اسلام ہے جس کا مناظرہ ہی ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ رہتا ہے۔ سچ بریں عقل و دانش بیاہ گریست۔ صفحہ پھر آپ نے بچے کا نام عبداللہ رکھا جو عبداللہ بن عباسؓ سے مشہور ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ خلفاء (عباسیہ) کا بابا ہے جس کی نسل سے سفاح اور مہدی اور وہ شخص پیدا ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اقتدار میں نماز پڑھے گا“ (محصلہ مقیاس حنفیت ص ۳۳۹ و ص ۳۴۰) پھر اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے یوں ارقام فرمایا کہ ”عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا پردے میں عورت کے حاملہ ہونے کی غیبی اطلاع دینا، آپ کا علم مافی الارحام کی حقیقت کا مطلع ہونا اور قبل از ولادت لڑکے کی مبارک دینا“ پھر چند فوائد اور زیب فلم فرما کر یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ ”کیوں جناب تم تو کہتے ہو کہ سولے جند کے مافی الارحام کا علم اور مافی عند کا علم کسی کو ہے ہی نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توقیامت تک نسلوں کا ثبوت دے دیا کیا اس پر بھی ایمان لاؤ گے یا نہ؟“ (بلفظہ مقیاس ص ۲۱۱)

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ استدلال باطل اور مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ سند کے لحاظ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں احمد بن راشد بن خثیم المللی ہے۔

الجواب

علامہ ذہبی رحمہ اللہ میں اور سافطابن حجر لسان جہاں میں لکھتے ہیں کہ بخبر باطل کہ اس نے یہ باطل حدیث روایت کی ہے) پھر آگے لکھتے ہیں فسرد حدیث درکیکا (منایت ضعیف اور رکیک روایت اس نے بیان کی ہے) اور پھر لکھتے ہیں احمد بن راشد فهو الذی اختلفت بهجہ لسان جہاں ص ۱۸۱ کہ احمد بن راشد ہی نے حماقت سے یہ روایت گھڑی ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب بتائیں کیا ان کا یہ ایمان ہے کہ قرآن کریم کی قطعی الدلالہ نصوص کو رد کرنے کے لیے ایسی ہی باطل اور من گھڑت روایتوں سے کام چل جاتا ہے۔

وثانیاً گیارہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کے حمل کا علم تھا یا تمام روئے زمین پر عورتوں (بلکہ جملہ حیوانات کی اناث) کے ارحام کا بھی علم تھا؟ اور کیا آپ نے صرف چند خلفاء کے متعلق یہ فرمایا ہے یا قیامت تک تمام نسلوں کے لیے؟ بات صاف اور دو لوگ ہو گئی لپٹی نہ کہنا

اور ہوں گے جو سب ان کی جنائیں بے غل ہم کسی کا غفرہ بے جا اٹھا سکتے نہیں

مولوی محمد عمر صاحب مسلم ج ۲ ص ۳۹۲ کے حوالہ سے روایت نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ ان کی زبانی یہ ہے: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے قریب دنس اسپ سوار نکلیں گے تو آپ نے فرمایا کہ میں ان کے ناموں کو بھی جانتا ہوں اور ان کے آباء کے ناموں کو بھی اور ان کے گھوڑوں کے زنگوں کو بھی وہ اس دن تمام روئے زمین کے اسپ سواروں سے بہتر ہوں گے۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مافی غد اور مافی الارحام کے علوم قیامت تک بیان فرمادیے" (بلفظہ مقیاس ص ۳۳۷)

مولوی محمد عمر صاحب کا تقریر و تحریر میں ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے (اور اب اس بڑھاپے

الجواب

میں وہ بھلا جا بھی کیسے سکتا ہے؟) کہ وہ خاموش نہیں رہا کرتے، ان کے نزدیک کچھ نہ کچھ کہہ اور لکھ دینا کافی اور معقول جواب تصور ہوتا ہے اور غالباً ان کا اس پر عمل ہے ع

"ملل آل باشد کہ چپ نشود"

اس خدا کے بندے کو اس کی تمیز ہی نہیں ہے کہ دعوتے اور دلیل میں مطابقت کو ملحوظ رکھ سکے۔ دعوتے تو ہے مافی الارحام کے علم کا اثبات کرنا اور دلیل یہ پیش ہو رہی ہے کہ آپ نے قیامت کے قریب دنس سواروں کے نام اور ان کے آباء کا نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ بیان فرمادیے، کیا یہ لوگ مال کے پیٹ میں ہی گھوڑوں پر سوار ہو جائیں گے؟ (معاذ اللہ تعالیٰ) مولوی صاحب آپ کو ایک

دو تین اور چار کانیں بلکہ کئی طور پر مافی الارحام کے علم کا ثبوت پیش کرنا ہے اور وہ بھی نفس قلعی اور خبر متواتر سے خبر واحد سے بھی نہیں۔ علاوہ بریں کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اُن دس آدمیوں کے اور ان کے آباء اور گھوڑوں کے بارے میں اطلاع دی ہے یا تمام روئے زمین کے ارحام اور تمام کے مافی خد کے واقعات کی اطلاع دی ہے؟ خود سے بتائیں اور دعوئے اور دلیل میں مطابقت ملحوظ رکھیں:۔

سنجصل کہ قدم رکھو دشتِ خار میں مجنوں کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

مفتی احمد یار خان صاحب جاد الحق ص ۱۱ میں اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم مافی الارحام تھا۔ پھر مؤطا امام مالک ص ۳۱۴، بیہقی ج ۶ ص ۱۷۱، طحاوی ج ۲ ص ۲۵۵ تاریخ الخلفاء ص ۸ اور اصابع ج ۸ ص ۲۸۶ کی روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے وفات کے وقت وراثت کی تقسیم کے سلسلہ میں حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا جس کا آخری حصہ یہ ہے اور ترجمہ مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں:۔

”دو تیرے بھائی ہیں اور دو تیری بہنیں ہیں تو اللہ کی کتاب کے مطابق تم اس کو تقسیم کر لو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، قسم اللہ کی اگر ایسے ایسے ہوتا تو میں اس کو چھوڑ دیتی (میری ہمشیرہ) وہ اسماؓ ہی تو ہے اور کوئی نہیں دوسری کون ہے؟ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تیری والدہ کے پیٹ میں حمل لڑکی کا ہے جو پیدا ہونے والی ہے۔ میں اس حمل کو لڑکی دیکھ رہا ہوں“

اس کے بعد مولوی محمد عمر صاحب فرماتے ہیں۔ کیوں جناب تم تو کہتے ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹ کا علم نہیں، یہاں تو آپ کے نام لیوا پیٹ کا علم ظاہر فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمادیا کہ میں تیری والدہ کے پیٹ میں لڑکی دیکھ رہا ہوں۔ (ملفوظہ بمقیاس ص ۳۴۴ و ۳۴۵)۔

اس روایت سے فریقِ مخالف کا احتجاج بچند وجوہ باطل ہے۔

الجواب

اولاً اس لیے کہ حضرت صدیق اکبرؓ رضی اللہ عنہ نے صرف ایک رحم کی خبر دی ہے، مافی الارحام کے علم کی خبر نہیں دی اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو علم مافی الارحام تھا۔ ایک رحم کے علم سے جمیع مافی الارحام کا علم کیسے حاصل ہوا؟ بندگانِ خدا دعوئے اور دلیل کی مطابقت تو پیش نظر رکھیں۔

و ثانیاً اُردھا جاریتہ کے یہ معنی جو مولوی محمد عمر صاحب نے کیا ہے۔ "میں اس حمل کو لڑکی دیکھ رہا ہوں" یہ فرض عربی سے ناواقف کی روشن اور واضح دلیل ہے۔ اُردھا (بضم البعرة) ظن کے معنی میں آتا ہے نہ کہ علم کے معنی میں چنانچہ امام ابو الفتح ناصر بن عبد السید للطبریزی الحنفی (المتوفی ۷۱۶ھ) لکھتے ہیں کہ:-

وما اُراه يفعل كذا ای ما اظنه ومنه ما اراه ليفعل كذا کا یہ معنی ہے کہ میرا اس کے متعلق ظن یہ ہے کہ وہ ایسا نہیں کریگا اور اسی سے ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی بیوی (رض) بنت خاریجہ کے حمل کے متعلق فرمایا کہ ای اظن ان مافی بطنها انثی۔ (مغرب ج ۱ ص ۱۹۷) اُردھا جاریتہ یعنی میرا ظن اور گمان یہ ہے کہ وہ لڑکی ہوگی۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:-

اُردھا بضم الهمزة ای اظهر مافی بطنها جاریتہ وفيه حصول الظن لبطل ذلك وانما المستنع العلم فلا يخالفه قوله تعالى اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ۔ اُردھا بضم الهمزة ای اظهر مافی بطنها جاریتہ وفيه حصول الظن لبطل ذلك وانما المستنع العلم فلا يخالفه قوله تعالى اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ۔

(معلی بر موطا ص ۲۱۵) ہے مافی الارحام کا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ نے جس چیز کا اظہار فرمایا تھا، وہ ظن ہے اور آیت میں جس چیز کا ذکر ہے وہ یقینی علم ہے اور علم یقینی کلی طور پر مافی الارحام کا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ امام سیوطیؒ علامہ ابن سعدؒ کے حوالہ سے روایت میں یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا قد القی فی روعی انھا جاریتہ الخ یعنی میرے دل میں یہ خیال ڈالا گیا ہے کہ وہ لڑکی ہوگی چنانچہ لڑکی ہی پیدا ہوئی اور اس کا نام ام کلثومؓ رکھا گیا (تاریخ الخلفاء ص ۱۷۱)

مفتی احمد یار خاں صاحب کا کمال ملاحظہ کر لیں کہ وہ انجیل الحاجت سے مفید مطلب حوالہ اور عبارت تو نقل کرتے ہیں۔ (دیکھئے جلد الحق ص ۱۷۱) مگر آگے یہ عبارت شیر مادر سمجھ کر مضمّن کر جاتے ہیں کہ:-

ومع هذا لا يخرج عن درجة الظن ولا يدخل فی حد العلم فافترقا۔ باوجودیکہ یہ (فرست) از ظن ہے اور خدا تعالیٰ مومن کی ذہانت کو سچا کر دیتا ہے۔ جلد الحق ص ۱۷۱ واقعہ صحیح ثابت ہوا مگر

پھر بھی ظن اور گمان کے درجہ سے خارج نہیں اور نہ علم کی
مدین داخل ہے اور دونوں میں فرق ہے۔

دیکھا آپ نے کہ ان نام نہاد مغنیوں اور مولویوں نے خدا کی کتاب پر کیسا ظلم روا رکھا ہے کہ غیر معصوم احوال
سے قطعی احکام کو اور ظن اور گمان سے علم یقینی کو اور ادھوڑے اور نامکمل حوالجات سے مکمل اور ناقابل تہنیک آیات
کو رد کر رہے ہیں اور شرک ثابت کرنے کے لیے ایسی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ

لائے گاناب سماعت کس کا دل کس کا جگر داستان ہے در دو غم داستان غنایب

و ثانیاً اگر فریق مخالف کا مقصد اس حوالہ سے یہ ہو کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو علم غیب حاصل تھا
جیسی تو آپ نے پیٹ کے محل کا تذکرہ فرمایا کہ میرے خیال میں وہ ملکی ہوگی تو ان کا یہ مرسوم تصور بھی
یقیناً باطل ہے کیونکہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی وفات سے چند لمحات پہلے حضرت عثمانؓ کو بلا کر فرمایا کہ

لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ وصیت ہے جو ابو بکرؓ

بن ابی قحافہؓ زینوی زندگی کے آخری لمحات میں اور دنیا سے
جدا ہوا اختیار کرتے ہوئے اور آخرت کی پہلی منزل

میں داخل ہوتے ہوئے کر رہا ہے یہ وہ وقت

ہے جس میں کافر ایمان لائے اور فاجر یقین

کرنے اور جھوٹا سچ بولنے پر مجبور ہوتا ہے میں

نے تمہارے اوپر عمر بن الخطابؓ کو خلیفہ بنایا ہے اس کی

بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اور خدا تعالیٰ

کی قسم میں نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اس

کے دین اور اپنے نفس اور تمہارے ساتھ بھائی کرنے

میں کوئی کوتاہی نہیں کی اگر عمر بن عدل وانصاف

سے کام لے تو میرا خیال اور دانستہ بھی اس کے متعلق یہی

ہے اور اگر عدل وانصاف سے ہٹ کر اور کوئی طریقہ اختیار

کرے تو میرا دمی کے لیے وہی کچھ ہوگا جو اس نے کیا ہے میں

اكتب بسم الله الرحمن الرحيم هذا ما عهد

ابوبكر بن ابی قحافه في اخر عهده بالدين

عنها وعند اول عهده بالاخوة داخل فيها

حيث يؤمن الكافرون والفاجر وليصدق

الكاذب اتي استخلفت عليكم بعدى

عمر بن الخطاب فاسمحو له واطيعوا و

اني والله لعدو الله ورسوله ودينه

ونفسي واياكم خيرا فان عدل فذلك

ظني به وعلي في وان بدل

فلكل امرئ ما اكتب والخير اودت ولا

اعلم الغيب وسيعلم الذين ظلموا

اى منقلب يتقلبون والسلام عليكم

ودحمة الله وبركاته - تاريخ الخلفاء ص ۱۰

شرح عقائد جلی ص ۱۰ والکامل للبرج ص ۱۰

نے نیکی ہی کا ارادہ کیا ہے اور میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور غریب
ظالم جان لیں گے کہ کس کر دٹ وہ پھرتے ہیں۔ والاعلم علیکم
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ملاحظہ کیا آپ نے کہ افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابو بکر رضی عنہ وفات سے چند لمحات پہلے کیا فرمایا؟ اگر
حضرت ابو بکرؓ کو علم غیب نہیں تو کسی اور ولی اور بزرگ کو کیسے اور کہاں سے ہوگا؟ اور اگر وہ اپنے بعد
ہونے والے خلیفہ کے عدل و انصاف اور رعایا پروری کے نشیب و فراز سے آگاہ نہیں تو فرمایئے اور کون
ہو سکتا ہے؟ اور اگر حضرت ابو بکرؓ کو مافی غد کے واقعات کا علم نہیں تو اور کس کو ہو سکتا ہے؟ انصاف
اور دیانت کے ساتھ ملاحظہ کرنے والے کو صرف اس ایک ہی واقعہ سے بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے، مگر
حوال نصیبوں اور تہی و تنان قیمت کو اس سے کیا حاصل؟

متی و تنان قیمت را چہ سود از زہب سبکامل چوں خضر از آب حیوان تشنہ می آر و سکندرا
بریلوی حضرات نے علم مافی الارحام کا عقیدہ شیعہ امامیہ سے لیسے چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ
لطیفہ (المتوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں

لان الامامیۃ یعتمدون النما الامام المعصوم
یعلم مافی بطن الحامل وما واء الجدار
شیعہ کے امامیہ فرماتے کہ یہ اعتقاد ہے کہ امام معصوم حاملہ
کے پیٹ کا اور دیوار کے پیچھے کی اشیاء کا علم رکھتے ہیں۔
(تاریخ الخلفاء ص ۲۱۲)

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا ماذا اکتسب خدا کی خبر دینا (مقیاس ص ۲۲۴)
پھر اس کی دلیل میں قل ٰ یٰ اَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ کی سورت
علم مافی غید اور باری ارض تموت
اور فزلیق مخالف کے دلائل

میں آیت وَلَا اَنَا عَلٰدُ الْاٰیۃ سے یوں استدلال کیا ہے کہ اس آیت کہ میرے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے کل کی خبر دی کہ جس کی تم عبادت کرتے ہو اس کی میں نہیں عبادت کروں گا الخ (مقیاس ص ۲۲۴)
مولوی محمد عمر صاحب کا یہ استدلال بھی کمزور ہے۔ اولاً اس لیے کہ اسم فاعل اور
الجواب مضارع اگرچہ حال اور استقبال دونوں کا احتمال رکھتے ہیں مگر علی التبعین اس سے استقبال

ہی مراد لینا اور اس پر بضد ہو جانا صحیح نہیں ہے!

وَقَالُوا "اگر اس آیت کا یہ معنی تسلیم بھی کر لیا جائے جیسا کہ بعض حضرات مغضربین کرامؓ نے لکھا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ نے لفظ کُل سے اطلاع دے کر اعلان کر دیا ہے، کہ تم کدو کہ جیسے میں اب غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتا آئندہ بھی نہیں کروں گا۔ یہ بات تو محل نزاع سے بالکل خارج ہے۔

وَقَالُوا کیا آپ نے کُل کے متعلق صرف عبادت ہی کی خبر دی ہے یا ہر چیز کی جو کُل واقع ہونے والی ہے؟ جگہ ۱۱ امورِ خمسہ کے جزئیات میں نہیں کلیات میں ہے۔ فاین الثری من الثریا۔ مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ ابو داؤد ج ۲ ص ۵۸ و نسائی ج ۱ ص ۲۹۳، مسلم ج ۲ ص ۳۸ و مند ابو داؤد طیارسی ص ۱، خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۹۹ میں حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہے کُل فلال کے گرنے کی جگہ اور اپنے اپنے دستِ پاک کو زمین پر رکھا اور یہ ہے کہ کُل فلال کے گرنے کی جگہ اور اپنے اپنے دستِ پاک کو زمین پر رکھا تو فرمایا حضرت انس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ پاک کی جگہ سے اُن فرمودہ آدمیوں سے کوئی بھی پس و پیش نہیں ہوا تو بمطابق حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ کر قلیب بدر میں ڈال لیا۔ اس حدیثِ پاک سے صاف ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امورِ خمسہ سے امرین کی اطلاع قبل از وقت فرمائی (۱) مَاذَا اشْكَبُ عَذَا کا علم یعنی کُل کیا ہوگا؟ (۲) وِبَايَ اَرْضِ تَمُوْنَتِ کا علم یعنی کونسی زمین میں مرے گا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظ غد یعنی کُل کا علم ظاہر فرمایا (مقیاس ص ۳۲۸)

اور مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں کہ۔ خیال ہے کہ کون کس جگہ مرے گا یہ علومِ خمسہ میں سے ہے جس کی خبر حضور علیہ السلام جگہ بدر میں ایک روز پہلے ہی دے رہے ہیں۔ (جاء الحق ص ۶۵)

جگہ ۱۱ اس میں نہیں ہے کہ امورِ خمسہ میں سے بعض امور کی بعض جزئیات کا علم | **الجواب** | بھی کیا اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو ہے یا نہیں اور کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے بعض جزئیات کی اطلاع دی گئی ہے یا نہیں؟ جزئیات کا علم مفروضہ ہے، اہل حق میں سے کوئی اس کا منکر نہیں ہے۔ جگہ ۱۲ صرف اس امر میں ہے کہ کیا ان امور کے کلیات کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو حاصل ہے؟ اہل حق اس کا انکار کرتے ہیں اور فریغِ مخالفت اس پر اہل حق سے مخالفت کرتے ہیں اور اس پر یقین ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب کا ازراہِ حجالت یا خیانت یہ ارشاد فرماتا کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے امورِ خمسہ سے امرین کی اطلاع قبل از وقت فرمائی انہیں اس پر باطل ہے کیونکہ آپ نے امورِ خمسہ میں سے امرین کی اطلاع نہیں دی بلکہ ان امرین میں سے صرف دو جزئیات بتائی ہیں اور ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ لکھنا خالص خود فریبی پر مبنی ہے کہ کون کس جگہ مرے گا یہ علومِ خمسہ میں سے ہے۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ علومِ خمسہ میں سے نہیں ہے بلکہ علومِ خمسہ کے جزئیات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے۔ بشرطیکہ وہ اس سمجھ کے اہل بھی ہوں۔

تو خود وہ بے فیض مردہ دل زاہد کہ سخیل خشک سے امید برگ و بار نہیں
قاری بن کر ام! ہمارا ایمان ہے کہ جو خبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر کی لڑائی سے ایک دن پہلے دی تھی وہ بالکل صحیح اور حق تھی مگر وہ صرف یہ خبر تھی کہ فلان کافر کل اس جگہ قتل کیا جائے گا۔ رہا یہ کہ اس کو کون قتل کرے گا؟ کل کی جملہ گھڑیوں اور گھنٹوں کے اندر وہ کس گھڑی یا گھنٹے یا گھنٹے ٹکے کو مارے گا، منٹ یا سیکنڈ میں وہ قتل ہوگا؟ یہ اور اس قسم کی دیگر تفصیلات وقوع سے قبل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھیں۔ جب ان مقتولوں کے بارے میں پوری تفصیلات کا علم آپ کو حاصل نہ تھا تو جمیع مافی مذکر کی تفصیل کا علم کس طرح حاصل ہوگا؟ ایک جزئی واقعہ سے کلی بنا لینا فریقِ مخالفت کے باتیں ملانے کا کرتب اور کھیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بدر کے مقتولوں کے سر غزہ ابو جہل کے قتل کی سرسری اور اڑتی ہوئی خبر سنی تو:

قال التبتی صلی اللہ علیہ وسلم بدروم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر والے دن فرمایا
نیظر ما فعل ابو جہل فانطلق ابن مسعود فوجہ کون ہے جو جا کر دیکھے کہ ابو جہل اس وقت کس حال میں ہے
قد ضربہ ابنا عسراء اور کیا کر رہا ہے؟ تو ابن مسعود تشریف لے گئے اور جا کر دیکھا

(بخاری ج ۲ صفحہ ۵۶۵ و مسلم ۲ مثلاً) کہ اس کو غزوات کے دو بیٹوں نے مارا ہے۔

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان مقتولوں کے اور خصوصیت سے ان کے سر کردہ لیڈر ابو جہل کے قتل کے مکمل تفصیلی حالات معلوم ہوئے تو آپ یہ کیوں فرماتے کہ کون جا کر ابو جہل کے حال کو دیکھے کہ آتا ہے کہ وہ اس وقت کیا کر رہا ہے (ما فعل، وفی روایت البخاری و مسلم ما صنع) اور لطف کی بات یہ ہے کہ جب دونوں قابل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ابو جہل کا قصہ بیان کرتے

میں تو آپ مزید قرآن اور شواہد کو دیکھ کر طمانیت قلب کا سامان تلاش فرماتے ہیں۔ آخر صحیح روایت ہی کے اندر یہ بھی تو موجود ہے کہ

ثم انصرفا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم
فاخيرا لا فقال ايكما قتله فقال هل هل
منهما انا قتلت فقال هل مستحما سيفكما
فقال لا فظفر رسول الله صلى الله عليه وسلم
الى السيفين فقال كلا كما قتله وقضى
رسول الله صلى الله عليه وسلم
لبسه لمعاذ بن عمرو بن الجموح والرجل
معاذ بن عمرو بن الجموح ومعاذ بن عمرو
صلى الله عليه وسلم ۲۷ مشكوة ۲ (۲۵۲)

پھر وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور ان دونوں نے ابوجہل کے قتل کی خبر آپ کو سنائی
آپ نے فرمایا تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان دونوں میں
ہر ایک نے یہ کہا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم
نے اپنی تلواریں پونجھی ہیں؟ دونوں بے نہیں۔ جب آپ نے
دیکھا تو دونوں کی تلواریں خون آلود تھیں۔ آپ نے فرمایا تم دونوں
نے ہی اس کو قتل کیا ہے مگر آپ نے ابوجہل کا سلب کا
کل سامان معاذ بن عمرو بن الجموح کو دیا اور یہ دونوں
آدمی ایک معاذ بن عمرو اور دوسرا معاذ بن عمرو تھے۔

قاہلہ۔ بعض روایات میں معوذ اور معاذ کا نام آتا ہے۔ ان دونوں کی والدہ ایک تھی مگر باپ
الگ الگ تھے، اور بعض روایات میں آتا ہے کہ ابن مسعود نے ابوجہل کا سر کاٹا تھا۔ امام ابو داؤد الطیالسی
(المتوفی ۲۴۰ھ) کی روایت میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود نے قتل ابوجہل کے بعد سخت گرمی کے
دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر یہ فرمایا کہ:-

يا رسول الله هذا عدو الله ابوجهل قتل
فقال النبي صلى الله عليه وسلم الله لقد قتل
الله لقد قتل فانطلق بنا فارينا لا فجاءه فظفر
اليه فقال هذا كان فرعون هذه الامة
(ابو داؤد الطیالسی ص ۲۷)

یا رسول اللہ، یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابوجہل قتل کر دیا گیا ہے
آپ نے ارشاد فرمایا بخدا ابوجہل قتل ہو چکا ہے؟ میں نے
کہا ہاں حضرت، خدا کی قسم وہ قتل ہو چکا ہے۔ پس آپ
ہمارے ساتھ تشریف لے گئے اور ہم نے ابوجہل آپ کو
دکھایا اور آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ اس امت کا فرعون تھا۔

یہ روایت بھی اس بات کی صریح اور واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
ابوجہل کے قتل کے تفصیلی حالات اور جملہ کیفیات معلوم نہ تھیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ عقیدہ نہ
تھا کہ آپ جنگ بدر سے ایک دن پہلے هذا مصرع فلان غدا انشاء اللہ کہنے کی وجہ سے علم الغیب

اور جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہو گئے ہیں، ورنہ ان کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ واقعہ حاصل ہوتا تھا۔
 سے بتانا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا اور حضرت ابن مسعودؓ کا بیان سن کر آپؐ نے ان کو مزید طمانیت قلب کے
 لیے قسم دی اور پھر ان کے ساتھ جا کر کشم خشم خود اس امت کے فرعون کو مقتول حالت میں دیکھا بھی۔ یہ
 تمام اندرونی اور بیرونی شواہد اور قرائن فریق مخالف کے ہذا مصرع فلان الہیؑ اخذ کردہ نظریہ مسلم
 جمیع ماکان و مایکون پر پانی پھیرتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ علم و فہم اور دیانت و انصاف سے محروم نہ ہو چکے ہوں
 اور جبل و ضد جیسے اپنے متلع غریزہ کو چھوڑنے پر بھی آمادہ ہوں مگر وہ یہ کہہ دیں گے کہ:-

یہ سب سوچ کر دل لگایا ہے ناصح نئی بات کیا آپؐ فرما رہے ہیں
 امام نووی رحمہ اور علامہ طیبی الحنفی رحمہ لکھتے ہیں کہ:-

قالوا واما اخذ السبعین لستدل
 بهما على حقيقة كيفية قتلهما
 فعلم ان ابن الجوزي اثنه
 ثم شاركه الثاني بعد ذلك
 وبعد استحقاق السلب فلم يكن
 له حق في السلب -
 حضرت علامہ کرامؒ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
 وہ دونوں تلواریں ایسے لی اور دیکھی تھیں تاکہ ان کے ذریعے سے ان دونوں کے
 قتل کی کیفیت کی حقیقت کو معلوم کر سکیں جب آپؐ نے تلواریں دیکھیں
 تو آپؐ کو معلوم ہوا کہ ابن جوشی کے زعم کاری ہیں اس کے بعد دوسرا قاتل
 اس کے ساتھ شریک ہوا ہے اور چونکہ ابن جوشی نے کالی زہنوں
 کی جڑ سے سلب کا مستحق ہو چکا تھا اس لیے دوسرے کو سلب کچھ نہیں
 سکا۔ مگر تطبیق خاطر کے لیے آپؐ نے دونوں کو قاتل فرمایا۔ (۲۵۲)

پوچھئے مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب وغیرہ اہل بدعت حضرات سے کہ مافی غیب
 کے اندر جو لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں دیگر حوادث اور واقعات پیش آئے تھے، ان کا تو قصہ
 ہی چھوڑ دیجئے۔ جن مقتولین بدر کے قتل کی خبر آپؐ نے ایک دن پہلے سنائی تھی، ان کے قتل کی کیفیت۔ قاتلوں
 کا صحیح علم۔ اور یہ کہ کس کی تلوار سے وہ قتل ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ یہ بھی تو معلوم نہ تھا۔ اہل بدعت تو
 رائی کا پہلا بنا جانتے ہیں اور بقول حضرت علیؑ علیہ السلام (بروایت ابن جابر) ”تم پھر دل کو جانتے ہو اور
 اونٹوں کو نگل جاتے ہو“ کہ صریح روایت کو چھوڑ کر صرف اوصاف مجہولوں پر غنائد کی بنیاد رکھتے ہیں۔
 مگر ہم کیا کریں۔ کیا قرآن کریم کی قطعی آیات اور ان صحیح احادیث کو چھوڑ دیں اور تمہارے باطل اور خود ساختہ
 عقائد کو اپنائیں؟ حاشا وکلا ہم تو اس کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ تم جانو اور تمہارا کام ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول برحق کے ارشاد کو سب سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔

ہاؤ تم عالم فرصت کا متاثر نہ کیجو پھوڑ دو گردش تقدیر کو تقدیر کے ساتھ

اس کے بعد مولوی محمد عمر صاحب نے علم ماندر پر چند روایات اور بھی پیش کی ہیں مثلاً یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے اور شادی کریں گے ان کی اولاد ہو گی اور کم و بیش پینتالیس سال حکومت کریں گے، پھر ان کی وفات ہوگی اور میری قبر کے پاس ہی دفن ہوں گے اسی طرح یہ روایت کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باب لُد کے پاس دجال لعین کو قتل کریں گے وغیرہ وغیرہ دریکھنے مقیاس ۲۲۹ و ۲۳۰ مگر ان روایات سے استدلال باطل ہے کیونکہ یہ اشرار طاعت اور علامات قیامت سے ہیں اور ان کے بارے میں کسی مسلمان کو ذرہ برابر بھی شک نہیں ہو سکتا ان سے علم جمیع مافی غذا ثابت کرنا دوزخ کار بات اور ٹیڑھی کھیر ہے۔ ہم نے باب اول میں اس قسم کی روایات کو قدرے تفصیل سے پیش کر دیا ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ ۱۰ مشکوٰۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ میں ہے حضور علیہ السلام نے یحییٰ کے دن فرمایا کہ ہم کل یہ جمنڈا اس کو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ خیر فتح فرمائے گا۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ (مباد الحق ص ۱۵)

الجواب اگر اس سے مراد یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کل کے واقعات میں سے صرف ایک واقعہ کی اطلاع دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر قلعہ فتح ہوگا تو بالکل صحیح ہے

اس میں کسی کو کلام نہیں ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ کل کے اندر رونما ہونے والا ہر واقعہ آپ کو معلوم تھا اور یہ حدیث اس کی دلیل ہے تو یہ قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ اس ارشاد کے بعد ہی یحییٰ میں زینب نامی

ایک یہودیہ عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ڈال کر آپ کو اور آپ کے چند ساتھیوں کو کھلا یا جس کی وجہ سے حضرت بشر بن ابی رباح بن عمرو کی شہادت ہو گئی۔ (دیکھئے البراد و ج ۲ ص ۲۶۵ و مستدرک ج ۳ ص ۲۱۹) بلکہ یہ روایت بھی آتی ہے کہ وَكَلَنِي أَصْحَابُ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ الْمَكْرُوهَةِ ۴۷۱ ابوالفضل ص ۲۶۵ میں وَكَلَنِي

بعض اصحاب علیہ السلام کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ زہر آلود بکری کھائی تھی وفات پا گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وفات پانے والے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، اگر خباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر کل کی بات معلوم ہوتی جس کے اثبات کے قرین مخالف درپے ہے۔ تو

بتائے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمداً اور دیدہ دانستہ ان حضرات صحابہ کرامؓ کو زہر کھلا کر مروا ڈالا تھا؟ یٰٰنہوا تو جبروا۔

کیا تمہارا یہی عشق رسول ہے۔ حضرت اُسامہ بن زیدؓ (المتوفی ۳۵ھ) کے واقعہ میں آپ ایک کلمہ گو کے قتل کر دینے سے اتنے ناراض ہوئے کہ حضرت اُسامہؓ کو یہ کہنا پڑا کہ کاش میں اس وقت تک مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا (مسلم ج ۱ ص ۱۱۱) مگر جب اپنی ہوس آتی تو کوئی مخلص صحابہ کرامؓ کو شہید کر دیا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) رہا یہ بہانہ کہ شہادت بھی ایک بلند مقام ہے لہذا آپ نے عمداً ایسا کر دیا تھا، یہ کہہ کر فریق مخالف ہرگز کو خلاصی نہیں کر سکتا اور نہ اس سے کوئی سمجھدار مطمئن ہو سکتا ہے۔ حضرت اُسامہؓ کے واقعہ میں آپ ایسی شہادت سے کیوں ناراض ہوئے تھے؟ یہ تو جہیہ سلسلہ سر مردود اور باطل ہے:۔

چل جیے آپ دل کو تڑپا کر کون دیکھے یہ بے بسی دل کی

قارئین کرام! کوئی معقول اور صحیح دلیل فریق مخالف کی طرف سے اس پر نہیں پیش کی جا سکتی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کئی طور پر علم قیامت، نزول باران، مافی الارحام اور باقی ارض موت وغیرہ اُمور خمسہ کا علم حاصل تھا، اور آپ نے ان کے دلائل کی کائنات بھی دیکھ ہی لی، اب اس کے بعد ہم اپنے دلائل پیش کرتے ہیں۔ اور فریق مخالف کے بے مضنگے اعتراضات اور غلط قسم کے جوابات کو مل کرنے کے درپے ہم نہ ہول گئے کیونکہ ہمارا راستہ اب بالکل صاف ہے۔ ہاں اگر کوئی بات ایسی ان کی نظر آئی جس کی طرف توجہ مناسب ہوتی تو ہم اس کو مل کر کے جائیں گے، انشاء اللہ العزیز۔ ہاں ان کی طرف جو آیات اور احادیث وغیرہ پیش کی جائیں گی، ان کے جوابات مستقل ابواب میں ہم عرض کریں گے انشاء اللہ العزیز!۔

یہ دیکھ کر میرا دیدہ تر سمجھ لو خود حالِ قلب مضطرب کہ ہو گا کس جوش میں ہند جو یہ تلاطم صحاب میں ہے

دوسری آیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنْ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا
عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ○
لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے اس کا علم تو بس اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور آپ کو کس چیز نے بتایا، شاید کہ وہ قیامت کی گھڑی قریب ہی ہو۔

اس آیت سے بھی بصراحت یہ ثابت ہوا کہ قیامت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا۔ امام سفیان بن عیینہؒ اور سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حوالہ سے پہلے یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کا علم عطائی طوعاً پر بھی نہیں دیا اور یہی آیت ان بزرگوں نے اپنی دلیل میں پیش کی ہے۔

امام علی بن محمد غزالیؒ فرماتے ہیں کہ:-

مشرکین از راو شرارت و عیلت خواہی کے اور یہو بطور امتحان کے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے، کیونکہ اورات میں قیامت کے وقت کو پوشیدہ رکھا گیا تھا سو خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ ان سب کو یہی جواب دیں کہ اس کا علم بس صرف خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے اس نے اس کو اپنے ہی ساتھ مختص کر لیا ہے۔ اور اُس نے اس کی اطلاع کسی نبی اور کسی فرشتہ کو نہیں دی ہے۔

ان المشرکین كانوا یأتون رسول الله صلی الله علیه وسلم عن وقت قیام الساعة استعجالاً سبیل الهزمه وكان اليهود یسألونه امتحاناً لان الله عظمی علیهم علم وقتها فی التوراة فامر الله تعالیٰ نبیہ صلی الله علیه وسلم ان یجیبهم بقوله - قُلْ إِنَّمَا عَلِمْتُهَا عِنْدَ اللَّهِ - یعنی ان الله تعالیٰ قد استأثر به ولم یطلع علیه نبیاً ولا ملکاً (تفسیر غزالی ج ۵ ص ۲۲۸)

امام محمد بن النبیؒ فرماتے ہیں کہ:-

لو کہ آپ سے قیامت کے بابت سوال کرتے ہیں آپ فرمائیجئے کہ اس کا علم بس خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور کسی نے یہ کو بنایا؟ یعنی کس نے آپ کو قیامت کے معاملہ کی خبر دی ہے کہ وہ کب واقع ہوگی؟ یعنی آپ اس کو نہیں جانتے۔

وَلَيَسْئَلَنَّ النَّاسُ مِنَ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عَلِمْتُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُذَرِّكَ إِی اِی شَیْءٍ یَعْلَمُكَ اَمْرُ السَّاعَةِ وَتَقُولُ یَا اَنْتَ لَا تَعْرِفُ (معالم التنزیل بر غزالی ص ۵۲۸)

اور خطیب شریفؒ کے اس موقع پر یہی الفاظ ہیں۔ (دیکھئے السراج المنیر ص ۲۴۷ ج ۳)

اور امام رازیؒ کہتے ہیں کہ:-

آپ فرمادیجئے کہ قیامت کا علم بس خدا تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں اس کا علم نہیں ہو سکا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک خاص حکمت کی وجہ سے مخفی رکھا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا عَلِمْتُهَا عِنْدَ اللَّهِ - لَا یَتَّبِعُونَ لَكُم فَاِنَّ اللَّهَ أَخْفَا هَا لِحِکْمَةٍ (کبیر ج ۶ ص ۵۲۸)

اور قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں کہ :-

قُلْ إِنَّمَا عَلَّمْتُهَا عِنْدَ اللَّهِ - لَمْ يَطْلَعْ
عليها ملكاً ولا نبياً - (بیضاوی ج ۲ ص ۶۱)

اور علامہ معین بن صفیؒ لکھتے ہیں کہ :-

قُلْ إِنَّمَا عَلَّمْتُهَا عِنْدَ اللَّهِ - لَمْ يَطْلَعْ عَلَيْهِ
احداً - (جامع البیان برطالین ص ۲۵۶)

اور علامہ ابوالسعودؒ فرماتے ہیں کہ :-

یعنی ان الله تعالى قد استأثر به ولم يطلع عليه
نبياً ولا ملكاً - (تفسیر ابوالسعود ج ۷ ص ۲۵۲)

اور بعینہ ہی الفاظ اس مقام پر علامہ نسفیؒ الحنفیؒ لکے ہیں (دیکھیے تفسیر مدارک ج ۳ ص ۲۴۰)۔

اور حافظ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :

يقول تعالى مُخْبِرًا لِرَسُولِهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ
وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ أَنَّهُ لَا عِلْمَ لَهُ بِالتَّائِعَةِ وَأَنَّ
سَأَلَ النَّاسَ مِنْ ذَالِكِ وَارْتَدَّ عَنْهُ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا
إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ كَمَا قَالَ تَعَالَى فِي سُورَةِ الْأَعْرَافِ
وَهُي مَكِيَّةٌ وَهَذِهِ مَدِينَةٌ فَاسْتَمَرَّ الْحَالُ فِي
رَدِّ عِلْمِهَا إِلَى اللَّهِ الَّذِي يَقِيمُهَا لَكِنْ أَخْبَرُوا أَنَّهَا
قَرِيبَةٌ لِقَوْلِهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ التَّائِعَةَ
تَكُونُ قَرِيبًا - (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۹)

اور قاضی ثناء اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :-

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنْ التَّائِعَةِ أَيْ عَنْ
وَقْتُ قِيَامِهَا اسْتِهْزَاءً أَوْ تَعَنُّتًا أَوْ ائْتِمَانًا
إِلَى أَنْ قَالَ قُلْ يَا مُحَمَّدًا إِنَّمَا عَلَّمْتُهَا عِنْدَ

آپ فرمادیکھتے کہ قیامت کے وقت خاص کا علم بس خدا تعالیٰ ہی کہے
اس نے نہ کوئی فرشتہ نہ کوئی اسی اطلاع دی ہے اور نہ کسی نبی کو۔

آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم بس خدا تعالیٰ ہی کہے اور آپ کو
یہ کس نے بتایا؟ یعنی آپ اس کو نہیں جانتے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے علم قیامت کو اپنے ہی لیے خاص کر لیا ہے
اور کسی فرشتہ اور کسی نبی کو اس کی اطلاع نہیں دی ہے۔

اور بعینہ ہی الفاظ اس مقام پر علامہ نسفیؒ الحنفیؒ لکے ہیں (دیکھیے تفسیر مدارک ج ۳ ص ۲۴۰)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلوات اللہ
وسلامہ علیہ) کو بتلایا کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں ہے اگرچہ
لوگ پوچھتے ہیں اور آپ کو ہدایت کی ہے کہ اس کے علم کو
بس خدا تعالیٰ ہی کے سپرد کریں جیسا کہ سورۃ اعراف میں بھی
یہی حکم ہے اور وہ آیت مکی ہے اور یہ مدنی ہے۔ اس مدنی
آیت سے بھی سہی معلوم ہوا کہ علم قیامت کو اس کے قائم کرنے
والے کے حوالہ کرنا ہی متعذر البتہ وَمَا يُدْرِيكَ الْخَوَافِرُ
آپ کو یہ بتلادیا گیا ہے کہ فی الجملہ قیامت کا وقوع قریب ہی ہے۔

آپ کو قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں یعنی قیامت کے برپا
ہونے کے مخصوص وقت کے متعلق استہزاء یا اعتماد یا امتحان آپ سے
پوچھتے ہیں (دیکھ فرمایا) اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ فرما

اللہ لم یطلع اللہ احدا من الانبیاء صحیحہ کہ قیامت کے وقت خاص کا علم تو بس خدا تعالیٰ
فالملائکۃ وما یدرونک وای شیئ یحکمک ہی کے پاس ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرات اہل بیت کو علم السلام
وقت قیامہا اذا لم یطلع اللہ علیہ اور مشرکوں میں سے کسی ایک کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی اور انکو
احدا من خلقہ کس چیز نے بتایا ہے اس کے قیام کا وقت؟ اللہ تعالیٰ نے تو اس کے

(تفسیر منطری ج ۷ ص ۳۲۷)

قرآن کریم کی یہ آیت اور اس کے تحت حضرات مفسرین کرامؒ کی یہ صریح عبارتیں اس امر کو واضح کرتی
ہیں کہ وقت قیام قیامت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور نہ اللہ تعالیٰ
نے آپ کو اس پر مطلع کیا تھا اور قرآن کریم کی اس آیت سے حضرات مفسرین کرامؒ نے یہی سمجھا ہے
(جیسا کہ ان کی عبارت سے یہ روشن ہو گیا ہے) کہ قیامت کا عطا فی علم بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا۔ نہ تو مکہ مکرمہ میں یہ علم آپ کو عطا ہوا تھا اور نہ ہی مدینہ طیبہ میں، آخر تک
یہی حال مستمر رہا۔ مگر نہ معلوم اہل بدعت کو یہ کمال سے منکشف ہوا اور ان پر اب کون سی نئی وحی نازل ہوئی
جس سے ان کو یہ بتلا دیا گیا کہ قیامت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی عطا ہو گیا تھا
اور آپ کی امت کے حضرات اولیاء کرام کو بھی؟

بہتر خد کہ عارف و زام بکس نکتہ در حیرت کہ بادہ فروش از کجاشنید

فائدہ :- علامہ خازنؒ نے یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں علم قیامت کو مخفی رکھا ہے
اور علامہ ابوالسعودؒ نے اور علامہ نسفیؒ نے اسی موقع پر اس کی تصریح کی ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم
سے پہلی تمام آسمانی کتابوں میں بھی علم قیامت کو پوشیدہ ہی رکھا ہے :-

اور انجیل متی، باب ۲۴، آیت ۳۶ میں ہے :- لیکن اُس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا
نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ ۴ اور یہی عبارت انجیل مرقس باب ۱۳، آیت ۳۲ میں مذکور ہے
الغرض قرآن کریم اور صحیح احادیث کی طرح سابق آسمانی کتابیں بھی اس پر متفق ہیں کہ قیامت کا حیک
وقت اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو معلوم نہیں نہ کسی فرشتہ کو اور نہ کسی رسول کو۔

تیسری آیت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:-

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَنْ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (پ ۲۰- نل- ۵۷)

آپ فرمادیجئے کہ نہیں علم رکھتے غیب کا وہ جو آسمانوں میں ہیں اور وہ جو زمین میں ہیں مگر صرف اللہ تعالیٰ، اور مخلوق کو یہ علم اندر بھی نہیں کہ کب بلائے جائیں گے۔

یہ نص بھی قطعی طور پر اس کو واضح کر رہی ہے کہ آسمان اور زمین میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کو غیب کا علم حاصل ہو۔ غیب کا علم تو صرف ذاتِ خلدِ مزی کے ساتھ مخصوص ہے اور بس انباءِ غیب اور انباءِ غیب کا معاملہ ہی جلا ہے۔ پہلے تفصیل سے باحوالہ یہ عرض کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی نفی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے اور ان کا استدلال سو فیصدی حق اور صحیح ہے۔ ذاتی اور عطائی وغیرہ کا جھگڑا پہلے منقطع گزر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، وہاں ہی ملاحظہ کر لیا جائے۔ نیز یہ بھی گند چکا ہے کہ جن حضرات نے ذاتی اور مستقل وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں ان کی مراد بھی ہرگز یہ نہیں کہ کلی طور پر سب علمِ غیب غیر اللہ کو حاصل تھا بلکہ انہوں نے نفی اور اثبات کے دلائل کو ہمیشہ نظر رکھ کر صرف بعض جزئیات کے بارے میں ایسا کہا ہے چنانچہ خود ان کی تصریحات ہم نے باحوالہ عرض کر دی ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی علمِ غیب حاصل نہ تھا۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ اس آیت کے شانِ نزول میں لکھتے ہیں کہ:-

نزلت فی المشرکین حیث سألوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن وقت قیام الساعة (معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۲۷)

یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا تھا:-

اور یہی شانِ نزول جلالین ص ۳۲۱، مدارک ج ۲ ص ۳۲۷ اور جامع البیان ص ۳۲۷ وغیرہ میں مذکور ہے۔

علامہ خازنؒ فرماتے ہیں کہ:-

والمعنی ان اللہ هو الذی یعلم الغیب وحدہ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۲۷)

مطلب آیت کا یہ ہے کہ بس خدا تعالیٰ ہی کو علمِ غیب اور وہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی اور ان کو یہ خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے یعنی جو مخلوق کہ آسمانوں

میں ہے اور وہ فرشتے (مغیرو) ہیں اور جو زمین میں ہے یعنی
بنی آدم (اور نباتات وغیرہ) ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کب
اٹھائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کے علم کے ساتھ متفرّد
ہے۔ (اس کو اس کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا)۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو حکم دیتے ہوئے
فرماتا ہے کہ آپ تمام مخلوق کو تعلیم دیتے ہوئے یہ بتلا دیں
کہ آسمان اور زمین کے پہنے والوں میں سے کوئی ایک بھی
خدا تعالیٰ کے سوا غیب کا علم نہیں رکھتا، اور الا اللہ الشی استغناء
منقطع ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیکر کسی کو بھی
غیب کا علم نہیں ہے، وہی اس کے ساتھ متفرّد ہے۔ اس میں
اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ دوسری جگہ
فرماتا ہے، وعندہ مقادیر الغیب الّٰیّۃ اور فرماتا ہے
عندہ علم الساعة الّٰیّۃ اور اس بارے میں بہت
سی آیات قرآن کریم میں موجود ہیں۔

اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ غیب بجز خدا تعالیٰ
کے نہیں جانتے وہ جو آسمانوں میں ہیں یعنی فرشتے، اور وہ جو زمین میں
ہیں یعنی جن اور انسان اور انبیاء ان لوگوں میں سے حضرت انبیاء کرام
علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی ہیں جو حق موصول یا موصوف ہیں
اور غیب وہ چیز ہے جو ان کے حواس سے ادھیل ہو اور اس
پر کوئی عقلی دلیل بھی قائم نہ ہو۔

غرضیکہ اس آیت سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ جن، انسان اور فرشتے کوئی بھی آسمان و زمین میں نہیں

وہم الملائکۃ ومن فی الارض وہم بنو
ادم لا یعلمون متّٰی یبعثون واللّٰہ تعالیٰ
تقدّرہ بعلمہ ذالک۔

(غازن ج ۵ ص ۱۲۵)

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:-

یقول تعالیٰ آمّر الرسول صلی اللہ علیہ و
سلم ان یقول معلّمًا لجميع الخلق انہ لا
یعلم احد من اهل السموات والارض الغیب
الا اللہ وقولہ الغیب الا اللہ استثناء
منقطع ای لا یعلم احد ذالک الا اللہ
عزوجل فانه المتفرد بذالک لا شریک
لہ کما قال تعالیٰ وعندہ مفاتیح الغیب
لا یعلمہا الا هو الّٰیّۃ۔ وقال تعالیٰ ان اللہ
عندہ علم الساعة الی اخر السورۃ والذّٰیات
فی هذا کثیرۃ۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۷)

اور قاضی ثناء اللہ صاحب المحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:-

قل یا محمد فی جوابہم لا یَعْلَمُ مَنْ فی السموات
من الملائکۃ ومن فی الارض من الجن والانس
ومنہم الانبیاء علیہم السلام من موصول
او موصوف الغیب یعنی ماغاب عن مشاعرہم
ولم یقع علیہ دلیل عقلی الا اللہ۔

(تفسیر مظہری ج ۷ ص ۱۲۶)

والی مخلوق غیب کا علم نہیں رکھتی کیونکہ علم غیب کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی متفرد ہے :-

مفتی احمد یار خان صاحب کی اختراع مفتی احمد یار خان صاحب کل لا یفکرو الآیۃ کا جواب دیتے ہوئے اس کا ترجمہ یوں بگاڑتے ہیں "تم فرماؤ خود

غیب ہمیں جانتے ہو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ پھر کے تفسیر انموزج جلیل کے حوالے سے کہتے ہیں کہ یہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ بغیر دلیل یا بغیر ثبوتے یا سارے غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا تفسیر مدارک سی آیت غیب وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہ کیا گیا، مدارک کی اس تہجیر سے معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں جو علم عطائی ہو وہ غیب ہی نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا۔ جن آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے۔ بلفظ جواد الحق ص ۹۱

مفتی صاحب اتنے جبری اور دلیر ہیں کہ تفسیر ہی میں نہیں بلکہ قرآن کریم کے لفظی ترجمہ میں بھی اپنی طرف سے لفظ خود داخل کرنے سے نہیں چڑکتے۔ نہ ان کو خدا کا خوف ہے اور

الجواب

نہ مرنے کا، نہ قبر کا اور نہ شتر کا، اور میں ماشاء اللہ مفتی۔ مفتی صاحب! آپ کو قرآن کریم کے ترجمہ میں لفظ خود کوئی نہیں مبہم ہونے دے گا اور پھر انموزج جلیل کی جو عبارت پیش کی اس پر بھی مطلقاً کوئی غور ہی نہیں کیا کہ کیا اس سے غیر اللہ کے لیے کل غیب ثابت ہوتا ہے یا بعض؟ اور پھر یہ عبارت ان کی تائید میں ہے یا تردید میں؟ پھر مدارک کی عبارت سے جو مسئلہ بزور کشید کیا وہ اس سے بھی عجیب تر ہے کیا صاحب مدارک نے یہ کہا ہے کہ تمام ماکان و مایکون کا غیب غیر اللہ کے لیے ثابت ہے؟ اور کیا جو علوم فریق مخالفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتا ہے ان پر بقول علامہ نسفیؒ کوئی قطعی دلیل قائم ہے؟ اور کیا صاحب مدارک نے قیامت کے علم کو غیب نہیں کہا؟ اور کیا یہ بھی نہیں فرمایا کہ باوجود غیب ہونے کے اللہ تعالیٰ نے اس کی اطلاع کسی کو نہیں دی پہلے ان کی مفصل عبارت عرض کر دی گئی ہے۔ اور پہلے مفصل گند چمکا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم شعر تفصیلی قصص حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور قیامت وغیرہ کا عطائی علم بھی حاصل نہ تھا۔

مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ جن آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے، سراسر باطل اور مردود ہے کیونکہ مفصل گند چمکا ہے کہ کلیات کا عطائی طور پر بھی علم کسی کو نہیں بعض بعض جزئیات کا معاملہ ہی الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو سمجھ عطا فرمائے مگر جس گروہ اور جن عقائد و اعمال سے ان کا

تعلق ہے ان سے وابستہ ہونے کے بعد عقل و سمجھ رہتی ہی کہاں ہے؟ مفتی صاحب یہ تو فرمائیے کہ آپ نے جو خود اور ذاتی علم غیب کی تفسیر کی ہے کیا یہ روایت اور حدیث سے ثابت ہے؟ اگر ہے تو لاییتہ ورنہ ایسی تفسیر تو آپ کے نزدیک بھی غیر معتبر ہے (دیکھئے جاد الحق ص ۱) پھر اس سے استدلال کیا؟ ع

”صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں“

حضرت مولانا محمد عبدالحی صاحب مکشوف الحنفی (المتوفی ۱۳۰۲ھ) موضح اور جعلی حدیثوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اور ایسی حدیثوں کو دواج دینے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

وَمِنْهَا مَا يَذْكُرُ الْوَعَاظُ مِنْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
 اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيَ عِلْمَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ
 مَفْقُلاً وَوُجِبَ لَهُ عِلْمُ كُلِّ مَا مَعْنَى وَمَا يَأْتِي
 كَلِياً وَجُزئاً وَأَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ عِلْمِهِ وَعِلْمِ رَبِّهِ
 مِنْ حَيْثُ الْإِحَاطَةُ وَالشَّمْلُ وَأَمَّا الْفَرْقُ
 بَيْنَهُمَا إِنْ عِلْمَ اللَّهِ تَعَالَى أَزَلِي أَبَدِي بِنَفْسِ ذَاتِهِ
 بَدُونَ تَعْلِيمٍ غَيْرِهِ بِخِلَافِ عِلْمِ الرَّسُولِ فَإِنَّهُ
 حَصَلَ لَهُ بِتَعْلِيمِ رَبِّهِ وَهَذَا مِنْ الْقَوْلِ
 وَذَوْرُ عَلَى مَا صَرَحَ بِهِ ابْنُ حَجَرٍ الْمَكِّي فِي
 الْمُنْتَهَى الْمَكِّيَةِ شَرْحِ الْقَصِيدَةِ الْهَمْزِيَّةِ وَغَيْرِهِ
 مِنْ أَرْبَابِ الشُّعُورِ وَالنَّاتِبِ مِنَ الْآيَاتِ الْقُرْآنِيَّةِ
 وَالْإِحَادِيثِ النَّبَوِيَّةِ هُوَ أَنَّ الْإِحَاطَةَ وَالشَّمْلَ
 وَعِلْمُ كُلِّ غَيْبٍ مَخْتَصٌ بِجَنَابِ الْحَقِّ وَلَهُ
 تَوْحِيدُ هَذِهِ الصِّفَةِ لِأَحَدٍ مِنَ الْخَلْقِ نَعَمْ
 عِلْمُ نَبِيِّنا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزِيدُ
 أَكْثَرُ مِنْ عِلْمِ سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرَّسُلِ

اُن جعلی حدیثوں میں سے وہ بھی ہیں جن کو واعظ بیان کیا کرتے ہیں
 کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اولین اور آخرین کا مفصل علم
 دیدیا گیا تھا اور آپ کو تمام مسمیٰ کے اور آئندہ کے کلی و جزئی واقعات کا
 دیدے گئے تھے اور یہ کہ آپ کے علم اللہ رب تعالیٰ کے علم میں احاطہ و شمول کے
 لحاظ سے کوئی فرق نہیں بل ان دونوں کے علم کا فرق یہ ہے کہ اللہ
 تعالیٰ کا علم انہی ابدی اور ذاتی ہے اللہ تعالیٰ کو کسی اور نے تعلیم نہیں دی
 بخلاف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کے کہ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم
 سے حاصل ہوا ہے اور یہ خاص و صمیم کی بات اور بھوت ہے جیسا کہ امام
 ابن حجر المکی نے اپنی کتاب المنہ المکیۃ شرح القصیدۃ الحمزۃ میں
 اور اسی طرح دیگر ارباب شعر نے اس کی تصریح فرمائی ہے قرآن کریم
 کی آیات اور احادیث نبویہ و علی صاحبہا الصالحینہ سے جو کچھ ثابت
 ہے وہ یہ ہے کہ احاطہ و شمول بھی اور مہر و نسب جو یہاں علم ہی حق
 تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہے اور یہ صفت مخلوق میں سے کسی کو
 نہیں دی گئی بل ہمکنجی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم باقی تمام
 حضرات انبیاء کرام اور رسولوں سے طیسر الصلوٰۃ والسلام زیادہ
 اور کثیر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن کو غیب کی تعلیم آپ کو دی ہے

وتعليم ربه الامور الغيبية له بالنسبة
الى تعليم غيره اكمل فهو صلى الله تعالى عليه
وسلم اكمل علما وعملا ومسيدا المخلوقات مرتبة
وفضلا۔ (الانار المرفوعة في الاخبار الموضوعة ص ۲۸)

پونہی آیت | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :-

يَسْأَلُونَكَ عَنِ النَّاسِ أَتَايَٰنَ مُرْسَلًا
فَقُلْ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهُمْ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهُ
إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ مَّنْ يَشَاءُ ۝

(پ ۳۰۔ نوحات۔ رکوع ۲)

یہ آیت بھی اپنے مضموم میں بالکل واضح ہے کہ سوال کرنے والوں نے قیامت کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے سوال کیا تھا، جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ آپ تو منذر ہیں۔ وقت قیام ساعت کا علم آپ کے منصب میں داخل نہیں ہے اس کو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، آپ کو اس کے علم سے کیا غرض؟

حضرت علیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:-

كان النبي صلى الله عليه وسلم يسأل عن الساعة فقلت فيم أنت من ذكرها ط
(الترجمہ ابن مردودہ - درمنثور ج ۶ ص ۳۱۴)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے وقت خاص کو دریافت فرماتے تھے تو آپ پر یہ آیت فرمائی کہ میں نے ذکر کیا نازل ہوئی کہ آپ کو اس کے ذکر سے کیا تعلق ؟

اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے اور وہ فرماتی ہیں کہ:-

لم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسأل
عن الساعة حتی انزل علیہ فیلم ان انت من
ذکرہا الی ربک منتحطاً فلم یسأل عنہا
(مسند کج ۱۵۵) قال الحاکم صحیح وسکت عنہ الذہبی ۲۰

جانب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار قیامت کے
متعلق دریافت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل
ہوئی۔ آپ کو اس کے ذکر سے کیا تعلق؟ تیرے رب ہی
کی طرف ہے اس (کے علم) کی انتہاء۔ پھر آپ نے اس کے

وافترجہ ابن مردودیہ ومنتورج ۶ ص ۳۱۴)

بارے میں کبھی دریافت نہیں فرمایا۔

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۸۲ھ) علامہ ابن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں کہ صحیح الصحیحہ مشہورہ کہ ان کا صحابی ہونا صحیح ہے اور وہ مشہور ہیں۔ علی ج ۲ ص ۱۲۵) فرماتے ہیں کہ:-

قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر ذكر الساعة حتى نزلت فيه أنت من ذكرها إلى ذلك من كتبها فكف عنها (آخر جبر بن جبر والنسائي وابن جرير والطبراني وابن مردودیہ، ومنتورج ۶ ص ۳۱۴)

کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کا بکثرت ذکر فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ آیت فیکف عنک من ذکرها انزلت علیہ، (آخر جبر بن جبر والنسائی وابن جریر والطبرانی وابن مردودیہ، ومنتورج ۶ ص ۳۱۴)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

وقال الله عز وجل لنبيه عليه الصلوة والسلام يسألونك عن الساعة أيان مرسها فيم أنت من ذكرها إلى ذلك من كتبها ط أخبرنا سفيان عن الزهري عن عروة قال لعمر بن الوليد قال صلى الله عليه وسلم يسأل عن الساعة حتى أنزل الله فيه أنت من ذكرها فاستحى قال الشافعي وقال الله عز وجل قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب إلا الله وقال تعالى إن الله عنده علم الساعة وينزل الغيث إلى آخر سورة انتهى بلفظه

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب اس کا قیام ہوگا؟ آپ کو اس کے ذکر سے کیا تعلق؟ تیرے رب ہی کی طرف سے اس کی انتہاء ہم سے سفیان رحمہ اللہ نے بیان کیا وہ زہری رحمہ اللہ سے اور وہ حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برابر قیامت کے متعلق دریافت فرماتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت فیکف عنک من ذکرها نازل ہوئی امام شافعی فرماتے ہیں نیز ہادی تھلانی نے فرمایا ہے کہ آپ فرمادیجئے کہ آسمان و زمین میں اللہ تعالیٰ کے بغیر غیب کا علم کسی کو نہیں ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور بارش کا نازل کرنا وغیرہ (إن الله عنده - الآية)

(رسالہ فی اصول الفقہ ص ۱۱۱ للامام الشافعی رحمہ اللہ)

جس طرح کہ ان آیات سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر جلیل القدر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غیر اللہ سے علم غیب کی نفی ثابت کی ہے۔ اسی طرح امام اہل السنۃ والجماعت حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی مقصد کے لیے ان آیات کو پیش فرماتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ قیامت کے وقت خاص کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور نہ تو غیب کا علم

رکھتا ہے اور نہ اُمیرِ خمسہ کا۔

یہ بات ملحوظِ خاطر ہے کہ پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم مخصوصاتِ باری تعالیٰ میں سے ہے اس لیے مشرکین اور منافقین کے سوال سے متاثر ہو کر بارِ آپ اس کے متعلق دریافت فرماتے تھے اور آپ کو اس کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا، جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ نے اس خیال کو ترک کر دیا۔ جیسا کہ ابھی ابھی روایات میں اس کی تصریح گزر چکی ہے لیکن کفار اور منافقین کی طرف سے اذلو شراوت و امتحان (اور بعض مخلص مملانوں کی طرف سے محض ہتھی لے لیے پھر بھی) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحات تک یہ سوال ہوتا رہا جس کا جواب بار بار قرآن کریم میں دیا گیا اور یہ واضح کر دیا گیا کہ مکی اور مدنی زندگی کے مکمل دور میں قیامت کا علم آپ کو عطا نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ نصوص قطعیہ اس پر بوضاحت دلالت کرتی ہیں اور احادیث کا ذکر اپنے مقام پر پورے بسط سے کیا جائے گا، انشاء اللہ العزیز!

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ: اَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا الْآيَةِ كِي تَفْسِيرٍ فِي تَحْرِيرِ فَرُطَةِ هِيَ :-

ای ایس علمہا الیک ولا الی احد
من الخلق بل مودھا و مرجعھا الی اللہ
عزوجل فهو الذی یعلم وقتھا علی التعیین
ولهذا لما سأل جبرائیل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عن وقت الساعة قال ما المسؤول
عنہا با علم من السائل۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۶۹)

یعنی اُس (قیامت کے وقت خاص) کا علم نہ آپ کو
ہے اور نہ کسی اور مخلوق کو بلکہ اس کا ملر اور مرجع بس صرف خدا تعالیٰ
ہی ہے۔ وہی اس کے وقتِ معین کو جانتا ہے اور اسی واسطے
جب حضرت جبرائیل نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے قیامت کے وقت کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ (اس میں)
مسئول کا علم سائل سے زیادہ نہیں ہے (یعنی جس طرح تم
اس کو نہیں جانتے میں بھی نہیں جانتا)۔

اور علامہ علی بن محمد خازن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :-

يَسْئَلُونَكَ اَيَّ يَامٍ مَحْتَدٍ السَّاعَةِ اَيَّانَ
مُرُوسَهَا اَيَّ مَتَى ظَهَرَهَا وَ قِيَامَهَا فَيَقُولُ اَنْتَ
مِنْ ذِكْرِهَا اَيَّ لَسْتُ فِي شَيْئٍ مِنْ عِلْمِهَا وَ
ذِكْرِهَا حَتَّى تَهْتَمَّ لَهَا وَ تَذْكُرُ وَ قَتَهَا۔ اِلَى

یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ لوگ آپ سے قیامت کے
متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب ہوگا اس کا قیام؟ کس چیز
میں ہیں آپ اس کے ذکر سے یعنی آپ کو اس کے علم و ذکر
سے کوئی سروکار نہیں میاں تک کہ آپ اس کا اہتمام کریں

اور اس کے وقت کا خیال کریں آپکے رب ہی کی طرف ہے
اس کی انتہا یعنی اس کا علم بس صرف خدا تعالیٰ پر ختم ہے
اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی؟

لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال
کرتے ہیں کہ اس کا ظہور اور قیام کب ہوگا آپ
کو اس کے ذکر اور علم سے کوئی تعلق نہیں
اور آپ اس کو نہیں جانتے۔

یعنی قیامت کے وقت کا علم خدا تعالیٰ پر ہی ختم ہے اس
نے اپنی مخلوق میں جس کسی ایک کو بھی اس کا علم عطا نہیں کیا
جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اس کا علم تو صرف میرے رب ہی
کے پاس ہے اور نیز اس کا ارشاد ہے بے شک اللہ
تعالیٰ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم۔

اور بعینہ یہی الفاظ اس موقع پر امام رازی کے ہیں۔ دیکھئے تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۵۴

تیسرے رب ہی کی طرف ہے اُس کے علم کی انتہا کہ
قیامت کب ہوگی؟ اس کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا

قیامت کا علم اُن چیزوں میں سے ہے جن کے علم کو اللہ
تعالیٰ نے محض اپنے ہی لیے مخصوص کر لیا ہے۔

یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ

رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا مَنِ اعْلَمَ
مَنِ اعْلَمَ السَّاعَةَ لَا هُوَ

(غازن ج ۷ ص ۱۷۳)

اور امام بغوی رکھتے ہیں کہ:-

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِلُهَا وَسَيُجَنَّبُهَا
وَقِيَامُهَا فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا لَنْتَ فِي شَيْءٍ
مِنْ عِلْمِهَا وَذِكْرُهَا لَا تَعْلَمُهَا۔

(معالم التنزيل ج ۷ ص ۱۷۳)

اور خلیب شرنوبی رکھتے ہیں کہ:-

إِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا مَنِ اعْلَمَ عِلْمُهَا
لَمْ يُولَدْ أَحَدًا مِنْ خَلْقِهِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى
إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي وَقَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ
عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ

(السراج المنير ج ۴ ص ۴۸۳)

اور بعینہ یہی الفاظ اس موقع پر امام رازی کے ہیں۔ دیکھئے تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۵۴

إِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا مَنِ اعْلَمَ عِلْمُهَا تَكُونُ
لَا يَعْلَمُهَا خَيْرًا (مبارک ج ۴ ص ۲۴۸)

اور قاضی بیضاوی رکھتے ہیں کہ:-

وَقْتَهَا مَنِ اعْلَمَ السَّاعَةَ مَنِ اعْلَمَ اسْتَأْذَنَ اللَّهَ لَعَلَّهُ

(بیضاوی ج ۲ ص ۳۵۸)

اور علامہ ابوالسعود رکھتے ہیں کہ:-

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِلُهَا

فِيْمَا اَنْتَ مِنْ ذِكْرَهَا اِى فِى اِى شَيْئٍ
 مِنْ اَنْ تَذَكَّرَ لِهَمَّ وَقْتَهَا وَتَعْلَمَ لِهَمَّ
 بِه حَتَّى يَسْأَلُوْكَ بِبَيَانِهَا لَانَ ذَالِكَ
 فَرَعَ عَلَيْكَ بِه وَائِى لَكَ ذَالِكَ وَهُوَ
 مِنْهَا اسْتَأْشَرَ بَعْلَمَهُ عِلْمُ الْغُيُوبِ
 اِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَا اِلَيْهِ تَعَالَى يَرْجِعُ
 مِنْتَهَى عِلْمُهَا اِى عِلْمُهَا بِكُنْهٍهَا وَ
 تَفَاصِيلِ اَمْرُهَا وَوَقْتُهَا وَقَوْعُهَا
 لَا اِلَى اَحَدٍ غَيْرِهَا -

(ابو السعود ج ۸ ص ۶۴)

اور علامہ جلال الدین محلی (المتوفی ۸۶۴ھ) لکھتے ہیں کہ :-

اِى لَيْسَ عِنْدَكَ عِلْمُهَا حَتَّى تَذَكَّرَهَا اِلَى
 رَبِّكَ مُنْتَهَا اِى مِنْتَهَى عِلْمُهَا لَا يَعْلَمُهَا غَيْرُهَا
 (جلالین ص ۸۸)

اور علامہ معین بن صفی رح تحریر فرماتے ہیں کہ :-

اِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَا اِى مِنْتَهَى عِلْمُهَا اِلَى
 اللہ وحدہ - (تفسیر جامع البیان ص ۴۸۸ بر جلالین)

تیسرے رب ہی کی طرف ہے اس کی انتہا یعنی اس کا علم
 بس ایکلے خدا تعالیٰ ہی پر ختم ہے (اور کوئی نہیں جانتا)
 قرآن کریم کہ یہ نص قطعی الدلالتہ اور اس کی تفسیر میں اقوال حضرات مفسرین کریمہ اس امر کو واضح کرتے
 ہیں کہ قیامت کا وقت خاص اور اس کی جملہ تفصیلات کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل
 نہ تھا اور نہ یہ علم آپ کو عطا ہوا تھا۔ فریق مخالف کی طرف سے اس آیت کے جواب میں جو یہود اور
 فرسودہ باتیں پیش کی گئی ہیں۔ (مثلاً اس میں علم ذاتی کی نفی ہے) اور یہ کہ اس کے بعد آپ کو اس کا
 علم عطا کر دیا گیا تھا جیسا کہ روح البیان اور صاوی وغیرہ میں لکھا ہے، اور یہ کہ قیامت جمعہ کے دن
 آئے گی اور سات ہزار سال کے بعد آئے گی وغیرہ (دیکھئے جاد الحق ص ۱۰۱ تا ص ۱۰۳ وغیرہ) ان

تمام کا مفصل جواب پہلے عرض کر دیا گیا ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے ایک منیب اور منصف مزاج کے لیے یہ پیش کردہ دلائل بالکل کافی ہیں، ہاں ہٹ دھرم کے لیے کچھ بھی نہیں ہے وہ تو اس کا مصداق ہے نصیحت کن مرا چندان کہ خواہی کہ نتوال شستن از زنجی سیاہی

پانچویں آیت

اللہ تعالیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔
 قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبُ لَا مَسْكَتُزَتْ مِنْ الْخَيْرِ وَمَا مَسَرَّتْهُ السُّوءُ ۚ إِنَّ آتَا لَنَذِيرًا بَشِيرًا ۖ لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ ○
 دے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افراد کیجے کہ میں تو اپنی جان کے بدلے اور بسے کا مالک نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں جانا کر تا غیب کی بات تو بہت غیر حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی تکلیف نہ پہنچتی میں تو صرف ڈر اور خوشخبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں۔ (پ ۹۔ اعراف۔ رکوع)

قرآن کریم کی یہ قطعی نص اس امر کو بالکل عیاں کر رہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلوص صفات کے حامل نہ تھے۔ نہ تو آپ مختار کل تھے کہ دوسروں کا تو کہنا ہی کیا خود اپنی جان کے نفع و نقصان کے مالک ہوتے اور نہ آپ کو علم غیب حاصل تھا، ورنہ آپ کی زندگی سدا بہار رہتی اور آپ کو کبھی حالاتِ زمانہ اور دشمنوں کی طرف سے گزند اور تکلیف نہ پہنچتی اور یہ اعلان بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے کر دیا ہے تاکہ آپ کے منصبِ نبوت کا علم ہر ایک مومن کو بخوبی ہو سکے کہ نہ تو آپ متصرف فی الامور ہیں اور نہ عالم الغیب ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس پر ایمان لانے والا بھی لو کوئی ہو (لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ) اس آیت کی تفسیر میں علامہ بغوی اور خازن رحمہما حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا شانِ نزول لیں نقل کرتے ہیں کہ:-

ان اهل مكة قالوا يا محمد الا يخبرك ربك بالسعر الرخيص قبل ان يغلو فتشتريه فترج عند الغلاء وبالأرض التي يريد ان يتجدد فترحل عنها الى ماقد اخصبت
 اہل مکہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ لے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا تمہارا پودہ درکار اشیاء کی گنتی سے پہلے نرخ کی اندانی کی خبر تجھے نہیں دیتا تاکہ آپ ارزانی میں خرید کر گنتی کے زمانہ میں خاطر خواہ نفع حاصل کریں؟ اور کیا آپ کا رب آپ کو خبر نہیں بتاتا کہ فلاں زمین میں قحط نازل ہو گیا والا

ہے تاکہ آپ دلوں سے کسی سرسبز و شاداب علاقہ کی طرف کوچ کر جائیں اور خوشی و عیش سے زندگی گزاریں تو اس پر یہ آیت کریمہ قُلْ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ شَيْئًا

فَانزِلَ اللَّهُ تَعَالَى قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ

(معاجم ۲ ج ۲۶۶ و غار ۲ ج ۶۸۱)

اور قاضی بیضاوی ؒ لکھتے ہیں کہ :-

فرما دیجئے کہ میں اپنے نفس کے نفع و ضرر کا مالک نہیں ہوں کہ میں نفع حاصل کر سکوں اور ضرر کو ٹال سکوں۔ اس میں اظہار عبودیت ہے اور غیور کے علم کے دعوے سے بیزاری کا اعلان ہے ہاں مگر جو خدا تعالیٰ چاہے تو مجھے اس پر آگاہ کرے اور بتا دے اور اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا تو مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی یعنی اگر میں غیب جانتا تو اپنی اس موجودہ حالت کو بدل دیتا یا اس طور کہ بہت منافع حاصل کر لیتا اور مضرات سے بچ سکتا اور مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ

فِيهِمْ مَنِيَّاءُ وَيُوفَّقِي لَهُ فُلُوكُنْتُ أَغْلَمُ

الْغَيْبُ لَا شَكَّ كَثُرَتْ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا سَنِي السُّوءُ

وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُهُ لَخَافْتُ حَالِي مَا هِيَ عَلَيْهِ مِنْ

اِسْتِكْثَارِ الْمَنَافِعِ وَاجْتِنَابِ الْمَضَارِقِ لَا يَسْتَنِي

سُوءٌ - (بیضاوی ج ۲ ص ۶۸۱)

اور علامہ نسفی ؒ لکھتے ہیں کہ :-

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں اپنی موجودہ حالت کو بدل دیتا کہ منافع بہت سے حاصل کر لیتا اور تکلیف و پریشانی سے مجتنب رہتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

وَلَوْ كُنْتُ أَغْلَمُ الْغَيْبُ - اِیْ لَكَانَتْ حَالِي عَلَى

خِلَافِ مَا هِيَ عَلَيْهِ مِنْ اِسْتِكْثَارِ الْخَيْرِ وَاجْتِنَابِ

السُّوءِ وَالْمَضَارِقِ لَا يَسْتَنِي شَيْئًا مِنْهَا -

(مدارک ج ۲ ص ۶۸۱)

اور علامہ البوطہ محمد بن یعقوب الشافعی (المتوفی ۸۱۷ھ) لکھتے ہیں کہ :-

اگر میں غیب جانتا ہوتا یعنی نفع اور ضرر جانتا تو میں بہت خیر یعنی نفع جمع کر لیتا اور مجھے تکلیف یعنی ضرر نہ پہنچتا۔

وَلَوْ كُنْتُ أَغْلَمُ الْغَيْبُ النِّفْعَ وَالضَّرَّ لَا شَكَّ كَثُرَتْ

مِنَ الْخَيْرِ مِنَ النِّفْعِ وَمَا سَنِي السُّوءُ - الضَّرَّ

(تنویر المتباس ج ۲ ص ۶۸۱)

اور علامہ معین بن صفی ؒ لکھتے ہیں کہ :-

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میرا حال موجودہ حال کے برعکس ہوتا یعنی

وَلَوْ كُنْتُ أَغْلَمُ الْغَيْبُ لَا شَكَّ كَثُرَتْ مِنَ الْخَيْرِ

وَمَا مَسَّنِيَ الشُّوْمُ اِى لكانت حالى من استكثر
الخير واستغزار المنافع واجتنب الشُّوم على
خلاف ما هم عليه فلم اكن غالباً مَرَّةً ومغلوباً
لغيرى وراجحاً وخاسراً (راجع البيان ص ۱۵۴)
اور علامہ ابو السعود: اِنَّ اَنَا اِلَّا نَذِيرٌ كى تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

اِى ما انا الا عبد مرسل للانذار والارشاد
شانى حيازة ما يتعلق بهما من العلوم الدينية
والدنيوية لا الوقوف على الغيوب
التي لا علاقة بينهما وبين الاحكام والشرايع
(ابو السعود ج ۲ ص ۵۲۶)
یعنی میں تو اللہ کا ایک بندہ ہوں جو ہدایت کرنے اور
بشارت سننے کے لیے بھیجا گیا ہوں میرا تعلق ان دینی اور
دنوی علوم سے ہے جن کا انذار و تنبیہ سے کچھ لگاؤ ہو باقی
غیب کی وہ باتیں جن کا احکام اور شرايع سے کچھ تعلق نہیں،
اُن کو معلوم کرنا میری شان نہیں ہے۔

اور امام ابن جریر (متوفی ۳۴۰ھ) نقل کرتے ہیں کہ:-

معنى ذلك لو كنت اعلم الغيب لاعددت
للسنة المجدية من المحصبة ولعرفت الفلأ
من الرخص فاستعددت له فى الرخص -
(تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۱۳۰ و حکاۃ ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۳)
اور امام بغوی رحمہ فرماتے ہیں کہ:-

اِى لو كنت اعلم المحصب والمجدب لاستكثرت
من المال لسنة القحط وما مسَّنِيَ الشُّوم اِى
الضر والفقر والجوع (معالم ج ۲ ص ۲۶۶)
اور حافظ ابن کثیر رحمہ لکھتے ہیں کہ:-

ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير
من المال وفى رواية لعلمت اذا اشترت شيئاً
ما ربح فيه فلا ابيع شيئاً الا ربحت فيه ولا يعيننى
اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سامان حاصل کر لیتا اور جب
کوئی چیز بغرض تجارت خریدتا تو مجھے انجام معلوم ہو جایا کرتا
اور ہر معاملہ میں مجھے نفع ہی ہوا کرتا اور فقر و ناداری میرے

الفقر - (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۳) پاس بھی نہ چمکتی۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:-

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا۔ ای جلب منفعة ولا دفع مضرة دینیة ولا دنیویة و هو اظهار للعبودية والتبرئ عن دعوى العلم بالغیب الا ما شاء الله من ذلك فيعلمني به وحيا جلیلا او خفيا و يعطني قدرة على جلب النفع او دفع الضرر۔ و لو كنت اعلم الغیب لاستكثر من الخیر الاية یعنی لاستكثر من جلب المنافع و دفع المضار حتی لا یسني سوء و لما امكن مغلوبا فی الحروب تارة وغالبا اخرى۔

فردیہ کہے کہ میں اپنی جان کے نفع اور ضرر کا مالک نہیں یعنی جلب منفعت اور دفع مضرت کا علم اس سے کہ نفع دینی ہو یا دنیوی ہو میں مالک نہیں ہوں اور اس میں عبودیت کا اقرار اور دعویٰ علم غیب سے بیزاری کا اظہار ہے مگر جو اس سے خدا تعالیٰ چاہے تو وہ مجھے وحی جلی یا خفی سے خبردار کر دیتا ہے اور مجھے جلب نفع اور دفع ضرر پر قدرت دے دیتا ہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت خیر جمع کر لیتا یعنی میں منافع حاصل کر لیتا اور مضرت سے محفوظ رہتا اور مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچتی اور میں جگہوں میں کبھی مغلوب اور کبھی غالب نہ ہوتا۔ (بلکہ ہمیشہ غالب ہی رہتا)

(تفسیر مظہری ج ۳ ص ۱۹۹)

اور علامہ الشیخ محمد اوس الحنفی رحمہ اللہ نے اس آیت کی چند تفاسیر نقل کر کے اس کو ترجیح دی ہے کہ:-

نفی علمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذ ذلک بالمفید لجلب المنافع ودفع المضار التي لا علاقة بينها وبين الاحكام والشرائع وما يعلمہ صلی اللہ علیہ وسلم من الغیوب لیس من ذلک النوع وعلم العلم به مالا یعلم فی منصبه الجلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

یعنی اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے علم کی نفی کی گئی ہے وہ ایسا علم ہے جو جلب منافع اور دفع مضار میں مفید ہے اور یہ ایسا علم ہے جس کو احکام اور شرائع سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جن غیوب کو آپ جانتے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں کہ چونکہ ان کا تعلق تو احکام و شرائع و غیرہ سے ہے اور جلب منفعت اور دفع مضرت کے علوم کے نہ حاصل ہونے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب جلیل پر ہرگز کوئی طعن نہیں آتا۔

(روح المعانی ج ۹ ص ۱۱۱)

حضرات مفسرین کرام رحمہم کی ان عبارت کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ الحدیث سے ایمان، عمل اور ایسی دینی و دُغری خیر جس کا تعلق منصب نبوت سے ہے، ہرگز مردود نہیں ہے کیونکہ اس خیر سے جو حصہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا ہے وہ اور کس کو مل سکتا ہے؟ بلکہ الخیر سے مراد اس آیت میں مال، فتح، تجارت میں نفع اور سرسبز و شاداب زمین اور علاقہ کا علم ہونا وغیرہ اشیاء مراد ہیں اور ان امور کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اخیر زمانہ حیات تک حاصل نہیں ہوا۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ کو غیب کا علم حاصل نہیں تھا اور اس عدم علم کی وجہ سے آپ کے منصب رفیع پر کوئی اثر بھی نہیں پڑتا جیسا کہ علامہ اوسوی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔

اسی طرح اس آیت کریمہ میں السوء کے لفظ سے کفر و شرک، بدعت اور دینی طہ پر السوء مرگز مراد نہیں ہے کیونکہ ایسے سوء سے تو خدا تعالیٰ کے نیک بندے بھی محفوظ رہتے ہیں چہ جائیکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور معصوم رسول اور صرف رسول ہی نہیں بلکہ امام الانبیاء سردار و جلال خاتم النبیین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم بلکہ اس مقام پر حسب تصریح حضرات مفسرین کو لازم رہ (جن کے حوالیات ذکر کر دیے گئے ہیں) السوء سے مراد فقر و ضرر و بھوک، قحط و گرنی اور تجارت وغیرہ میں خسارہ ہے اور اس قسم کے سوء سے نامزداریست ہونا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات علی غرہ نہیں ہے، دشمنوں کی مظلومت آپ کا ذات مبارک کیسے کرنا چھوڑا کہ انھی کے نابینوں کی طرف زہر کا دیاجانا اور آپ کی وفات کا ایک ظاہری سبب یہ بھی تھا۔ مستدک ج ۳ ص ۲۱۹ علی شرطہما) لہید بن اعصم یہودی کی طرف سے جلیج کیا جانا، اصحاب بئر معونہ کا واقعہ وغیرہ وغیرہ صحیح واقعات اس سوء کے ثبوت پر شاہد صلی ہیں۔ اور یہی حال آپ کے فقر و فاقہ کا تھا جس کے ثبوت کے لیے اتنا ثبوت ہی کافی ہے کہ جس وقت آپ نے وصال فرمایا تو آپ کی زہر مبارک چند صلحہ جو کے بدلے ایک یہودی کے ہل رہن رکھی ہوئی تھی (بخاری ج ۱ ص ۳۷۲ مسلم ج ۲ ص ۳۱) جس کو حضرت ابو بکر نے آپ کی وفات کے بعد چھڑایا تھا اور آپ کے ایک مہمان کے لیے آپ کی جملہ لواحق مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے گھر وں سے کھانا منیانا ہو سکا ناچار حضرت ابو طلحہ انصاری نے اس کو ایک طبع اور قابل رشک طریقہ سے کھانا کھلایا تھا۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۵) اور مرض الموت میں تین دفعہ مسجد نبوی میں جا کر نماز پڑھنے کے لیے اٹھنا اور ہر بار غشی کا جلدی ہونا دیکھے بخاری ج ۱ ص ۱۹۵ مسلم ج ۱ ص ۱۸۸ وغیرہ) اس میں سوء کی بین دلیل ہے۔ بہر حال یہ حقیقت بالکل ناقابل انکار ہے کہ اخیر زمانہ حیات تک بھی عدم استکثار غیر اور مس سوء کے باب میں آپ کا وہی حال رہا جو پہلے تھا۔ پس معلوم ہوا کہ اس آخر وقت تک بھی آپ کو ان عجوب کا پورا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا جو استکثار وغیرہ اور اجتناب عن سوء میں عادی موثر ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی روشن حقیقت ہے

جس کا انکار خالص جہالت اور بے دینی ہے۔ بشرطیکہ ایمان و بعیرت کی دولت حاصل ہو ورنہ صرف نام کے اسلام اور زبانی حق پرستی سے کیا بنتا ہے؟

گوبے بصر ہو تو یہ مانع نگاہ بھی ہے وگرنہ آگ ہے مومن، جہاں خس و خاشاک
اس آیت کریمہ میں الْخَيْرُ کا مطلب آپ کے مفسرین کرامؒ کی زبانی سن ہی لیا ہے، اب آپ فریقِ مخالف کی ہرزہ گوئی یا بڑے خود نہایت نفیس تحقیق بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

فریقِ مخالف کے مجدد اور اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب اور صدر الافاضل مولوی نعیم الدین صاحب وغیرہ نے ہر شگوفے کھلائے ہیں، وہ تو قابلِ دید ہیں ہی مگر مفتی احمد یار خان صاحب کی بھی سن لیجئے کہ بڑے میاں تو خیر بڑے میاں چھوٹے میاں سبھاں اللہ کیا ارشاد فرماتے ہیں اور قرآن پاک کی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت آیت کو کاٹنے کے لیے (معاذ اللہ تعالیٰ) کس طرح عشقِ پیچھے لڑتے ہیں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”ہم یہ ترجمہ کر سکتے ہیں کہ مؤخر کر لو اگر میرے پاس خیر ہو اور میں مصیبت سے بچوں تو سمجھ لو کہ مجھے علم غیب بھی ہے میرے پاس بہت خیر تو ہے مَنْ يُوْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ نیز اَنَا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ۔ نیز يَعْطِيْهِمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ اور میں مصیبت سے بھی محفوظ کہ رب تعالیٰ نے فرمایا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ لہذا مجھے علم غیب بھی ہے یہ آیت تو علم غیب کے ثبوت میں ہے نہ کہ انکار میں“ (بلغار جاد الحق ص ۸۸، ۸۹)

الجواب مفتی صاحب! ہوش و حواس کو ٹھکانے میں لا کر خیر سے اُس الْخَيْرِ کو پیش نظر رکھتے جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے اور جس کا بیان حضرات مفسرین کرامؒ نے مالِ غلبہ اور تجارت میں نفع وغیرہ سے کیا ہے۔ آپ الْخَيْرِ کی جس لائن پر چل کر راہِ قرار اختیار کر رہے ہیں۔ وہ محلِ نزاع نہیں ہے۔ اُس الْخَيْرِ سے جو وافر حصہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے، اس کا کس کو انکار ہے؟ اسی طرح وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ میں جس عصمت اور حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو جان سے کوئی نہیں مار سکتا اور اللہ تعالیٰ اس میں آپ کا محافظ اور نگران ہے۔ اس میں اس کا ذکر نہیں کہ آپ کو کبھی بیماری قحط، فقر اور بھوک وغیرہ سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا، اور نہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوگا اور نہ دانست

مبداً شہید ہوگا۔ اور اخیر کے ان دونوں مفہوموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ فاین الثری من الثریا۔ اور مجاہد تعریف مولوی محمد عمر صاحب کی باری جب آتی ہے تو بقول شخصے ”پدر نوازند پس تمام کند“ کے مطابق وہ سب سے باری لے جاتے ہیں، اور یوں لب کشائی کرتے ہیں کہ اگر بقول کسے آپ کو نقصان ہو سکتا ہے اور آپ نقصان دہہ کرنے کے اہل نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے رحمہ للعالمین ہونے کا قائل نہیں کیونکہ رحمت اور زحمت کا اجتماع ایک ذات میں محال ہے اسی واسطے اجتماع نقیضین محال ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقصان کے قائل کی مثال یوں سمجھئے جیسا ایک شخص ایک ہی وقت میں دن کا بھی قائل ہو اور اسی دن کو رات بھی سمجھے۔ لہذا مذکورہ بالا آیت سے آپ کی ذات کے واسطے بشتیت الہی نفع ہی نفع ثابت ہے (المقام خفیت ص ۳۷ و ص ۳۸)

پھر اس کے بعد مولوی محمد عمر صاحب نے اس آیت کو قضیہ شرطیہ بنا کر اور شرط و جزاء کی طرف تحلیل اور تجزیہ کر کے بزم خود متعدد آیات اور احادیث میں کیوں الخیر سے الطاعت مذکور نہ کی، لیکن یہاں وہ کہیں کوئی اور عمل صالح وغیرہ مراد ہے اور اسی طرح السوء سے کہیں بیکاری اور کہیں بُرے اعمال وغیرہ مراد ہیں جن سے بہر حال آپ کی ذات گرامی محفوظ رہی ہے، پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ آپ نے چونکہ استکثار خیر کیا اور اجتناب سوء سے موصوف ہے لہذا آپ کو علم غیب حاصل ہوا۔ ہذا قضیہ شرطیہ باطل ہو جائے گا اور اس پر کئی صفات انہوں نے بلاوجہ بیاہ کر دیے ہیں۔ مگر بے سود، کیونکہ اس مقام پر الخیر اور السوء سے دینی طور پر خیر اور سوء مراد نہیں ہے بلکہ الخیر سے یہاں مال، نفع، اور نفع وغیرہ اور السوء سے فقر و شکست اور خسارہ وغیرہ مراد ہے، لہذا تکرار، اعادہ کی ضرورت ہی نہیں ہے وہاں ہی ملاحظہ کر لیں۔

مولوی محمد عمر صاحب کی یہ تمام خود تراشیدہ منطوق باطل اور مردود ہے۔

الجواب

آیت اس لیے کہ گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ و انت مبداً کا ایک حصہ شہید ہوا، زہر غرانی کا واقعہ پیش آیا اور اس قسم کے متعدد واقعات کتب احادیث میں آتے ہیں مثلاً ایک مرتبہ آپ گھوڑے سے گر پڑے اور آپ کی ٹانگ مبارک زخمی ہو گئی حتیٰ کہ آپ نے نماز بھی پیچ کر پڑھی بلکہ پڑھائی بھی دیکھے بخاری ج ۱ ص ۶۱ وغیرہ) یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ دُنیوی امور میں آپ کو کبھی نقصان نہیں ہوا؟ مولوی محمد عمر صاحب کا تمام حیثی اور تاریخی صحیح واقعات

انکار کرنا ایک کھلی ہوئی جہالت یا خیانت ہے۔

و ثانیاً آپ کو نقصان بھی ہوا اور آپ کو اس کے ٹالنے کی قدرت بھی نہ تھی متعدد نصوص قطعیہ اس پر دال ہیں اور خود یہی آیت **قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ اِلَّا مَا اَشَاءُ** اس کا بین ثبوت ہے۔ اگر آیات اور احادیث پر یقین نہیں آتا تو ہم سے بہت پوچھئے اپنے ہی ہم مسلک بار غامفی احمد یار خان صاحب سے پوچھ لیجئے وہ لکھتے ہیں تو معنی یہ ہونے کہ اگر مجھ کو علم حقیقی ہوتا اس طرح کہ میں اپنی مراد کے واقع کرنے پر قادر ہوتا تو خیر بہت سی جمع کر لیتا پھر آگے لکھتے ہیں کہ ۲ اور صرف کسی چیز کا جاننا خیر جمع کرنے اور مصیبت سے بچنے کے لیے کافی نہیں۔ جب تک کہ خیر کے حامل کرنے اور مصیبت سے بچنے پر قدرت نہ ہو، الی ان قال تو علم غیب سے وہ علم مراد ہے جو قدرت کے ساتھ ہو یعنی علم ذاتی جو لازم الہمیت ہے جس کے ساتھ قدرت لازم ہے (ملفوظہ ج۱۱، الحدیث ۸۸) علم غیب ذاتی کے متعلق مفصل بحث پہلے گذر چکی ہے اور اشارہ ابھی مذکور ہو گا۔ مگر اتنی بات تو مفتی احمد یار خان صاحب کو بھی مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نقصان کے ٹالنے پر قدرت نہ تھی، وہو المطلوب، اور کیا مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک مفتی احمد یار خان صاحب بھی رحمۃ اللعلین ہونے کے منکر ہیں؟ صاف بتانا۔ یہاں تو مفتی صاحب یہ لکھ گئے مگر جہاد الحق ص ۱۸۵ ہی میں حضور کے مختار کل ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ سچ ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد! ثالثاً باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نقصان ہوا اور آپ کو اس کے ٹالنے پر قدرت بھی نہ تھی، مہذا آپ رحمۃ اللعلین بھی تھے اور اس میں نہ تو رحمت و رحمت کا اجتماع ہے اور نہ اجتماع نقیضین ہے (یہ مولوی محمد عمر صاحب کی خوش نصیبی اور نیک نیتی ہے کہ ان کو اس تمام پر تجرے نقیضین نظر آئے)۔ وَمَا اَوْسَلْنَا الْاَدْحَمَةَ لِلْعَلَمَنِ مَفْعُول ہے، اور اس کا اور اس کے فعل کا فاعل ایک ہی ہوتا ہے (دیکھئے تہذیب و تہذیب وغیرہ) اس لحاظ معنی یہ ہونگے کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے اس لیے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ ہم اس ارسال کی وجہ سے تمام جہانوں پر رحمت کریں۔ تو یہ رحمت صفت خداوندی ہے۔ رحمت خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور نقصان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچا۔ جب عمل ایک نہ رہا تو اجتماع نقیضین کمال سے اور کیسے لازم آیا؟ علاوہ ازیں اگر یہ رحمت بھی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت ہو تو یہ رحمت دینی لحاظ سے ہے اور آپ کو جو نقصان پہنچا وہ دنیوی اعتبار سے ہوا۔ اور یہ تو منطق کا مسئلہ ہی ہے کہ ویتفاوت الاعتبار یتفاوت الاحکام (سلم العلوم ص ۳۴) کہ اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

اور نیز یہ بھی مذکور ہے۔ لولا الاعتبارات لطلت المحکمة۔ ایفا کہ اگر اعتبارات کا اعتبار نہ کیا جلتے تو حکمت باطل ہو جاتے گی۔

دوابعاً مولوی محمد عمر صاحب کے کلام سے یوں مترشح ہوتا ہے کہ یونانی منطق کا یہ جزئیہ کہ اجتماع نقیضین محال ہے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے کئی ہزار سال پہلے بنا ہی اس لیے تھا کہ آپ چونکہ رحمۃ اللعالمین ہیں لہذا رحمت اور رحمت دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا اور بقول مولوی محمد عمر صاحب اسی واسطے اجتماع نقیضین محال ہے۔ یہ ہیں وہ علوم عقلیہ جن سے مولوی محمد عمر صاحب کی ذات گرامی موصوف ہے۔ فَمِنْ جَانِ مَنْ يَكِيدُ مَكْمُولَاتٍ كُلِّ شَيْءٍ ۝

قسمت کیا ہر ایک کو قیام ازل نے جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا رہا فخری مخالفت کا یہ کہنا کہ اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے تو سراسر باطل اور مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ جن اہل مکہ کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، اُن کا سوال علم ذاتی سے مرگز نہ تھا۔ بلکہ انہوں نے تو یہ دریافت کیا تھا (جیسا کہ پہلے حضرت مفسرین کرام ص سے باحوالہ نقل کیا جا چکا ہے) کہ الا یخبرک ذلک بالسعر الرخیص (اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا تیرا پروردگار تجھ کو گمانی سے پہلے ارزانی کی خبر اور اطلاع نہیں دیتا؟) اور کیا زمین پر قحط نازل ہونے سے پہلے تیرا رب تجھے اس کی اطلاع نہیں دیتا کہ آپ اُس کے مطابق عمل کر کے خاطر خواہ نفع حاصل کریں اور نقصانات سے بچ جائیں (مخصوصاً) اس سے معلوم ہوا کہ ان مشرکین کا سوال بھی علم عطائی ہی کے متعلق تھا ذاتی کا سوال نہ تھا ورنہ یہ سوال از آسمان اور جواب از رہبان کا مصداق ہو گا۔

وثانیاً اس عالم اسباب میں صرف اسباب جلیب منفعت اور دفع مضرت کا معلوم ہونا کافی ہے یہ لازم اور ضروری نہیں کہ علم ذاتی ہو۔ ایک سلیم الطبع اور صاحب عقل کو زہر کی مضرت سے بچنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس کو یہ بات معلوم ہو کہ یہ زہر ہے اور اس کے کھانے کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ اسی طرح شدہ کے منافع کا مطلق علم اس کو درکار ہے علم ذاتی کی ضرورت نہیں ہے، اگر کوئی احمق یہ جانتے ہوئے بھی زہر کھائے کہ مجھے تو اس کے نقصان کا ذاتی علم نہیں بلکہ کسی کا بتلایا ہوا ہے تو ایسے بیوقوف اور احمق کا دنیا میں کیا علاج ہو سکتا ہے؟ ہاں اگر بروقت علاج کرے تو شاید کہ مفید ہو ورنہ بے سود وہ علاج نفس ظالم زود ہنگام جوانی کن کہ اس ماریہ چول پیر گرداڑ و صاف

چھٹی آیت

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

قُلْ مَا كُنْتُ بِذِمَّةِ الرُّسُلِ وَمَا أَذْهَبُنِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا يَكُنْ لِرَأْيِ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُؤْمَرُ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ○

اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ خود ہی مجھے کہیں کوئی نیا رسول نہیں آیا اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا پیش آئے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائیگا۔ میں تو صرف اسی راہ پر چلتا ہوں جس کا مجھے حکم آیا اور میرا کام تو ڈرنا ہے کھول کر۔

(پ ۲۶- الاحقاف - رکوع ۱)

یعنی میری باتوں سے تم اس قدر کیوں بد کہتے ہو؟ میں کوئی نئی اور انوکھی چیز لے کر نہیں آیا مجھ سے پہلے بھی دنیا میں سلسلہ نبوت و رسالت جاری رہا ہے، اُن سب رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ وہی کچھ میں کہتا ہوں جو ان سب نے کہا باقی مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا بل میں کام صرف وحی الہی کا اتباع اور حکم خداوندی کا امتثال کرنا اور کفر و عصیان کے سخت خطرناک نتائج سے خوب کھول کر آگاہ کر دینا ہے۔

اس آیت کریمہ سے صاف ظہور معلوم ہوا کہ جو جو واقعات جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور قوم سے پیش آنے تھے آپ کو اُن کا علم اور درایت نہ تھی، اگر آپ کو علم غیب ہوتا اور آپ جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہوتے تو آپ کو ضرور ان حوادث اور واقعات کی تفصیل معلوم ہوتی جو حضرت ام العلاء الانصاریہ رضہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا، خدا کی قسم میں نہیں جانتا، حالانکہ مایفعل بی ولا یحکم درواہ البخاری ج ۲ ص ۱۲۹، صاحب مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۵۵ واللفظ لہ۔

گاہ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

مایفعل بی ولا یحکم سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات مفسرین کرام رحمہم (جن میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت عکرمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت قتادہؓ وغیرہ کا نام بھی آیا ہے) یہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے آخرت میں اپنی نجات کا علم نہ تھا حتیٰ کہ سورۃ الفتح نازل ہوئی اور اس میں یَغْفِرْ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کا ارشاد نازل ہوا تو آپ کو اپنی نجات کا علم ہوا اور یہ آیت منسوخ ہو گئی اور اسی پر فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت نے انباء المصطفیٰ

ص ۶۵ وغیرہ میں اور مفتی احمد یار خان صاحب نے جلد الحق ص ۹۸ و ۹۹ میں اور مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس
حنفیت ص ۳۹۵ میں زور دیا ہے اور دیگر اہل بدعت حضرات نے بھی یہی کچھ کہہا ہے۔

اگرچہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے متعلق بعض مفسرین کرام نے دعویٰ کیا ہے
الجواب مگر اس میں چند وجوہ سے کلام ہے۔

اول اس لیے کہ نص قرآنی میں وما اذبرئ ما یفعل بی وَلَا یحکم خبر ہے اور خبر میں نسخ جائز
نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ فلما الاخبار فلا یحکم فیہا ناسخ ولا منسوخ۔
(ابن کثیر ج ۱ ص ۱۷۹) اخبار میں ناسخ و منسوخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور دوسرے مقام پر کہتے
ہیں کہ ہذا خبر لا یجوز لہ منہ (تفسیر ج ۱ ص ۵۳) یہ خبر ہے اور اس میں نسخ جائز نہیں ہے۔
اور شیخ احمد المدعو بہ ملا جیونؒ نسخ اور السناد کا فرق نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:-

وبعضہ علی ان النسخ لا یکون الا فی
الامر والتمہ دون الخبر (تفسیر احمد ص ۱۷۹) خبر میں نہیں ہوتا۔

اور نواب صاحبؒ کہتے ہیں کہ:- نسخ اور اخبار نیست زیرا کہ وقوع آل خلاف خبر محض صادق غیر
مستور است و بلغظہ (إعادة الشیوخ ص ۵)

اور علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ:- خبر اور وعدہ و وعید میں نسخ کا وقوع نہیں ہوتا (الاعتان ج ۲ ص ۲۱)
اور حضرت ملا علی النعمانیؒ حضرت ام العلاء الانصاریہؒ کی حدیث کی شرح میں کہتے ہیں کہ:-

قلت وفيه ان النسخ علی تقریر صحیحہ تأخیر
الناسخ انما یکون فی الاحکام لا فی الاخبار
نسخ کے صحیح ہونے کے نسخ کا وقوع احکام میں ہوتا
ہے اخبار میں نسخ کا وقوع نہیں ہوتا۔ (مرقات لمثل مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۵)

اور فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت خاں صاحبؒ کہتے ہیں کہ:- اور اخبار کا نسخ ناممکن و بلغظہ (الاعتان ج ۲ ص ۲۱)
اور یہی کچھ مولوی ابوالبرکات ستیدا احمد صاحبؒ کہتے ہیں کہ:- اس لیے کہ اخبار کا نسخ ناممکن ہے۔
(بلغظہ ردود مناظرہ ترقن ص ۵)

ان تمام اقتباسات سے معلوم ہوا کہ خبر میں نسخ کا وقوع جائز نہیں ہے بلکہ بقتل خالصا عیدہ ناممکن
ہے اور لا ادری الآتی خبر ہے لہذا اس کا نسخ کیسے؟

مفتی احمد یار خان صاحب کا ارشاد | مفتی صاحب نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ: اگر کوئی کہے کہ آیت لا اذری خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں

ہو سکتی تو اس کے چند جوابات ہیں ایک یہ کہ بہت سے علماء نسخ خبر جازنہ کہتے ہیں جیسے وَإِنْ تَبَدُّوا الْأَثَارَ لَا يَكِلَفُ اللَّهُ فَتَا سے منسوخ ہے اَلِیْ اِنْ قَالَ دوسرے یہ کہ یہاں گویا فرمایا گیا قُلْ لَا اذری اور قُلْ امر ہے نسخ کا تعلق اسی سے ہے۔ تیسرے یہ کہ بعض آیات صورت میں خبر اور معنی میں حکم ہے جیسے کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِيَامُ بِاللَّهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ وَغَيْرِہِ اِنْ جِئْتُمْ خِبروں کا نسخ جائز ہے۔ چوتھے یہ اعتراض ہم پر نہیں بلکہ ان تفاسیر و احادیث پر ہے جن سے نسخ ثابت ہے۔ (ملفوظ جلد ۱ ص ۵۹)

الجواب | مفتی صاحب کے یہ جوابات پچھڑہ وجوہ باطل ہیں۔ اولاً تو اس لیے کہ علماء کے ذمہ یہ الزام کہ وہ مطلقاً خبر کے نسخ کو جائز کہتے ہیں، بالکل بے بنیاد ہے، کیونکہ علماء نے اس کی تفصیل

کی ہے کہ اگر وعید یا حکم وغیرہ کی صورت میں خبر ہو تو اس کا نسخ جائز ہے، اور خبر بحیثیت خبر کا نسخ جائز نہیں ہے اور لا اذری خالص خبر ہے، لہذا اس کا نسخ کسی صورت میں صحیح نہیں ہوگا، اِذَا تَبَدُّوا الْآيَةِ سے استدلال تو ہرگز صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرات مفسرین کرام کا ایک حجم غفر اس کو منسوخ تسلیم نہیں کرتا۔ چنانچہ امام بغوی رحمہ اور علامہ غازی رحمہ وغیرہ کہتے ہیں کہ:-

وقال بعضهم آية (وَإِنْ تَبَدُّوا آيَةٍ) غير منسوخة
وان النسخ لا يرد على الاخبار الماضية على الامر
النبي وقوله يحاسبكم به الله خير لا يرد عليه
النسخ (معالم التنزيل ج ۱ ص ۱۲۱ و غازی ج ۱ ص ۱۲۱)

اور بعض حضرات مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آیت وَإِنْ تَبَدُّوا الْآيَةِ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ:-

والمحققون على ان النسخ يكون في الاحكام
لا في الاخبار - (مدارك ج ۱ ص ۱۲۱)

باقی جن حضرات مفسرین کرام نے اس آیت کے منسوخ ہونے کا اوجہ دیکھا ہے تو وہ اور قاعدہ پر مبنی ہے، جمہور علماء کرام کا یہ مسلک ہے کہ جب خبر کسی حکم یا وعید یا تکلیف پر مشتمل ہو تو اس کا نسخ جائز ہے۔ ابوعلی اور ابوہاشم وغیرہ اس کے بھی منکر ہیں۔ (ملاحظہ ہو افادۃ الشیوخ ص ۱) اور چونکہ

يُحَاسِبُكُمْ بِهِ اللَّهُ ۚ أَكْثَرُ خَيْرٍ مِّنْ مَّا تَحْسِبُونَ ۚ وَحِيدٌ مُّخْلِصٌ هُوَ ۚ اس لیے اس میں اس اعتبار سے نسخ جائز ہے یہ مطلب یہ کہ نہیں کہ خبر میں حیثیت انہ خبر کو وہ مورد نسخ قرار دیتے ہیں اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ الگ بات ہے کہ اہل بدعت حضرات کو جو بدعت و رسوم کے پابند و محکوم ہیں ان خامض اور دقیق مباحث میں بصیرت حاصل نہ ہو مگر اس میں علم اور علماء کا کیا قصور کیلئے؟
 آزاد کی دولت دل روشن نفس گرم محکوم کا سر مایہ فقط دیدہ نناک
 قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی روایت مَا يَفْعَلُ بِنِي الْاَلَايَةِ کی تفسیر میں نسخ کا قول نقل کر کے ارقام فرماتے ہیں کہ۔

وهذا القول عندی غیر موصی
 اِلَى اِي قَال وَقَوْلِهِ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ الْاَيَةُ
 بعد بضع عشرة سنة تاخير للبيان عن
 الحاجة وذلك محال۔
 اس آیت کے منسوخ ہونے کا قائل میرے نزدیک پسندیدہ
 نہیں ہے۔ پھر آگے ارشاد فرمایا کہ یہ اس لیے کہ لِيَدْخُلَ
 الْمُؤْمِنِينَ الْاَيَةُ کا دس سال سے زیادہ عرصہ گزر چکنے کے بعد
 ندول (جس میں نجات اخروی کا ذکر ہے) اس پر پڑی ہے کہ
 وقت ضرورت سے بیان مؤخر ہوا یہ محال ہے۔
 (تفسیر مظہری ج ۸ ص ۲۹)

حضرت قاضی صاحب کی یہ عبارت اس امر کو بالکل واضح کرتی ہے کہ کئی سال گزر چکنے پر بھی جناب رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی اور مؤمنین کی نجات اخروی کا علم نہ ہونا یقیناً محال ہے اور اس لیے نسخ کا
 یہ قول قابل التفات ہی نہیں ہے اور نہ یہ پسندیدہ ہو سکتا ہے۔ علامہ ازیں اس میں تفتیشِ شان کا پہلو
 بھی نکلتے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) کہ سالہا سال تک آپ کو اپنی نجات کا علم بھی نہ تھا تو پھر آپ لوگوں کو کس
 چیز کی دعوت دیتے تھے؟ مگر فریقِ مخالف کہ اپنے مائل عقیدہ کے اثبات کے لیے اسی میں تو قیور نظر آتی ہے۔
 سچ ہے فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔

ہر سیتہ نشین نہیں جبریل امیں کا ہر فکر نہیں طائر فردوس کا امتیاد
 وثانیاً مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ متنازع فیہ جملہ لا ادری الایہ کا ہے، لفظ قُل کا نہیں ہے
 جو امر ہے۔ کلام کے سمجھنے کا سیدہ بھی درکار ہے کہ یہاں بات قُل کے مقولہ میں ہو رہی ہے۔ قُل میں نہیں
 ہو رہی۔

وثالثاً جملہ لا ادری صورت میں بھی خبر ہے اور معنی میں بھی خبر ہے۔ یہ خبر فتنی حکم کو متضمن نہیں ہے

جیسا کہ مفتی صاحب نے ٹھوکر کھائی یا مغالطہ کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔

درالبعاء - مفتی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ یہ تفاسیر اور احادیث پر اعتراض ہے جس سے نسخ ثابت ہے۔ یہ بھی مفتی صاحب کی نری خوش فہمی ہے۔ حدیث تو اس بارے میں ایک بھی موجود نہیں ہے چہ جائیکہ احادیث باقی موقوفات حضرات صحابہ رضوانہ علیہم کا نام اگر ان کے نزدیک علوم الناس کو دھوکہ دینے کے لیے حدیث ہے تو لا مشلحة فی الاصطلاح۔ علاوہ انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت اس کے خلاف بھی آرہی ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ہمارا اعتراض آپ پر ہوا حضرت مضر بن کرام کے ایک غیر معصوم نظریہ پر، ہمارا معنی تو بہر حال ثابت ہے اور ہمارا استدلال باطل ہے کمال بخفی مگر دینی نگاہ بلند ہو تو تب حقیقت آشکار ہوگی۔

نغمہ بلند سخن دل نواز جاں پر سوز یہی ہے رشتہ سفر میر کا روال کے لیے
دوم اس لیے کہ نسخ کا قول اس بات پر مبنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے اپنی نجات اخروی کا علم نہ تھا جب سورۃ فتح نازل ہوئی تو پھر یہ علم ہوا اور مفتی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ (ملفوظ جلد الحجت ۱۵۰) اور حدیبیہ کا معاملہ ۳ سالہ میں پیش آیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبوت کے بعد انیس سال تک (تیرہ سال بعد از نبوت) کمی زندگی میں سچے سال مئی زندگی میں، کیونکہ معاہدہ حدیبیہ ذوالقعدہ ۳ سالہ میں ہوا تھا) اپنی اخروی نجات کا علم نہیں تھا (معاذ اللہ تعالیٰ) اگر آپ کو اپنی نبوت اور حضرت کا علم نہ تھا اور اپنی اخروی غلارہ کا یقین نہ تھا تو آپ لوگوں کو کس فلاح کی دعوت دیتے تھے؟ قرین مخالف سینہ پر ہاتھ رکھ کر انصاف سے یہ کہے (اگر ان کے نزدیک انصاف و دیانت کسی چیز کا نام ہے) کہ کیا ایسا نظریہ رکھنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین تو نہ ہوگی؟ اور بتیئے کہ یہ کس کے ایمان پر رجحانی ہوگی اور کس کا ایمان کامل ہوگا؟ لوگوں کو توہین و تحقیر کا طعن دینے والو ذرا اپنے گھر کی خبر بھی تو لو کہ یہ کیا راز ہے؟

راز ہے راز ہے تقدیر جہاں تگ و تاز جو شش کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے لڑ
ہمارا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس دن نبوت عطا ہوئی تھی، اسی دن آپ کو اپنی اخروی نجات کا علم تھا، یہ وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کو انیس سال بعد از نبوت اپنی اخروی

نجات کا علم ہی نہ تھا۔ باقی صحیح دلائل کی موجودگی میں غیر معصوم ہستیوں کی لغزشوں اور خطاؤں کو چھٹی چھٹی کر اپنا سہارا بنانا فریق مخالفت ہی کو زیب دیتا ہے، کیونکہ وہ ایسے ہوائی قلعے میں بسنے کے اور تار عنکبوت میں پناہ لینے کے حامی ہیں اگرچہ ان کی اس کارروائی سے دُعا یان توحید و حق کا خون بھی کھول نہ ہوتا ہو جس کی تلقین وہ اکثر عشق و محبت کے جھوٹے دعوؤں سے کرتے رہتے ہیں۔

خون بہا کی سبب عیث فخر کے قتل کے بعد اب دعا کیجئے کیا فائدہ گھبراہٹ سے سوئم۔ اس آیت کا صحیح مفہوم اور مطلب ہی صرف یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیاوی امور کے متعلق یہ فرماتے ہیں لَا أُدْرِي مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرا کیا کیا واقعات پیش آئیں گے اور تمہارے ساتھ کیا کیا پیش آئیں گے۔ چنانچہ متعدد تفسیر کے حوالے اس پر موجود ہیں مگر ہم صرف چند حوالیات ہی اس پر عرض کرتے ہیں جن میں ایک حوالہ تفسیر ابن کثیر کا ہو گا اور یہ وہی تفسیر ہے جس سے نسخ کا ذکر تو مفید مطلب سمجھتے ہوئے مولوی محمد عمر صاحب (دیکھئے مقیاس ۲۹۵) وغیرہ نے نقل کر دیا ہے مگر اس عبارت کو دلائلی کھانڈ کھج کر بھانک گئے ہیں ممکن ہے کہ اس کو انہوں نے سفوف طین ہی سمجھ رکھا ہو۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ:-

وقال الضحاك وما ادرى ما يفعل بي ولا يحكم اى ما ادرى بماذا او مسرو بماذا انهي بعد هذا؟ وقال ابو بكر الهذلي عن الحسن البصري في قوله تعالى وما ادرى ما يفعل بي ولا يحكم قال اما في الآخرة فمعاذ الله وقد علم انه في الجنة ولكن قال لا ادرى ما يفعل بي ولا يحكم في الدنيا اخرج كما اخرجت الانبياء عليهم الصلوة والسلام من قبلي؟ ام اقل كما حضرت ضحاك رنے فرمایا کہ ما ادری ما یفعل بی ولا یحکم کا یہ مطلب ہے کہ میں یہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد مجھے کس چیز کا حکم دیا جائے گا اور میں کس چیز سے منع کیا جاؤں گا؟ ابو بکر الہذلی ر حضرت حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ معاذ اللہ تعالیٰ کہ اس آیت کا یہ مطلب ہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نجات کا حکم نہ تھا آپ کو یہ معلوم تھا کہ آپ جنت میں جائیں گے لیکن آپ یہ فرمایا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا پیش آئے گا، کیا میں ملک سے نکال دیا جاؤں گا جیسے پہلے حضرت انبیا کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام نکالے گئے؟ یا قتل کیا جاؤں گا جیسے کہ پہلے

قلت الانبياء من قبلي؟ ولا ادري ان يحسن
 بعد اترمون بالحجارة؟ وهذا القول
 هو الذي عول عليه ابن جرير وانه لا يجوز
 غيره ولا شك ان هذا هو الذي به صلى الله
 عليه وسلم فانه بالنسبة الى الآخرة جازم
 انه يصير الى الجنة هو ومن اتبعه واما في
 الدنيا فلم يدر ما كان يؤل اليه امره و
 امر مشركي قريش الى ماذا؟ يؤمنون ام
 يكفرون فيعذبون فيستاصلون بكفرهم
 (ملفوظ)

(تفسير ابن کثیر ج ۳ ص ۱۵۵)

بہت سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قتل کئے
 گئے؟ اور میں یہ نہیں جانتا کہ کیا تمہیں زمین میں دھنسا دیا
 جائے گا یا تم پر پتھر برسائے جائیں گے؟ اور اسی قول پر ایام
 ابن جریر نے اعتماد کیا ہے، اور یہ کہ اس کے بغیر اور کوئی
 قول جائز ہی نہیں اور کوئی شک نہیں کہ یہی آنحضرت
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ رفیع کے لائق ہے کیونکہ
 آخرت کے بارے میں تو آپ کو یقین تھا کہ آپ بھی اور
 آپ کے پیروکار بھی جنت میں جائیں گے بل البتہ دنیاوی
 امور کا علم آپ کو نہ تھا کہ آپ کا انجام کیا ہوگا؟ اور مشرکین
 مکہ کا کیا حشر ہوگا؟ کیا وہ ایمان لائیں گے یا کفر کریں گے اور
 عذاب میں مبتلا کئے ان کا استیصال کر دیا جائیگا۔

حافظ ابن کثیر کی یہ عبارت ہر ایک منصف مزاج آدمی کے لیے حجتِ قاطعہ ہے کہ اس آیت سے مراد
 نجاتِ آخری نہیں بلکہ امورِ دنیوی مراد ہیں اور حضرت ملا علی القاری فرماتے ہیں کہ لا ادزی الخ امور دنیوی
 کے ساتھ مخصوص ہے، اور پھر امور دنیوی کی یہ تفسیر کی ہے کہ:-

والمواد من الامور الدنيوية بالنسبة
 اليه صلى الله عليه وسلم هي
 الجوع والعطش والشبع والرى
 والمرض والصحة والفقرو
 الغنى وكذا حال الامة وقيل
 المعنى اخرج من بلدى ام
 اقتل كما فعل بالانبياء من قبلي
 واترمون بالحجارة ام يخسفنكم
 كما كذب بن من قبلكم والحاصل انه

امور دنیوی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی
 امت کے حق میں بھوک، پیاس، سیرشکی، سیرابی، مرض، صحت
 فقر اور غنی (وغیرہ) مراد ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امور دنیوی
 سے مراد یہ ہے کہ کیا میں اس طرح شہر بدر کیا جاؤں گا
 جیسا کہ مجھ سے پہلے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
 شہر بدر کئے جاتے تھے، یا قتل کیا جاؤں گا جیسا کہ مجھ سے
 پہلے پیغمبر قتل کیے جاتے تھے اور میں یہ بھی نہیں جانتا
 کہ تم سابق مکذبین کی طرح زمین میں خسف کیے جاؤ گے
 یا تم پر پتھر برسائے جائیں گے اور حاصل یہ ہے کہ آنحضرت

يُرِيدُ لَفِي عِلْمِ الْغَيْبِ عَنْ نَفْسِهِ
وَأَنَّهُ لَيْسَ بِمُطَّلِعٍ عَلَيْهِ وَأَنَّهُ غَيْرُ
رَاقِعٍ وَلَا مُطَّلِعٍ عَلَى الْمَقْدَرِ
لِغَيْرِهِ وَالْمَلَكُوتِ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرٍ غَيْرِهِ
لَا أَنَّهُ مُتَرَدِّدٌ فِي أَمْرِهِ غَيْرُ مُتَيَقِّنٍ بِبَيِّنَاتٍ
لَهَا صَحْحٌ مِنَ الْأَحَادِيثِ الدَّالَّةِ عَلَى
خِلَافِ ذَلِكَ (مُعْتَمَدٌ)

(مرقاۃ ہاش مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۵۶)

امام بغوی رحمہ فرماتے ہیں کہ :-

وَقَالَ جَمَاعَةٌ قَوْلُهُ مَا أَدْرِي مَا يَفْعَلُ بِي
وَلَا يَكُونُ فِي الدُّنْيَا وَأَمَّا فِي الْآخِرَةِ
فَقَدْ عَلِمَ أَنَّهُ فِي الْجَنَّةِ وَإِنْ
مِنْ كُفْرٍ بِهِ فَهُوَ فِي النَّارِ
ثُمَّ اخْتَلَفُوا فِيهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
لَمَّا اشْتَدَّ الْبَلَاءُ بِأَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا
مِثْرَ النَّارِ وَهُوَ بِمَكَّةَ أَرْضُ
ذَاتِ سَبَإٍ وَغُلٍّ رَفَعَتْ لَهُ يَهَاجِرُ
إِلَيْهَا فَتَلَّ لَهُ أَصْحَابُهُ مِثْرَ تَعَاجِرِ إِلَى
الْأَرْضِ الَّتِي أَرَيْتَ فَسَكَتَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ
تَعَالَى هَذِهِ آيَةً وَمَا أَدْرِي مَا يَفْعَلُ
بِي وَلَا يَكُونُ أَتَرَكَ فِي مَكَانٍ أَمَّا أَخْرَجَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا ادری فرما کر اپنی ذات مبارک
سے علم غیب کی نفی کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ آپ غیب پر مطلع
نہیں ہیں اور اسی طرح جو آپ کیلئے اور دوسروں کیلئے
مقتدر ہے آپ اس پر بھی آگاہ نہیں ہیں یہ مطلب ہرگز
ہرگز نہیں کہ آپ کو اپنی نجات کے بارے میں تردد تھا اور
اس کا آپ کو یقین نہیں تھا (ماشا وکلا) کیونکہ صحیح
احادیث سے اس کے خلاف ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کو
نجات آخری کا کامل یقین تھا۔

ایک بڑی جماعت نے یہ کہا ہے کہ ما آخری الکئی آیت امور
دینی کے بارے میں ہے، ارہی آخرت تو اس کے بعد میں جانا
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم تھا کہ آپ جنت میں اور
آپ کو جہنم کے واسطے بھی پتا تھے پھر ان دینی امور کی تفصیل
میں بھی اختلاف ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ پر مصائب کا جرم ہوا تو حضورؐ
نے مکہ مکرمہ میں خواب دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک ایسی زمین پیش
کی گئی ہے جس میں شہداء و بھرت کھجوریں تھیں (دجوینہ علیہ کی
زمین تھی) آپ نے حضرات صحابہؓ نے دریافت کیا کہ آپ کب اس
سرزمین کی طرف ہجرت کریں گے تو آپ غلامش ہے اس پر یہ
آیت نازل ہوئی کہ فرما دیجئے کہ مجھے معلوم نہیں میرے خدا کیا ہوگا
اور تم اس ساتھ کیا ہوگا؟ یعنی کیا میں آدم اس مگر میں چھوڑ دیے
جائیں گے یا جو زمین خواب میں دکھائی گئی ہے وہاں کی طرف ہجرت
کا حکم دیا جائے گا؟ اور بعض حضرات مفسرین کو ارم یہ فرماتے ہیں کہ

انا وایاکم الی الارض الی رفعتم
لی وقال بعضهم وما ادری ما یفعل
بی ولا یحکم الی ماذا یصیر امری وامرکم
فی الدنیا اما انا فاخرج کما اخرجت
الانبیاء من قبلی وانتم ایها المصدقون
لا ادری تخرجون معی ام تترکون ام
ماذا یفعل بکم ولا ادری ماذا یفعل
بکم ایها المکذوبون افرمون بالجحارة
من السماء ام یخسف بکم ام
ای شیئ یفعل بکم کما فعل بالکم
المکذبة ام (معالم التنزیل ج ۴ ص ۶۵۹)

ما ادری الخ کا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ میرے لئے کیا
معاملہ کا دنیا میں انجام کیا ہوگا؟ کیا میں شہر سے نکالا جاؤں
گا جیسا کہ مجھ سے پہلے رسول نکالے گئے؟ یا میں قتل
کیا جاؤں گا جیسا کہ مجھ سے پہلے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام
قتل کیے گئے اور میری تصدیق کرنے والوں میں تمہارے متعلق بھی نہیں
جانتا کہ کیا تم میرے ساتھ نکالے جاؤ گے یا مجھے چھوڑ دیے جاؤ گے
اور تمہارے ساتھ کیا کچھ پیش آئے گا؟ اور اسے میری تکذیب
کرنے والوں میں تمہارے متعلق بھی نہیں جانتا کہ کیا تم پر آسمان
سے پتھر برسائے جائیں گے یا تمہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔
یا اس کے علاوہ کوئی اور عذاب آئے گا۔ جیسا کہ پہلے جھٹلانے
والوں پر کیا تھا؟

اس عبارت سے ایک تو یہ بات بصر اُحاط معلوم ہوتی کہ حضرات معتزین کرام کی ایک بہت بڑی عجمت
کے نزدیک یہ آیت انور دنیوی سے متعلق ہے، انجات وغیرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے لہذا یہ آیت
کسی طرح منسوخ نہیں ہوگی، اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوتی کہ حضرت ابن عباس سے نسخ کی روایت
کے علاوہ یہ بھی مروی ہے کہ اس آیت کا نزول ہجرت کے مقام کے متعلق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال
تھا اور یہ ظاہر ہے کہ ہجرت اسی دنیا کے اندر مدینہ طیبہ میں ہوئی، کوئی معقول وجہ پیش نہیں کی جاسکتی
کہ حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کو جو نقلی اور عقلی دلائل سے مؤید ہے ترک کر کے ان کی اس روایت
کو ترجیح دی جائے جس کی تائید میں عقلی اور نقلی دلائل مفقود ہیں، جس میں تعظیم اور توقیر رسول (صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم) کا پہلو بھی عقائد ہے اور جس پر بلا وجہ فریق مخالفت زور دے رہا ہے۔ نیز یہ بات بھی قابل غور
ہے کہ کیا حضرت ابن عباسؓ کی طرف یہ نسبت کسی مجمع منسے ثابت بھی ہے یا یہ محض دل مضطرب
کو دلاسا دیا جا رہا ہے؟

جب دیا اس نے دلاسا شب کو وقت اضطراب
دل کی وہ بیتابیوں سب راحت جاں ہو گئیں

الحاصل قرآن کریم کی آیت اور اسی طرح حضرت امام العلاء الافندیہ کی صحیح حدیث نہ تو منسوخ ہے اور نہ اس کی مراد یہ ہے کہ آپ کو اپنی اُخروی نجات کا علم نہ تھا، حاشا وکلاً ثم حاشا وکلاً بلکہ اس سے علم غیب کی نفی اور ائمہ دینیوں کے بارے میں لاعلمی مراد ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ ائمہ دینیوں سے نہ تو آپ کا کوئی لگاؤ تھا اور نہ ان کا علم تھا اور نہ ان سے لاعلمی سے آپ کی شانِ رفیع پر کوئی حرج آتا ہے بلکہ ان دینیوں اور کانہ جاننا ہی آپ کا کمال سمجھا جاتا ہے جیسا کہ سید اکوسی الحنفیؒ وغیرہ سے نقل کیا جا چکا ہے۔
چھارم اگر ولاء ادری مایفعل بی ولاء بکے سے آخرت ہی مراد ہو تو اس درایت سے تفصیل درایت مراد ہوگی۔ چنانچہ حضرت ملا علی القاریؒ لکھتے ہیں کہ :-

ان یکون فی الدایۃ المفضلة دون الجملة اس لا ادری میں درایت مفصلہ کی نفی ہے
قلت هذا هو التصحیح۔ (مرقاۃ ہمیش مشکوٰۃ ج ۲ درایت مجملہ کی نفی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ
ص ۵۶ و شملی ہامش بجاری ج ۲ ص ۱۳۹) یہی بات صحیح ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ :-

ومع ذالك ما ادری تفصیلاً مایفعل بی ولاء اس (اجمالی جزو کے علم کے) باوجود میں تفصلاً نہیں جانتا
بحکم فی جزاء عمل مایفعل بی ولاء کہ ہر ایک عمل مخصوص کی جزاء کے سلسلہ میں میرے ساتھ کیا
منہجی ۸ ص ۳۹۴ ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔

درایت مفصلہ کا یہ مطلب لینا چاہیے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی نجات کا یقین کامل تھا مگر حشر میں آپ سے کیا کیا جزئی اور تفصیلی واقعات پیش آئیں گے اور اسی طرح جنت کی ابدی زندگی میں جو بالالہاب تک قائم رہے گی کیا کیا اور کس کس نوعیت اور مقدار کی نعمتیں آپ کو دی جائیں گی اور اسی طرح جو جو حالات دوسرے لوگوں سے پیش آئیں گے، اس مفصل درایت اور علم کی نفی ہے نہ کہ نفس نجات کی کیونکہ وہ تو یقینی تھی اور اس کے متعلق آپ کا علم بھی یقینی تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آیت کو یہی قَلَّا نَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ سے جنت کی غیر محدود و اللہ تعالیٰ ہی نعمتوں پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

ما لم ترعین ولم تسمع اذن ولم یخطر علی قلب بشر ولا یعلم ملک مقرب ولا نبی مرسل ان کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خطرہ گزرا، اور ان کو نہ تو کوئی

(ابن ابی شیبہ - طبرانی - ابن جریر - و مشورہ ج ۵ ص ۱۸) مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل۔
اور مستند کہ میں ان کی روایت یوں آتی ہے کہ :-

ولا یعلمہ نبی مرسل ولا ملک مقرب (متنک ج ۲ ص ۱۴۴) قال الحاکم والذہبی صحیح
اور علامہ بیضاویؒ لکھتے ہیں کہ :-

فلا تعلم نفس لا ملک مقرب ولا نبی مرسل (بیضاوی ج ۲ ص ۱۵۸)
اور علامہ ابوالسعودؒ لکھتے ہیں کہ :-

فلا تعلم نفس من النفوس لا ملک مقرب ولا نبی مرسل (ابوالسعود ج ۲ ص ۳۱۱)
اور علامہ نسفی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ :-

لا یعلم احدٌ ما أُعِدَّ لَهؤلاء من الکرامة (مدارک ج ۲ ص ۲۲۲)
اور حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ :-

ای فلا یعلم احد عظمة ما انخفض الله لهما فی الجنات من النعيم المقيم والذات التي لا یطلع علی مثلہ احد (ابن کثیر ج ۳ ص ۲۱۳)
یعنی کوئی بھی ان دائمی لذات اور نعمتوں کی عظمت کو نہیں جانتا جو اللہ تعالیٰ نے جنت کے اندر اپنے بندوں کے لیے چھپا رکھی ہیں کیونکہ ان پر کسی کو اطلاع نہیں دی گئی۔

اور یہی کچھ حافظ ابن تیمیہؒ نے شرح حدیث النزول ص ۱۳ طبع ام ترس میں لکھا ہے لا یعلمہ، ملک مقرب ولا نبی مرسل الخ۔

اور قیامت کے بعد کے تمام واقعات کے علم کا دعویٰ فریق مخالف کو بھی نہیں ہے۔ چنانچہ مآخذ لکھتے ہیں کہ :-

”ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ماکان ویاکون الی یوم القیمۃ جمیع منہجیات لوح محفوظ کا علم دیا۔“ (انباء المصطفیٰ ص ۱۶)

اور الدولۃ المکیۃ ۳۳ میں لکھتے ہیں کہ:-

کل کاش من اقل یوم الی الیوم الاخر بل
تمام وہ باتیں جو صفہ اول سے صفہ آخر تک ہونے والی
الی دخول اهل الدارین منازلہم وہو للعبور
ہیں بلکہ اہل جنت کے داخلہ جنت اور اہل نار کے داخلہ
عنه بماکان وما یحکون
نار تک کے واقعات کو ماکان وما یحکون سے تعبیر کیا جاتا ہے

یعنی اہل جنت اور اہل نار کے جنت اور دوزخ میں اپنی اپنی منزلوں پر پہنچنے کے بعد کا علم ماکان و
ما یحکون سے خارج ہے۔ وہو المطلوب۔

اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے۔ (بمغلفہ جادوالحی صفحہ ۱)
ان تمام عبارات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ بالکل روز روشن کی طرح سامنے آ جاتا ہے کہ اگر آیت اور
حدیث سے مراد ائمہ اُخروی بھی ہوں تو نفی مغفرت اور نفی نجات اس سے ہرگز مراد نہیں ہے کیونکہ وہ
تو ایک یقینی امر ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ائمہ اُخروی کی پوری تفصیلات اور بعد از قیامت اہل جنت
کے لیے بے انتہا نعمتوں اور اہل نار کے کمل حالات کا علم آپ کو حاصل نہ تھا اور یہ آیت اور حدیث بھی
صرف یہ بتلا رہی ہے اور اس معنی میں فریقِ مخالف کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ نے ان کی
عبارات سے ملاحظہ کر لیا ہے اور جنت کی ان نعمتوں کے لیے ہر مسلمان کے دل میں صحیح ترسپ ہونی
چاہیے، اگرچہ شاق و غماز کی ان رکاوٹوں کا پورا ہونا جنت کے حصول کے راستے میں کٹری کر رکھی ہیں بیان نہیں ہو سکتا
نہاں بے دل ہے اور دل بے زبان ہے ہنسے مجبوری!

بیاں میں کس طرح آئے کہ جو دل پر گزرتی ہے؟

پہنچیم، اگر فریقِ مخالف کا یہ جواب صحیح ہے کہ سید تک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کو اپنی نجات اور فلاح کا علم بھی نہ تھا (معاذ اللہ تعالیٰ) تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ آپ کو سید
تک علم غیب حاصل نہ تھا اور نہ جمیع ماکان وما یحکون کے آپ عالم تھے۔ کیونکہ پہلے گند چکا ہے کہ فریق
مخالف کے نزدیک اہل جنت کے داخلہ جنت تک اور اہل نار کے داخلہ نار تک کا کُل علم ماکان وما یحکون میں داخل
ہے اور جب آپ کو ایسے سال تک بعد از نبوت اپنی نجات کا بھی علم نہیں تھا اور اسی طرح ولایتِ
قوم کی نجات اور فلاح کا علم بھی نہیں تھا، تو مولوی احمد رضا خان صاحب، مولوی نعیم الدین صاحب

مولوی محمد صالح صاحب مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کو دیانت اور انصاف کے ساتھ (بشرطیکہ وہ دیانت اور انصاف کو سمجھیں اور پھر ملحوظ بھی رکھیں) اسلام سے قبل کی نازل شدہ آیات اور پہلے کی وارد شدہ احادیث سے ہرگز اپنے مضموم و موعولے علم عجیب پر استدلال کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ حکم تو آپ کو ان کے خیال کے مطابق اپنی اور قوم کی نجات اور فلاح ہی کا علم نہیں تھا اور یہ ماکان و مایکون میں داخل ہے اور اگر پہلے کی آیات (جن میں مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنٍّ فَلَا يَظْهَرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ مَا كَانَ اللَّهُ يُطْلِعُكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَسِي مِنْ رُسُلِهِم مَّن يَشَاءُ۔ وغیرہ وغیرہ آیات اور ہذا مصرع فلان غدا وغیرہ وغیرہ و احادیث جن کی کچھ بحث پہلے گزر چکی ہے اور پوری تفصیل اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ العزیز) سے ملتی عجیب ثابت ہے تو اس آیت کے منسوخ ہونے کے کیا معنی؟ اور پھر اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی اور قوم کی نجات کے متعلق علم کا حاصل نہ ہونا کیونکہ صحیح ہوا؟ کوئی معقول اور صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جب ضرورت مخالفت اس آیت کو منسوخ قرار دینے ہے تو اس سے پہلے کی نازل شدہ آیات سے علم عجیب ملتی اور جمیع ماکان و مایکون پر اس کا استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ واضح دلیل بیان کریں لیکن پہنچے گا تانہ مرکزہ عرفان زندگی جو رازہ دان مرتبہ علم و فن نہیں مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :-

”اس سے مخالفین دلیل پوچھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو نہ تو اپنی خبر تھی نہ کسی اور کی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا لیکن اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں اولاً یہ کہ اس آیت میں ولایت کی نفی ہے نہ کہ علم کی اور ایت اٹکل اور قیاس کے جاننے کو کہتے ہیں یعنی میں بغیر وحی اپنے قیاس سے یہ امور نہیں جانتا وحی سے جانتا ہوں دوسرے یہ کہ یہ آیت حضور علیہ السلام کو یہ باتیں بتانے سے پہلے کی ہے لہذا یہ منسوخ ہے“ (ملفوظہ جاد الحق ص ۹۷)

الجواب

مفتی صاحب نے جس وجہ کا ثبوت اس آیت میں دیا ہے وہ قابل غور ہے :-
اولاً اس لیے کہ مخالفین کے ذمہ یہ الزام لگایا کہ وہ حضور علیہ السلام کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ آپ کو اپنے اور دوسروں کے متعلق یہ خبر نہ تھی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اگر اس سے نفس نجات مراد ہے تو یہ ہم پر مفتی صاحب کا خالص افراد اور بہتان ہے جیسا کہ مفصل گند چمکتا ہے

اور اگر حجت کی تمام نعمتوں کا معاملہ ہے تو اس میں مفتی صاحب اور ان کی جماعت بھی مہما سے ساتھ ہے۔
پھر الزام کس پر ہوگا؟

یوں نظر دوڑے نہ برجھی تان کر اپنا بے گانہ ذرا پہچان کر!
وثنائاً۔ مفتی صاحب! وہ تیسری صحیح تفسیر جو ہم نے باحوالہ نقل کی ہے، اس کو آپ کیوں ٹرپ کر گئے ہیں؟ کیا وہ صحیح تفسیر حضرت مفسرین کرامؒ نے نہیں کی؟ اور کیا اس تفسیر سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت کا پہلو نمایاں نہیں ہوا؟

وثنائاً درایت کے یہ معنی کہ اٹکل اور قاس سے جاننے کو کہتے ہیں، یہ بھی مفتی صاحب کی بدالیونی ایجاد یا متعینانہ اختراع ہے۔ ائمہ لغت نے درایت اور علم کو مترادف قرار دیا ہے یا درایت کو خاص علم کہاہے یا جو چیز شک کے بعد حاصل ہو وہ درایت ہے مگر یہ قول ضعیف ہے جو قیل سے مروی ہے۔ چنانچہ مختار الصحاح ص ۵۵۵ میں ہے: دري به اى علم به و ادراكه اعلمه۔ (ومثل في القاموس ج ۴ ص ۳۷۶)
اور علامہ الزبیدی الحنفی (المتوفى ۱۲۰۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

في التكملة قال شيخنا باتحاد العلم والدراية
وصرح غيره بان الدراية اخص من العلم كما
في التوشيح وغيره وقيل ان دري فيما سبقه
شك قاله ابو علي -
تکملہ میں ہے کہ ہمارے شیخ نے کہا کہ علم اور درایت متحد
ہیں اور رسول نے تعین کی ہے کہ درایت علم سے خاص
ہے۔ توشیح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور یہ بھی کہا گیا
ہے کہ جو چیز شک کے بعد حاصل ہو وہ درایت ہے، ابو علی
نے ایسا ہی کہا ہے۔ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۲۱۱)

سائویں آیت | اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

مَا كَانَ لِإِنْسِي أَنْ يَكُونَ لَهُ أَشْرَىٰ حَتَّىٰ يُخْرَجَ
فِي الْوَعْدِ سَرِيذُونَ عَزَمَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ مَبِيتُهُ
الْغَمْرَةَ وَاللَّهُ عَزَمَ حِكْمَهُ ۝ كَذَٰلِكَ كَتَبَ
مِنَ اللَّهِ سَبْقُ كَسْبِكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ
عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝
نبی کو لائق نہ تھا کہ ان کے پاس قیدی ہوتے جب تک
کہ وہ ان کا خون زمین پر نہ بادیو، تم دنیا کا سامان چاہتے
ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب
اور حکمت والا ہے اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو اللہ تعالیٰ
کو حکم چاہیے اس سے قبل تو تم پر اس چیز کی وجہ سے جو تم

نے لی ہے، بڑا عذاب نازل ہوتا۔

(پ ۱۰۔ انفال۔ رکوع ۹)

اس آیت کا شان نزول متعدد حضرات صحابہ کرام سے (جن میں خصوصیت سے حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوالیوب انصاریؓ قابل ذکر ہیں) دیکھتے تھے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۵ و ص ۳۲۶ وغیرہ) مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے، جس کا قدر مشترک خلاصہ یہ ہے کہ جنگ بدر میں (جو ۱ رمضان ۳؎ کو ہوئی) مشرکین کے ستر آدمی جن میں بڑے بڑے نامی گرامی سردار اور رؤساء اور صنادید قریش شامل تھے قتل کئے گئے اور ستر قیدی بنائے گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کے بارے میں حضرات صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ ان قیدیوں پر احسان کیا جائے اور کچھ فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اس سے ہمیں کچھ تو مالی قوت حاصل ہو جائے گی اور پھر یہ بھی امید ہے کہ شاید یہ لوگ کسی دین راہ راست پر آجائیں اور اسلام قبول کر لیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت یہ سب کے سب آئمہ کفر اور مشرکوں کے سردار ہیں ان کو اگر یہیں تہ تیغ کر دیا جائے تو کفر کی بڑی طاقت ٹوٹ جائے گی اور میری رائے یہ ہے کہ ہر ایک اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے، میرا فلان عزیز میرے حوالے کر دیا جائے۔ حضرت علیؓ کا بجائی ان کے ہاتھ میں اور حضرت حمزہؓ کا بجائی ان کے ہاتھ میں مے دیا جائے، اور ہم خود اپنے عزیزوں کو قتل کریں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند نہ فرمایا اور حضرت ابوہریرہؓ کے مشورہ کو قبول کر لیا اور ان تمام قیدیوں کو معاوضہ لے کر چھوڑ دیا۔ دیکھئے مسلم ج ۲ ص ۹۲، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۱، ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۴، ترمذی ج ۲ ص ۱۳۴، مستدرک ج ۲ ص ۳۲۹، مجمع الفوائد ج ۲ ص ۲۷۰ اور ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۵ و ۳۲۶ وغیرہ) اور امام حاکمؒ (المتوفی ۴۰۵ھ) اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے اس روایت میں یہ لفظ بھی نقل کرتے ہیں کہ:-

خلق السبی صلی اللہ علیہ وسلم وسکد عمرؓ قال کاد ان یصیبنا فی خلا فک بلاء۔

(مستدرک ج ۲ ص ۳۲۹۔ قال الحاکمؒ والنسبیؒ و صحیح)

یہ بات ملحوظ خاطر ہے کہ یہ واقعہ جنگ بدر کے اختتام کے بعد کا ہے اور جنگ کے شروع ہونے سے ایک دلی پہلے آپؐ یہ فرما بھی چکے ہیں کہ ہمارے صراع قتلان عذاب انشاء اللہ (جس سے فریق مخالف بلاوجہ

علم غیب کا اثبات کرتا ہے) اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب اور جمیع ماکان مایکل کا علم حاصل ہوا تو آپ دیدہ و النہ اس لئے کو اختیار نہ فرماتے جو حق تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسند نہ تھی بلکہ صحیح مسلم کی روایت میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ دونوں اس لغزش کی وجہ سے روئے اور خداوند کریم کا عذاب آپ کے بہت ہی قریب دیکھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ہی کی روایت میں ہے:-

فلما كان من الغد جئت فلذا رسول الله صلى الله عليه وسلم والبعثرة قاعدین وهما یبکیان قلت یارسول الله اخبرنی من ائی شیئی تبکی انت و صلیک فان وجدت بکاء بکیت وان لم اجد بکاء تباکیت لباکما قتال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابکی للذی عرض علی اممک من اخذهم الغدا ولقد عرض علی عذابهم ادنی من هذا الشجرة مشجرة قریبة من نبی الله صلى الله عليه وسلم فانزل الله عز وجل ما کان لنبی أن یتکون الاية (مسلم ج ۲ ص ۱۹۷)

میں جب کل حاضر ہوا تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ دونوں مدہمے ہیں میں نے کیا رسول اللہؐ مجھے بھی بتائیے کہ آپ اور آپ کے ساتھی کیوں مدہمے ہیں؟ اگر مجھے بھی مدفا کیا تو ضرور مدفا دینا آپ کے رونے میں شریک بننے کے لیے ہند رونے کی کوشش کر دوں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے ساتھیوں کے قریب لینے کی وجہ سے جو عذاب مجھے بتایا گیا اس کی وجہ سے میں دور ہوں، وہ عذاب اس درخت کے قریب آپہنچا تھا۔ اور آپ نے اپنے قریب ہی ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا اس پر یہ آیت ماکان لنبی الا نازل ہوئی۔

دیکھا آپ نے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں فیصلہ کرنے کے بعد من الغد کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (اور اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دیگر تمام حضرات صحابہ کرامؓ کو جو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام النازل میں بلند درجہ اور شان رکھتے ہیں اور ہر ایک اپنے مقام پر ولی کامل ہے) یہ معلوم نہیں کہ ہمدی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے گا اور خدا کی ابتدائی نشانیاں ہمارے سامنے بہت ہی قریب رونما کی جائیں گی حتیٰ کہ ہمیں اپنی اس رائے پر ہچکچاتے ہوئے رونامی پڑے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی نوازش اور مہربانی سے درگزر فرما کر بعد کو فدیہ وغیرہ ملال قرار دیا اس واقعہ کی ایک ایک جزو اپنے اندر حقیقت رکھتی ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کی واضح سے واضح تردیل ہے اور ہے

بھی صرف واقعہ اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا ہے اور قیامت سے پہلے کا ہے اور اس دن کے بعد کا ہے جس دن آپ نے ہذا مصرع فلاں الخ فرمایا تھا، لہذا مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کا یہ عند لنگ بھی ختم ہو گیا کہ ۔ جس کے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہو اور قیامت تک کا ہو (بلغتہ جاء الحق منک) دیکھئے مفتی صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ ہم تو یہی کہیں گے کہ: ہمارا حق حجت ہے آپ کے ذمہ غریب خانے پہ اگر حساب صاف کرو

ان صحیح اور صریح روایت کے بعد اس کی ضرورت نہیں کہ ہم حضرات مضر بنی کرام کی تفاسیر اس مضمون کی تشریح میں نقل کریں اور خواہ مخواہ دامن بیان کو دراز کریں۔ البتہ یہ عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ ہمارے حضرات فقہاء احناف کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم نے اس آیت سے ایک تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیر منصوص احکام میں اجتہاد کے صحیح ہونے پر استدلال کیا ہے اور عالم ماکان و مایکون کو اجتہاد کی کیا ضرورت ہوتی ہے؟ اور دوسرا یہ استدلال کیا ہے کہ مجتہد کو اس کی غلطی اور خطا کی صورت میں گرفت نہیں ہوتی۔ توضیح اور تویح کا ایک حوالہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ اور حضرت علامہ جیون رکھتے ہیں کہ:-

لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما حکم بخلذ
الغلام بالاجتہاد ثم نزل بعدہ نص بخلافه
وهو هذه الآیة لم یقل من اخذ الغلام الی
القتل بل استقر علیہ (تفسیرات احمدیہ ص ۲۹۳)
جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے فدیہ
لیئے کا حکم صادر فرمایا اور اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی
جس اجتہاد کے خلاف تھی تو فدیہ کے بعد قتل کا فیصلہ
پھر اختیار نہ کیا گیا بلکہ فدیہ پر ہی بات قائم رہی۔

اکھوئیں آیت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْأَمْرِ شَیْءٌ أَوْ تَتُوبَ عَلَیْهِمْ
أَوْ یُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُ ظَالِمٌ لِّلْمُؤْمِنِ
(پ ۲۔ آل عمران۔ رکوع ۱۳)
اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کا کچھ اختیار نہیں یا تو اللہ
تعالیٰ ان پر جو ع فرمائے (اور وہ توبہ کریں) یا ان کو عذاب کئے
کیونکہ وہ ناحق پر ہیں۔

صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا شان نزول غزوہ اُمد میں (جو سوال ۳ میں
واقع ہوا تھا) مشرکین مکہ کی وہ سخت بے اعتدالیات تھیں جن میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ

مبارک بھی نہی ہوا اور دانت مبارک کا ایک حصہ دکھانی وفا مالکی ج ۱ ص ۲۵۸ للعلامة السمرقانی رحمہ المتوفی
 (۱۰۱) شہید ہوا تو آپ نے اس موقع پر فرمایا کہ :-

کیف یفلاح قوم شجوا بنیتهم صلی اللہ علیہ وسلم
 وکسر واریعیتہ وھویدھوہم الی اللہ فنزل
 اللہ لیس فی الایۃ (بخاری ج ۲ ص ۵۸۲) وسلم ج ۲
 وہ قوم کس طرح اور کیونکر فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے بنی
 رکے چہرہ مبارک کو زخمی کر دیا ہو اور ان کا دانت مبارک
 شہید کر دیا ہو حالانکہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت سے
 رہا ہے تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
 (۱۰۵) والفظ (۱)

اور حضرت سالم بن عبد اللہ رحمہ (المتوفی ص ۱۰۶) سے روایت ہے کہ :-

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعدّ عطا
 صفوان بن اُمیۃ وسہیل بن عمرو والحارث بن
 ہشام فنزلت لیس لک من الاٰمر الایۃ (بخاری ج ۲
 ص ۵۸۲) والفظ (۱) وفانی ج ۱ ص ۱۲۰ و ابن کثیر ج ۱ ص ۱۲۰
 جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفوان بن امیہ
 اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام و جابر بن عبد اللہ
 (تھا) کے حق میں بدو عاکر تھے تھے حق کی قرآن کریم
 یہ آیت نازل ہوئی۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے انجام اور فلاح و ہدایت کا علم نہ تھا اس لیے آپ نے
 ان کے حق میں بدعافرائی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں چونکہ ان کی قیمت میں ایمان کی دولت تھی اور یہ
 سب حضرات بعد کو مسلمان ہو گئے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان
 کے حق میں بدعاکر نے سے منع کر دیا اور اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضرت امام احمد رحمہ (المتوفی
 ص ۲۳۱) کی روایت میں جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے، یوں آتا ہے :-

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
 اللہم العن فلانا اللہم العن الحارث
 بن ہشام اللہم العن سہیل بن عمرو واللہم
 العن صفوان بن امیۃ فنزلت هذه الایۃ
 لیس لک من الاٰمر الایۃ فقیب علیہم کلہم
 فی رؤیۃ له وھذا ھذا اللہ بلا سلام
 (منہ احمد ج ۲ ص ۵۸۲ وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۲۰)
 حضرت ابن عمر رضی نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا اے اللہ فلاں اور فلاں
 پر لعنت نازل کرے اللہ حارث بن ہشام اور سہیل بن عمرو
 اور صفوان بن امیہ پر لعنت نازل کر اس پر لیس لک
 الایۃ نازل ہوئی، اور ان سب کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی
 توفیق دے کر ان پر وجع فرمایا اور ان کو اسلام کی ہدایت
 نصیب ہوئی۔

اور کتب احادیث اور تواریخ سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات نے فتح مکہ کے موقع پر (جوشہ کو ہوا) اسلام قبول کیا تھا اور مخلص مسلمانوں کی صف میں داخل ہو کر وہ وہ کارنامے دکھائے جو اسلامی تاریخ میں آفتاب نیروز کی طرح درخشندہ ہیں۔ سچ ہے جس کو اللہ تعالیٰ اسلام سے نوازے اس کو کون روک سکتا ہے؟ آپؐ نے اپنے چچا ابوطالب کے ایمان کے لیے بڑی انتھک کوشش کی مگر خدا تعالیٰ کو منظور نہ تھا اور ان حضرات پر لعنت اور بددعا بھی کی مگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی غالب ہو کر رہا۔

اس آیت سے جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مختار کل ہونے کی نفی بھی صاف طور پر ثابت ہو گئی ہے، دیکھئے فریق مخالف اس کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ صحیح بات کو تسلیم کرنا ان کا شیلوہ نہیں ہے اور اس کا انہیں کوئی احساس بھی نہیں ہے۔

وائے ناکامی مستراح کارواں جانا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جانا رہا
فریق مخالف کا تو یہاں تک دعوئے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ایک کے ایمان اور کفر اور ظاہر و باطن کو اور جو کچھ کہ آئندہ پیش آنے والا ہے، سب کو جانتے ہیں گمیریہ آیت کریمہ مع ان احادیث کے جو اس کی تشریح و تفسیر میں پیش کی گئی ہیں، اس باطل نظریہ کی قطعی تردید کرتی ہیں۔ اس لیے کہ جو کافر آپ کے مد مقابل میں لڑنے آئے تھے (اور جن کی وجہ سے ستر صحابی شہید ہوئے جن میں آپ کے چچا محترم حضرت حمزہؓ سید الشہداء بھی تھے) اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں اس واقعہ کے صرف پانچ سال بعد فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والے تھے، ان کے انجام اور ایمان کا علم بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہرگز نہ تھا ورنہ آپ کیوں اللہم العن الخ کے الفاظ سے ان کے حق میں بددعا کرتے؟ آپ کو اگر خدا اسی بھی ان کے ایمان لانے کی امید ہوتی تو آپ وہی پیکرِ عفو و کرم تو ہیں جنہوں نے طاقت کی بستی میں سارے بدن کے لہو لہان ہونے کے بعد بھی اہل طاقت کی حسن عاقبت کی امید کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قُلُوْبِيْ فَارْتَدُّوْا لَا يَخْلُوْنَ ، اور گویا اس طرح آپ نے ان کو ایک گونہ امان دی۔

نہ کیوں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی؟

میرے جرم طائے سیاہ کو تیرے عفو بندہ نوازیں

اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو آپ

کو یہ ضرور معلوم ہوتا کہ میری اس بددعا پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوگا اور مجھے اس پر تنبیہ کی جائے گی لہذا میں بددعا ہی کہہ دوں، کیا فریقِ مخالفت کی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ عقیدت ہے کہ آپ دیدہ و دانستہ اور عند اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کیا کرتے تھے؟ معاذ اللہ تعالیٰ بئینا التوجروا فریقِ مخالفت کا اس آیت کے جواب میں کوئی قابلِ توجہ قول ہماری نظر سے نہیں گذرا تاکہ اس کا جواب دیا جائے۔ اور ہے ہی یہ واقعہ اور قیامت سے قبل کا ہے اور مفتی احمد یار خان صاحب کی منہ مانگی مراد ہے۔

بجز الفاظ کے مادی نہیں مگر یہ کام ان کے
یہ خود جنتی ہیں لیکن گیت گلی کے سناتے ہیں

نورِ آیت | اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۖ فَبِئْسَ مَوْضِعًا أَذْوَاجُكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ
قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۚ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ۚ فَلَمَّا نَبَأَتْ بِهِ وَأُظْهِرَ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَتْ بَعْضُهُمْ أَعْمَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَأَ هَابَهُ قَالَتْ مِنْ أَمْنِكَ هَذَا ۖ قَالَ نَبَأَنِي الْعَلِيمُ ۚ الْحَكِيمُ ۚ

اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر
چاہتا ہے تو ضمانتی اپنی عورتوں کی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا
مہربان ہے مقرر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کہ مولا کا شان
تمہاری قبول کا اور اللہ تعالیٰ مالک ہے تمہارا اور وہی
علیم اور حکیم ہے اور جب چھپا کر نبی نے اپنی کسی عورت
سے کوئی بات پھر جب اس نے خبر کر دی اس کی اور اللہ
تعالیٰ نے جلدی نبی کو وہ بات تو جلدی نبی نے اس میں
سے کچھ اور اعراض کیا کچھ حصہ سے پھر جب وہ جلدی عورت
کو وہ بولی آپ کو کس نے بتلادی ہے یہ بات افرو یا مجھ کو

(پ ۲۸ - تحریم - رکوع ۱) بتایا اس خبر رکھنے والے واقعت نے۔

ان آیات کے شانِ نزول میں روایت میں جو چیزیں سامنے آتی ہیں ایک یہ کہ ایک خاص مصلحت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی حضرت ماریہ قبطیہ (المتوفاة سلمہ) کو اپنے اوپر حرام کر دیا تھا، اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیرؒ ایک روایت نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ولہذا اسناد صحیحہ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۸۶) اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں بسند صحیحہ (فتح الباری ج ۹ ص ۲۵۸) مگر زیادہ تر حضرات محدثین اور مفسرین اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحش ام المؤمنین کے پاس کہیں سے شہید کیا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو طبعی طور پر شہد

سے اُس تھا خلافت معمول حضرت زینبؓ کے پاس شہد نوش کرنے کے سلسلہ میں دیر ہو جایا کرتی تھی حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو بمقتضائے بشریت یہ چیز ناگوار گزری کہ آپؐ زیادہ دیر کسی کے پاس بٹھریں۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کسی لطیف جیلہ اور بانہ سے آپؐ کا حضرت زینبؓ کے پاس کثرت سے آنا جانا بند کر دیں۔ سوچا اور اس پر اتفاق کر لیا کہ اگر آپؐ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائیں تو وہ اور اگر حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لائیں تو وہ یہ کہیں کہ آپؐ کے دہن مبارک سے مغفیر (ایک قسم کا گوند ہے) کی بُرائی ہے۔ جب آپؐ ان میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے یہ بات آخر کہہ ہی دی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اور تو کچھ نہیں کھایا مگر البتہ زینبؓ کے پاس شہد استعمال کیا ہے۔

فلن اعود له وقد حلفت لا تجتري بذلك
احد (بخاری ج ۲ ص ۴۹۹ واللفظہ وسلم ج ۱ ص ۴۸۵)
لیکن میں پھر نہ کھاؤں گا اور اس کے ترک پر قسم کھا چکا ہوں
مگر تم کسی کو نہ بتانا۔

اس زوجہ مطہرہؓ سے غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے یہ راز کی بات کسی اور نبی کو بھی بتا دی جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کر دی کہ آپؐ کی بیوی نے وہ راز افشا کر دیا ہے۔ جب آپؐ اس کا کچھ حصہ اُس زوجہ مطہرہؓ کے سامنے پیش کیا اور دوسرے حصہ سے اعراض کر دیا تا کہ اس کو مزید ندامت نہ ہو، تو اس نے کہا، حضرت آپؐ کو یہ کس نے بتایا ہے کہ میں نے وہ راز کی بات کسی اور کو بتا دی ہے؟ آپؐ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے آگاہ کر دیا ہے جو علیم بھی ہے اور خیر بھی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی ثقافت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور لوٹ دی (یاشند) کو پھر استعمال کیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۸۶)

ہمارا استدلال اس مضمون سے اس طرح ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب یا جمیع مآکان و مایکون کا علم ہوتا تو آپؐ کو نزول آیات سے قبل ہی معلوم ہوتا کہ میرے فعل اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہوگا، لہذا میں ایسا نہ کروں۔ کیا فریق مخالف کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمداً ایسا کیا تھا؟ اس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر اور مختارِ کل نہ ہونے کی بھی صاف وضاحت ہو گئی ہے کیونکہ اگر آپؐ حاضر و ناظر ہوتے، اور حضرات ازواج مطہراتؓ نے جہاں خفیہ مشورہ کیا تھا آپؐ وہاں تشریف فرما ہوتے تو آپؐ کو یہ تمام قصہ معلوم ہوتا۔ اور اگر مختارِ کل

ہوتے تو جب آپ نے اپنی مرضی سے صرف اپنی ذات بابرکات کے لیے (نونڈی یا) شہد حرام کر دیا تھا تو وہ حرام ہی رہتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل نہ ہوتی۔ اور اگر انصاف سے دیکھا جائے تو آپ کی بشریت بھی اس سے ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کا مخصوص واقعہ اور شہد کا استعمال بشریت کے لوازمات میں سے ہے۔ فوراً محض (جیسے فرشتے) کو نہ تو عورت کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کھانے اور پینے کی، اور اللہ تعالیٰ کا لفظ ازلی وابدی ہے، وہ اس کی ایک صفت ہے جیسے کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ وہ قابلِ افلاک ہی نہیں اور نہ وہ کھانے پینے اور بیوی کا محتاج ہے اور نہ وہ نور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کا مادہ ہے بلکہ اللہ کے نور کے فیض اور سبب سے آپ کا نور بنا ہے دیکھئے الانوار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة ص ۲۷ جو لوگ نور من نور اللہ کی رٹ بایں معنی لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کا مادہ قرار پائے تو یہ قطعاً باطل اور سرسرمردود ہے۔ کَلَّا لَإِنَّ اللَّهَ مَعَن ذَٰلِكَ عَلُوًّا كَبِيرًا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرات ازواج مطہرات اور خصوصیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا) کا جو قرآن کریم کی حافظہ اور تفسیر قرآن کریم حدیث اور دین کی بڑی عمارت رکھتی تھیں، جن کی نظیر نہ تو پہلی امتوں میں ہے نہ پچھلی امتوں میں، (کما صرح بہ ابن کثیر فی البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷۸) کا بھی ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع ماکان و مایکون کا علم رکھتے اور ہر جگہ حاضر و ناظر تھے۔ ورنہ جس طرح آپ کی موجودگی میں انہوں نے کوئی سازش اور مشورہ نہیں کیا تھا آپ کی غیر حاضری میں بھی ان کو یہ جرأت ہرگز نہ ہوتی اس لیے کہ آپ بخیاں ان کے عالم الغیب اور حاضر و ناظر تھے۔ پھر آگے جس بی بی نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت آپ کو یہ کس نے بتایا۔؟ یہ تو نقص قطعی ہے کہ ان کا اعتقاد آپ کے متعلق علم غیب کا ہرگز نہ تھا اور آپ نے بھی جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ میں تو جمیع ماکان و مایکون کا عالم اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہوں بلکہ بالکل باطل کا علم ہونا کیا شواہد؟ بلکہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس واقعہ کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے دی ہے کیونکہ وہی علیم اور خیر ہے۔ یاد رہے کہ یہ واقعہ سہ ماہیہ کا ہے اور وہ تمام آیات جس سے فریقِ مخالف مسئلہ علم غیب اور حاضر و ناظر کشید کرتا ہے۔ اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں، کیا وجہ ہے کہ ان آیات سے جناب امام الانبیاء عاتق البین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو اپنا حاضر و ناظر اور جمیع ماکان و مایکون کا عالم ہونا سمجھ میں نہ آسکا۔

اور حضرات انوارِ مطہراتؒ کو بھی ان آیات سے یہ مسائل سمجھ نہ آ سکے، اور فریقِ مخالفت کو یہ سمجھ گئے۔ پھر کیے باور کر لیا جائے کہ واقعی ان آیات سے یہ مسائل ثابت ہوتے ہیں؟ یہ بات ہماری سمجھ سے بالکل بالاتر ہے اور ہر ایک باشعور اور منصف مزاج اس کی تائید کرے گا۔ اور تقریباً تمام وہ احادیث جن سے فریقِ مخالفتِ علم غیب اور حاضر و ناظر پر استدلال کیا کرتا ہے اس واقعہ سے قبل کی ہیں۔ کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ واقعی ان احادیث سے یہ مسائل اخذ اور ثابت ہوتے ہیں، اور جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرات انوارِ مطہراتؒ کا آپ کے گھر میں رہتے ہوئے آپ کے بارے میں علم غیب اور حاضر و ناظر وغیرہ کا عقیدہ نہیں تھا تو فریقِ مخالفت عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحب خصوصاً یہ فرمائیں کہ کس کے ایمان پر جرحی ہوئی؟ اہل حق کے ایمان پر یا اہل بدعت کے؟

ہے روکش آفتاب نہ بغیر پردہ بلا وسیلہ دہاں لگائی ہے آنکھ دل نے جہاں مجالِ نظر نہیں
مفتی صاحب ازراہ شفقت و عنایت اہل حق کی جماعت کی طرف سے مفت و کالت کرتے ہوئے اس مضمون مفتی احمد یار خان صاحب کا چٹکلہ کو قتل کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ”جس پر یہ آیت اتری لَیْسَ یُخْرِجُکُمْ مَّا أَحْلَی اللہ و لَکَ معلوم ہوا کہ آپ کو اپنے دہن پاک کی بوسہ بھی علم نہ تھا کہ اس سے بڑا رہی ہے یا نہیں؟ جواب اس کا جواب اسی آیت میں ہے۔ تَبْتَغِیْ مَسْنَدَاتِ اَزْوَاجِکُمْ لَے حبیب یہ حرام فرما آپ کی بے خبری سے نہیں بلکہ اہل معترض انوار کی رضا کے لیے ہے نیز اپنے منہ کی بوسہ نہیں محسوس چیز ہے، ہر صبیح الدعاء محسوس کر لیتا ہے کیا دیوبندی انبیاء کے حواس کو بھی ناقص ماننے لگے؟“ (بلنظم جاد الحق ص ۱۱۱)

الاجواب | نہ معلوم مفتی صاحب کی یہ منقول اور مفروضہ باتیں کس نے کہی ہیں؟ اور کن الفاظ میں کہی ہیں مگر مفتی صاحب اپنے ہوش و حواس کو قائم کرتے ہوئے پہلے ہمارا استدلال ملاحظہ کر لیں، پھر جواب کی ہمت ہو تو ارشاد فرمائیں۔ استدلال یہ نہیں ہے کہ آپ کے دہن مبارک کی بوسہ محسوس ہے یا غیب ہے؟ اس کا آپ کو علم تھا یا نہیں تھا؟ ہمارا استدلال پہلے گذر چکا ہے اس کو دیکھ لیں۔ آپ محاسنِ باختہ ہو کر حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حواس کی طرف کیوں پہلے گئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حواس کی طرح اور کس کے حواس ہو سکتے ہیں؟ نیز مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ اے حبیب یہ حرام فرما آپ کی بے خبری سے نہیں

بلکہ ان معترضانہواج کی رضا کے لیے ہے۔ مفتی صاحب فرمائیں کہ یہ کس آیت کا ترجمہ ہے؟ یہ قرآن کریم کی کیسی کھلی ہوئی تخریف ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کو علم تو تھا کہ واقعی اس تحریم سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے اور مجھ پر وہ تنبیہ بھی نازل فرمائے گا۔ مگر چونکہ معترضانہواج کو راضی کرنا ہے لہذا میں عمداً اور دیدہ دانستہ اس حلال چیز کو حرام کرتا ہوں۔ کیا واقعی مفتی صاحب اوصال کی جماعت کا ایسی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمداً خدا تعالیٰ کی نافرمانی کیا کرتے تھے اور حضرت انطاخ کو راضی رکھا کرتے تھے؟ معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ تعالیٰ، لاجحل ولا قوۃ الا باللہ تعالیٰ۔ یہ ہے فسریق مخالفت کے عشق و محبت کی جھلک۔

مری تعمیر میں مضر ہے اک صودت خرابی کی
ہیوولی برق غرمین کا ہے خوں گرم دہقان کا

دسویں آیت | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَوْذُوًا عَلَى الْإِنْفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ كَعْلَمُهُمْ (پ۔ التوبہ۔ رکوع ۱)
اور بعض مینے والے اٹھتے ہیں نفاق پر لے محضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ان کو نہیں جانتے صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔
یہ ارشاد خداوندی سورۃ توبہ میں ہے جو سب سے آخری سورت ہے۔ چنانچہ بخاری ج ۲ ص ۱۱۱ اور مسلم ج ۲ ص ۱۱۱ میں حضرت براہ شعیب عازب (المتمنی ص ۱۷۷) سے اور متذکر ج ۲ ص ۱۱۱ میں (جس کی تصحیح پر امام حاکم ر اور علامہ ذہبی ر دونوں متفق ہیں) حضرت عثمان بن عفان (المتمنی ص ۳۵) سے روایت ہے کہ آخر سورۃ نزلت سورۃ التوبہ۔ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سورۃ توبہ ہے۔ ہاں البتہ اس کی صرف دعائیں ہی ہیں۔ وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ

(التفسیر القرآن ج ۱ ص ۱۳۱)

یہ ارشاد اس امر پر واضح دلیل ہے کہ دُور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں اور معمولی منافقوں کو بھی نہیں بلکہ ان منافقوں کو جن کا نفاق حد کمال کو پہنچا ہوا تھا اور جو نفاق پر اٹھے ہوئے اور بعد تھے ان کو بھی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے، ان کا علم بھی بس صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا اگر آپ کو علم تھا اور جمیع ماکان و بایکون کا علم حاصل ہوتا تو لامحالہ آپ کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ آپ ان کو نہیں جانتے فقط ہم ہی جانتے ہیں۔

قاضی بیضاوی رحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

لَا تَعْلَمُهُمْ لَا تَعْرِفُهُمْ بَاعِيَانَهُمْ وَهُوَ
تَقْرِيرُ لِمَا رَتَبَهُ فِيهِ وَتَوْقِهُمُ فِي
تَحَامِي مَوَاقِعِ التَّهْمِ إِلَى حَدِّ خَفِيِّ عَلَيْكَ
حَالِهِمْ مَعَ كَمَالِ فُطْنَتِكَ وَصَدَقَ فِرَاسَتُكَ
عَنْهُمْ فَكَلَّمَهُمْ عَلَى اسْرَارِهِمْ
إِنْ قَدَرُوا أَنْ يَلْبِسُوا عَلَيْكَ لَوْ قَدَرُوا
أَنْ يَلْبِسُوا عَلَيْنَا -

(بیضاوی ج ۲ ص ۱۸۶)

امام بغوی رحمہ لکھتے ہیں کہ :-

لَا تَعْلَمُهُمْ أَنْتَ يَا مُحْتَدِّعُ عَنْ تَعْلَمُهُمْ الْخ
(معالم ج ۲ ص ۹۹)

اور علامہ غازی رحمہ لکھتے ہیں کہ :-

لَا تَعْلَمُهُمْ بِعَيْنِي أَنْصَدُ بِلُغَا فِي النِّفَاقِ إِلَّا
حَيْثُ أَنْتَ لَا تَعْلَمُهُمْ يَا مُصَدِّعُ مَعَا وَخَلَطُكَ
وَاطْلَاعُكَ عَلَى الْإِسْرَارِ عَنْهُمْ لَعْنُ لَكِنْ
عَنْ تَعْلَمُهُمْ لِأَنَّهُ لَوْ تَحَفَّى عَلَيْنَا خَافِيَةً وَإِنْ دَقَّتْ

(غازی ج ۲ ص ۱۸۶)

اور علامہ نسفی رحمہ لکھتے ہیں کہ :-

لَا تَعْلَمُهُمْ أَيْ يَخْفَوْنَ عَلَيْكَ مَعَ كَمَالِ فُطْنَتِكَ
وَصَدَقَ فِرَاسَتُكَ لِحَرْطِ تَوْقِهِمْ فِي تَحَامِي مَا
يَشْكُوكُ فِي أَمْرِهِمْ ثُمَّ قَالَ عَنْهُمْ تَعْلَمُهُمْ
أَيْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ وَلَئِنْ يَطْلُعَ عَلَى سِرِّهِمْ

دلے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ان منافقوں کی شخصیتوں کو
نہیں جانتے اور اس میں اس بات کو واضح کرنا ہے کہ وہ اپنے
نفاق کو چھپانے میں اتنے ماہر ہیں کہ وہ ان باتوں سے بے
حد بچتے ہیں جو ان کے معاملہ کو مشکوک کرتی ہیں حتیٰ کہ
آپ باوجود کمال ذکاوت اور صحیح فراسات کے ان کے
نفاق پر مطلع نہیں ہو سکتے ہم ہی ان کو جانتے امدان کے
بیمبوں پر مطلع ہیں اگر وہ آپ کو فریب دینے پر قادر
ہو گئے تو ہم کو تو وہ فریب نہیں دے سکتے۔

اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ان منافقوں کو نہیں
جانتے ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔

آپ ان کو نہیں جانتے یعنی وہ نفاق کی اس حد کو پہنچ
چکے ہیں کہ آپ باوجود روشن دلی اور اطلاع برسرانہ کے
ان کو نہیں جانتے بس ہم ہی ان کو جانتے ہیں کیونکہ ہم پر کوئی
پیشتر معنی نہیں رہ سکتی۔ اگرچہ ایک فزہ بے مقدار ہی کیوں
نہ ہو۔

آپ ان کو نہیں جانتے یعنی وہ آپ پر باوجود آپ کی
کمال فطانت اور صدق فراسات کے مخفی ہیں کیونکہ وہ ایسے
معملات بہت پر ہیز کرتے ہیں جو ان کے نفاق پر آپ
کو شک میں ڈال دیں ہم ہی ان کو جانتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ

کے بغیر اور کوئی بھی ان کو نہیں جانتا اور نہ ان کے بھید پر کوئی اور واقف ہے کیونکہ وہ کفر کو تو سویدائے قلب میں مخفی رکھتے ہیں اور ظاہر میں آپ کے سامنے وہ مخلص مومنوں کی صورت میں پیش آتے ہیں۔

آپ ان کو یعنی ان کے نفاق کو نہیں جانتے بس ہم ہی ان کو یعنی ان کے نفاق کو جانتے ہیں۔

یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ باوجود کمال خطانت اور صمیم فرستگاری کو بعینہ نفاق نہیں جانتے اس میں اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ بڑے ماہر ہیں اور تمت کے مواقع سے خیال تک پرہیز کرتے ہیں کہ آپ ان کو نہیں جانی سکتے بس ہم ہی ان کو جانتے اور ان کے بھیدوں پر مطلع ہیں اگر وہ آپ کو فریب دینے پر قادر ہیں تو ہم کو تو فریب دینے کی اُن کو کوئی قدرت نہیں ہے۔

اور قریب قریب یہی کچھ علامہ معین بن صفی نے لکھا ہے (دیکھئے جامع البیان ص ۱۶)

آپ ان کو نہیں جانتے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کو خیالی کیا ہے کہ وہ نفاق میں اتنے سرکش واقع ہوئے ہیں کہ آپ ان کو عنوان نفاق سے نہیں جانتے۔ حاصل یہ ہے کہ آپ ان کے نفاق کو نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا

غیر لا نهم يبطنون الكفر في سويداء قلوبهم و يبرزون لك ظاهراً كظاهر المخلصين من المؤمنين
(مدارک ۲ ص ۱۸۶)

علامہ ابوطاہر محمد بن یعقوب لکھتے ہیں کہ:-

لَا تَعْلَمُهُمْ لَا تَعْلَمُ نَفَاقَهُمْ خَنْ نَعْلَمُهُمْ
نَعْلَمُ نَفَاقَهُمْ (تنویر المقاس ۲ ص ۱۸۶)

اور قاضی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:-

لَا تَعْلَمُهُمْ یعنی لا تعرفهم یا محمد بصفة النفاق مع کمال فطنتك و صدق فواستك فهو تقریر لہما رتھم و تقریرہم فی تمامی مواقع التہم الی حد حفی علیک تخنن نَعْلَمُهُمْ فطلع علی سرانہم ان قدر و اعلى ان لبسوا علیك فلا یقدرون ان یلبسوا علینا

(تفسیر منطری ۴ ص ۲۸۹)

اور قریب قریب یہی کچھ علامہ معین بن صفی نے لکھا ہے

اور علامہ آلوسی الخفی لکھتے ہیں کہ:-

لَا تَعْلَمُهُمْ بیان لقروم ای لا تعرف انت بعنوان نفاقہم الی ان قال و حاصلہ لا تعرف نفاقہم۔

رُوح المعانی ج ۱ ص ۱

نیز اسی آیت کے تحت ارقام فرماتے ہیں کہ:-

وقال الله تعالى لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم

لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ وَهَذِهِ آيَاتُ
وَنُخَوِّهَا أَقْوَى دَلِيلٌ فِي الرَّودِ عَلَى مَنْ يَزْعُمُ
الْكَشْفَ وَالْإِطْلَاعَ عَلَى الْمَغِيَّاتِ بِمَجَرَّدِ مَنَافَاةِ
الْقَلْبِ وَتَجَرُّدِ النَّفْسِ عَنِ الشَّوَاغِلِ وَبَعْضِهِمْ
يَتَسَاهَلُونَ فِي هَذَا الْبَابِ جِدًّا

کہ آپ ان کو نہیں جانتے ہم ہی ان کو جانتے ہیں اور یہ
اور اس قسم کی دوسری آیات ان لوگوں کی تردید کے لیے جو
محض صفائی قلب اور شواغل نفس سے الگ ہونے کی وجہ سے
کشف اور اطلاع بر مغیبات کا دعویٰ کرتے ہیں قوی
ترین دلائل میں بعض لوگوں نے یوں ہی بلاوجہ اس باب

میں تبادل سے کام لیا ہے۔

(روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۸)

نوٹ :- صاحب روح المعانی مطلق کشف و کرامت کے منکر نہیں ہے جیسا کہ پہلے گزرا ہے چوکا
ہے اور آگے ابھی رہا ہے بلکہ ایسے کشف کے منکر ہیں جو تمام امور کو محیط ہو اور ہر ایک کے ظاہر و باطن
پر حاوی و مشتمل ہو علاوہ انہیں کشف اور غیب کی بعض خبریں بقول ابن خلدون مجاہدین وغیرہ کو بھی معلوم ہو
سکتی ہیں اس کی مبسوط بحث مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸ میں دیکھئے۔

ظاہر ہے کہ مدینہ طیبہ کے جن منافقین کا ذکر یہاں کیا گیا ہے ان کا اتفاق اور ان کے دوسرے ظاہری
اور باطنی احوال سب ہی علم غیب اور جمیع ماکان و مایکون میں سے ہیں لیکن اس آیت میں اس کی تصریح
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی منافقت اور منافقانہ چالوں اور ریشہ دوانیوں کا علم نہ
تھا۔ اور قطعی طور پر معلوم ہوا کہ اس آیت کے نزول تک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو نہ تو علم غیب حاصل تھا اور نہ جمیع ماکان و مایکون کا علم محیط حاصل تھا۔ اور یہ آیت سورہ توبہ کی ہے جو
قرآن کریم کی تمام سورتوں کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اب فرق مخالفت پر لازم ہے کہ وہ اس آیت کے
نزول کے بعد کی کوئی آیت قرآنی یا حدیث متواتر نہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان منافقوں
کا اتفاق اور ان کی منافقانہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا علم ہو گیا تھا۔ خبر واحدہ صحیح بھی اس بات میں
مہرگز حجت نہیں ہے جانیکہ غیر معصوم لوگوں کی آراء اور خصوصاً صاوی شریعت و پہلی شریعت اور جعلی وغیرہ
کا نام بھی مت لیجئے۔

لُوثُ جَاءَ نَبِيًّا لَيْسَ قَاتِلًا ! سَخَنَتِ جَاہِلُیُّنَ فَرَسَمُہُ کَرِہِیْنِ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس مقام پر تفسیر حق مخالفت کے بزعم خود جوابات کا بھی
سرسری طور پر طائرانہ جائزہ لیں۔

فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت | فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت اور مجدد مائتہ حاضرہ ثبیکاً ثبیکاً شیئ

سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمیع ماکان و مایکون کے علم پر استدلال کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ: "بلکہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس جو پتہ کرتا ہے زمین کی اندھیر لیل میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو مجداً بعداً تفصیلاً جان لیا" (بلغتہ انباء المصطفیٰ ص ۱۷) یہ لکھتے ہیں کہ: "اور جب کہ یہ قرآن عظیم کے ثبیکاً ثبیکاً شیئ ہونے نے دیا اور پڑ ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ کہ ہر آیت یا سورت کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہو کہ نَقَضْتُ عَلَيْكَ يٰ مَسْفُوقٍ کے باب میں فرمایا جاتے ۱۷ تھلہم ہر گز ان آیات کے منافی اور اعطاء معلوم مصطفوی کا نافی نہیں۔ الحمد للہ طائفہ تالفہ و باسیہ جس قدر قصص و روایات و اخبار و حکایات علم عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹانے کو آیات قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے، سب کا جواب دہن دوز فتن سوز انہی دو فقروں میں ہو گیا" (بلغتہ انباء المصطفیٰ ص ۱۷)

الجواب | خالص صاحب کا یہ مجددانہ مغالطہ پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ اولاً اس لیے کہ ثبیکاً ثبیکاً شیئ کی جس آیت سے خالص صاحب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کلمی عجب ثابت کرتے ہیں وہ تو سورۃ نحل کی آیت ہے اور سورۃ نحل کی سورت ہے۔ اگر آپ کو مکہ مکرمہ ہی میں سب غیب عطا ہو گیا تھا تو اور باتیں تو روز میں الگ مدینہ طیبہ میں سورۃ بقرہ۔ آل عمران اور مائدہ وغیرہ جیسی لمبا لمبی سورتیں کیوں نازل ہوئیں؟ کیا خان صاحب اور ان کے اتباع کے نزدیک یہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس میں نہ تھیں؟

وثانیاً اگر واقعی آپ کو مکہ مکرمہ میں کل صغیر و کبیر اور ہر رطب و یابس کا علم حاصل ہو گیا تھا تو مدینہ طیبہ میں بہت سی چیزوں کے بارے میں آپ کے علم کی نفی قرآن کریم و احادیث متواترہ میں کیوں وارد ہوئی ہے جیسا کہ بہت سی آیات پہلے عرض کی گئی ہیں اور احادیث کا ذکر آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

وثالثاً خان صاحب کو کوئی نص قرآنی اور حدیث متواترہ پیش کرنے چاہیئے تھی کہ جن حضرات انبیاء کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم آپ کو نہ نقص علیہ کے نزول تک نہیں دیا گیا تھا وہ آپ کو اس آیت یا حدیث متواترہ سے ملنا ثابت ہے اسی طرح ان کو لا تَعْلَمُوهُمُ عَنْ نَفْلِكَ ہم کے بعد کوئی

نص قرآنی یا خبر متواتر پیش کرنی چاہیے تھی کہ ان منافقین کا علم آپ کو اس قطعی الدلالتہ نص سے اور اس متواتر اور صریح حدیث سے حاصل ہو گیا تھا۔ خان صاحب کو اس جہان میں کوئی آیت اور خبر متواتر اس پر دستیاب نہیں ہو سکی تو اس جہان سے (جہاں وہ پہنچ چکے ہیں) ہی اپنے اتباع و اذتاب کو بتا دینا چاہتے تھے کہ وہ بیچارے یہ ادھار تو ختم کر سکیں۔ آخر خان صاحب نے مردوں کی امداد اور اعانت پر تو کئی کئی کتابوں میں صفات کے صفات سیاہ کر دیے ہیں۔ اگر ان سے یہ بھی نہ ہو سکا تو وہ کس کام کے؟ ان میں کوئی دم خرم ہے تو یہ ادھار ہی چکاویں۔ ہے کوئی خان صاحب کا لائق علمی بیٹا جو یہ صاحب بے باقی کرے۔ دیدہ بایہ ذل من ہمارے؟

و ادباً خان صاحب کا تغافل یا قلت تدبیر کا حیرت ناک مظاہرہ دیکھئے کہ کس طرح یہ لکھ گئے ہیں۔ کہ ”الحمد للہ طائفۃ تالفہ و طائفۃ لم یفہم“ جس قدر قصص و روایات و اخبار و حکایات علم عظیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹانے کو آیات قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے سب کا جواب وہیں دوز و فتن سوز نہیں دونوں فتنوں میں ہو گیا۔ خان صاحب ہوش میں آکر فرمائیے کہ وہ کون سی آیات قطعیہ قرآنیہ آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، کان و مایکون کے علم پر پیش کی ہیں؟ لفظ کل اور لفظ ما کے عموم سے آپ کا استدلال خالص خیانت یاری جہالت پر مبنی ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب میں باقرہ خود خان صاحب یہ مذکور ہوگا کہ یہ کبھی استغراق حقیقی اور کبھی استغراق عمرنی کے لیے آتے ہیں اور یہی مطلب حضرات مفسرین کرام نے بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ باللائل یہ بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے، انشاء اللہ العزیز۔

اور خان صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اہل حق محض قصص و روایات و اخبار و حکایات ہی نہیں پیش کرتے بلکہ وہ تو صرف وہ قصص و اخبار و حکایات پیش کرتے ہیں جو قرآن کریم کی قطعی آیات سے ثابت ہیں اور وہ صحیح روایات پیش کرتے ہیں جن کا قدر مشترک متواتر ہے اور ان کے خلاف ایک حرف بھی ثابت نہیں ہے۔ یہ خان صاحب کا انتہائی فاسد اور باطل عقیدہ اور بے جا غلو ہے۔ خان صاحب جیسے فاسد عقیدہ رکھنے والے کسی غالی فرقہ کی شکایت امام سیوطی رحمہ اللہ نے یوں کی ہے جس کو حضرت مکاتملی القاری اس طرح نقل کرتے ہیں کہ:-

ولکن ہذا من الغلو عندہم ان علم رسول اور لیکن یہ غالی فرقہ اس کا قائل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اللہ منطبق علی علم اللہ سواء فکل ما
یعلمہ اللہ یعلمہ رسولہ واللہ تعالیٰ
یقول وَ مِمَّنْ حَوْلَکُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ
وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُّوا عَلَى الْقَافِ
لَا تَعْلَمُہُمْ نَحْنُ نَعْلَمُہُمْ وَهَذَا فِی
بِرَءِیَہِ وَفِی مِنْ آخِرِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ هَذَا
وَالْمُنَافِقُونَ جَبْرَانٌ فِی الْمَدِیْنَةِ انھو و
من اعتقد تسویۃ علم اللہ ورسولہ
یکفر اجماعاً کما لا ینحی۔

(موضوعات کبیرہ ۱۱۹)

وہم کا اور خدا تعالیٰ کا علم برابر ہے۔ سو جس چیز کو اللہ تعالیٰ
جانتا ہے اس کو خباب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی
جانتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور تمہارے آس پاس
دیا تھیں میں کچھ منافق ہیں اور اہل مدینہ میں بھی کچھ منافق
ہیں جو منافق پڑے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے
ہیں میں ہی ان کو جانتے ہیں اور یہ ارشاد سورت برأت
میں ہے جو قرآن کریم کی آخری سورت ہے اور منافق بھی دور
نہ تھے آپ کے پڑوس میں مدینہ کے اندر رہتے تھے اور جس نے یہ
اعتقاد کر لیا کہ خدا تعالیٰ کا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کا علم برابر ہے تو وہ اجماعاً اُمت کے رد سے کافر ہے۔

اس تسویۃ سے تسویۃ فی الکیفیت مراد نہیں ہے کہ ذاتی اور عطائی کا درواز
لوٹ ضروری اس کا جھگڑا شروع کر دیا جلتے، بلکہ اس سے ظاہر تسویۃ فی المقدار و الکمیۃ
مراد ہے جیسا کہ خود خالصاب کو اقرار ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ:-

وان اداد مجرد التسویۃ فی المقدار کما ہو
ظاہر کلامہ الخ (الدولۃ المکیۃ ص ۱۲)

اس کے بعد خالصاب نے آئیں بائیں شائیں کر کے بہت سی فضول باتیں لکھی ہیں جو اس قابل ہی
نہیں کہ ان کی طرف التفات کیا جائے۔

وہ خاتمہ خان صاحب کا دعویٰ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نزول صحیح
قرآن کریم کے وقت سب مکان و مایکون کا علم حاصل ہوا تھا پہلے نہ تھا۔ پھر خان صاحب نے
بتینا نکل میٹھا وغیرہ آیات سے (جو کہ مکرہ میں نازل ہوئیں) کیوں ہر صغیر و کبیر اور رطب و یابس
وغیرہ کا ثبوت فراہم کرنے کی ناکام کوشش کی ہے؟ اور خواہ مخواہ لوگوں کو مغالطہ دے کر اپنے خیال
یا تغافل کا ثبوت دیا ہے؟ خالصاب، جس وقت کا دعویٰ ہے، اس وقت کے مطابق دلیل
بھی دے گا ہے۔ اس کے کوئی عقلمند نہیں باور کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب تو

حاصل ہو آخری وقت میں اور دلائل پیش کئے جائیں مکی زندگی کے اور جنگ بدر کے کہ ہذا مصحح
 فلاں خدا انشاء اللہ۔ دعویٰ تو یہ ہو کہ آپ کو نزول جمع قرآن کے وقت ماکان و مایکون کا مسلم
 عطا ہوا تھا اور دلیل پیش کی جائے لفظ اللہ کی کہ اس کے معنی ہی غیب دان کے ہوتے ہیں۔
 اس لحاظ سے جس دن آپ کو نبوت و رسالت عطا ہوئی تھی اسی دن سے آپ کے لیے مکی غیب کا
 دعوئے کرنا چاہیے۔ الغرض بدعت پسند حضرات قرآن کریم اور حدیث کے علم سے تو ویسے ہی کو رہے
 ہیں، جو اشیاء صرف متوسط قسم کی عقل سے حاصل ہوتی ہیں وہ ان سے بھی محروم ہیں۔ مگر کیا کیا جانے
 کہنے والے نے کیا ہی پتہ کی بات کہی ہے۔

بلند بال تو ہوتا نہ تھا جمور و غنیور حکیم ہر محبت سے بے نصیب رہا
 الغرض خان صاحب کی طرف سے لَ تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ لَ تَعْلَمُهُمْ کا کوئی جواب نہیں ہو سکا اور
 نہ ہی ان کی جماعت سے تاقیامت اس کی تمییز کی جاسکتی ہے، وَأَنَّى لَهُمُ التَّنَادُ شُ مِنْ تَمَکَانَ لَعَبِیدِ
 دیکھتے وہ خان صاحب بریلی سے بسے تھے اور یہ مولوی محمد عمر صاحب
 اچھرو سے بل ہے ہیں دونوں کو خدا تعالیٰ نے موزوں و مناسب جگہیں

دی ہیں۔ بریلی کا پاگل خانہ بھی مشہور ہے اور اچھرو کا پاگل خانہ بھی ملک میں کم شہرت نہیں رکھتا۔ مشہور ہے
 جیسی روح ویسے فرشتے، بجلا خدا تعالیٰ کے کاموں میں کس کو دخل ہے۔ جیسے عقیدے ویسے بندے،
 جیسے بندے ویسے ہی جگہیں، اور لطف یہ کہ جیسے مولوی ویسے ان کے ماننے والے۔ کئی پھر کس چیز کی ہو
 گی؟ جہاں قیاس کن زیر گستان من بہار مرا

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”محمد عمر۔ ذرا گستاخی سے کام نہ لو، یہ مکی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی طرف منسوب ہے
 ایسے الفاظ آپ کی نسبت لکنا کفر ہے۔ باقی رہا اللہ تعالیٰ کا فرماؤ لَ تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ لَ تَعْلَمُهُمْ تو اس
 کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے معادریے کو سمجھانے کے واسطے سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَیْنِ فرمایا ہے۔ یہ
 معادریے اُس وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ جب کسی دوست کے مقابلہ میں اس کے دشمن کو ضروری سزا
 دینی مقصود ہو تو دوست کی طرف مخاطب ہو کر اور دشمن کی طرف تہدید نظر اٹھا کر کہا جاتا ہے۔
 کہ تو نہیں جانتا یہ منکر ٹہرایے ایمان ہے میں اس کو جانتا ہوں تاکہ دوست کے علم پر ہی موقوف رکھے اور

اس کی سفارش نہ کرے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ اس مقام پر لَوْ تَقَالَهُمْ فَرَمَا کہ آپ کی بے علمی مراد نہیں لے رہا۔ بلکہ ان کی بے ایمانی کو سختی سے اظہار کرنا مقصود ہے تاکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی منافقانہ چال دیکھ کر اپنی رحمت سے نہ چھڑالیں اور آپ کے علم منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ وضاحت فرمائی ہے۔ ۷۲ مائدہ ۱۰ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ آپ ملاحظہ فرماتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے۔ اگر آپ کو منافقین کے نفاق کا علم نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کے نفاق کی رویت کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے کیوں فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ منافقین کے دلوں کی مرض کو جانتے ہیں اور ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ (انتمی مقیاس۔ ص ۳۸۶-۳۸۷)

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ جواب قرآن کریم کی خالص تحریف اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر الجواب

اولاً اس لیے کہ آپ نے قرآن کریم کی آیت اس کا ترجمہ اور اس کی تفسیر میں متعدد حضرات مفسرین کرام کے اقوال ملاحظہ کر لیے ہیں ان میں سے کسی کو یہ مبارک اجتہاد نہ ہو جا۔ نہ معلوم مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب کو (دیکھتے جاد الحق متل) یہ کہاں سے معلوم ہوا؟ کتب تفسیر کی ورق گردانی کر لیجئے، کوئی ایک معتبر اور مستند مفسر بھی آپ کو ایسا نہ ملے گا جس نے ایسی تحریف کی ہو۔ جیسی مولوی محمد عمر صاحب (دو بغیر) نے کی ہے۔ حاشا وکلاثم حاشا وکلا +

وثانیاً یہ جتنے حضرات مفسرین کرام ہیں (رحمہم اللہ) وہ تو اس آیت کریمہ کا یہی مطلب بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کا نفاق اور ان کا باطن معلوم نہ تھا اور مولوی محمد عمر صاحب کہتے ہیں کہ ایسے الفاظ آپ کی نسبت نکالنا کفر ہے۔ کیا مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک یہ سب حضرات مفسرین کرام کافر ٹھہرے؟ دل کی کناگی پٹی نہ ہو؟ ع۔ جو قلب کو گرا مے اور روح کو تپا لے

وثالثاً مولوی محمد عمر صاحب نے فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ پیش کر کے جو یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کے نفاق کی رویت کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے کیوں فرمایا؟ تو یہ بھی مولوی محمد عمر صاحب یتیم علم کی عجیب جہالت کا ثبوت ہے۔ مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ فَتَرَى کا مفعول الَّذِينَ ہے فی قلوبہم نہیں ہے اور معنی یہ ہے کہ اے مخاطب آپ ان لوگوں کو

دیکھتے ہیں جن کے دلوں میں بیماری ہے یَسَادُ عُنْكَ فَيَنْهَضُكَ دَوْرُ دَوْرٍ كَرُّ اُنْ اہل کتاب میں گھستے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی حادثہ پڑ جائے لہذا ہمیں ان سے بگاڑنا سبب نہیں ہے۔ منافقوں کا اور ان کے ظاہری طور پر اہل کتاب سے میل جول کا دیکھنا کہاں؟ اور دلوں کا دیکھنا کہاں؟ مگر مولوی محمد عمر صاحب کی بلا سے ان کو تو مال و زر درکار ہے، ایمان ہے یا نہ ہے، ان کا مالی مفیکہ ہاتھ سے نہ نکل جاتے اور وہ مفت غدی سے محروم نہ ہو جائیں۔

بلاں مرنے کہ پروردی بہ زنجیر تلاش دانہ در صحر اگر ازل است

مفتی احمد یار خاں صاحب کا مفتیانہ کمرشمہ | مفتی صاحب نے اس آیت کے جواب میں جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فی لَحْنِ الْقَوْلِ سے منسوخ ہے جیسا کہ تفسیر جمل میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے۔ یعنی شرح بخاری ج ۴ ص ۲۱۱ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا اور فرمایا اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے۔ اُن میں سے بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکال دیا شرح شفا ملا علی قاری ج ۱ ص ۲۱۱ میں ہے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ منافقین مرد تین تلو اور عورتیں ایک تلو متر تھیں۔ (محصلہ جاد الحق ص ۱۱)

مفتی صاحب کی یہ سب باتیں اس آیت کریمہ کا ہرگز جواب نہیں بن سکتیں۔
الجواب:- اولاً اس لیے کہ سورۃ توبہ قرآن کریم کی آخری سورت ہے اور یہ کہ تَعْلَمُنَّہُمْ اسی میں مذکور ہے، اور تمام معتبر حضرات مفسرین کرامؓ یہی فرماتے اور بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان منافق لوگوں کا علم تھا کیونکہ یہ اس نقش قطعی سے ثابت ہے اور سورۃ محمدؐ جس میں وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ الایۃ ہے پہلے نازل ہوئی ہے لہذا مقدم سے متأخر کا منسوخ ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ اور حمل (جو الشیخ سلیمان ابجملؒ نے مسئلہ میں چار جلدوں میں لکھی ہے) کا یہ مقام ہی نہیں کہ اسکی غیر معتبر تفسیر کو لے کر صحیح روایات اور معتبر حضرات مفسرین کرامؓ کی مستند تفسیروں کو روکیا جاسکے، اس لیے حمل کا یہ حوالہ اور تفسیر سرے سے قابل التفات ہی نہیں ہے۔ مفتی صاحب ایک طرف توبہ لکھتے ہیں کہ ”رہی تفسیر قرآن تابعینؓ یا تبع تابعینؓ کے قول سے یہ اگر روایت سے ہے تو معتبر و نہ غیر معتبر ما خدا اعلم کلمۃ اللہ للعلامہ گر لڑوی قدس سرہ“ (انتہی جاد الحق ص ۱۱) اور دوسری طرف حمل کی تفسیر کو لے کر غیر سے قرآن کریم کی آیت کو منسوخ کر کے

درپے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

وَقَالُوا لَا تَنْفَعُكُمْ خَيْرُكُمْ اَوْ خَيْرُكُمْ فِي نَفْسِكُمْ كَمَا سَمِعْتُمْ
وَقَالُوا اِنْ دُونَ آيَاتِ كَامِلٍ هِيَ الْاَلْكُ الْاَلْكُ اَوْ عِبَادُكُمْ هِيَ۔
ہوتا ہے اور نسخ کا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ:-

قوله لَا تَنْفَعُكُمْ خَيْرُكُمْ اَوْ خَيْرُكُمْ فِي نَفْسِكُمْ لَا يَتَأَي
قوله تعالى وَلَوْ نَشَاءُ لَا دِينَا كُمْ
فَلَعَزَّ فِتْمٌ بِبَيْنَاكُمْ وَلَتَعَزَّ فَتْمُهُمْ فِي
لَحْنِ الْقَوْلِ لَانْ هَذَا مِنْ بَابِ
التوسم فيهم لصفات يعرفون بها
انه يعرف جميع من عدى من اهل النفاق
والرب على التعيين۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۴)

اور یہی حافظ ابن کثیر و لَوْ نَشَاءُ الْاَلْكُ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

ولونشاء يا محمد لا دينك استخاصهم
فعرقتهم عيانا ولكن لم يفعل تعالى ذلك
في جميع المنافقين مسترا منه على خلقهم و
حملا لادامه على ظاهرا السلامه
ورد السر الى عالمها وعرقتهم
في لحن القول اي في ما يبد من كلامهم
الادال على مقاصد يفهم المتكلم من
اي الحزبين هو بمعاني كلامه وفخاوه هو
المراد من لحن القول

(ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۴)

یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر ہم چاہیں تو منافقین
کو آشکارا ہم معین کیسے آپ کو دکھلا دیں اور نام بنام مطلع کر دیں
لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام منافقوں کے بارے میں از روئے
تستر اور امور کو ظاہری سلامت دہی پر رکھتے ہوئے اور
بھیدوں کو ان کے جاننے والے کے حوالہ کرتے ہوئے
ایسا نہیں کیا اور آپ ان کو ان کے ظاہری کلام سے جو ان
کے متعصب ہر دال ہے اور متکلم کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے
پہچان سکتے ہیں کہ وہ کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ
اس کی بات کے رنگ و صنگ سے اس کو پہچانا جاسکتا
ہے اور لحن القول سے یہی مراد ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ لَا تَعْلَمُہُمْ مَخْنٌ تَعْلَمُہُمْ میں حقیقی علم مراد ہے کہ ان منافقوں کا حقیقی علم آپ کو نہیں وہ صرف ہمیں کو ہے اور وَلَوْ نَشَاءُ الْآیۃ میں چہرے بشرے اور طرز گفتگو سے پہچاننا مراد ہے جو صرف ظاہری قرائن اور شواہد کے تحت ہے اور یہ ظن کے درجہ سے اوپر نہیں جاتا کیونکہ منافق اور مخلص کی بات کا ڈھنگ الگ الگ ہوتا ہے، جو زور شوکت، پختگی اور خلوص کا رنگ مخلص کی باتوں میں جھلکتا ہے۔ منافق کتنی ہی کوشش اور تصنع سے کام لے وہ اپنے کلام میں پیدا نہیں کر سکتا۔

اور علامہ السید محمد موسیٰ الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:-

ولا تخمصر السیما بالکتابۃ بل قد تکون
بغیرھا ایضاً متباہر فہم بہ التبی علیہ
وسلم کما یعرف القائل حال الشخص بعلمنا
تدل علیہ وکثیرا ما یعرف الانسان محبه و
میغضه من النظر ویکاد النظر ینطق بیانہ
القلب وقد شاہدنا غیر واحد یعرف السنی
والشیعی لہمات فی الوجہ وان صح ان بعض
الدولاء قدست اسرارہم کان یعرف البر
الفاجر والمؤمن والکافر ویقول اشم
من فلان رائحة الطاعة ومن فلان
رائحة المعصیة ومن فلان رائحة
الایمان ومن فلان رائحة الکفر اھ

اور یہ علامت کتابتہ ہی میں مخسر نہیں ہے بلکہ اس کے بغیر
بھی ہو سکتی ہے جس کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ان منافقوں کو پہچان سکتے تھے جیسا کہ تیار خدا ان کسی شخص کے
ظاہری حالات اور علامت کو دیکھ کر اس کا حال معلوم کر
لیتا ہے اور یہاں اوقات انسان اپنے دوست اور دشمن
کو اس کی نظر ہی سے پہچان لیتا ہے اور نظر ہی اس کے
دل کی ترجمانی کرتی ہے اور ہم نے متعدد حضرات کو دیکھا
ہے کہ وہ چہرے پر علامات کو دیکھ کر سنی اور شیعہ کو پہچان
لیتے ہیں، اور اگر یہ صحیح ہو تو اس سے مزید تائید حاصل ہو
جاتی ہے کہ بعض حضرات اولیاء کریم ایک اور بڑے مومن اور
کافر کو پہچان لیتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ فلان سبھے
طاعت کی اور فلان سے معصیت کی تو آتی ہے اور فلان

سے ایمان اور فلان سے کفر کا رائحہ عروس ہوتا ہے الخ

(روح المعانی ج ۲ ص ۶۷)

الغرض لَا تَعْلَمُہُمْ مَخْنٌ تَعْلَمُہُمْ کو فَاعْلَمُہُمْ سے منسوخ قرار دینا سراسر باطل اور مردود
ہے کیونکہ ان کا محل جہل ابراہیم ہے۔ رہی وہ حدیث جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ منافقوں کو جمع کے دن
خطبہ کے موقع پر مسجد سے باہر نکال دیا گیا تھا تو اس سے بھی استدلال صحیح نہیں۔ اولاً تو اس لیے
کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی خبر واحد ہے اور بقول خالصا حب اس کو قرآن کریم قطعی

آیت کے مقابلہ میں پیش کرنا محض ہرزہ بانی ہے۔ قرآن کریم کی نص قطعی کا جواب یہ کیسے بن سکتی ہے؟
خان صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

”کہ عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہرزہ بانی (انباء المصطفیٰ) نیز لکھتے ہیں کہ ”نہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو مگر قرآن کی تخصیص کر کے بلکہ اس کے مضمر مفہول ہو جائے گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہو سکے“ (ملفوظ انباء المصطفیٰ ص ۱۷۱)

اور مفتی صاحب کا حوالہ بھی پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ دوسروں سے قطعی الدلالة دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں امذلول لکھتے ہیں کہ ”وہ آیت قطعی الدلالة ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو“ (ملفوظ حامد الحق ص ۱۷۱)

اور نیز مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ”قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے انتہی (حامد الحق ص ۱۷۱)

جیت تک وہ اس حدیث کا تواتر ثابت نہ کریں ان کو پلٹنے اس استدلال میں پیش کرنے کا کیا حق ہے؟
ثانیاً اس مضمون کی کوئی روایت صحیح ہی نہیں ہے ہم بفضلہ تعالیٰ اس سلسلہ کی روایات کا حوالہ مذکور کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے رجال کا ذکر خیر بھی کتب اسامہ الرجال سے کر رہے ہیں تاکہ اس مسئلہ حقیقت سامنے آجائے۔

ان کی روایت امام ابن جریر (د اور طبرانی) و ابن ابی
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت

اور ان کی سند یوں ہے :- اسباط عن السدی عن ابی مالک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ویکھئے تفسیر ابن جریر ج ۱ ص ۱۱۱
وعمدة القاری ج ۴ ص ۱۱۱ ودرمنثور ج ۳ ص ۱۱۱ و ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۵ وروح المعانی ج ۱ ص ۱۱۱ وغیرہ
مگر یہ سند کمزور اور ضعیف ہے، اس قابل نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جاسکے۔ کیونکہ ایک تو اس کی سند میں اسباط - بن نصر الممدانی البیرونی ہے۔ امام حرب کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبلہ اس کو ضعیف سمجھتے تھے۔ امام ابو حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابوالنعمان سے اس کی تضعیف سنی ہے اور انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس کی اکثر حدیثیں عامی ساقط الاعتبار اور منقولہ الاسانید ہیں، المم نسائی

کا بیان ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔ ساجی رح اس کو ضعیف میں بیان کرتے ہیں۔ امام ابن معینؒ سے ایک روایت میں یس بشی کے الفاظ مروی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۱۲) اور دوسرے راوی اس میں السدی البکیس میں جن کا نام اسمعیل بن عبد الرحمنؒ بن ابی کریمؒ ہے۔ یہ اگرچہ فہم تفسیر کے امام ہیں مگر فہم حدیث کے بارے میں حضرات محدثین کرامؒ کی رائے ان کے بارے میں اچھی نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ ان کی روایت میں ضعیف ہوتا ہے۔ امام جوزجانیؒ فرماتے ہیں کہ ہذا کتاب شتامؒ (وہ بہت بڑا جھوٹا اور تیرانی تھا) امام ابو زر عہدہ فرماتے ہیں کہ وہ کمزور ہے۔ ابو حاتمؒ کہتے ہیں اس کی حدیث لکھی تو جاسکتی ہے مگر اس سے احتجاج درست نہیں ہے۔ بخاریؒ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے ساجی کا بیان ہے کہ صدوق فیہ نظر۔ امام طبرانیؒ کہتے ہیں لا یدحتج بحدیثہ کہ اس کی حدیث سے احتجاج واستدلال جائز نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۱۴) اور معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۳۱ برہن کثیر، اور مجموع التفسیر ج ۳ ص ۱۱۱ میں اس مضمون کی ایک روایت کلبی اور سدی دونوں مروی ہے کلبی کا حال بھی سن لیجئے اور سدی اس مقام پر الضعیف ہے۔ اس کا حال بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابو النضر الکلبی ہے۔ امام معمر بن سلیمانؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے کذاب تھے، ایک اُن میں سے کلبی تھا اور لیث بن ابی سلیمؒ کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے جھوٹے تھے، ایک کلبی اور دوسرا سدی۔ امام ابن معینؒ کہتے ہیں کہ یس بشیؒ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ امام یحییٰؒ اور ابن مہدیؒ نے اس کی روایت بالکل ترک کر دی تھی۔ امام ابن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ ابو جریجؒ نے فرمایا کہ میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کا فرہ ہے۔ میں نے جب یہ بات یزید بن زریعؒ سے بیان کی تو وہ بھی فرمانے لگے کہ میں نے بھی اُن سے یہی سنا کہ اشہد انہ کافر اس کے کفر کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ:-

یقول کان جبرائیل یوحی الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقام النبی لحاجتہ وجلس علی فاوچی الی علی رض

کلبی کہتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی لایا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ کی چٹا کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی جگہ حضرت علیؓ بیٹھ گئے تو جبرائیل علیہ السلام نے ان پر وحی نازل کر دی۔

(یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام مورد وحی اور منبطوحی کو نہ پہچان سکے اور حضرت علیؓ کو رسول سمجھ کر ان کو وحی

منانگے، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس بھولے بھالے جبرائیل علیہ السلام نے آگے پیچھے کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہوں گی اور کن کن پر وحی نازل کی ہوگی اور نہ معلوم حضرت علیؑ کو بھی وہ اس خفیہ وحی میں کیا کچھ کہہ گئے ہوں گے۔ ممکن ہے یہ خلافت بلا فصل ہی کی وحی ہو جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت علیؑ کے کان میں پھونک گئے ہوں گے۔ بات منور کچھ ہوگی۔ آخر کلبی کا بیان بلاوجہ تو نہیں ہو سکتا، اور کلبی کے اس نظریہ کے تحت ممکن ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی ہی وحی میں بھول کر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی سننا گئے ہوں اور مقصود کوئی اور ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ وہ حضرت علیؑ ہی ہوں۔ آخر کلبی ہی کے کسی بھائی کا یہ نظریہ بھی تو ہے کہ :-

جبرائیل کہ آمد چوں از خالق بے چوں بہ پیش محمدؐ مشد و مقصود صلی بن بود
معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ تعالیٰ، کلبی نے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور وحی کو ایک ڈرہا اور کھیل بنا کر رکھ دیا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ اثم العیاذ باللہ تعالیٰ۔
مفسر (بلکہ کلبی نے خود یہ کہا ہے کہ جب میں بطریق البصالح عن ابن عباسؓ کوئی روایت اور حدیث تم سے بیان کروں تو فو کذب، (وہ جھوٹ ہے) امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ حضرات محدثین کر لم رہ سب اس امر پر متفق ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کی کسی روایت کو پیش کرنا صحیح نہیں ہے امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی روایت کبھی بھی نہیں جاسکتی۔ علی بن المجہدؒ، حاکم ابو احمدؒ اور دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ جوزجانیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب اور ساقط ہے۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ اس کی روایت پر جھوٹ بالکل ظاہر ہے اور اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ ساجیؒ کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اور بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا کیونکہ وہ غالی شیعہ ہے۔ حافظ ابو عبد اللہ الحاکمؒ کہتے ہیں کہ البصالح سے اس نے جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ :-

وقد اتفق ثقات اهل النقل على اذمه و تمام اہل نقل ثقات اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر
ترك الرواية عنه في الاحكام والعروض بھی ان کا اتفاق ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی
(تنزيه التذيب ج ۹ ص ۱۸۹ مطلقا) کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

اور امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ کلبی کی تفسیر اقل سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا

بھی جائز نہیں ہے (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۲) اور علامہ محمد طاہر الخفنیؒ کہتے ہیں کہ کمزور ترین روایت
قرن تفسیر میں کلبی عن ابی صالح عن ابن عباسؓ ہے اور

فاذا انضم الیہ محمد بن مروان السدی جب اس کے ساتھ محمد بن مروان السدی الصغیر بھی مل جائے
الصغیر فہی سلسلۃ الکذب (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۲ و القان ص ۱۸۹) پھر توریہ جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔

اور اس روایت میں غیر سے یہ دونوں شیر جمع ہیں۔ صحیح ہے، شاید کہ پلنگ خفتہ باشد
اور محمد بن مروان السدی الصغیر کا حال بھی سن لیجئے:-

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی روایت ہرگز نہیں لکھی جاسکتی۔ (ضعفاء صغیر امام بخاریؒ ص ۲۹)
اور امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ (ضعفاء امام نسائیؒ ص ۵۲) علامہ
ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ حضرات محدثین کرامؒ نے اس کو ترک کر دیا ہے، اور بعض نے اس پر جھوٹ بولنے
کا الزام بھی لگایا ہے۔ امام ابن معینؒ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے
اس کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عدیؒ کا بیان ہے کہ جھوٹ اس کی روایات پر بالکل یقین ہے۔ (میزان الاعتدال
ج ۳ ص ۱۳) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ (کتاب الاسماء والصفات ص ۲۹) حافظ
ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ وہ بالکل متروک ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۵) علامہ نسکیؒ کہتے ہیں کہ وہ
ضعیف ہے (شفاء القام ص ۲) علامہ محمد طاہرؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے، (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۲)
جریر بن عبد الحمیدؒ فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ ابن غیرؒ کہتے ہیں کہ وہ محض نتیجہ ہے یعنوب بن
سفیانؒ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ صالح بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا وکان یضع۔
(خود جعلی حدیثیں بھی بنایا کرتا تھا)۔ ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے، اس کی حدیث ہرگز
نہیں لکھی جاسکتی۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۳۱)

یہ ہیں وہ شیر جن کی روایات سے دیگر اہل بدعت حضرات عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحب
مخصوصاً قرآن کریم کی نص قطعی کو کاٹنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے غلط اور باطل عقیدہ پر زور نہ پڑے۔
قولا اسفا۔ اور خود لویل گوہر افشاں ہیں کہ۔ قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی
خاص نہیں بنا سکتے چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے۔ (جاء الحق ص ۱)۔

رہی حضرت ابن عباسؓ کی وہ روایت جو شرح شفاء میں حضرت ملا علی نقویؒ نے نقل

کی ہے کہ منافق مردِ تین سوا اور عورتیں ایک سو ستر تھیں تو اس کی سند انہوں نے کوئی بیان نہیں کی۔ ظن غالب یہی ہے کہ اس کی سند میں بھی کوئی کلبی اور رمدی جیسا شیر موجد ہے تو ایسی بلا سند اور موقوف روایت سے قرآن کریم کی قطعی الدلالة اور قطعی الثبوت نص کو کیونکر رد کیا جاسکتا ہے؟ اور ایسی روایت قرآن کریم کی آیت کا جواب کیسے بن سکتی ہے؟ منفی صاحب ابو دمرول سے تو آپ قطعی الدلالة نص اور حدیث متواتر مانگتے ہیں، کیلئے گھر شریف کی بھی آپ کو کچھ خبر ہے؟ خدا اور ہر بھی تو نگاہ کیجئے اور دل کی کہتے عوام کے سامنے تو آپ دل کی کہنے کو تیار نہ ہوں گے۔ ہمارے سامنے ہی کہہ دیتے۔

میں اگر مائل تو نیکے مطلب دل کچھ نہ کچھ میرا جانا اور ہے قاصد کا جانا اور ہے
 اس سلسلہ میں ایک یہ روایت بھی پیش کی جاتی ہے
حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کہ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ کے موقع پر بہت سے منافقوں کو نام بنام پکار کر مسجد سے نکال دیا تھا اور ان منافقوں کی تعداد پچیس تھی۔ یہ روایت عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۲۱ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۵ و ج ۴ ص ۱۸ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷ اور خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۲ و روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۰ و تاریخ کبیر للبخاری ج ۷ ص ۲۳ وغیرہ میں مذکور ہے۔
 صحابی کا نام بعض روایتوں میں ابن مسعود اور بعض میں ابو مسعود (عقبہ بن عمرو انصاری) آتا ہے دونوں جلیل القدر صحابی ہیں۔

یہ روایت امام بیہقی نے دلائل النہو ج ۶ ص ۲۸۶ میں ابوالاحمد الزبیری کے علاوہ بھی دو سندوں سے نقل کی ہے لیکن دونوں میں مدار عیاض بن عیاض عن ابیہ الخ پر ہے قرین قیاس یہ بات ہے کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود دالہذلی سے نہیں بلکہ ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری سے ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی اس کو اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ عن ابی مسعود الانصاری الخ (در منثور ج ۳ ص ۲۷۲) ابن مسعود اور ابو مسعود میں کتابت وغیرہ میں غلطی واقع ہو گئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

پہلی وجہ یہ ہے کہ امام بیہقی کی سند میں ”ابوالاحمد الزبیری عن سفیان الخ“ واقع ہیں اور یہ اگرچہ اکثر حضرات محدثین کرام کے نزدیک ثقہ ہیں مگر امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ: کثیر الخطا فی

حدیث سفیان (سفیان سے جب یہ روایت کرتے ہیں تو اس میں کثرت سے خطا کرتے ہیں) امد یہ روایت بھی ان کی سفیان ہی سے ہے۔ عجلی کہتے ہیں کہ ثقہ ہے مگر شیعہ ہے۔ اور ابو حاتم خرماتے ہیں کہ حافظ حدیث تھے مگر لہ اوہام ان سے ادا م صادر ہوتے بہتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۵۵) اور دوسرے راوی اس سند کے سلمہ بن کیل ہیں۔ یہ اگرچہ ثقہ اور ثبت تھے مگر عجلی، یعقوب بن شیبہ اور امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ ان میں تشیع تھا۔ (تہذیب ج ۴ ص ۱۵۷) امد شیعہ کا نظریہ علم غیب کے بارے میں نیز حضرات صحابہ کرام کے اوپر طعن کرنے اور لفاق وغیرہ کے الزام عائد کرنے میں کسی سے مخفی نہیں ہے اور ابن مردویہ کی روایت میں جو بطریق ابن مسعود مروی ہے یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ :-

ماکان تعرف المنافقین علی عہد رسول اللہ صلی ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں صرف اللہ علیہ وسلم الذہ بغضہم علی بن ابی طالب اس علامت کے منافقوں کو پہچانتے تھے کہ وہ حضرت علیؑ سے بغض رکھتے ہیں۔ (رد مشورہ ج ۶ ص ۶۶)

سو پہنے کی بات ہے کہ کیا منافقوں کا بغض صرف حضرت علیؑ سے تھا، حضرت عمرؓ وغیرہ سے نہ تھا؟ ان کے ساتھ بغض کرنے کو کبھی علامات لفاق سے شمار نہیں کیا گیا؟ بلکہ اسی سابق روایت میں ایک لطیف حیلہ سے حضرت عمرؓ کا خطبہ جمعہ میں درج ہے اور جس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ آئے تو منافق مسجد سے نکل رہے تھے اور حضرت عمرؓ جہا کے مارے چھپتے پھرتے تھے کہ لوگ تو جمعہ پڑھ کر خارج ہو رہے ہیں اور میں اب آ رہا ہوں مگر بعد کو حقیقت معلوم ہوئی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں عیاض بن عیاض عن ابیہ الخ ہے۔ اور بعض کتب اسماء الرجال (مثلاً تاریخ کبیر للبخاری ج ۷ ص ۲۳ و کتاب الجرح والتعديل لابن ابی حاتم ج ۳ ص ۴۰۹ و کتاب الثقات لابن حبان ج ۵ ص ۲۶۷ وغیرہ) میں بلا توثیق اس راوی کا نام تو مذکور ہے اور تعجیل المنفعة لابن حجر ص ۳۲۶ میں ہے فوثقه ابن حبان (یعنی کتاب الثقات میں اس کے ذکر کرنے سے اس کی توثیق ہوئی) لیکن آگے تصریح ہے ولم یذكر سما عا عن ابیہ ولا ابوہ من ابی مسعود (تعجیل المنفعة ص ۳۲۶ طبع حیدر آباد دکن) تو اصول حدیث کے رُو سے یہ روایت منقطع ہوئی جو صحیح نہیں ہے اور تفسیر المنار میں اس کی تصریح ہے کہ

والذی ارآہ ان الروایة غیر صحیحة ہمارے خیال کے مطابق یہ روایت ہرگز صحیح نہیں ہے۔

(المنار ج ۱ ص ۲۰)

الغرض اصول حدیث اور فن روایت کے تحت منافقوں کی تعداد اور ان کے صحیح علم کے متعلق کوئی

روایت صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی روایت صحیح ثابت ہو جائے تب بھی خبر واحد ہی ہے گی اور قرآن کریم کا جواب وہ ہرگز نہیں بن سکتی۔ علاوہ بریں روایتی حیثیت سے صرف نظر کرتے ہوئے بھی اگر محض روایت ہی سے سوچا جائے تب بھی ان روایات سے فریق مخالفت کا مدعی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بصورتِ صحت اس روایات ان سے صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ چھتیس^۳ منافق تھے۔ اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ ان کے علاوہ اور کوئی منافق نہ تھا؟ مسجد سے خطبہ جمعہ کے موقع پر چھتیس آدمیوں کو نکال دینے سے یہ یکسے لازم آیا کہ مدینہ طیبہ میں منافق ہی صرف یہ تھے باقی اور کوئی نہ تھا؟ اور یہ کیا ضروری ہے کہ سب منافق مسجد میں حاضر ہی ہوئے ہوں؟ یہ اور اسی قسم کے کئی اور احتمال اس میں پیدا ہوتے ہیں اور اگر صرف یہی منافق تھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بے سند روایت کا فریق مخالفت کیا جواب دے گا۔ ان کے نزدیک تو وہ بھی صحیح ہے جن میں تین سو مرد^۴ اور ایک سو ستر عورتیں شامل تھیں^۵ دیکھئے فریق مخالفت کیا لب کنائی کرتا ہے نہ کوئی یہ پیش کرنے دے شاعر خوش نوا کا قول وعدے کا اعتبار کیا جب اس میں ان کے گھر بھی ہے

فائدہ ۱۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تبوک کے سفر میں ایک گھاٹی کے اندر بلدہ (اور ایک روایت میں چودہ اور ایک میں پندرہ کا ذکر بھی آیا ہے) منافقوں نے اچانک حملہ کر دیا تھا تاکہ آپ کو شہید کر دیا جائے (العیاذ باللہ تعالیٰ) مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا اور ان بارہ منافقوں کے نام آپ کے صرف حضرت حذیفہؓ کو بتائیے تھے، اور یہی وجہ ہے کہ وہ صاحبِ سر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشورہ تھے۔ دیکھئے مسلم ج ۲ ص ۲۶۹ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۹ و زاد المعاد ج ۲ ص ۵۷ و ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۲ و فضائل الکبریٰ ج ۱ ص ۲۹ وغیرہ اور یہی وہ سر اور راز ہے جس کا ذکر ملا علی نقاری نے مرقاۃ ج ۵ ص ۱۱۵ میں کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو منافقوں کے نام اور ان کا نسب نامہ بتایا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام کے تمام منافقوں کا علم حاصل تھا اور آپ نے ان کے نام حضرت حذیفہؓ کو بتائیے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ:-

انہ علیہ السلام اعلم حذیفۃ بالخیان
اربعۃ عشرا وخمسة عشر منافقا وهذا
تخصیص لا یقتضی انہ اطلع علی اسمائهم
وایانہم کلہم۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو چودہ یا پندرہ منافقوں کے نام (مع ان کی شخصیتوں کے) بتائیے تھے اور یہ صرف ان چودہ پندرہ کے ساتھ خاص تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۷) حضرت حذیفہؓ کو سب کے نام اور ذات بھی بتلا دی تھیں۔

الحاصل مراقبہ کے حوالہ سے یہ ثابت کرنا کہ آپ کو جملہ منافقوں کا علم تھا اور آپ نے حضرت حذیفہؓ کو وہ سب بتلا دیے تھے اور اسی لیے وہ زردان مشہور تھے وغیرہ وغیرہ یہ حدیث اور تاریخ اسلام سے بنے خبری کا نتیجہ ہے۔ اس سابق مفصل بحث کے بعد کوئی غلجبان باقی نہیں رہتا۔

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو لوٹ چکا
ظلمت کے بھیاں تک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھو چکا

گیارھویں آیت | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لَكَ هَٰذَا إِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ۖ ذُرِّيَّتُكَ أَكْثَرُ ۚ
لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَكِنَّ الْكَاذِبِينَ ○
اللہ تعالیٰ بخشنے تجھ کو کہوں رخصت مے دی تو نے اُن
کو یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے تجھ پر سچ کئے والے اور جان
لیتا تو بھول کو۔ (پ ۱۰۔ التوبہ۔ رکوع ۷)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب سورہ میں قیصر روم کے مقابلہ کے لیے تبوک کے مقام پر جانے کا ارادہ فرمایا اور اس کے لیے لغیر عام کا صاف اعلان فرمایا، تو منافقین نے یہ دیکھ کر کہ فصل کی کٹائی کا موسم ہے، اگر می بڑی نعمت ہے، سفر اور صاف بہت لمبی ہے۔ پھر رمیوں کی مستح اور آزمودہ کار لا تعداد فوجوں سے مقابلہ ہے۔ وہاں سے بھلا کامیابی اور غنیمت کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آکر مختلف قسم کے عذریہ پیش کئے اور اپنی مجبوریاں بیان کیں اور اس غزوہ میں نہ جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت نے ان کو ان بہانوں میں صادق تصور کرتے ہوئے شرکت نہ کرنے کی اجازت مے دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپؐ ایک گونہ عتاب آمیز مگر نہایت پیارے انداز میں کہنا گیا کہ آپؐ نے ان کے اعذار کا سچ اور بھوٹ معلوم ہونے سے پہلے کیوں ان کو اجازت مے دی۔ انہوں نے غزوہ تبوک میں جانا تو بہر حال نہ تھا اور ان کی عدم شرکت سے قرآن اور حالات کے تحت ان کا سچا اور جھوٹا ہونا آپؐ کو بخبری معلوم ہو جاتا۔ اب تو یہ آپؐ کی اجازت کو بطور سند پیش کرتے ہیں اور لوگوں کے نزدیک سرخرو ہونے کی سعی کرتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے امتداد سے منافقوں کی ایک جماعت کو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی تھی، اسی کے مقابل میں یہ آیت نازل ہوئی اور آپ کی تسلی کے لیے معافی کے اعلان کو مقدم کر کے اس طرح فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا آپ نے ان کو پیچھے رہ جانے کی اجازت کیوں دی؟ اور کیوں نہ ان کے معاملہ کو اس وقت تک لیے ملتوی رکھا جب تک آپ ان میں سے عذر کر نہ والوں کو جھوٹوں کو جان نہ لیتے۔

اور علامہ معین بن صفیؒ نے بھی اس کے قریب قریب تحریر فرمایا ہے۔ (دیکھئے جامع البیان ص ۱۵۸)

اور علامہ ابوالسعودؒ لکھتے ہیں کہ:-

گمراہ آپ سے یہ کہا گیا کہ آپ نے ان منافقوں کو اجازت دینے میں کیوں اتنی جلدی کی؟ اور کیوں اتنا توقف بھی نہ کیا کہ اہل معاملہ آپ پر کھل جاتا جیسا کہ حزم و احتیاط کا مقتضی ہے۔

وكان صلى الله عليه وسلم اذن لاجتماع في التخت باجتماعه ففرزل عتاياله وقدم العتوتطينا لعلم حقا الله عنك لحد اذنت لهم في القلت وهلا تركتهم حقا يتبين لك الذين صدقوا في العذر وتعلم الكاذبين

(تفسير جلالين ص ۱۵۸)

كانه قيل لحد سارعت الى الاذن لهم وهلا ثابنت حقا يجهل الامر كما هو قضية الحزم۔ (ابوالسعود ج ۵ ص ۱۳۳)

اور علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں کہ:-

آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو کیا ہوا تھا کہ آپ نے ان کو غزوہ سے رہ جانے کی اجازت دے دی جب انہوں نے اجازت چاہی اور چلے گئے اور کیوں نہ آپ نے اتنا توقف کیا کہ آپ کو ان کے سچے اور جھوٹے معلوم ہو جاتے۔

معنا لا مالك اذنت لهم في القعود عن الغزو حين استاذنوك واحتلوا لك بعلمهم وهلا استانبت بالذين حقا يتبين لك الذين صدقوا وتعلم الكاذبين (مدارك ج ۲ ص ۹۸)

اور اسی کے قریب قریب قاضی بیضاویؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ (دیکھئے بیضاوی ص ۲۱۱)

اور حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ:-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافقوں نے جب آپ سے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اس حالت میں کیوں نہ چھوڑ دیا۔ کہ ان میں سے کسی کو بھی ترکہ جہاد کی آپ اجازت نہ دیتے

يقول تعالى هلا تركتهم لما استاذنوك فلم تاذن لاحد منهم في القعود لتعلم الصادق منهم في اظهار طاعتك

فَانْهَمُ كَانِزًا مَّصْرِيْنَ عَلَى الْقَعُوْدِ عَنْ
الْغَزْوَانِ لَمْ تَأْذِنْ لَهُمْ فِيْهِ -
ابن کثیر ج ۲ ص ۳۶۱)

تاکہ آپ ان میں سے اُن کے صدق کو جو آپ کی اطاعت کا
اظہار کرتے ہیں نہ جان لیتے کیونکہ وہ تو ترک جہاد پر مُصر تھے
ہی، اگرچہ آپ ان کو اجازت نہ بھی دیتے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اسی آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ:-
لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرِى الْمُنَافِقِينَ
يَوْمَئِذٍ (معالم التنزيل ج ۳ ص ۸۴)
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت منافقوں کو
نہ جانتے تھے (اور بعد کبھی سب کا علم نہیں ہو سکا)
اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ:-

فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْذِنُ لَهُمْ
لَا يَذِرُ مَا فِي أَنْفُسِهِمْ -
کنز العمال ج ۱ ص ۲۴۹)

تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو اجازت
دینے لگے کہ وہ بتوک کی مہم میں شریک نہ ہوں لیکن آپ
ان کے دلوں کی باتوں کو نہ جانتے تھے۔

اس آیت سے اور اس کی ذیل میں حضرات مفسرین کرامؒ کے اقوال اور عبارات سے یہ بات بالکل
واضح ہو گئی ہے کہ جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے پیش کردہ اعذار کی
کی بنا پر غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کی اجازت دی تھی، ان کے اعذار اور بہانوں کا سچ
اور بھوٹ ہونا اس وقت تک آپ کو معلوم نہ تھا۔ حالانکہ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے، اور یہ آیت
سورہ توبہ کی ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔ کما تر۔

مفتی احمد یار خاں صاحب کی اُپج

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ: جواب انہ اس آیت
میں آپ پر عتاب ہے، اور نہ حضور اُن کے فریب سے
بے خبر تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام نے اُن کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے اجازت دی۔ رب نے فرمایا کہ اے
مجرموں کے پردہ پوش آپ نے اُن کو رسوا نہ کیا؟ عتاب غلطی پر ہوتا ہے۔ یہاں غلطی کو نہی ہوئی
تھی؟ عفا اللہ، کلمہ دعائے ہے نہ کہ عتاب (انتہی بلفظہ۔ جاد الحق مسئلہ)

الجواب

مفتی صاحب نے حسب عادت یہاں بھی عجیب قسم کی خیانت یا جہالت کا ثبوت دیا
ہے۔ اولاً اس لیے کہ حَتَّى يَنْبَغِيَ لَكَ الَّذِينَ مَدَقَّرُوا وَتَعَلَّمُوا الْكَادِبِينَ ○
کہ بالکل مضمہ ہی کہ گئے ہیں، اور ان کا معذہ ایسا قوی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ڈکار تک نہیں لیتے۔ اگر

اس جملہ کا تذکرہ کرتے اور اس کو بھی ملاحظہ کر لیتے تو ان کو حقیقت معلوم ہو جاتی کہ اصل معاملہ کیا ہے اور میں کیا کہہ اور لکھ رہا ہوں کہ نہ حضور اُن کے فریب سے بے خبر تھے۔

وثانیاً، نہ معلوم یہ کس آیت کا ترجمہ اور مفہوم ہے کہ لے مجرموں کے پر وہ پوش آپ نے ان کو رسوا کیوں نہ کیا؟ اس آیت میں تو کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں آپ کی اجتہادی لغزش پر آپ کو تنبیہ کی گئی ہے جیسا کہ آپ نے حضرات مفسرین کرام کے اقوال اور عبارات میں ملاحظہ کر لیا ہے۔

وثالثاً، مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ نہ اس آیت میں آپ پر عتاب ہے، سراسر غلط ہے۔ تفسیر جلالین وغیرہ کی عبارت میں صراحت کے ساتھ عتاب کا لفظ موجود ہے، اور حافظ ابن کثیر حضرت عون سے نقل کرتے ہیں کہ:-

هل سمعتم بمعاتبه احسن من هذا؟ بذا کیا تم نے اس سے بہتر عتاب سنا ہے؟ کہ عتاب سے بالغوبل المعاتبۃ۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۱۶) پہلے عفو کا پروردن دیا جائے۔

غرضیکہ اس آیت میں عتاب بھی ہے اور عفو کی سند اور پروردن بھی ہے۔
 وراثیاً مفتی صاحب کی یہ بھی غلطی اور کوتاہ فہمی ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ عتاب غلطی پر ہوتا ہے یہاں غلطی کو نسی تھی؟ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ عتاب، لغزش اور خطائے اجتہادی پر بھی ہوتا ہے۔ اور اس مقام پر خطائے اجتہادی کا صدور ہوا ہے۔ جیسا کہ خود یہ نص اور حضرات مفسرین کرام کے اقوال اس پر دال ہیں۔

بارہویں آیت | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا، وَتَفَرُّقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَارْتِدَادًا إِلَى الْإِنِّ حَارِبٍ
 اللہ ورسولہ من قبلہ لا یصلحون ان یردنا
 اِلَّا الْحُسْنٰی وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اَنَّهُمْ لَکٰذِبُونَ ○
 لَا تَقْعُدُوا فِیْہِ اَبَدًا ط الْاٰیۃ

اور جنہوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضرر اور کفر پر اور ملتانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے اور مدحہ لگانے کے لیے اس شخص کے لیے جو اس سے قبل لڑتا رہا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اور وہ قہیں کھا میں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ وہ

(پ ۱۱ - النوبہ رکوع ۱۳) جھوٹے ہیں۔ آپ نہ کھڑے ہوں اس مسجد میں کبھی بھی۔

مدینہ طیبہ میں ایک خبیث قسم کا عیسائی پادری تھا جس کا نام ابو عامر رہا تھا، جو بے مروت اور مولوی تھا، اور نہانہ جاہلیت میں لوگ اس کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، تو ابو عامر کی مکاریاں اور دینی فریب کاریاں آفتاب نبوت کے سامنے بے نقاب ہو گئیں۔ وہ مجبور ہو کر وہاں سے مکہ مکرمہ بھاگ گیا اور مشرکین مکہ کو اہل اسلام کے خلاف اکسایا۔ جنگ اُمد میں خود میدان میں لڑا، اور اسی کی سازش سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید اور چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ جب حنین کے مقام پر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح دی اور سارے عرب ان کے زیر اثر آگیا، تو ابو عامر نے محسوس کر لیا کہ اب عرب میں کوئی طاقت اسلام کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تو وہ بھاگ کر ملک شام جا پہنچا اور منافقین مدینہ کو لکھا کہ میں قیصر روم سے مل کر ایک جہاز شکر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں لانے والا ہوں جو چشم نول میں مسلمانوں کو پامال کرے گا (العیاذ باللہ تعالیٰ) قم فی الحال ایک عمارت مسجد کے نام سے بنا لو، جہاں نماز کے سہانے سے جمع ہو کر اسلام کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے ہو سکیں اور قاصد نم کو وہیں میرے خطوط و مجرہ پہنچا دیا کریں اور میں بذات خود آؤں تو ایک موزوں و مناسب جگہ میرے بھڑنے اور ملنے کی ہو۔ یہ خبیث اور ناپاک مقاصد تھے جن کے لیے مسجد منار تعمیر ہوئی اور منافقوں نے حضور کے سامنے یہ کہا کہ حضرت واللہ جاری نیت اچھی ہے۔ بیاری اور سردی وغیرہ میں بالخصوص بیماروں اور نالوں کا مسجد قبا تک جانا دشوار ہے۔ اس لیے یہ مسجد بنائی گئی ہے تاکہ نمازیوں کو سہولت ہو۔ آپ وہاں نماز کا افتتاح فرمائیں تاکہ ہمارے لیے موجب برکت و سعادت ہو۔

آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تبوک کی مہم پر جا رہا ہوں۔ (اور بعید نہیں کہ تبوک کے مقام پر جانے کے لیے جو مجبوری اہل اسلام کو پیش آئی تھی اس میں بھی ابو عامر کا ہاتھ ہو اور اس نے رویوں کو اس بات پر آمادہ کر لیا ہو کہ وہ عرب پر چڑھائی کریں جیسا کہ اس کا مذکور بیان بتا رہے ہیں)

ولو قد منا ان شاء الله تعالى اتيناكم فصلتنا جب ہم واپس آئے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس مسجد میں لکھو فیہ۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۸) نماز پڑھیں گے۔

جب آپ تبوک کی مہم سے بحیرہ عافیت واپس تشریف لاتے اور مدینہ طیبہ میں ابھی داخل نہ ہوئے

تھے کہ ایفائے عہد کا وقت بالکل قریب پہنچ گیا۔

ولم یبق بینه وبينهما الا يوم او بعض
یوم فنزل علیہ جبرائیل بنخبر المسجد الضرر
وما اعتمد الا بالواء من الکفر والتفریق بین
جماعة المؤمنین الی ان قال فبعث رسول
الله صلی الله علیه وسلم الی ذالک المسجد
من هدمه قبل مقدمه المدينه۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۸)

اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مدینہ طیبہ میں ایک
دن یا اس کا کچھ حصہ باقی رہا تو حضرت جبرائیلؑ مسجد ضرار
کی حقیقت سے آپ کو آگاہ کرنے کے لئے اور اس مسجد کے
تعمیر کرنے والوں نے کفر اور تفریق بین المسلمین کا جو
پروگرام بنایا تھا اس سے آپ کو باخبر کیا۔ تو آپ نے مدینہ طیبہ
میں داخل ہونے سے قبل ہی اپنے قاصد بھیجے جنہوں نے
اس مسجد کو گر کر اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ان منافقین کے سرغنے یخسج سے دریافت فرمایا کہ اس
مسجد سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ تو اس نے کہا۔ یا رسول اللہ!۔

والله ما اردت الا الحسنى وهو كاذب
فصدقه رسول الله صلی الله علیه وسلم۔
(در منثور ج ۳ ص ۲۷۶)

خدا کی قسم میرا مقصد اس مسجد کی تعمیر سے صرف نیکی ہے
حالانکہ وہ جھوٹا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے اس کو سچا سمجھ کر اس کی تصدیق فرمادی

اور حضرت ملاچون رح لکھتے ہیں کہ :-

فقال عليه السلام انا على اجناح سفرا اذا
قدمنا من تبوك انشاء الله تعالى صليتنا
فيه فلما قفل من غزوة تبوك سألوه اتيان
المسجد فنزلت عليه فقال عليه السلام
لوحتني رم قاتل حمزة رم ومعن بن عدی رم
وغيرهما انطلقوا الی هذا المسجد الظالم
اهله فهدموا واحرقوه ففعل ام
(تفسیرات احمدیہ ص ۲۱۱)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اس وقت تو سفر کی تیاری
میں ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب تبوک سے واپس آئے تو
اس میں نماز پڑھیں گے۔ جب آپ تبوک سے واپس
تشریف لائے تو ان منافقوں نے آپ کے ایفاء عہد کا
سوال کیا۔ اس پر یہ ارشاد نازل ہوا۔ آپ نے حضرت وحشیؓ
قاتل حضرت حمزہؓ رم اور معن بن عدیؓ رم وغیرہ کو بھیجا اور
یہ حکم دیا کہ ان ظالموں کی مسجد کو گر کر جلا دو۔ چنانچہ
انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس کا شان نزول دیگر حضرات مفسرین کرامؓ نے بھی یہی کچھ لکھا ہے مگر ہم خوف طوالت کے ان

کی عبادت قلم انداز کرتے ہیں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ کے ایک معلم میں رہنے والے منافقوں کی ان گہری سازشوں اور اسلام کے خلاف مہلک اور خطرناک قسم کی ریشہ دوانیوں کا علم نہ تھا۔ اگر آپ کو اس کا علم ہوتا تو آپ کبھی ان جھوٹوں کو سچا تصور نہ فرماتے اور نہ ان سے وعدہ کرتے اور اگر آپ کو اس سازش کا علم ہوتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے نازل ہو کر اس سے آپ کو آگاہ کرنے اور قرآن کریم کے نازل ہونے کا کوئی مطلب ہی نہیں نکلتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مغزوہ تبوک سے رجوع تک بھی آپ کو علم غیب اور جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا اور نص قرآنی سے یہی کچھ ثابت ہے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت زید بن ارقم کے واقعہ میں سورۃ المنافقون کا نزول اور عید اللہ بن ابی رئیس المنافقین کا جازہ پڑھنا وغیرہ متعدد واقعات قرآن کریم میں ایسے موجود ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہونے کی صراحت سے نفی ثابت ہوتی ہے۔ مگر ہم بخوف طوالت ان کا ذکر ترک کرتے ہیں اور ہم نے پہلے ہی یہ بات عرض کر دی ہے کہ ارادہ تو کم و بیش سچا سچا آیت پیش کرنے کا تھا مگر کتاب کے حجم کے بڑھ جانے کے خوف سے ہم نے صرف ان آیات اور ان کی تفاسیر پر اقتصار کیا ہے اور یہ بارہ آیات نچولے آیت کریمہ **إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا**۔ صرف جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمیع ماکان و مایکون کے علم کی نفی پر نعرے قطعی ہیں اور ان میں بیشتر واقعات اور اخبار ہیں جن کا نسخ بالکل ناممکن ہے۔

من آنچه شرط بلاغ است با قومی گویم
تو خواه ازین سخنم پند گیر و خواه طلال

جملہ اہل اسلام کے ستمہ اصول و قواعد کے دُور سے قرآن کریم کی نصو میں قطعہ کے بعد
دلائل اور برہان کی مد میں حضرت امام الانبیاء خاتم النبیین سید المرسلین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مقام ہے جیسا کہ کہا گیا ہے ۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن

پس حدیث مصطفیٰ بر جاں مسلم داشتن

اسی وجہ سے ہم قرآن کریم کی واضح تر آیات کے بعد آئندہ باب میں آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی چند صحیح اور صریح حدیثیں پیش کرتے ہیں کہ احادیث کی دُور سے بھی
آپ جیسے ماحکان و مایکون کے عالم نہ تھے اور یہی کچھ حضرات محدثین کرامؒ ،
بزرگانِ دینؒ اور شراح حدیث نے سمجھا ہے ، نہ جیسا کہ فریقِ مخالفت کا باطل اور بے بنیاد
عقیدہ ہے کہ آپؐ کو تمام غیب اور جملہ ماکان و مایکون کا علم حاصل تھا ۔

باب ہفتم

اس باب میں ہم چند احادیث عرض کریں گے جن سے بخوبی یہ معلوم ہو جائے گا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ تو علم غیب حاصل تھا اور نہ آپ جمیع ممالک و ممالکوں کے عالم تھے اور جب خود جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفی فرمادی ہے تو کسی اور کی بات کیسے اور کیونکر حجت ہو سکتی ہے؟ اور ہم اس کا التزام کریں گے کہ کوئی حدیث ضعیف پیش نہ ہو جو حدیث بھی ہم استدلال میں پیش کریں گے وہ صحیح ہی ہوگی یا کم از کم درجہ میں حسن ہوگی۔ مل متابعات اور شواہد میں حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ کا قاعدہ ملحوظ رکھا جائے گا۔ کیونکہ علی

زبان خلق کو نقت رة خدا سمجھو

پہلی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

قال كان النبي صلى الله عليه وسلم بارزاً ليومئذ للناس فاتاه رجل فقال ما الايمان قال الايمان ان تؤمن بالله و ملائكته و بكتابهم و برسولهم (روى نسخة و كتيبه) و تؤمن بالبعث قال ما الا سلام قال الا سلام ان تعبد الله ولا تشرك به

ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا، ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں اور آخرت پر اور اس کے رسولوں پر اور اس کی کتابوں پر اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ پھر اس شخص نے عرض کیا کہ اسلام کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا

کہ اسلام پر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو اور فریضہ زکوٰۃ ادا کرو اور ماہ رمضان کے روزے رکھو پھر اس شخص نے عرض کیا کہ احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح شروع کرو کہ غلوس سے ادا کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو سو اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھ رہے پھر اس شخص نے عرض کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ جس سے یہ بات پوچھی جا رہی ہے، وہ خود سائل سے زیادہ اس کو نہیں جانتا اور میں تم کو اس کی (کچھ) علامتیں بتلائے دیتا ہوں۔ جب لٹٹی اپنے آقا کو بچنے اور جب سیاہ اونٹوں کے چرانے والے بڑی بڑی بلند عمارتیں بنانے لگیں (تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے) اور وقت قیامت تھا ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ پھر آپ نے سورہ لقمان کی یہ آیت پڑھی ان اللہ عندہ علم الساعة الا۔ اس کے بعد سوال کرنے والا شخص چلا گیا تو حضور نے فرمایا اس کو واپس لاؤ گویا کہ فرماؤ، آپ نے فرمایا کہ یہ تو حضرت جبریل علیہ السلام لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔

روفی نسحة مثیئاً و ققیم الصلوة و تؤدی الزکوٰۃ المفروضة و تصوم رمضان قال ما الاحسان قال ان تعبد الله معانك تراه فان لم تكن تراه فاتم يراك قال معنی الساعة قال ما المستول روفی نسحة عنها) با علم من السائل وسا خبرك عن اشراطها اذا طلت الامة ربها و اذا تناول نعاة الرب بل اليهم في النبيان في خمس لا يعلمهن الا الله ثم تلا النبي صلى الله عليه و سلم ان الله عند علم الساعة الآية ثم ادبر فقال ردوه فلم يروا شيئاً فقال هذا جبرائيل جاء يعلم الناس دينهم۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۱ و سنائی ج ۲

ص ۲۱۹ و ترمذی ج ۲ ص ۸۵ تحفۃ الراوی ج ۲ ص ۳۲

و البراء ج ۲ ص ۲۸۹)

یہ روایت حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۸۱ و البراء ج ۲ ص ۲۸۹ و طیبی ص ۵ و مشکوٰۃ ج ۳ ص ۲ و سنائی ج ۲ ص ۲۱۹) اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انسؓ، حضرت جبریل بن عبداللہ البعلی (المتوفی ۸۵ھ) اور حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو عامر الاشعریؓ (المتوفی ۸۵ھ) سے بھی مروی ہے (فتح الباری ج ۱ ص ۲ و عمدة القاری ج ۱ ص ۲۸۳) اور حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ

(الموتنی ۵۲ھ) اور حضرت عبدالرحمن بن عوف (الموتنی ۵۸ھ) سے بھی مروی ہے (کنز العمال ج ۱ ص ۱۹۰) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۲۹)۔ یہ جلیل القدر دین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ ہیں جن سے یہ حدیث مروی ہے اور پھر ذیل میں طبقات روایت کی اتنی کثرت ہے کہ ان کا ضبط و شمار بھی مشکل ہے۔ اس حدیث میں جتنے علوم و معارف اور دقائق و اسرار ہیں وہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں ان کی تفصیل کے لیے کتب شروح حدیث وغیرہ کی طرف رجوع کریں۔ ہم اس حدیث کے پیش نظر جو کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں وہ صرف تین امور ہیں:-

امر اول:- یہ روایت اس پر نص قطعی ہے کہ قیامت کے قیام کا ٹھیک وقت جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا، بل البتہ قیامت کی چند چیدہ چیدہ اور چنیدہ چنیدہ نشانیاں آپ کے ضروریان فرمائی ہیں مگر یہ محل نزاع سے خارج ہیں۔ لہذا مقررہ

امر دوم:- اس حدیث کے اندر جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ خالص دین ہے، کیونکہ اس کے آخر میں صاف طور پر یہ ارشاد موجود ہے کہ سأل حضرت جبرائیل علیہ السلام فہم۔ جاء یحکمہ الناس ینہم وہ اس لیے آئے تھے کہ لوگوں کو ان کا دین سکھلا جائے اور جامع المسانید ج ۱ ص ۱۵۸ کی روایت میں ہے ہذا جبرائیل اناکم یحکمہ معالہم دینکم کہ یہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے وہ تمہیں تمہارے دین کے واضح نشانیاں سکھانے آئے تھے۔

امر سوم:- یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دور کا واقعہ ہے جس میں تمام احکام دین نازل ہو چکے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام لوگوں کے ذہن میں ان امور کا اہتمام پیدا کرنے اور ان امور دین پر مہم تصدیق ثبت کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ مگر ابتداء میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں پہچان سکے تھے، بعد میں آپ کو یہ علم ہوا تھا کہ وہ تو حضرت جبرائیل تھے۔ ہم ان امور پر اسی ترتیب سے بحث کرتے ہیں اور چند دلائل عرض کرتے ہیں

امر اول:- جب آپ سے یہ سوال کیا گیا کہ منی السعۃ قیامت کب ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا کہ ما المسئول عنہا با علمہ من السائل۔ جس سے یہ پوچھا جا رہا ہے وہ اس کو سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ شرح حدیث نے اس کے دو معنی بیان کئے ہیں اول یہ کہ سائل اور مسئول عنہا دونوں نفی علم میں مساوی ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ:-

مراد اس سے بھی صرف یہی ہے کہ سائل اور مسئول عنہ ،
دونوں نفی علم میں برابر ہیں ۔

وہ دونوں نفی علم میں مساوی ہیں اور ہر ایک سائل اور
مسئول عنہ کا یہی حکم ہے ۔

اس سے مراد وقت قیامت کے علم کی نفی کرنا ہے ۔ کیونکہ
اس کے آنے کا علم قطعی ہے لہذا وہ مشترک ہے اور اگرچہ
بظاہر اس سے علم میں مساوات مفہوم ہوتی ہے لیکن
در اصل مراد یہ ہے کہ اس بات کے جاننے میں برابری
جدا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خاص وقت کا علم اپنے
ساتھ مخصوص کر لیا ہے کیونکہ اس کے بعد یہ قول موجود ہے
کہ قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم
بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے ۔

ادنیٰ شیخ الاسلام ذکر یار (المتوفی ۹۲۵ھ) فرماتے ہیں کہ :-
انما المراد بالتساوی فی نفی العلم بہ الا (تختہ النہای ۱۷)

مطلب یہ ہے کہ علم قیامت کی تکفیل سے عاجز ہونے
میں مسئول اور سائل دونوں برابر ہیں ۔

اس جواب میں اس کی تعلیم ہے کہ عالم اور مفتی وغیرہ کو
چاہئے کہ جب ان سے کسی ایسی بات کا سوال ہو جو
انہیں معلوم نہ ہو تو وہ صاف صاف کہہ دیں کہ تم کو علم

فان المراد ایضا التساوی فی عدم العلم بہ
رفع الباری ج ۱ ص ۱۱۴)

اور حافظ بدر الدین عینی الحنفی رو لکھتے ہیں کہ :-
لہذا ہما متساویان فی نفی العلم بہ وان کل سائل
ومسئول فهو کذا لک (عمدة القاری ج ۱ ص ۳۵۴)

اور علامہ قسطلانی رو ارقام فرماتے ہیں کہ :-
والمراد نفی علم وقتہا لان علم مجیشھا
مقطوع بہ فهو علم مشترك وهذا
وان اشعر بالتساوی فی العلم
الا ان المراد التساوی فی العلم
بان الله استأثر بعلمه وقت عبیہا
بقوله بعد فی خمس لا یعلمہن
الا الله الا ۔

(قسطلانی ج ۱ ص ۱۵۵)

اور حافظ ابن کثیر رو تحریر فرماتے ہیں کہ :-
ای التساوی فی العجز عن درک ذلک علم
المسئول والسائل (تفسیر ج ۳ ص ۳۴۳)

اور امام نووی رو ما المسئول عنہا با علم من السائل کے فائدہ میں لکھتے ہیں کہ :-

فہ انہ ینبغی للعالم والمفتی وغیرہما
اذا سئل عن مالا یعلم ان یقول لا اعلم
وان ذلک لا ینقصہ

چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لے گئے اور باری تعالیٰ سے پوچھ کر آئے اور فرمایا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں اس مرتبہ باری تعالیٰ کے اتنا قریب ہوا کہ اتنا قریب مجھے کبھی نصیب نہیں ہوا آپ نے فرمایا، اے جبرائیل! وہ کیسے؟ انہوں نے کہا کہ مجھ میں اور باری تعالیٰ میں اس وضع صرف ستتر ہزار پرے نور کے حامل تھے اور باری تعالیٰ نے فرمایا کہ :-

شر البقاع اسواقها وخیر البقاع مساجدھا ۔ بدترین ٹھوٹے بازار میں اور بہترین ٹھوٹے مساجد میں ہیں ۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۷)

اس روایت میں ما المسؤل عنہا باعلہ من السائل کا مطلب اور معنی بغیر نفی علم کے اور کچھ بھی نہیں جیسا کہ غنی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ترکیب علم کی مقتضی نہیں بلکہ نفی علم کی مقتضی ہے اور اطلاق مقتضی کی روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سائل نے یہ سوال کیا کہ زمین کے ٹکڑوں میں سے کون سے ٹکڑے تیرے لیے تھے؟ فرمایا لا ادری میں نہیں جانتا یہاں تک کہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے نہ پوچھ لوں جب آپ نے حضرت جبرائیل سے سوال کیا تو انہوں نے بھی فرمایا لا ادری میں نہیں جانتا الحدیث یہ روایت اس بات پر نص قطعی ہے کہ اس مقام پر اس جملہ سے مراد صرف نفی علم ہے اور بس۔

آپ نے حدیث کے اندرونی اور بیرونی دلائل کے تحت مولوی محمد عمر صاحب کی منطق دانی

اور مطلب بھی سن ہی لیا ہے۔ اب خدا مولوی محمد عمر صاحب کی بھی سن لیجئے۔ وہ کہتے ہیں کہ :-

”اور دینی صاحب اگر ما المسؤل یا علہ من السائل کے معنی معاذ اللہ بے علم ہونے کے ہی کر دے تو تم سا خبر ک عن اشواقہا اور اذا ولدت الامة دیکھا اور اذا انطاوکی دعاۃ اوبلی البصم فی الینبئی کے کذب ثابت ہو گے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جملے کے معنی اُلٹے سے آپ کے تین جملوں کا انکار لازمی ہو گا کیونکہ ما المسؤل یا علہ من السائل کے تمارے مطلب سمجھنے سے لگے تین جملوں سے اس کا تناقض لازم آئے گا“ (ملفظہ مقیاس خفیت ص ۴۳)

یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب کا جواب اینٹی یا جمل مرکب گیا وہ تمام حضرات محدثین کرام جواب جن سے ہم نے ما المسؤل عنہا باعلہ من السائل کا مطلب نقل کیا ہے بقول مولوی محمد عمر صاحب وہ سب کے سب دینی صاحب ہوئے اور انہوں نے اس ایک جملہ کا معنی اُلٹ کر

اگلے تین جملوں کا الٹ کر دیا اور وہ ان جملوں کے کذب بھی ثابت ہو گئے، لاجل ولا قوتہ الا باللہ۔ مولوی محمد عمر صاحب خود اپنے علم کے مطابق اور انصاف و دیانت سے (اور درحقیقت ان سے ان میں کسی چیز کی رُسک سے توقع ہی بے جا ہے) فرمائیں کہ آپ ما المستول عنها باعلم من السائل کا یہ ایجاو بندہ اور خود ساختہ معنی کر کے فی خمس لا يعلمهن الا الله اور کا کیا مطلب بیان کریں گے؟ اور ایک روایت میں ہے: فی خمس من الغیب لا يعلمهن الا الله (مسلم ج ۱ ص ۱۲۱) اس روایت کی موجودگی میں تو کوئی بھی باطل ترجیح کارآمد نہیں ہو سکتی۔ اور کیا آپ اس کے کذب نہیں ٹھہریں گے؟ باقی تناقض کا بھی عجیب گر مولوی محمد عمر صاحب کو دستیاب ہو رہے کہ نہ موضوع و محل ایک اور نہ تناقض کی دوسری شرطوں کا کا ان میں وجود، مگر تناقض بہر حال ان کے نزدیک ہو ہی جائے گا۔ مولوی محمد عمر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک ہے نفس قیامت کا علم اور ایک ہے اس کی بعض علامات اور اشرط کا علم۔ یہ دو بالکل الگ الگ اور مجزا چیزیں ہیں جیسا کہ ہم اس کتاب میں مختلف ابواب میں مفصل عرض کر چکے ہیں ما المستول عنها باعلم من السائل سے نفس قیامت کے علم کی نفی ہے امد آگے جو چیزیں بیان کی گئی ہیں وہ قیامت کی نشانیاں اور علامتیں ہیں۔ نفی اور چیز کی ہے اور اثبات اور چیز کا ہے تو تناقض کیا اور کہاں سے؟ مگر مولوی محمد عمر صاحب اور ان کی جماعت کو اس سے کیا غرض؟ افنوس ہے مولوی محمد عمر صاحب کے علم اور دیانت پر کہ وہ سَأَخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا کے واضح مضموم کو جو محض قیامت سے قبل بعض نشانوں کی طرف مشیر ہے کیے نظر انداز کر گئے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی کی ایک روایت میں ہے کہ جب حضورؐ سے پوچھا گیا کہ متى الساعة؟ تو آپ نے فرمایا ہی سبجان الله فی خمس لا يعلمهن الا الله الى ان قال ولكن ان شئت حدثتك بمعالم دون ذلك پھر آپ نے چند نشانیاں بیان فرمائیں۔ اور فرمایا کہ:

فذلك من معالم الساعة واشراطها یہ ہیں قیامت کی علامتیں اور اس کی نشانیاں۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۹، ابن کثیر ج ۳ ص ۵۴۴) اور حضرت ابن عمر رضی کی روایت میں بھی ہے کہ جب آپؐ سے سوال ہوا کہ قیامت کب ہوگی؟ تو آپؐ نے فرمایا سبجان الله ما المستول عنها باعلم من السائل (مسند الطائمان ص ۲۵) کہ الله تعالیٰ کی ذات پاک ہے جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

یہ سب عبارات اور اقتباسات اس امر کو متعین کر دیتے ہیں کہ اس عبارت سے مراد نفی علم میں برابری ہے اور مطلب یہ ہے کہ جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قیامت کی ٹھیک گھڑی اور وقت معلوم نہیں

بعینہ اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی وہ معلوم نہیں اور حسب تصریح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علامہ بدر الدین العینی الحنفی رحمہ اللہ اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ وغیرہ فی خمس لا یعلمہن الا اللہ الخ اس کی دلیل ہے کہ چونکہ یہ قول نفی علم ہی کے ساتھ مناسب ہے نہ کہ علم کے ساتھ جیسا کہ کسی بھی اونی امتثال پر بھی یہ بات مخفی نہیں ہے۔ دوسرے معنی اس کا علم میں برابری سے کیا گیا ہے مگر برابری کس بات میں؟ صرف اس بات میں برابری کہ سائل اور مسئلہ عنہما دونوں اس کے جلنے میں برابری کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ کی عبارت میں یہ بات صراحت کے ساتھ گذر چکی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:-

وهذا وان كان مُشْعَرًا بالتساوي في العلم لكن المراد التساوي في العلم بان الله تعالى استأثر بعلمه لقوله بعد في خمس لا يعلمهن الا الله -
 (فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۴)

الکرمیہ اس لفظ سے بظاہر علم میں مساوات منہوم ہوتی ہے لیکن حواشی ہے کہ سائل اور مسئلہ اس بات کے علم میں برابری کہ اللہ تعالیٰ نے اس علم کو اپنے ہی کمالیہ مخصوص کر لیا ہے کیونکہ بعد میں اپنے یہ ارشاد فرمایا کہ قیامت الیٰ یابغی چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی بھی نہیں جانتا۔

اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:-

والمراد التساوي في العلم بان الله تعالى استأثر بعلمه على الوجه الاكمل (روح المعانی ج ۲ ص ۲۱)

مراد یہ ہے کہ سائل اور مسئلہ دونوں کا علم اس میں برابر ہے کہ قیامت کے علی وجہ الاقم علم کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی ساتھ مخصوص کر لیا ہے۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ علم میں برابری سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ سائل اور مسئلہ عنہما دونوں کو قیامت کا علم ہے اور اس میں وہ دونوں برابر ہیں بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ سائل و مسئلہ عنہما دونوں اس علم میں برابر ہیں کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے۔ اور اس نے یہ علم صرف اپنی ذات

لہ یکم طائسی مش کی روایت میں ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما المسئول عنها با علم من السائل من خمس لا يعلمهن الا الله ان الله عنده الآيات
 اور جامع المآثر ص ۱۱۴ کی روایت میں ہے فہی من الخمس التي استأثر الله تعالى بها۔

کے ساتھ مختص کر دیا ہے حضرت ملا علی القاری فرماتے ہیں۔ ان علم الساعة مما استأثر الله تعالى به (مرقات، ص ۶۱)، یعنی بلاشبہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کے ساتھ مختص ہے۔

شرح حدیث کا بیان تو آپ ملاحظہ کر ہی چکے، اب ذرا فریقِ مخالف کی خوش گویاں بھی ملاحظہ کر ہی لیجئے۔ مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”اس میں حضور علیہ السلام نے اپنے جاننے کی نفی نہیں کی بلکہ زیادتی علم کی نفی کی، اور نہ فرماتے لَّا اَعْلَمُ (میں نہیں جانتا) اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد فرمائی۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اے جبرئیل اس مسئلہ میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے کہ مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی، اس مجمع میں یہ پوچھ کر راز ظاہر کرنا مناسب نہیں“ (بلفظہ جاد الحق ص ۸۷)

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ مسئلہ سائل سے اعلم نہیں یعنی اے جبرئیل قیامت سے تو بھی بے خبر نہیں اور میں بھی بے خبر نہیں، تو بھی جانتا ہے۔ میں بھی جانتا ہوں۔ (بلفظہ مقیاس حقیقت ص ۱۲۷)

جواب قرینِ مخالفت کا یہ جواب قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے بلکہ طفلِ تسلی سے بڑھ کر اس کی کوئی وقعت ہی نہیں ہے۔ اولاً اس لیے کہ اگر آپ کو یہ علم تھا تو آپ نے اپنے فی خمس لا یعلمہن الا الله الخ کیوں فرمایا، اور سورۃ النہان کی آخری آیت جس میں اِنَّ اللہ عندہ علما الساعة الآیۃ مذکور ہے آپ نے کیوں تلاوت فرمائی؟ اور اس سے احتجاج کیسے صحیح ہوا؟

وثانیاً شرح حدیث کے اقوال ہم نے پیش کر دیے ہیں۔ ان سے یہ حقیقت بالکل آشکارا ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد نفی علم ہی ہے۔ راہِ راست سے مہٹ کر وہ اختراعی راز مراد نہیں جس کا ذکر فریقِ مخالف نے کیا ہے۔

وثالثاً عنقریب بیان ہو گا کہ جب حضرت جبرئیلؑ نے آپؐ سے سوال کیا تھا تو اس وقت تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ علم ہی نہ تھا کہ یہ حضرت جبرئیلؑ ہیں تو پھر آپؐ نے کیسے فرمادیا کہ تو اود میں دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں؟ سوال کے وقت تو حضرت جبرئیلؑ کی پوزیشن ایک سائل اور اعرابی اور بدوست بڑھ کر نہ تھی۔ آپؐ صلاً ایک اعرابی اور بدوست کو یہ کیوں فرمادیا کہ تو اود میں دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں؟

نمائے سابق میں کسی احمق اور جاہل سے حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ کا سابقہ پڑا ہے جس کو حضرت ملا علی القاریؒ ہوں نقل فرماتے ہیں کہ:-

ہمارے زمانہ کے بعض مدعیان علم نے جو در حقیقت علم سے موصوف نہیں بلکہ نرمے جھانڈ ہیں یہ کھلا ہوا حیلہ کہاہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وقت قیام ساعت معلوم تھا جب اس کو یہ کہا گیا کہ حدیث جبرائیل میں تو یہ آتا ہے کہ مسئلہ عننا سائل سے زیادہ علم نہیں رکھتا تو اس محرف نے اس حدیث کے معنی میں یوں تخریص کی کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں اور تو دو نول قیامت کا علم رکھتے ہیں اور یہ عظیم ترین جبل اور قبیح ترین تخریص اور جناب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی شان کو زیادہ جانتے ہیں وہ بھلا یہ کیسے کہہ سکتے تھے جس کو وہ ایک اعرابی اور دیہاتی سمجھتے تھے کہ میں اور تو قیامت کا علم رکھتے ہیں الایہ کہ یہ جاہل دعوئے کرے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت حضرت جبرائیل کو جانتے تھے مگر اس کو کیا کریں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو صادق ہیں یہ فرماتے ہیں کہ مجھ آنحضرت جبرائیل جب بھی میرے پاس آئے ہیں میں ان کو پہچان لیتا رہا مگر اب کی بار اس صورت میں میں اس کو نہیں پہچان سکا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیل مجھ پر کبھی مشتبه نہیں ہوئے مگر اس مرتبہ اور ایک روایت میں ہے کہ اس اعرابی کو واپس بلا لاؤ جب حضرات صحابہ گئے تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ عرصہ بعد اس کا علم ہوا تھا کہ وہ تو حضرت جبرائیل تھے، چنانچہ آپ نے

وقد جاهر بالكذب بعض من يدعى في زماننا العلم وهو متشيع بانه يعطى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلم متى تقوم الساعة قيل له فتد قال في حديث جبرائيل ما المثل عننا با علم من السائل فخره عن موضعه وقال معنا انا و انت فعلمها وهذا من اعظم الجبل واقبح التخریص والتبى اعلم بالله من ان يقول لمن كان يظنّه اعرابيا انا و انت نعلم الساعة الا ان يقول هذا الجاهل انه كان يعرف انه جبرائيل فرسول الله عليه السلام هو الصادق في قوله والذي نفسي بيده ما جازني في مسودة الا قد عرفت غير هذه الصورة وفي اللفظ الاخير ماشبه على غير هذه المرة وفي اللفظ الآخر ردوا على الاعرابي فذهبوا فالتمسوا فلم يجدوا شيئا وانما علم النبي صلى الله عليه وسلم انه جبرائيل بعد مدة كما قال مسرة فلبثت مليا فقال عليه السلام يا عمر ان دري من السائل والمحرف يقول

علم وقت السؤال ان جبرائیل ۳
ولم یخبر الصحابة بذلك الا
بعد مدة ثم قوله في الحديث
ما المسئول عنهما يا علم من السائل
یعلم کل سائل و مسئول فکل سائل و
مسئول عن الساعة هذا شأنهما
(مروضات کبیر ص ۱۱۹)

حضرت عمرؓ سے کچھ عرصہ کے بعد فرمایا کہ اے عمرؓ تم جانتے ہو
کہ سائل کون تھا؟ اور یہ محرف کتاب ہے کہ آپ سوال کے
وقت ہی جلتے تھے کہ وہ حضرت جبرائیلؑ تھے اور حضرات
صحابہ کرام کو اپنے اس کی اطلاع ایک عرصہ کے بعد ہی پہنچا۔ مسئل
منہا علم من السائل کے عنوان کے اختیار کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ
ہر سائل اور ہر مسئل کا یہی حکم ہے کہ قیامت کا علم بجز اللہ تعالیٰ
کے اور کسی کو نہیں ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب اس عبارت کو ٹھنڈے دل سے بار بار پڑھیں اور پھر
غور فرمائیں کہ اس حدیث کا یہ مطلب بیان کر کے کہ میں بھی قیامت کو جانتا ہوں اور تو بھی، وہ کن کن خطبات
کے مستحق ہوتے ہیں اور علامہ سیوطیؒ اور حضرت ملا علی بن القاریؒ نے ان کو کس گروہ میں شامل کیا ہے۔ اور کن
کن خطبات سے نوازا ہے؟

لائے کا ناب سماعت کس کا دل کس کا جگر

داستان در دو غم ہے داستان غمناک

اور اس عبارت کے آخری حصہ سے مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ بہانہ بھی دور ہو گیا کہ ورنہ فرماتے
”لا علم“ (میں نہیں جانتا) اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد فرمائی؟ بات یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم صرف یہ فرماتے کہ لا علم (میں نہیں جانتا) یا یہ فرماتے کہ میں اور تو دونوں نہیں جانتے، تو
یہ احتمال باقی رہ جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور اس کو جانتا ہے اس لیے آپ نے تعبیر ہی ایسی فرمائی
کہ ہر سائل اور ہر مسئل کا یہی حال اور شان ہے کہ قیامت کا علم ان کو نہیں اس میں کسی سائل اور کسی مسئل
کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ یہ ہے اس دراز عبارت کا راز۔

چنانچہ علامہ عینی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:-

لما قال كذا لك اشعرا بالتعظيم تعريضا
للسامعين ان كل سائل ومسئول فهو كذا لك
(عمدة القاری ج ۱ ص ۲۹۳)

یہ عام تعبیر اپنے اس لئے اختیار فرمائی تاکہ لوگوں کو یہ معلوم
ہو جائے اور سامعین سمجھ جائیں کہ اس بارے میں ہر سائل اور
ہر مسئل کا یہی حکم ہے۔

(اور اسی کے قریب حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔ فتح الباری ص ۶۱)

پھر مفتی احمد یار خان صاحب نے قیامت کی چند نشانیں مل کے علم سے نفس قیامت کا علم ثابت کرنے کی جو ناکام اور لا طائل کوشش کی ہے (دیکھئے جاد الحق ص ۱۱) تو وہ عجیب جہالت کا پلندہ ہے۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ چند نشانیں مل کے علم سے (جن کا دلائل سے ثبوت ملتا ہے) ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ نفس قیامت کا علم بھی ہو کیونکہ یہ تو اِنَّ اللہَ سَعِدَہٗ عَلِمَ السَّاعَةَ الْاٰتِیَہِ کی میں ہے جس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ باقی فرضی اور خود ساختہ اور خود تراشیدہ دے معنی دلائل سے یہ محکم قطع ہرگز فتح نہیں ہو سکتا اور نہ یہ جائز و دعوئے اور شیر قابو آ سکتا ہے جو زبان حال یہ کہتا ہے کہ۔

ہزار دام سے نکلا ہول ایک جنبش سے

جسے غمزد ہو آئے کرے شکار مجھے

امسودوم :- اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے (جس میں خصوصیت کے ساتھ غیر اللہ تعالیٰ سے قیامت کے علم کی نفی بھی ہے) وہ خالص ایمان اور دین ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ :-

جعل ذلک کلمۃ من الایمان اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے آپ نے اس سب

کو ایمان قرار دیا ہے۔ (صحیح بخاری ۱ ص ۱۷)

اور شیخ الاسلام ابن دقیق العیدؒ لکھتے ہیں کہ :-

ويعلمکم دینکم ای قواعد دینکم و کلیات حضرت جبرائیلؑ انہیں دین کی تعلیم دیتے ہیں یعنی دین

دینکم (شرح البعین نوید لابن دقیق العید ص ۱۷) کے قواعد یا کلیات سکھانے کے لیے آئے ہیں

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ :-

جعل ہذا کلمۃ من الدین اس حدیث میں تمام چیزوں کو آپ کی طرف سے

دین قرار دیا گیا ہے۔ (البعویدۃ فی تفسیر القرآن ص ۱۷)

اور علامہ ابوالعباس احمد بن عمر الانصاری قرطبیؒ (المتوفی ۵۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ :-

هذا الحديث يصلح ان يقال له ام السنة اس حدیث کو اُم السنۃ کما زیادہ مناسب

لما تضمن من جملة علم السنة ہے کیونکہ یہ تمام علوم سنت پر اجمالاً

مشتمل ہے۔

فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۱ و عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۱

اور قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ:

یہ حدیث ہر قسم کی ظاہری و باطنی عبادات یعنی تمام ایمانیات اور اعمال ظاہرہ اور اخلاص نیت (دو غیر وضائی حکامات) اور آفات شیطانہ کے تحفظات پر حاوی ہے گویا کہ تمام علوم شریعت اس کی طرف راجع ہیں اور اسی سے نکلتے ہیں۔ (مختصاً)

اشتمل هذا الحديث على جميع وظائف العبادات الظاهرة والباطنة من عقود الايمان ابتداءً وحالاً ومآلاً ومن اعمال الجوارح ومن اخلاص السريرة والتجفد من آفات الاعمال حقاً ان علوم الشريعة كلها راجعة اليه ومتشعبة منه (بجوالہ فتح ج ۱ ص ۱۱۱ و عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۱)

پھر علی الخصوص قیامت کے علم کو الگ کر کے تشریح حدیث نے بیان فرمایا ہے چنانچہ علامہ علی الحنفی تحریر فرماتے ہیں کہ:-

میں کہتا ہوں کہ قیامت کے آنے کا اعتقاد اور اس کے ساتھ یہ یقین رکھنا کہ اس کا علم بخیر اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ جزو دین ہے۔

قلت الاعتقاد بوجودها و بحد العلم بوقتها لغير الله تعالى من الدين ايضاً۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۱)

اور علامہ قسطلانی کہتے ہیں کہ:-

اس میں قیامت کے آنے کا اعتقاد اور اسی طرح یہ اعتقاد بھی داخل ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں عقیدے جزو دین ہیں۔

يَدْخُلُ فِيهِ اِعتقاد وجود الساعة وعدم العلم بوقتها لغير الله تعالى لانهما من الدين

(ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۱۱)

اور شیخ الاسلام ذکر یارہ نے اس موقع پر بعینہ یہی کچھ لکھا ہے دیکھیے تحت الباری ج ۱ ص ۲۹۱ مع القسطلانی ان تمام عبارات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے۔ قواعد دین، کلیات دین، ایمان اور جزو دین سے علیحدہ نہیں اس عقیدے کے خلاف کوئی اور خود ساختہ عقیدہ رکھتا ہے تو گویا وہ دین کے ایک اہم عقیدہ اور قاعدہ دین کا منکر ہے اور اس کو اپنے ایمان کی خیر منافی چاہیئے۔

الہی خیر ہو کہ فتنہ آخر نہال آیا ہے ایمان و دین سالم کہ وقت امتحان آیا

امیر سوم :- یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دور کا تھا۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ :-

ان رجلا فی اخر عمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلیفۃ بطولہ رفیع البہی ۷ اصلا وکلمۃ القاری ۷ اصلا ورجل الباری ۷ اصلا رواہ ابن مندہ ۷ وهو یحییٰ علی شرط مسلمہ

ایک شخص (جو حقیقت حضرت جبرائیلؑ تھے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے آخری حصہ میں آپ کی خدمت میں آیا۔ دھیر آگے وہ پوری حدیث نقل کی جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی یہ مخصوص آمد آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے آخری حصہ میں ہوئی تھی۔ اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ :-

انما جاء بعد انزال جميع الاحکام لتقرير امور الدين التي بلغها متفرقة فی مجلس واحد لتنضبط - (فتح الباری ۷ اصلا)

حضرت جبرائیلؑ تمام احکام کے نازل کے بعد اس واسطے اس موقع پر تشریف لائے تھے کہ دین کی جو اصولی اور ضروری باتیں نازل ہوئی تھیں اور متفرق طور پر پہنچائی تھیں اب ان کو ایک مجلس میں بیان کر دیں تاکہ وہ منضبط ہو جائیں۔

اور علامہ عینیؒ رقمطراز ہیں کہ :-

فهذا يدل علی انه انما جاء بعد انزال جميع الاحکام لتقرير امور الدين - (عمدة القادی ۷ اصلا ۲۹۳)

یہ روایت اس امر کی دلیل ہے کہ جناب جبرائیلؑ کی یہ آمد تمام احکام کے نازل ہونے کے بعد المومنین کو منضبط کر کے بیان کرنے کے واسطے ہوئی تھی۔

اور حضرت حکیم اللہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی بے نظیر کتاب میں لکھتے ہیں کہ :-

ولما تم امر الارشاد واقتراب اجله بعث اللہ جبرائیلؑ فی صورة رجل یزاه الناس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام والاحسان والاسامۃ فبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جب وعظ وارشاد کا سلسلہ مکمل ہو گیا آمد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو ایک سرو کی شکل میں بھیجا تاکہ اس کو لوگ دیکھ سکیں سو اُس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ، اسلم، احسان اور قیامت کے بارے میں سوائے

علیہ وسلمہ وصدقہ جبرائیل ۲ لیکون
ذالک کالغذکة لدینہ انتہی
رحمۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۱۱
کیا، آپ نے جواب دیا تو حضرت جبرائیل نے تصدیق کی تاکہ
اس طریقہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش کردہ
دین کا خلاصہ اور خاکہ سامنے آجائے۔

ان تمام عبارات سے یہ بات بالکل بے غائب ہو گئی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی یہ آمد تمام احکام دین
کے نزول کے بعد ہوئی تھی اور یہ محض اس لیے ہوئی تھی تاکہ تمام ماضیوں میں اس کے سامنے دین قیسم کی اصولی اور بنیادی
بالوں کا اعادہ کر کے ان کو منضبط کر دیا جائے اور دیگر اُمور کی طرح یہ بھی اچھی طرح واضح کر دیا جائے کہ قیامت
کے علم کا باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا اُمور دین، کلیات دین اور قواعد دین میں سے ہے اور آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبدک سے زندگی کے آخری لمحات میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ قیامت کا
علم نہ مجھ سے نہ سائل کو اور یہی حال ہے ہر ایک سائل اور ہر مسئول عن التامہ کا، اس لیے کہ قیامت کا علم
ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو بجز خالق کائنات کے اور کوئی نہیں جانتا فی خمس لا یعلم من الا اللہ
اور بعض روایات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک ایک سوال کرتے جاتے تھے
اور جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا ثانی اور کافی جواب ارشاد فرماتے تو حضرت جبرائیل ۲ اس
کی تصدیق کرتے کہ آپ نے بالکل سچ فرمایا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم بڑے متعجب ہوئے کہ یہ عجیب
قسم کا سائل ہے کہ پوچھتا بھی ہے اور پھر تصدیق بھی کرتا ہے دیکھئے مسلم ج ۱ ص ۲۹ و نسائی ج ۲ ص ۲۲۹ وغیرہ کیونکہ
سوال کرنا تو بظاہر اس بات پر مبنی ہے کہ اس کو کچھ بھی علم نہیں اور تصدیق کرنا اس امر پر متفرع ہے کہ سائل
ان مسائل کو بخوبی جانتا ہے مگر تھا وہ بالکل نووارد اور غیر معروف کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی بھی اس کو نہیں
جانتا تھا حتیٰ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُس کے سوالات کے وقت اس کو نہ پہچان سکے، چنانچہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل ۲ کے چلے جانے
کے بعد ارشاد فرمایا کہ:-

فوالذی لھنسی بیدہ، ماشئۃ علی منامانی
قبل مسرتی ھذہ وما عیدفۃ حتّٰی
ولی (موار والظان ص ۳۵) و رواہ الدارقطنی ج ۱
ص ۲۸۲ و قال اسناد ثابت صحیح۔ و فتح الباری ج ۱
اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ
جبے حضرت جبرائیل ۲ میرے پاس آتے تھے ہیں وہ کبھی اس دفعہ
سے پہلے مجھ پر مشتبہ نہیں ہوئے اور کبھی ایسا نہیں ہوا
کہ میں نے ان کو نہ پہچانا ہو، مگر اب میں ان کو نہیں

ص ۱۵ و عمدة القاری ج ۱ ص ۳۲) پچان کیا یہاں تک کہ وہ چلے گئے۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اپنے ارشاد فرمایا کہ۔

لا والذی بعث محمدًا بالحق ہدی و بشیرًا
ماکنت باعلم من دجل منعد و انه جبرائیل علیہ
السلام الحدیث (سنائی ج ۲ ص ۲۹۰ فتح الباری ج ۱ ص ۱۵)
و عمدة القاری ج ۱ ص ۳۲) قسم ہے اس رب جلیل کی جس نے محمدؐ کو رسول پر حق بنا کر
بھیجا کہ میں اس سائل کو تم میں سے کسی ایک شخص سے
بھی زیادہ نہیں جانتا تھا۔ اور (اب معلوم ہوا کہ) وہ تو
حضرت جبرائیلؑ تھے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

والذی نفسی محمدہ پیدا ماجارنی قط
الا وانا اعرفہ الا ان تحون هذه المرة
فتح الباری ج ۱ ص ۱۵ و عمدة القاری ج ۱ ص ۲۹۰ و ارشاد لاری ج ۱ ص ۱۵
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ
واللہ ما اتانی فی سورة الا وانا اعرفہ
فیہا الا هذه السورة۔

بجذا میرے پاس جس حدیث میں بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام
آتے تھے میں ان کو پہچان لیا کرتا تھا کہ اس شخص میں ان کو نہیں
پہچان سکا۔

(جامع المسانید ج ۱ ص ۱۵)

اور حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صوف
اعرابی و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا
يعرفہ الحدیث (کنز العمال ج ۱ ص ۶۹)
حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس
علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک اعرابی کی شکل میں آئے
اور حضورؐ ان کو نہ پہچان سکے۔

اور حضرت عبدالرحمن بن غنم کی حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ:-

انه اتاه جبرائیل فی سورة لم يعرفہ فیہا
الحدیث (کنز العمال ج ۱ ص ۶۹)
حضرت جبرائیلؑ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس
ایسی شکل میں آئے کہ حضرت ان کو اس شکل میں نہ پہچان سکے۔

ان روایات سے ایک تو یہ امر ثابت ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل
علیہ السلام کو ایک نووارد و بیاتی اور اعرابی سمجھ کر اس سے گفتگو کی تھی۔ پس یہ کیونکر عقل میں آسکتا ہے کہ یہ

یکے بار کیا جاسکتا ہے کہ جس شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک عامی اور اعرابی سمجھتے ہوں اس سے یہ فرمائیں کہ مسئلہ وسائل یعنی میں اور تو دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں اور مجھے اور تجھے دونوں کو قیامت کا وقت خاص معلوم ہے؟ الغرض اس حدیث کے جملہ اندرونی اور بیرونی قرائن اور شواہد سختی سے اس کی ترویج کرتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہو کہ اے سائل تو اور میں دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ مفتی احمدیہ خان صاحب وغیرہ نے اس کی تحریر کی ہے، اور دوسرا یہ امر بھی ثابت ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جو یقیناً ماکان و مایکون میں داخل ہیں اور جو بار بار آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی بھی لاتے رہے ہیں۔ جب ایک اجنبی صورت و شکل میں آئے تو آپ ان کو بھی نہ پہچان سکے۔ اگر آپ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا اور اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو ضرور علیہ اور شکل بدلنے کے بعد بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آپ پہچان لیتے اور آپ پر وہ ہرگز مخفی نہ ہوتے۔ کیونکہ عالم الغیب اور عالم ماکان و مایکون پر کسی کے علیہ اور شکل بدلنے کے بعد بھی اس کی حقیقت مشتبہ نہیں ہو کرتی لہذا اس موقع پر آپ کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہ پہچاننا علم غیب کے نفی کی ایک مستقل اور جہاں دلیل ہے۔ اور علامہ العینی الحنفی رحمہ فرماتے ہیں کہ صحیح ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ تین راتیں گزر چکنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمرؓ، وہ سائل تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور اسی طرح المدادؓ ج ۲ ص ۲۸۹ اور ترمذی ج ۲ ص ۸۵ کی روایت میں ہے۔ اور ابن جابر کی روایت میں ہے کہ تیسرے دن کے بعد آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اور محدث ابن مندہ رحمہ کی روایت میں ہے کہ تین دن کے بعد آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ (محصلہ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۱) اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

سبحان اللہ هذا جبرائیل جاء ليعلم الناس سبحان اللہ وہ تو حضرت جبائیل علیہ السلام تھے
 دینہم الحدیث (فتح الباری ج ۱ ص ۱۵۱) و عمدۃ القاری ج ۱
 ص ۲۳۲ و شرفی ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۱۶
 کی تعلیم دیں۔

کیا عالم ماکان و مایکون پر بھی کبھی تین دن (یا تین رات) تک حقیقت مخفی رہ سکتی ہے؟ اور کیا اس پر بھی ایسا تعجب طاری ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقت کے منکشف ہونے کے بعد سبحان اللہ سے بات کو شروع کرے؟ اور جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عمر مہارک کے آخری حصہ میں بھی امور غمختہ اور ان میں سے علی الخصوص وقت قیامت اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا علم حاصل نہ تھا تو اس کے بعد کس دلیل پر حاصل

ہوا؟ اگر انصاف اور دیانت کے ساتھ دیکھا جائے تو یہی ایک روایت فریقِ مخالف کے باطل عقیدہ اور ان کی طرف سے جملہ پیش کردہ خرافات کا جواب بالکل کافی، وافی اور شافی ہے۔ بشرطیکہ کوئی ماننا چاہے صدر نہ تو یہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

قائد کا :- زور امام حمیدی (المتوفی ۱۲۸۸ھ) میں امام عالم بن شرجیل الشیعی (المتوفی ۱۲۸۸ھ) سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام نے حضرت جبرائیل سے قیامت کے بارے میں سوال کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے :-

فانتفض باجھتہ و قال ما المسئلہ زور سے پلنے بازو کو جھٹک کر گویا لڑ کر جواب دیا
عنہا بالعلم من السائل دفع الباری ج۱ ص ۱۷۷ و عمدة اور فرمایا کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ قیامت کے وقت
القاری ج۱ ص ۳۲۸ و در منثور ج ۳ ص ۱۵۱ کو سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن مالا یدرک بالقیاس کے قبیل سے ہے۔ لہذا حکماً مرفوع ہے۔
الغرض یہ ایک بالکل واضح حقیقت ہے کہ بعض دیگر امور کی طرح وقتِ قیامت کا علم بھی مخصوص صلاً
باری تعالیٰ میں سے ہے اور اس کے بغیر ان کو اور کوئی بھی نہیں جانتا۔ نہ تو اس کو حضرت جبرائیل جانتے
ہیں اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں اور یہی کچھ قرآن
کریم، صحیح احادیث اور امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتفاقی عقیدہ سے ثابت ہے۔

حدیث جبرائیل اور فریقِ مخالف کا جواب | مفتی احمد یار خان صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ :-

اب رہی مشکوٰۃ شروع کتاب الایمان کی حدیث کہ یہ پانچ چیزوں کوئی نہیں جانتا۔ اس کی
شرحیںلاحظہ ہوں۔ امام قرطبی، امام عینی، امام قسطلانی، شرح بخاری میں اور طاعلی قاری
مرقات شرح مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں :-
فَمَنْ ادَّعى عَلَیْهِ شَیْءٌ مِّمَّا نَفِیْزٌ مُّسْتَنْبَدٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
كَانَ کَاذِبًا فِیْ دَعْوَاہٖ پس جو شخص ان پانچ چیزوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے
حضور علیہ السلام کی طرف بغیر نسبت کہے ہوئے وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ لمعات میں
شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں الْمُرَادُ لَا یَعْلَمُہٗ بِدُونِ تَعْلِیْمِ

اللہ تعالیٰ۔ مراد یہ ہے کہ ان پانچوں باتوں کو (نہیں بلکہ امورِ خمسہ میں سے بعض بعض امور اور جزئیات کو صفحہ) بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔ اشعة اللمعات میں شیخ عبدالحقؒ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں مراد آنت کہ بے تعلیم الہی بحباب عقل اینہا انداز انداز امورِ غیب اند کہ جز خداے تعالیٰ کسے از انداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزود خود کسے راجعی والہام بدانند، مراد یہ ہے کہ ان امورِ غیب کو بغیر اللہ کے بتائے ہوئے عقل کے اندازے سے کوئی نہیں جان سکتا کیونکہ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر وہ جس کو اللہ اپنی طرف سے بتا دے وحی یا الہام سے۔ (ملفوظ جاد الحق ص ۱۱)

فریقِ مخالف کے مفتی اور وکیل نے اصل عبارت کے پیش کرنے میں خیانت
جواب سے کام لیا ہے۔

اصل عبارت یوں ہے۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کے دوسرے ان پانچ چیزوں میں سے کسی چیز کے علم کی کسی کے لیے اُمید نہیں کی جاسکتی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد و عندہ مفاتیح الغیب لا یعلم الا وہ کی تفسیر انہی پانچ چیزوں سے کی ہے جیسا کہ اس کا ذکر صحیح (بخاری وغیرہ) کی حدیث میں ہے پس جو شخص ان پانچ میں سے کسی چیز کے علم کا دعوے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیے بغیر کرے تو وہ اپنے اس دعوے میں سراسر جھوٹا ہوگا۔

قال القرطبي ۱ لا مطلع لاحد في علم شيئ من هذه الامور الخمس لهذا الحديث و قد فسر التتبي صلى الله عليه وسلم قول الله تعالى وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ بهذا الجنس وهو في الصحيح قال فمن ادعى علم شيئ منها غير مستندة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم كان كاذبا في دعواه۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۳۷ وعلمة القاری ج ۱ و ارشاد السی ج ۱ ص ۱۱۵ و مرقات ج ۱ ص ۶۵)

فریقِ مخالف نے ان امورِ خمسہ کے کلیات کے علم کا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جو دعوے کیا ہے اور اس عبارت کے آخری حصہ سے جو نتیجہ انہوں نے نکالا ہے۔ وہ محض نامنہی یا غلط فہمی پر مبنی ہے۔ امام قرطبیؒ تو ان امورِ خمسہ کے جزئیات کا تذکرہ فرماتے ہیں اور صاف کہہ رہے ہیں کہ فی علم شیئ من هذه الامور الخمس۔ اور فمن ادعى علم شيئ منها۔ کہاں امورِ خمسہ کے کلیات کا علم اور کہاں ان کے بعض جزئیات کا علم؟ ہم پہلے مفصل عرض کر چکے ہیں کہ ان امورِ خمسہ کے

جزئیات کے علم میں اہل حق کا مبتدعین سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ جھگڑا صرف کلیات میں ہے۔ اہل حق یہ کہتے ہیں کہ ان امور خمسہ کے کلیات کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ ان امور خمسہ کے جزئیات کا جتنا علم اللہ تعالیٰ کسی کو عطا کرے، وہ محل نزاع نہیں ہے۔ نیز یہ بات بھی باحوالہ ہم نے عرض کر دی ہے کہ حضرات اولیائے کرامؑ کا مکاشفہ یا الہام وغیرہ ایک ظنی امر ہوتا ہے، علم یقینی کا اطلاق اس پر نہیں کیا جاسکتا الا مجازاً اور ان امور خمسہ کے جزئیات کا علم بھی وہی قطعی اور یقینی ہوگا جس کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی جلتے اور آپؐ وہ حاصل ہوا ہو۔ کیونکہ امر غیب کی یقینی اور غیر شکوک اطلاق جو دوسرے شیطانیہ وغیرہ سے قطعی طور پر محفوظ ہو۔ سوائے حضرات انبیاء و کرام علیہم السلام کے کسی اور کو براہ راست نہیں دی جاتی۔ اور یہی مفاد ہے امام قمریؒ کے ارشاد کا جس کو حافظ ابن حجرؒ، علامہ علیؒ، خطیب قسطلانیؒ اور حضرت ملا علی النقادؒ وغیرہ نے صرف نقل کیا ہے۔ اور یہی وہ جزئیات امور خمسہ ہیں جن کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحقؒ لمعات اور اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ یہ بدون تعلیم خداوندی کسی کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ عام اس سے کہ وہ تعلیم قطعی بذریعہ وحی ہو یا ظنی بذریعہ الہام ہو جیسا کہ حضرات اولیاء کرامؑ وغیرہ کو ہوتی ہے، کلیات امور خمسہ کے بارے میں حضرت شیخ صاحب ہرگز یہ نہیں فرماتے کہ ان کا علم بھی باعلام خداوندی کسی اور کو ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب اور اسی طرح ان کے استاد مفتی نعیم الدین صاحب وغیرہ کو دھوکہ ہوا ہے، حضرت شیخ عبدالحق صاحبؒ کی متعدد عباراتیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور اسی حدیث جبریلؑ میں ان کی اشعۃ اللمعات کی عبارت بھی نقل کی جا چکی ہے کہ قیامت کے وقت کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور رسل میں سے کسی کو نہیں دی اور اس کے عہد علم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت جبریلؑ دونوں برابر ہیں کہ من و توہر دو برابریم در ناد استن آل اہ۔ ایسی صاف اور صریح عبارات کی موجودگی میں غلط فہمی میں مبتلا ہونا یا دوسروں کو مغالطہ دینا اہل حق اور اہل انصاف سے بالکل بعید ہے مگر کیا کیا جلتے اہل بدعت کا باوا آدم ہی نہ لالہ ہے۔ ان کو ہر صحیح بات سے عداوت اور کد ہے اور ہر باطل عقیدہ اور عمل سے ان کو عقیدت ہے۔

کیوں یہ دل آگیا پسند تمیں کون سی بات بجا گئی دل میں؟

دوسری حدیث

حضرت جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ :-

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشہر تسالونی عن الساعة والنما علیہا عندہ الحدیث رقم ۲۴۱۱ واللفظہ وندا احمد ۳۶۶ ورواہہ ۳۶۷ وعلوۃ ۲۶۸ ومنتک ۲۶۹ وقال الحاکم صحیح الاسناد وقال الذہبی صحیح (۲۶۸)

میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا اپنے اپنی وفات سے صرف ایک مہینہ پہلے یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کا وقت پوچھتے ہو حالانکہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے (اور کسی کو نہیں ہے)۔

یہ صحیح اور صریح روایت بھی اس پر وضاحت سے دلالت کرتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی وفات حسرت آیات سے ایک ماہ پیشتر تک قیامت کے وقت کا علم نہ تھا اور اس کے بعد کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آپ کو قیامت کے ٹھیک وقت کا علم عطا کر دیا گیا تھا۔ باقی صادی اور ہجوری اور اسی طرح غلبہ سکرمین کچھ لکھ یا کہہ بیٹے والے نیم صوفی مہرگز کسی شرعی دلیل کا نام نہیں ہے اور نہ یہاں قیاس سے کام چل سکتا ہے۔ حضرت ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

همزة النكار مقدره ای تسالونی عن الساعة والنما علیہا عند اللہ ای لا یعلمہا الا هو۔ (مرقات ۵۰ مشکلا)

همزة النکاری اس مقام میں مقدر ہے اور مطلب یہ ہے کہ کیا تم مجھ سے قیامت کا وقت پوچھتے ہو حالانکہ اس کا علم تو بس صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بغیر قیامت کے وقت اور کوئی نہیں جانتا۔

اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اسی حدیث کے ترجمہ اور شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

گفت جابر بن شہیدم آنحضرت را پیش از علوت خود یک ماہ تسالونی عن الساعة ثم پرسیدم از وقت قیامت وانما یخبر اللہ و نیست علم بہ تعیین وقت ان قبل و نہ عز وجل یعنی از وقت وقوع

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے صرف ایک مہینہ قبل سنا اپنے فرمایا کہ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کرتے ہو حالانکہ اس کے وقت متعین کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں یعنی تم قیامت کبریٰ کے آنے کا

قیامت کبریٰ ہے پر سید اک خود معلوم من نیست وقت مجھ سے پوچھتے ہو اور وہ تو خود مجھے معلوم نہیں
(میں کیا بتاؤں) اور اس کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی

راشعۃ اللغات ج ۴ ص ۳۷۷) بھی نہیں جانتا۔

اس صحیح حدیث اور اس کی شرح میں حضرت طاعی ن القاری رحمہ اور شیخ عبدالحق صاحب کی تشریح سے صاف معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے تک قیامت تک کا علم نہ تھا۔ جو لوگ حضرت طاعی ن القاری اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب کی غیر متعلق عبارات سے مثلاً "دیکھئے مفتی احمد یار خان صاحب کی جاء الحق ص ۱ وغیرہ) مسئلہ علم قیامت کشید کرتے ہیں، ان کو ان صریح عبارات کو ٹھنڈے دل سے پڑھنا چاہیئے کہ ان بزرگوں کا کیا عقیدہ اور تحقیق ہے، اور اہل بدعت کیا کہتے ہیں؟

مولوی محمد عمر صاحب نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذکورہ قیامت کی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ اگر کوئی کج طبع آپ کی بے علمی کی دلیل اخذ کرے تو یہ اس کے نقص ایمانی کی دلیل ہے (ملاحظہ مقیاس صفحہ ۴۳) کیا ان کے نزدیک حضرت طاعی ن القاری رحمہ اور شیخ عبدالحق وغیرہ صاحب کے سب کج طبع اور ناقص الایمان ہیں؟ یا یہ مشرئی صرف دیوبندیوں اور دہلیوں کے لیے رکھ چھوڑی ہے؟

تیسری حدیث

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:-

سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ السَّاعَةِ قَالَ عَلِمَهَا عِنْدِي لَا يَحِلُّ لَهَا لَوْ قَتَلْتُهَا إِلَّا هُوَ وَلَكِنْ أَخْبَرْتُكُمْ بِمَشَارِيعِهَا وَمَا يَكُونُ بَيْنَ يَدَيْهَا أَلْ بَيْنَ يَدَيْهَا فَتَنَةٌ وَهَرَجًا الْحَيْثُ رَوَاهُ أَحْمَدُ فِي مَنَاهِ ۵۲ ص ۲۸۵) بندہ صحیح و تحقیر این کثیر
جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وقت قیامت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا علم تو بس میرے رب ہی کو ہے۔ وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا لیکن میں تم کو اس کی کچھ نشانیاں بتلاتا ہوں اس سے پہلے (بکثرت) فتنے اور قتل و غارت ہوگی۔

ج ۲ ص ۲۷۷ و درمنثور ج ۴ ص ۱۵۷)

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نفس قیامت کبریٰ اور چیز ہے اور اس کی نشانیاں اور علامتیں اور ہیں۔ اول کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اسی لیے ذکر کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو

آپ کی شان کے لائق اور مناسب عطا فرما دیا تھا۔ جو خود غرض یا جاہل لوگ وقت قیامت کبریٰ اور اس کی نشانیوں کو غلط طے کر کے الجھن پیدا کرنے کی ناکام اور بے سود کوشش کرتے ہیں، ان کو اس مضمون کی دیگر احادیث کی طرح یہ حدیث بھی پیش نظر رکھنی چاہیے۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ :-

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الساعة فانا شاهد فقال لا يعلمها الا الله ولا يعلمها لوقتها الا هو ولكن ساخبركم بمشاريطها وما بين يديها من الفتن و الصرح الحديث (اخرجه الطبراني وابن مردويه
میرے سامنے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا لیکن میں تم کو اس کی بعض علامتیں بتلائے دیتا ہوں کہ اس سے پہلے بڑے فتنے اور خونریزیوں ہوں گی۔ (دمشقر ج ۲ ص ۱۵)

یہ حدیث بھی اپنے مفہوم اور مراد میں بالکل واضح ہے مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب نے اس حدیث کے جواب میں جو خوشگوفے کھلائے ہیں اور جو ہرزہ سرائی کی ہے وہ قابل دید ہے (دیکھئے متیاس ص ۴۲۳)۔ مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ فوجداری عدالت کے محل وقوع کے علم سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے دفتر کی اندرونی جملہ کیفیات اور تمام خفایں اور جو کچھ ان میں لکھا ہوا ہوتا ہے، وہ سب مقفل معلوم ہو۔ اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ قیامت کی جیدہ جیدہ علامات اور نشانیاں بتانے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ قیامت کبریٰ کا ٹھیک وقت بھی آپ کو معلوم ہو جیسا کہ ان پیش کردہ روایات میں نفیس قیامت اور علامات قیامت کو الگ الگ کر کے بیان کیا گیا ہے کہ اہل کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور ثانی کا علم خدا تعالیٰ نے آپ کو مرحمت فرمایا تھا، اور ہمارا مقصد ان روایات کے پیش کرنے سے اہل بدعت کے خانہ ساز عقیدہ علم غیب مٹا کر یا علم جمیع مآکان و مایکون کی نفی ہی ہے۔ اس کو اس پر محمول کرنا معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ کہ ہم کو جناب امام الانبیاء خاتم النبیینؐ سردار دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریعت کی تفصیل مقصود ہے، انتہائی بے ایمانی اور اعلیٰ درجہ کی شیطنیت ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد کمال علمی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا مرتبہ اور درجہ ہے۔ جملہ دیگر کمالات کی

طرح علمی کمال میں بھی آپؐ کے بعد از خدا بزرگ توئی قفۃ مختصرہ

حضرت عبداللہ بن مسعود جناب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
چوتھی حدیث | سے روایت کرتے ہیں کہ ۱۔

قال لقيت ليلة اسرى بي ابراهيم وموسى
وعيسى فتذاكروا امر الساعة قال فرددوا
امرهم الى ابراهيم عليه السلام فقال لا علم
لي بها فرددوا الامر الى موسى فقال لا علم لي
بها فرددوا الامر الى عيسى فقال اما
وجبتا فلا يعلمها احد الا الله ذلك
الحديث (رواه احمد في مسنده ج ۳ ص ۳۵۵ واللفظه
وابن ماجه ج ۲ ص ۵۴۵ وسنده صحيح والحكم في المستدرک
ج ۴ ص ۴۸۵ و ج ۴ ص ۵۴۵ و ج ۲ ص ۲۸۵ وقال الحاكم
والذہبی مجمع وابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۲ ودر منثور
ج ۳ ص ۱۵۴)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میری ملاقات
حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم
الصلوة والسلام سے ہوئی تو ان میں وقت قیامت کا
تذکرہ ہوا۔ پہلے حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں یہ سوال
پیش ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے قیامت کا کوئی
علم نہیں ہے پھر یہی سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ
مجھے قیامت کا کوئی علم نہیں ہے پھر یہی سوال حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا تو انہوں نے
ارشاد فرمایا کہ قیامت کے وقوع کے وقت کی خبر تو اللہ تعالیٰ
کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے الخ۔

ابن ماجہ اور مستدرک کی ایک روایت میں آتا ہے کہ ۱۔

فبدوا بابراهيم فسالوا عنها فلم يكن عنده
منها علم فسالوا موسى فلم يكن عنده
منها علم الحديث (ابن ماجه ومستدرک ج ۴ ص ۴۸۵)
اور مستدرک کی ایک روایت میں آتا ہے کہ ۱۔

فتراجعوا الحديث الى عيسى فقال عيسى
عهد الله الى فيما دون وجبتا فلا يعلمها
الحديث (مستدرک ج ۲ ص ۳۸۵ وقال
الحاكم والذہبی مجمع)

انہوں نے بات کا رخ حضرت عیسیٰ کی طرف پھیر دیا انہوں
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت سے پہلے کی
کچھ چیزیں تو مجھے بتائی ہیں لیکن اس کے وقت
و وقوع کو ہم نہیں جانتے۔

اس صحیح اور صریح روایت سے بھی یہی کچھ معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام جلیقہ اولوا العزم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی قیامت کے خاص وقت کا علم نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ علامات قیامت میں سے ہیں اس لیے بالآخر اس بحث کو ان کی طرف لوٹا گیا مگر ان سے بھی یہی جواب ملا کہ اگرچہ قیامت کی بعض علامات تو مجھے بتائی گئی ہیں مگر اس کا ٹھیک وقت معلوم نہیں بلکہ صاف لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا کہ :-

اما وجبتہا فلا یعلمہا احد الا اللہ اس کا ٹھیک وقت وقوع اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کا علم نہیں ہے حالانکہ بارشاد خداوندی **وَرَأٰتْهُ لِعِلْمِ السَّاعَةِ** وہ قیامت کی علامت ہیں تو اور کس کو ہو سکتا ہے ؟ اور یہی وجہ ہے کہ ان کے جواب کو آخری جواب سمجھا گیا، اور اس کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔ اور فن حدیث کا یہ طے شدہ قاعدہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات کہی جائے یا کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو سن اور دیکھ کر اس کی تردید نہ فرمائیں تو وہ بھی آپ کی (تقریری) حدیث ہے۔ **لَا تِلْكَ لَا یَسْکُتُ عَلٰی بَاطِلٍ وَلَا یَقْرَأُ مَنَکُرًا** (نوی ج ۲ ص ۱۵۱ وغیرہ) کیوں کہ آپ نہ باطل پر سکوت فرماتے تھے اور نہ منکر کو رد کیے بغیر چھوڑتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ :-

اما وجبتہا فلا یعلمہا احد الا اللہ بہر حال اس کا ٹھیک وقت بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سن کر ان کی تردید نہیں فرمائی کہ میں اس سے مستثنیٰ ہوں۔ اس لیے کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کا وقت بتا دیا ہے۔ لہذا اصول حدیث کے مسلم قاعدہ کی رُو سے آپ بھی ان اولوا العزم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمرہ میں شامل ہیں جن کو قیامت کا علم حاصل نہیں اور جب اولوا العزم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم نہیں تو اور کس کو ہو گا یا ہو سکتا ہے ؟ حافظ ابن کثیرؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ :-

فَمَوْلَاهُ اَحَابِرُ اُولٰٓئِی الْعِزْمِ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ سوریہ اکابر اور بڑی شان کے رسول بھی قیامت
لِیْسَ عِنْدَہُمْ عَلَمٌ لِّبَوَاقِ السَّاعَةِ عَلٰی التَّیْقِیْنَ کے وقت معین کا علم نہیں رکھتے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۳)

اور اس صحیح اور صریح روایت کے پیش نظر گویا اولوا العزم حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام کا اس پر اتفاق و اجماع قائم ہو گیا کہ قیامت کا علم بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں اور یہی ایک سچے مسلمان کا عقیدہ ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو اسی صحیح عقیدہ پر قائم رکھے آمین۔

فریقِ مخالفت کی رکیک تایل | فریقِ مخالفت کے اس دور میں وکیلِ عظم نے جو کچھ اس حدیث کے جواب میں لکھا ہے وہ بجائے خود ایک زندہ ڈرامہ ہے اور وہ اس ڈرامائی رنگ میں عجیب و غریب باتیں کہہ گئے ہیں چنانچہ ان کے جواب کا خلاصہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ :-

”باقی رہا انبیاء علیہم السلام کا ذکر تو یہ اس لیے تھا اور آپ کے رد پر وہ اسی لیے ایک دوسرے پر بات ڈالتے تھے کہ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ہم نے آج تک قیامت کے راز کو فاش نہیں کیا آپ بھی اس کو فاش نہ فرمائیں، صرف یہ بات بتانی مقصود تھی، ویسے عرض کرنا کہ کہیں قیامت کا ذکر نہ کرنا اس جملہ کو انہوں نے گستاخی سمجھی آپس میں مذاکرہ کر کے آپ کو بتا دیا کہ آپ ملاحظہ فرمائیجئے آپ نے بھی ایسے ہی عمل کرنا ہے۔ کسی کو جتنا نہیں جیسا کہ انہوں نے ایک دوسرے پر ڈالا ظاہر نہیں فرمایا ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپسے ضرور سوال کرتے انبیاء علیہم السلام کا آسمانوں میں مذاکرہ قیامت آپ کے سامنے اپنی بے علمی ظاہر کرنے کے واسطے نہ تھا جیسا کہ تم نے سمجھا ہے الخ“ (ملفوظ مقیاسِ حقیقت ص ۲۸)

جواب | یہ ہیں وہ جواہرِ پائے جو فریقِ مخالفت کے مناظرِ عظم نے زیبِ قلم فرماتے ہیں، مولوی صاحب ہوش میں آکر فرمائیے کہ آپ کے تو یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا آسمانوں میں مذاکرہ قیامت آپ کے سامنے اپنی بے علمی ظاہر کرنے کے واسطے نہ تھا جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام سے جب قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان میں سے ہر ایک بزرگ نے یہ فرمایا کہ لا علم لی بہا و مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے کیا مولوی محمد عمر صاحب اپنے بیان میں سچے ہیں یا خدا تعالیٰ کے نبی لا علم لی بہا قرآن کہ اپنی لاعلمی کا اظہار کرنے میں سچے تھے؟ غور سے جواب دینا؟ اور پھر یہ بھی غور سے کرنا کہ ہم نے ہی اس سے ان کی لاعلمی کا معذوم سمجھا ہے یا نفس الامر میں باقرار حضرت انبیاء کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کا مطلب ہی صرف یہ ہے؟ مولوی محمد عمر صاحب! اصل خبر تک کو چھوڑ

کہ اصرارِ صحر کی باتیں کرنا اور لوگوں کو مغالطہ دینا کہاں کا صفات و دیانت ہے؟ پھر اس پر بھی غور نہ کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم جمیع ماکان و مایکون میں تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس حکمتِ علی سے آپ کو یہ جانا چہ معنی دارد کہ آپ بھی راز کی بات کو فاش نہ کرنا؟ اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اولوا العزم حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی آپ کے جمیع ماکان و مایکون کے علم کو نہیں مانتے تھے جیسی تو انسانوں نے اس لطیف حیلے سے قیامت کے علم کی رازداری کی آپ کو تلیقین کی اور براہ راست کہہ دینے کو بقول مولوی محمد عمر صاحب گستاخی سمجھی۔ مولوی صاحب نے ازراہِ جہالت جس چیز کو اپنی دلیل بنایا وہی ان کے مخالفتِ پُرتی ہے۔ قلندر لاہوریؒ نے کیا ہی خوب ارشاد فرمایا کہ سہ

چمن میں بھین ڈالیاں ہزاروں، مگر مقدر کا کھیل دیکھو

گری اسی شاخ پر ہے بجلی بنایا جس پر تھا آشیانہ

دیکھا آپ نے شیرِ بیشہ کا جواب اور اس پر ضد اور اصرار اور دوسروں کو یوں کو سنا کہ تم نے اپنے انتہاء سے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے (بلفظہ مقیاس ص ۳۹) مگر یہ نہ سوچا کہ اختراع کس نے کی اور دھوکہ کس نے دیا؟ افسوس ہے اس حقیقت پر، وہ تو دل میں ضرور خوش ہوں گے کہ سہ

پکڑ کر لیا ہوں میں شیرِ تحقیق تم اپنے فیصل معنی کو نکالو!

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب شہدہ میں فتح مکہ کے بعد لشکرِ اسلام کو لے کر مقام حنین پر قبیلہ بنو ہوازن اور ثقیف کو شکست دے کر ان کے مال و

اسباب اور مویشی و جنگی اسیروں کو (جو قانونِ جنگ کے مطابق غلام بنائے جاسکتے ہیں) بطورِ غنیمت حضرات صحابہ کرامؓ کے درمیان تقسیم کر دیا، تو ہوازن و غیرہ کی طرف سے ایک وفد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور یہ کہا کہ ہم اسلام قبول کر چکے ہیں اس لیے ہماری درخواست ہے کہ ہمارے اموال و اسباب اور قیدی ہمیں واپس دے دیے جائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

ہم ان کو تمام مجاہدین میں تقسیم کر چکے ہیں اور یہ میری ذاتِ واحد کا سوال نہیں۔ لہذا صاف بات یہ ہے کہ تم دو چیزوں میں سے ایک کو واپس لے لو۔ مال لے لو یا قیدی۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر ہمیں قیدی مل جائیں آپ نے فرمایا۔ اچھا میں مسلمانوں سے تمہاری سفارش کر دوں گا۔ نماز کے بعد آپ نے مسلمانوں کے سامنے ان کا معاملہ پیش کر دیا اور فرمایا کہ یہ تمہارے بھائی ہیں، اب اپنے کیے پر نادم ہو کر آتے ہیں اور چاہتے ہیں

کہ ان کے قیدیوں کو رطلی ٹے دی جائے، اندیشہ خود بھی اسی کے حق میں ہوں اور سب سے پہلے اعلان کرتا ہوں کہ بنی ہاشم کے حصہ میں جو اسیر آتے ہیں ان کو ان کے حوالہ کرتا ہوں۔ پس تم میں سے جو لوگ بلا معاوضہ بطیب خاطر ایک لکھ سیکس تو قبا ورنہ ہمارا وعدہ ہے کہ اولین موقع پر ان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس مجمع سے آوازیں بلند ہوئیں کہ حضرت ہم بطیب خاطر ہوازن وغیرہ کے اسیروں کو آزاد کرتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ بات مجمع عام کی تھی اور اس طرح متعین طور پر ہر شخص کی مرضی نہیں معلوم ہو سکتی تھی اس لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

انی لا ادری من اذن منکم ممن لا یاذن فادجو احقا یرفع الینا عرفاء کم امرکم (بخاری ج ۲ ص ۶۱۸) والیہ روایہ فی ج ۱ ص ۴۷۲ و ج ۱ ص ۳۰۹ و ج ۲ ص ۶۱۸ ، والیہ روایہ ج ۲ ص ۶۱۸

بہ تحقیق مجھے پتہ نہیں چلتا کہ آپ لوگوں میں سے کس کی مرضی ہے اور کس کی مرضی نہیں ہے لہذا اب یہاں سے آپ لوگ چلے جائیں پھر ہر قبیلہ اور خاندان کے لیڈر، ممبر اور چودھری اس معاملہ کی رپورٹ ہمارے سامنے پیش کریں۔

اس کے بعد آپ کے سامنے رپورٹ پیش کی گئی اور تمام اسیروں کو رہا کر دیا گیا۔ اس صحیح روایت سے بعمر احرار یہ معلوم ہوا کہ عام مجمع میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ تجویز کس کو منظور ہے اور کس کو منظور نہیں ہے اور اسی ہی لیے آپ نے یہ معاملہ عرفاء قوم کے حوالہ کیا۔ اگر آپ عالم جمیع ماکان و مایکون ہوتے تو لامحالہ آپ کو ان تمام لوگوں کے قلبی میلانات کا علم ہوتا اور آپ یہ نہ فرماتے کہ انی لا ادری الخ (میں نہیں جانتا) اور ہم پہلے تاج العروس وغیرہ کتب سے یہ ثابت کر آتے ہیں کہ روایت اور علم متحد المعنی ہیں، اور ایک قول کے لحاظ سے روایت خاص اور علم عام ہے۔ اگر آپ حضرات صحابہ کرام کے دلائل کی بات نہیں چاہتے تھے تو غائبین کے شمار کیسے جانتے ہیں؟ یہ روایت بھی ظہر غیب اور جمیع ماکان و مایکون کے علم کی نفی کی واضح دلیل ہے اور یہ بھی رمضان شمسہ کے بعد کی دیکھتے فریق مخالفت کیا جواب ارشاد فرماتا ہے۔

حضرت خالد بن الولید (المتوفی ۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (المتوفی ۱۱ھ) کے حجرہ میں داخل ہوا تو اُس وقت ان کے پاس بیٹھی ہوئی گویہ

(ضبت) رکھی ہوئی تھی۔ جس کو ان کی بہن حضرت حفیظہ رض بنت الحارث نجد سے اپنے ساتھ لائی تھیں۔
تو حضرت میمونہؓ نے وہ گوہ آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ جب آپ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے
اور آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ بہت کم کسی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا کرتے تھے جب تک کہ آپ کو
یہ نہ بتلا دیا جائے کہ یہ کھانا کیا اور کیا ہے، تو جو حضرات ازواج مطہرات و ماں موجود تھیں ان میں سے کسی نے
فرمایا کہ :-

اخبِرْنِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتلا دو کہ یہ کیا ہے؟
بِمَا قَدْ مَتَنَ لَهُ قُلُنْ هُوَ النَّصْبُ يَا رَسُولَ اللَّهِ حضرت انعاجؓ نے فرمایا کہ حضرت یہ گواہ ہے۔ آپ نے
فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ یہ سنتے ہی فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا (اور گواہ نہیں کھائی اور
الحديث (بخاری ج ۲ ص ۸۳) وسلم ج ۲ ص ۱۵۱) واللفظ () حضرت خالدؓ نے وہ خوب مزے سے کھائی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ملے گا اور جمیع ماکان و ما
یکون کا علم محیط حاصل نہ تھا۔ ورنہ حضور کو خود ہی اس کا علم ہوتا کہ میرے سامنے تو گوہ پیش کی گئی ہے
اور آپ ابتداء ہی سے اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات ازواج مطہرات
کا بھی ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ کو جمیع ماکان و ما یکون کا علم ہے اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو ان کو یہ کہنے کی
مطلقاً ضرورت ہی نہ پیش آتی۔ اخبِرْنِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَدْ مَتَنَ لَهُ کہ آپ کو
اس کی اطلاع دے دو کہ یہ کیا ہے جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ یہ بات بھی محفوظ خاطر ہے کہ حضرت
میمونہؓ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوہیت کا شرف ذوالنعمۃ ۱۰ھ میں عمرہ القضاء کے موقع
پر مسرت کے مقام پر حاصل ہوا تھا جو ان کا مدفن بھی ہے دیکھئے مستدک ج ۴ ص ۲۰ وغیرہ میں ۱۰ھ کی تصریح
موجود ہے) اور حضرت خالد بن الولیدؓ کا مشرف باسلام ہونا بھی اس کے بعد کا ہے۔ (دیکھئے فتح الباری -
حصہ ۲ ص ۲۱۹ وغیرہ) اور حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ :-

وَأَنَّهُ كَانَ لَا يَعْلَمُ مِنَ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
الْمَغِيبَاتِ إِلَّا مَا عَلَّمَهُ اللَّهُ تَعَالَى۔ علیہ وسلم کو غیب کی صرف وہی چیزیں معلوم تھیں جن کی
(فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۹) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اطلاع دی جاتی تھی۔

اور حضرت جابرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

ایک گروہ پیش کی گئی تو آپ نے اس کے کھلنے سے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ :-

لا ادری لعلہ من القوم التي مسخت
مجھے معلوم نہیں کہ شاید یہ اُن امتوں میں سے ہو
(مسلم ۲ ص ۱۵۱ و کنز العمال ج ۸ ص ۱۸)

اور حضرت ابو سعید بن الخدی رذی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی اور بدو نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ میں ایک ایسے نشیبی جنگل میں رہتا ہوں جہاں گروہیں بکثرت ہیں اور ہمارے یہاں کے لوگ عموماً ان کو کھاتے ہیں۔ فرمائیے میں کیا کر دوں؟ آپ خاموش رہے۔ کوئی جواب نہ دیا۔ اُس نے حاضرین کی تلقین سے پھر سوال کیا۔ آپ نے پھر کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا کہ :-

یا اعدائی ان الله عز وجل لعن او غضب
لے اعدائی بنی اسرائیل کے ایک خاندان پر خدا تعالیٰ کا غضب
علی سبط من بنی اسرائیل فمنهم دواجا
اور اس کی پھٹکار ہوئی اور ان کو مسخ کر کے زمین پر بیگنے
یدبلون فی الارض فدا ادری لعل هذا منها
و اے جانور بنا دیا گیا جو زمین پر بیگنے ہیں سو مجھے معلوم نہیں
الحديث (مسلم ۲ ص ۱۵۲ و کنز العمال ج ۸ ص ۱۸)

حضرت ثابت بن یزید الانصاری (المتوفی ۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غزوہ میں بھنی ہوئی گروہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے ان کو تناول نہ فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ :-
ان امة من بنی اسرائیل مسخت دواجا
بنی اسرائیل کی ایک اُمت کو زمین پر چلنے والے جانور
فی الارض والی لا ادری ای الدواب هی۔
کی صورت میں مسخ کر دیا گیا تھا اور مجھے معلوم
نہیں کہ وہ کون سے جانور ہیں؟ (دلائل میں اس
ابن ماجہ ص ۲۹۷ و کنز العمال ج ۸ ص ۱۸)

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-
امة مسخت قال واكبر على انه قال
ایک اُمت مسخ کر دی گئی تھی۔ میری زیادہ دانست کے مطابق
ما ادری ما فعلت قال وما ادری لعل
آپ نے فرمایا کہ اس کا پیش کیا ہوا اور مجھے علم نہیں کہ شاید یہ گروہ
هذا منها (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۷ و کنز العمال ج ۸ ص ۱۸)

اور محمد کبیر طبرانی میں حضرت جابر بن سمرة (المتوفی ۵۷ھ) اور حضرت عمر بن عبد بن (المتوفی ۵۹ھ) سے بھی قریب قریب یہی مضمون مروی ہے۔ (دیکھئے کنز العمال ج ۸ ص ۱۸)

حضرت زبیر بن ثابت (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو ہم نے شکار میں بہت سی گویاں حاصل کیں۔ لوگوں نے بھی ان کو بھوننا اور میں نے بھی بھونا۔ پھر میں نے گوہ لاکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دی۔

فاخذ هوذا فجعل يعد اصابعه فقال ان
اُمة من الادم مسخت دواب فلا
ادری ای امة فلم یاعل الحدیث
دکنز العمال ج ۸ ص ۵۱۵ رواہ ابن جریر والبیرونی ج ۲ ص ۱۷۰
ابن ماجہ ص ۲۴۷ عن ثابت بن یزید
اُپ نے وہ نہ کھائی۔

اس روایت میں فلا ادری کے صریح جملے کے علاوہ اُپ کا لکڑی لے کر اس سے گوہ کی انگلیوں کو شمار کرنا بھی، جمیع ماکان و مایکون کے علم کی نفی کی واضح گواہی دہی ہے کیونکہ عالم ماکان و مایکون کبھی اس طرح غور سے کسی جانور کی انگلیاں نہیں شمار کیا کرتا یہ مضمون جو متعدد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے (جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا) صاف طور پر آپ کے علم کلی اور جمیع ماکان و مایکون کے علم کی نفی کر رہا ہے اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ ان میں بیشتر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انصار مدینہ میں سے ہیں یا آپ کے مدینہ طیبہ میں جانے کے بعد مسلمان ہوئے ہیں (جیسے حضرت خالد بن الولید وغیرہ) اور یہ مختلف واقعات ہجرت کے بعد کے ہیں کیونکہ مکہ مکرمہ میں گورہیں نہیں ہوتی تھیں۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گوہ :-

لَمْ یَحْنِ بَارِضٌ قَوْمِیْ فَاجْعَلْ فِیْ اَعَافِیْ
میری قوم کی سرزمین میں نہ ہوتی تھی لہذا مجھے اس سے
د بخاری ج ۲ ص ۸۳۱ و مسلم ج ۲ ص ۱۵۱
کر اہمت محسوس ہوتی ہے۔

یہ سب واقعات ہیں اور قیامت سے قبل کے ہیں اور معراج شریف کے بعد کے ہیں اور لطف یہ ہے کہ علت و حرمت اور احکام سے متعلق ہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا ادری الخ فرما کر اپنے علم کی نفی فرما رہے ہیں۔ دیکھئے مفتی احمد یار خان صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں :-

عجب نہیں کہ بدلے اُسے نگاہ تری
بلا رہی ہے اُسے ممکنات کی دنیا

ساتویں حدیث | حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ میں) جب جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام عرفات سے بٹے سکون اور وقار سے واپس ہوئے تو وادی محتر میں آپؐ سواری کو تیز کر دیا اور حضرت صحابہ کرامؓ کو جہنرات کی رمی کرنے کا طریقہ بتایا اور ان کو سلیقہ اور وقار سے چلنے کا حکم فرمایا اور نیز فرمایا کہ :-

لَتَتَّخِذَ اُمَّتِي مِنْكُمْ حَانِي لَا اَدْرِي لَعَلِي لَا
مِثْرِي اُمَّتٌ كُوْهَلِيْتِيْ كِهْ وَهْ جِ كِهْ اَحْكَامُ اِمْحِي طِرْحُ جِ
سے سیکھ لے کیونکہ میں نہیں جانتا شاید کہ میں ان سے
اس سال کے بعد طلاقات نہ کر سکوں۔ (رواہ احمد فی مسندہ ج ۳ ص ۲۳۲ بسند صحیح)

اور حضرت جابرؓ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ :-
لَعَلِي لَا اُرَاكُمْ بَعْدَ عَامِيْ هَذَا (رواہ الترمذی ،
جامعاً و قال حدیث حسن صحیح و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳۲)
اور سند دارمی صلا کی روایت میں ہے کہ :-
وَاللّٰهُ لَا اَدْرِي لَعَلِي لَا اَلْقَاكُمْ
کے بعد پھر تم سے نہ مل سکوں۔ (الحديث)

اور عرفات سے اس کی روانگی کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف تقریباً تین ماہ زندہ رہے ہیں۔ جب جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود اپنی وفات کا وقت معلوم نہیں اور لا ادری اس کی دلیل ہے تو دوسروں کی وفات کا علم کئی کیسے حاصل ہوگا؟ اور جب آپ اپنے حضرات صحابہ کرامؓ سے متعلق یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شاید میں تمہیں اس سال کے بعد پھر نہ دیکھ سکوں تو دوسروں کو وہ کیسے اود کہاں سے دیکھ سکتے ہیں؟ یہ صحیح روایت علم کئی اور حاضر و ناظر کی نفی کی واضح دلیل ہے۔

آٹھویں حدیث | حضرت ابوہریرہؓ (جو کچھ میں مشرف باسلام ہوئے تھے) روایت کرتے ہیں کہ جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

اِنِّي لَا نَقْلِبُ اِلٰى اَهْلِيْ فَاَبْدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً
اَيَا هُوْتِيْ كِهْ مِيْنُ كِهْ جِهْ جَا تِهْ اُوْلُ اِنِّيْ لَبْتَرِيْ كِهْ جِهْ پُڑِي
علی فراشی فارفعها لا کلهما ثم اخشى ان
ہوئی پاتا ہوں اور اس کو کھالے کے ارادہ سے اٹھا لیتا
ہوں، پھر میں یہ غلو محسوس کرتا ہوں کہ شاید یہ زکوٰۃ کی ہو تو
تكون صدقة فالتقيها۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۲۸ و کنز العمال ج ۳ ص ۲۸۵) میں اس کو رکھ دیتا ہوں اور نہیں کھاتا۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ:-

مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتمرۃ فی الطریق فقال لولہ انی اخاف ان تكون من الصدقة لا کلتھا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۲۸ و مسلم ج ۱ ص ۳۹۴ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹۱ و قال متفق علیہ)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستہ پر تشریف لے جا رہے تھے کہ آپؐ نے کھجور کا ایک دانہ دیکھا اور آپؐ نے فرمایا اگر مجھے یہ خوف نہ ہو کہ یہ صدقہ اور زکوٰۃ کی کھجور ہوگی تو میں ضرور اس کو کھالیتا۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

انی لاری التمرۃ فما یمنعنی من اکلھا الا مخافة ان تكون من تمر الصدقة۔ (طیالسی ص ۲۶۶ و کنز العمال ج ۲ ص ۳۲۸)

میں کھجور کو دیکھتا ہوں تو مجھے اس کے کھانے سے اور کوئی چیز نہیں منع کرتی مگر صرف یہ خوف کہ وہ کبیں زکوٰۃ کی کھجور نہ ہو۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تضرعاً لیلۃ فقیل لہ ما اسمرک قال انی وجدت تمرۃ ساقطۃ فاکلتھا ثم تذکرت تمرا حال عندنا من تمر الصدقة فلا ادری امن ذلک کانت التمرۃ او من تمر اهل فذلک اسهرنی (مسندک ج ۲ ص ۱۰۰ - قال الحاكم والذہبی صمیم)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رات بڑی بے چینی اور بے قراری سے بسر کی آپؐ اس کی وجہ پوچھی گئی کہ حضرت آپؐ کو کیوں بے قرار می میں نیند نہیں آ رہی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے ایک افتادہ کھجور پائی اور میں اس کو کھا گیا پھر مجھے خیال آیا کہ ہمارے ہاں تو زکوٰۃ کی کھجوریں بھی تھیں سو مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ کھجور زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے تھی یا ہمارے گھر کی کھجوروں میں سے تھی سو اس وجہ سے میں بے چین ہوں۔

ان جملہ روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمع ماکان وما یحکم کا علم حاصل نہ تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپؐ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ افتادہ کھجور صدقہ کی ہے یا نہیں اور اس بارہ میں آپؐ کو ہرگز کوئی تردد نہ ہوتا اور نہ آپؐ اس طرح بے قراری اور بے چینی میں رات بسر کرتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپؐ حاضر و ناظر بھی نہ تھے ورنہ آپؐ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ کھجور تو میرے دیکھتے دیکھتے وہاں شخص سے فلاں وقت گری ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب کی تاویل بے جا | مولوی محمد عمر صاحب نے اس کا یہ جواب دیا کہ :-

» نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بے علی ثابت کرنے کے لیے یہ واقعہ بیان نہیں فرمایا بلکہ آپ معلم الہی ہیں اس لیے القار کا سبق سمجھایا۔ و ط بی جس کو آپ کی بے علی سمجھ بیٹھا ہے اور یہ سند بھی سمجھا دیا ہے کہ ایک کھجور بھی اگر لقطہ پڑی ہو اور تمہارا دل بھی چاہے تو کھلنے سے پرہیز کرو کیونکہ تم نے میری سنت پر عمل کرنا ہے (ملفوظ مقیاس خفیت ص ۹۵)

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ دعوئے محض دفع الوقتی اور سرسر مردوس ہے کیونکہ ان مذکورہ صحیح جواب روایات میں مرکزی نقطہ ہی صرف یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف اسی بات کا تردد تھا کہ مبادیہ کھجور صدقہ اور زکوٰۃ کی ہو جو میرے (اور میری اہل کے) لیے حلال نہیں ہے اور مستدک کی روایت میں تو صاف طود پر فلاہی کا جملہ اس مردود تاویل کی بیخ کنی کے لیے کافی ہے۔ باقی القار کا یہ مفروض بہانہ بھی بیکار ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے لیے نمونہ عمل تھے اور امت کو آپ کی پیروی ضروری ہے مگر جو چیز آپ نے اس حدیث میں بیان فرمائی ہے وہ صرف اس افتادہ کجمر کے بارے میں لاعلمی ہے۔ باقی امور سب ضمنی ہیں۔

نویں حدیث | حضرت عائشہ رضی عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ :-

لما رجع النبي صلى الله عليه وسلم من الخيخ وضع السلاح واعتل اتاه جبرائيل فقال قد وضعت السلاح وبالله ما وضعتا اخرج اليهم قال فالي اين ؟ قال ههنا و اشار الى بني قريظة فخرج النبي صلى الله عليه وسلم اليهم (بخاری ج ۲ ص ۵۹ و مسلم ج ۲ ص ۹۵)

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ خیخ سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو حضرت جبرائیل حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے کہا: آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں؟ ہم (فرشتوں) نے تو اسی تک نہیں اتارے اور اہل ان کی طرف چلے اپنے فرمایا کدھر؟ انہوں نے بتو قریظہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ادھر چنانچہ آپ دھڑکے ساتھ ادھر تشریف لے گئے۔

اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم ہوتا تو آپ کو پہلے ہی سے معلوم ہوتا کہ ہم کدھر

خندق کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد بنی قریظہ کی طرف جانا ہے، اور نہ تو آپ ہتھیار اُتارتے اور نہ حضرت جبریل علیہ السلام سے یہ سوال کرنے کی نوبت آتی کہ خالی این؟ یعنی اب ہمیں کوہر کو جانا ہے؟ اور جب آپ بمع اسلامی فوج کے بنو قریظہ تشریف لے گئے اور محاصرہ کے بعد ان کو گرفتار کیا تو حکم الملک ان کے بارہ میں تولد ہی کا حکم نافذ کیا گیا کہ محلہ لوں اور بچوں کو گرفتار کیا جائے اور لڑنے والے نوجوانوں کو قتل کیا جائے۔ ان قیدیوں میں حضرت علیہ القریظیؓ بھی تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں بحالت اسیری بنی قریظہ کی شکست کے دن :-

عَرَضْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَوْمَ قَرِيظَةَ فَشَكَوْتُ فِيَّ قَامِرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَيَّ مِنْ ابْنَتِ
فَنظَرُوا إِلَيَّ فَحَدَّثَ بِيَجِدُونِي ابْنَتِ فُلَيْ عَنِي
وَالْحَقُّ بِالْبَيْ فِي رَايَةِ
فَلَمْ يَرَوْا الْمَرْءَ حِجْرَتِ عَلَى شَعْرَةٍ يَعْنِي عَائِشَةَ
فَتَرَكُوا مِنْ الْقَتْلِ

(مسند رک ۲ ص ۱۲۳ - قال الحاكم)
وَالَّذِي يَصِحُّ عَلَى شَرْطِهِمَا
اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمع مکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا اور آپ ہر ایک کے بارے میں حاضر و ناظر ہوتے تو اس کا روایتی کی ہرگز کبھی نوبت نہ آتی اور حضرات صحابہ کرامؓ کو کبھی اگر علم ہوتا جو یہاں خود کابل ولی تھے تو ان کو اشد مجبوری کے بغیر زینات بال دیکھ کر ان کے — بالغ یا نابالغ ہونے پر متلاش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ روایت بھی آپ کے علم گہنی اور مضموم عقیدہ حاضر و ناظر کی تمدیک ناقابل جواب دلیل ہے۔ البتہ نہ ملنے والوں کے لیے یہ محاورہ کافی ہے کہ خوتے بد راہانہ ملتے بسیار ۛ

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمع مکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا اور آپ ہر ایک کے بارے میں حاضر و ناظر ہوتے تو اس کا روایتی کی ہرگز کبھی نوبت نہ آتی اور حضرات صحابہ کرامؓ کو کبھی اگر علم ہوتا جو یہاں خود کابل ولی تھے تو ان کو اشد مجبوری کے بغیر زینات بال دیکھ کر ان کے — بالغ یا نابالغ ہونے پر متلاش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ روایت بھی آپ کے علم گہنی اور مضموم عقیدہ حاضر و ناظر کی تمدیک ناقابل جواب دلیل ہے۔ البتہ نہ ملنے والوں کے لیے یہ محاورہ کافی ہے کہ خوتے بد راہانہ ملتے بسیار ۛ

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب سہ میں خیبر فتح کیا تو اس میں دیگر سامان غنیمت کے علاوہ بہت سے غلام اور لونڈیاں بھی ہاتھ آئیں۔ جب جنگی اور شرعی قانون کے تحت ان کی تقسیم کی باری آئی تو حضرت وحید بن غنیمہ انکلی نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہو کر فرمایا کہ ایک لونڈی مجھے بھی عنایت کر دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جا کر ایک باندی انتخاب کر لو۔ چنانچہ انہوں نے گرفتار شدہ عورتوں میں سے حضرت صفیہ بنت حبیبی (المتوفیۃ ۳۸ھ) کو چن لیا اتنے میں ایک اور صحابی تشریف لائے، اور انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: یا نبی اللہ اعطیت حبیۃ صفیۃ بنت حبیبی اور بنو النضیر لہ فصلح الالک قال سیدۃ قریظۃ والنضیر لہ فصلح الالک قال ادعوا بہا فہم بہا فلما نظر الیہا التبتی صلی اللہ علیہ وسلم قال فخذ جاریۃ من السبی غیرہا قال فاعتقہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونز وجہا۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۵۹ و مسلم ج ۱ ص ۵۵۹)

اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ملتی یا علم جمیع ماکان و مایکون حاصل ہوتا تو آپ اس صحابی کے مشورہ سے پہلے ہی حضرت صفیہ، حضرت وحیہ کو عطا نہ فرماتے اور شروع ہی سے یہ جان لیتے کہ وحیہ تو ایک اعلیٰ خاندانی عورت کو انتخاب کر لے گا، جس سے خود صفیہ کی اور اس کے خاندان کی دل شکنی ہوگی۔ کیونکہ یہ عورت وحیہ جیسے ایک معمولی سپاہی کے مناسب حال نہیں ہے۔ اور جو رائے آپ نے بعد کو اختیار فرمائی وہی پہلے اختیار فرمائی لیتے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب خمیر فتح کیا تو مرحبؓ کی بہن زینب بنت الحارث نامی ایک یہودی عورت نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی اور بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا۔ پہلا لقمہ کھانے کے بعد آپ کو معلوم ہوا (بلکہ گوشت کے ٹکڑے لے بول کر کہا کہ حضرت مجھ میں زہر ہے مت کھائیے۔ دارمی ص ۱۷۰ و ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۴ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۹۲) کہ اس میں زہر ہے۔ اور اگرچہ بحمد اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں اس کا تپا پاک اللہ پورا نہ ہو سکا لیکن آپ کے ایک صحابی حضرت بشر بن برادر بن معرور جابر بنہ ہو سکے (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۴ و مستدرک ج ۳ ص ۲۱۹) بلکہ مشکوٰۃ و ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۴ اور دارمی ص ۱۷۰ و مترجم ادو ص ۲ کی روایت میں ہے کہ:-

فتوفی اصحابہ الذین اکلوا من الشاة الخ
(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۴) (واللفظ لہ)
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ حضرات صحابہ کرام جنہوں نے وہ زہر الود بکری کھائی تھی وفات پا گئے۔

مشکوٰۃ کی روایت میں لفظ بعض نہیں ہے اور ابو داؤد و دارمی کی روایت میں بعض صحابہ کے الفاظ ہیں اس روایت میں بعض سے ایک صحابی بھی مراد ہو تب بھی ہمارا دعویٰ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عظم غیب نہ تھا ورنہ آپ ایک صحابی کو بھی نہ مرنے دیتے اور خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آپ کے مرض وفات میں جب اس زہر کا اثر نمایاں طور پر ظاہر ہوا تو آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ :-

یا عائشة رضی ما اذال احبہ اللہ الطعام
الذی اکلتم بخیر و هذا اذان وجدتم
القطع البہری من ذلک السم
(بخاری ج ۲ ص ۶۲)
اے عائشہ رضی اللہ عنہا میں نے خیبر میں جب سے بکری کا زہر الود گوشت کھایا ہے اس کی تکلیف میں برابر محسوس کرتا رہا ہوں اور اب تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ میری رگ جان کٹ رہی ہے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ (المتوفی ۳۷ھ) فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :-

كان لا يأكل من هدية حتى يأمر
صاحبها ان يأكل منها للشاة التي اهدت
له (رواہ الطبرانی فی الکبیر والبرار - اسناد صحیح)
السراج المنیر ج ۲ ص ۱۵۱)
تخفہ اور ہدیہ کا کھانا نہیں تناول فرمایا کرتے تھے جب تک کہ صاحب ہدیہ کو اس کے کھانے کا حکم نہ فرماتے چونکہ آپ کو بکری کا زہر الود گوشت کھلایا گیا تھا اس لیے آپ اس کے بعد یہ احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

اور علامہ عزیز بخاریؒ (المتوفی ۴۵۰ھ) لکھتے ہیں کہ :-

فاكلوا منها فمات بعض صحبه وصار
المصطفى صلى الله عليه وسلم
يعاوده الاذى حتى توفي -
(السراج المنیر ج ۲ ص ۱۵۱)
اس بکری کا گوشت چند حضرات صحابہ کرام نے کھلایا جس کی وجہ سے آپ کے بعض حضرت صحابہ کرام کی وفات واقع ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وفات کے وقت تک بار بار اس زہر کا دورہ پڑتا رہا اور آپ کو تکلیف پہنچتی رہی۔

اور حضرت امّ مبشرؓ کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت! آپ پر اس دفعہ بیماری میں بڑی

تکلیف ہے اور میرے خیال میں یہ تکلیف اسی زہر آلود بکری کے گوشت کی وجہ سے ہے جس کی وجہ سے میرا بیٹا بشر بن برادر بن معرود فوت ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ :-

وانا لا اقعہم غیر ما هذا اوان القطاع
ابہری (مسندک ۲ ص ۱۹۲) قال الحاکم
والذہبی علی شرطہما) میں بھی اس کے بغیر اس کا کوئی اور ظاہری سبب
نہیں سمجھتا اور اس وقت تو میری رگ ہال کٹنی سی معلوم
ہو رہی ہے۔

اس واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا تو
یہ المنک اور امنوساک واقعہ ہرگز پیش نہ آتا اور آپ کو پہلے ہی سے اس بیہودہ کی یہ ناشائستہ حرکت معلوم
ہو جاتی اور بعض بے گناہ صحابی شہید نہ ہوتے اور نہ آپ کو یہ تکلیف ہوتی کیا فریق مخالف کے نزدیک
قصداً و ارادۃً جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زہر آلود گوشت کھایا اور محمد مصباحہ کرام کو کھلایا؟
جس کے نتیجے میں بعض کو وفات ہو گئی۔ ہمارا ایمان اور عقیدت تو اس کو ہرگز گوارا نہیں کرتی۔

مفتی احمد یار خان صاحب کا جواب

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ :-

و اس وقت حضور علیہ السلام کو یہ بھی علم تھا کہ اس میں زہر ہے اور یہ بھی خبر تھی کہ زہر ہم پر
بجکم الہی اثر نہ کرے گا اور یہ بھی خبر تھی کہ رب تعالیٰ کی مرضی یہ ہی ہے کہ ہم اسے کھالیں
ناکہ بوقت وفات اس کا اثر لوٹے اور ہم کو شہادت کی وفات عطا فرمائی جاوے، راضی برضا
تھے (انتہی بلتلمہ جاد الحق ص ۱۲۴ و ص ۱۲۵)

سبحان اللہ تعالیٰ یہ ہے فریق مخالف کے مفتی کا جواب۔ مفتی صاحب واجب جناب
جواب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم تھا کہ اس میں زہر ہے تو آپ نے عذرا وہ گوشت کیوں
کھایا؟ اور حضرات صحابہ کرام کو کیوں کھانے دیا۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ :-

ومن تحتی سماً فقتل نفسه فسمہ فی
یدہ ینتسأ فی نار جہنم خالداً مخلداً فیہا
ابدًا (بخاری ۲ ص ۲۵۷ و مسلم ۲ ص ۱۷۱)
اور جس نے زہر پیا اور خود کشی کر لی تو زہر اس کے
ہاتھ میں ہو گا اور دوزخ کی آگ میں وہ ہمیشہ اور
ابد الا باذیک وہ زہر پیتا ہے گا۔

یہ مسئلہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں ہے کہ کیا یہ ارشاد متحل کے لیے ہے یا غلو سے مکث طویل مراد ہے یا الے مجرم کی مزیارہ ہے، یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو یہ سزا دی نہ جائے (دیکھئے نووی ج ۱ ص ۳۷ وغیرہ) اس حدیث کے پیش نظر کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بقول مفتی احمد یار خاں صاحب علم ہوتے ہوئے زہر آلود گوشت کھایا اور حضرات صحابہ کرامؓ کو کھلایا؟ یہ جو بڑا بات ہے کہ آپؐ پر سکا قوی اثر کچھ نہ ہوا مگر آپؐ (العیاذ باللہ تعالیٰ) الدواہ بانجیث کے حکم کو توڑا جو بڑے خود گناہ ہے اور اس کی دوزخ میں غلو کی وعید بطور تشدید آئی ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) علاوہ ازیں آپؐ پر بھی اثر کیوں نہ ہوا جب کہ اس زہر کے کھانے کے بعد تین سال تک آپؐ اس کا الم اور درد محسوس فرماتے رہے جیسا کہ روایت میں تصریح گند چچی ہے اور وفات کے وقت تو آپؐ کو رگ جان کٹتی سی نظر آتی تھی۔ کیا مفتی صاحب یہ اثر نہیں ہے؟ آپؐ نے کس سا دگ یا خداع سے یہ لکھ دیا ہے کہ "زہر ہم پر حکم الہی اثر نہ کرے گا۔" پھر مفتی صاحب ارزوتے افتاد یہ فرمائیں کہ حضرت بشر بن براد بن معروفہ اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ کے چند نفوس کو جو شہادت کی اس وفات سے جھکا رہے تھے اس کا اثر کہاں سے آیا تھا؟ اور کیا عمداً کسی کو اس طرح زہر خورانی جائز اور درست ہے؟ باقی رہی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور راضی برضا ہونا تو وہ اپنے مقام پر خن اور درست ہے اس کا کون منکر ہے؟ مگر اصل حدیث کا جواب نہ تو مفتی صاحب نے دے سکے اور نہ ان کی جماعت کی طرف سے آج تک دیا جاسکا ہے اور نہ تاقیامت دیا جاسکتا ہے۔ شوق سے طبع انسانی گریں۔

کر جائیں گی کام ان کی منوں سا رنگا ہیں
دنیا تے سکوں زیر و زبر ہو کے ہے گی

حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید بن الخدریؓ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ بارہویں حدیث صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص (ابن جعدی الانصاری رضی اللہ عنہ) کو کافی روایت مسلم ۲ ص ۲۷ کو خیبر کا عامل بنا کر بھیجا تو اس نے واپسی پر آنحضرتؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بطور تحفہ عمدہ قسم کی کھجوریں پیش کیں۔ آپؐ فرمایا کہ:-

اُكْلُ تَمْرٍ خَيْرٌ هَكَذَا قَالَ لَا وَاللَّهِ يَا
رسول الله انالناخذ الصاع من هذا
کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہی عمدہ ہوتی ہیں؟
عامل نے کہا: نہیں، حضرت! بخدا ہم تو دو اور تین

بالصاعين والصاعين بالثلاثه فقال رسول
الله صلى الله عليه وسلم لا تفعل بع المجمع
بالدراهم ثم ابع بالدرهم جنباً -
(بخاری ج ۱ ص ۲۹۳ و مسلم ۲ ص ۱۲۱)

صاع ردی قسم کی کھجوروں کے عوض میں ان کا ایک یا دو
صاع خریدتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ایسا نہ کیا کرو،
تم ردی کھجوروں کو رقم کے عوض میں فروخت کر دیا کرو
پھر رقم کے بدلہ میں یہ کھجوریں لے لیا کرو۔

ایک صاع موجودہ انگریزی سیر کے لحاظ سے ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے۔ چونکہ حرمت سود پر کوئی
زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا اس لیے اس عامل کو اس وقت تک یہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ (ردی شرح مسلم ج ۲
ص ۲۶ وغیرہ) اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کلی علم غیب یا جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل
ہوتا اور آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے جیسا کہ فریقِ مخالفت کا غلط دعویٰ ہے تو آپ کو خبر کے علاقہ کی کھجوروں
کا ضرور علم ہوتا کیونکہ بقول فریقِ مخالفت آپ کو ذرہ ذرہ اور ہر درخت کے ایک ایک پتہ کا علم ہے۔ پھر صلا
آپ کو کھجوروں کی عمدہ اور ردی قسمیں کیوں نہ معلوم ہوتیں؟ اور خبر مدینہ طیبہ سے صرف دو سو میل
فدہ ہے۔

ضروری انتباہ فریقِ مخالفت کا یہ ایک اصولی اور بنیادی مغالطہ ہے کہ اس قسم کی جملہ روایات
میں جہاں جہاں بھی یہ آئے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض
بعض اشیاء کے بارے میں سوال کیا تو اس سے آپ کی لاعلمی ثابت نہیں ہوتی بلکہ جانتے ہوئے بھی آپ
بعض مصلح کی بنا پر ایسے سوالات کر لیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
سوال کیا تھا کہ :-

مَا تِلْكَ بِحِمْيَرَ يَا مُوسَىٰ ۖ اَتِيرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

ظاہر بات ہے کہ اس سے یہ تو قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ کو علم نہیں تھا وہ علیٰ ذہا القیاس -
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوالات کا حال بھی سمجھو۔ چنانچہ مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ جیسا کہ موسیٰ
علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سوال کیا مَا تِلْكَ بِحِمْيَرَ يَا مُوسَىٰ ۖ اَتِيرے ہاتھ میں لے موسیٰ علیہ السلام
کیا ہے؟ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام ہاتھ میں عصا لے کھڑے تھے، کیا اللہ تعالیٰ کا سوال کہنا اس کے عدم علم پر
دلائل کرتا ہے؟ (ملفوظہ مقیاسِ حقیقت ص ۱۲۷) ہم نے فریقِ مخالفت کا جواب اور اس کے ضرور مقتضات
عرض کر دیے ہیں۔ کیونکہ سہ

مری خدمت سے ہوا ہے مہرباں دوست مرے احباب ہیں دشمن پر ہزاروں
فرقِ مخالفت کا یہ مترع و خیال بھی کسرا سر باطل اور مردود ہے۔ اَللّٰہُ اس لیے کہ

جواب

اَللّٰہُ تَعَالٰی کے عَلَیْہِمْ بِذَاتِ الصَّدُورِ اَوَّلُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلَیْہِمْ ہونے کے بارے

میں کسی کو شک اور شبہ ہی نہیں ہے اس لیے جناب باری تعالیٰ عزوجل کا سوال ضرور کسی حکمت اور مصلحت
ہی پر مبنی ہوگا، بخلاف حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضراتِ اولیاء عظامہ وغیرہ مخلوق کا سوال
کیونکہ جب وہ عالم الغیب نہیں تو اصل اور قاعدہ یہی ہے کہ ان کو وہ چیز معلوم نہیں ہے الا یہ کہ کوئی قطعی
اور محکم دلیل اس کے خلاف موجود ہو کہ یہ سوال کسی مصلحت کے پیش نظر تھا تو اس صورت میں ان کے صرف
اس سوال کو کسی خاص مصلحت اور حکمت پر محل کیا جائے گا۔ غرضیکہ مخلوق کا خالق پر اور حادث کا قديم پر اور
غیر عالم الغیب ہستیوں کا باری تعالیٰ پر قیاس کرنا جہن کا علم بقول خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام دریا کا قطرہ ہو۔

بخاری ج ۲ ص ۶۹ مستدرک ج ۲ ص ۳۶۹۔ قال الحاكم والذهبی علی شرطہما (کتنا صرح ظلم ہے
وثائبا بلا شک شرعی احکام اور امور دین کے بارے میں بعض مصالح کے تحت جب آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو حضراتِ صحابہ کرام نے بعض مقامات پر فرمایا
کہ اللہ ورسولہ اعلم جیسا کہ حجۃ الوداع وغیرہ میں ایسا ہوا تھا۔ اور معرفتِ النبی میں تو آپ کا مقام
بہت ہی اُونچا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ فواللہ لانا اعلمہم باللہ الحدیث (مسلم ۲ ص ۶۱ واللفظ لہ
و بخاری ج ۱ ص ۱) بخدا میں معرفتِ خداوندی میں ان سب سے بڑھا ہوا ہوں، مگر جب دنیاوی معاملات کا
سوال پیدا ہوتا ہے تو صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ انتم اعلم بامرد دنیا کم۔ کسی ایک صحیح روایت سے
یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جب آپ نے غیر شرعی امر کے بارے میں سوال فرمایا تو آپ اس کو خوب جانتے تھے،
بخلاف اس کے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی کے متعلق اس کا متعدد احادیث سے ثبوت ملتا ہے مثلاً
حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب
فرشتے پند و نصیحت اور ذکر و تدریس کی مجال سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کے پاس انانوں کی
ڈائری پیش کرتے ہیں تو:-

فیسألہم اللہ عزوجل وھو اعلم بہم الخ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان
(مسلم ج ۲ ص ۶۹ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹)

دانانوں کے حالات کو خوب جانتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کہ تم میں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میلانِ عمر میں گنہگاروں کے ایک گروہ سے جو اپنی پیٹھ پر بڑے بڑے پہاڑوں کی مانند گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

فیقال اللہ عنہم وہو اعلیٰ بہم الحدیث سوال فرمائے گا حالانکہ وہ ان کو بخوبی جانتا ہوگا۔
(مترجمہ اسناد قل الماکم ما الذمہی علی شرطہما)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فسر شتوں سے جب النازل کی ڈائری پوچھتا ہے۔

فیقول تبارک وتعالیٰ وہو اعلیٰ من این جو باریا ہے تم کمال سے آئے ہو حالانکہ وہ ان کو جنت الحدیث (طیسی ۳۱۹) خوب اور بہتر جانتے ہے۔

اس مضمون کی متعدد روایات موجود ہیں کہ جناب باری تعالیٰ نے سوال کیا حالانکہ وہ ان کو اعدان کے حالات کو بخوبی جانتا ہے۔ کیا فریقِ مخالف جرات کر کے یہ بتا سکتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کی صحت اور بیماری یا موت اور حیات یا کسی اور حال کے بارے میں دریافت فرمایا ہو اور اس کا ذکر ہو کہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعدہ۔ (حالانکہ آپ خوب اور بہتر جانتے تھے) اگر ایسے ہی ٹکڑے ہی امور اور حالات کے متعلق کوئی صحیح روایت ہے تو فیما ورنہ ایسی خود ساختہ اور مصنوعی ترجیحات کو کون سنتا ہے؟

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ کتب احادیث میں اس کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض دفعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی چیز کے بارے میں سوال فرمایا اور اس وقت تک آپ کو حقیقت حال معلوم نہ تھی۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جواب دینے کے بعد آپ پر حقیقت منکشف ہوئی اور آپ کو اس کا علم ہوا۔ چنانچہ حضرت یزید بن ثابت (المتنی ۱۳۷) روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دفعہ چند حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں باہر نکلے تو۔

فرأی قبر احمید اقل ما هذا قالوا هذه مولاہ آپ نے ایک نئی قبر دیکھی۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا بنی فلان ففرزها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث کہ یہ قبر کس کی ہے؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا دنائی ج ۱ ص ۲۲۰ واللفظہ وابن ماجہ ص ۳۱۰ ومنہما ج ۲ ص ۳۸۸ کہ یہ فلان خاندان کی لڑکی کی قبر ہے۔ ان کے بتلانے

سنن الکبریٰ ۴۲۷، طحاوی ۱۶، ۲۹۵) پر آپؐ اس کو پہچان لیا۔

مولوی محمد عمر صاحب فخر فہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ شہر مادہ سمجھ کر معصوم کر گئے ہیں اور سیخ پا امد آگ بگولا ہو کر لکھتے ہیں کہ تم نے تو نعمانی صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے، آپ کا بلف کے پہلے جنازے میں تشریف نہ لانا آپ کے عدم علم پر دال نہیں بلکہ آپ کے مختار کل ہونے پر دال ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے دوبارہ جنازہ پڑھ لینا ہے الخ (مقیاس ص ۵۷) یہ ہے عمری جواب، سبحان اللہ کیا فرق مخالف یہ بنا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلان چیز کے متعلق سوال کیا، اور عجیب کے جواب کے بعد فحرفہ اللہ تعالیٰ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پہچان لیا۔ اگر فرق مخالف میں ہمت ہے تو ایک ہی صحیح حدیث اس مضمون کی پیش کرے، دیدہ باید۔ وائی نہمہ النّاروش من مکن لعیبد وما تلک یسمینک یؤمنوا علی سے پیغمبروں کا علم غیب ثابت کرنے والے ذرا ہمت تو کرو، کچھ تو لب کٹائی کرو۔

میتاد کی نگاہ اُسی دن سے سچر پہ تھی جس دن کہ آشیاں میں تجھے بال و پر لے
تیرھویں حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

انی لا ادری ما قدر بقائی فیکہ فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ وصخرہ الحدیث (ترمذی ج ۲ ص ۲۸۵ منہج ص ۲۸۵) میں نہیں جانتا کہ میں کب تک تمہارے اندر زندہ رہوں گا اس لیے میں تمہیں اپنے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء کرنے کی تلقین اور تاکید کرتا ہوں۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا علم بھی نہ تھا کہ کب تک دنیا میں زندہ رہوں گا اور جب آپ کو اپنی زندگی اور وفات کا علم نہیں تو اور کس کی موت و حیات کا علم ہوگا؟ اگر آپ جمیع ماکان و مایحون کا علم رکھتے تو ضرور آپ کو اس کا علم ہوتا۔ اس روایت سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک معتبر اور معتمد ہونے کے ساتھ ان کی خلافت کے حق ہونے کا ثبوت بھی واضح ہو گیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان اکابر کی فضیلتوں کا کون انکار کر سکتا ہے؟ مگر یہ

گر نہ ہیند بروز شہر و چشم چشم آفتاب را چہ گناہ؟
 حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دفعہ پیشاب
 کیا اور پھر تیمم کر لیا (یا آپ کا معمول ہی اکثر یہی رہا) کان پھر یہی (اللہ الحدیث) میں نے عرض کیا حضرت
 پانی تو آپ کے بالکل قریب ہے، آپ نے تیمم فرمایا ہے؟ تو آپ نے جواب میں یوں ارشاد فرمایا:-
 ماہد ربی لعلی لا ابلعہ۔ (رواہ فی شرح السنۃ و بحجۃ کیا معلوم ہے شاید کہ میں پانی تک نہ پہنچ سکوں۔
 ابن الجوزی فی کتاب الوضوء مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۵) (اور اس سے قبل ہی وفات ہو جائے۔)

یعنی میں نے تیمم اس لیے کر لیا ہے کہ جتنا وقت بھی گزرے وہ طہارت ہی میں گزرے، اور میرے
 پاس کیا سند موجود ہے کہ میں زندہ رہوں گا اور پانی تک بھی پہنچ جاؤں گا؟

پہلو وین حدیث | جب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ
 كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۱۲﴾ (المجادلہ ص ۱۲)
 اے لوگو جو ایمان لائے ہو موت اونچی کر داپنی آواز میں
 کی آواز پر لہ نہ لہو ان کے سامنے اونچی آواز سے جیسے کہ تم ایک
 دوسرے کے ساتھ جہر سے بولتے ہو کہیں البتہ ہو کہ تمہارا عمل
 اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

تو حضرت ثابت بن قیس (رضی اللہ عنہ) نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں آنا
 ہی ترک کر دیا چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتقد ثابت بن قیس فقال رجل یا رسول اللہ انا اعلم لك علمه ففادہ فوجده فی بیتہ منكاً رأسہ فقال له ما شانك؟ فقال شرکان میرفع صوتہ فوق صوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد حبط عملہ فہو من اهل النار فانی الرجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعبروا انہ قال کذلک
 جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس کو گم اور غائب پایا تو ایک صحابی نے فرمایا کہ حضرت میں آپ کے لیے اُس کا حال دریافت کر آتا ہوں، وہ صحابی گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ثابت بن قیس اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں اُنہیں نے ان سے دریافت کیا آپ کو کیا فکیر ہے؟ وہ بولے کہ معاملہ خراب ہے میری آواز حضرت کی آواز پر بلند ہو جاتی

کذا قتل موسى فجمع اليه المودة الاخيرة
 ببشارة عظيمة فقال اذهب اليه فقتله
 انك لست من اهل النار ولكنك من
 اهل الجنة (بخاری ج ۲ ص ۵۸۵ وج ۱ ص ۵۸۵ واللفظ لا
 ووارد النکاح ص ۵۶۷)
 رہی تو میرے عمل بالکل اکارت ہو گئے ہیں اور میں تو
 روزِ محشر ہو گیا ہوں، وہ صحابی حضورؐ کے پاس گئے اور
 یہ باتیں آپؐ سے عرض کر دیں کہ ثابت رہ تو ایسا اور ایسا
 کہ تمہیں دوبارہ وہ بشارت عظیمہ ملے کر گئے اور حضورؐ فرمایا
 جا کر اس کو کہو کہ تو روزِ محشر نہیں بلکہ عقی ہے (مختصلاً)

اور حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذؓ
 (لیکن حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول وفدِ بنی نضیم ہے جو ۳۳ھ میں دیگر وفد
 کے ساتھ آیا تھا اور حضرت سعد بن معاذؓ کی وفات ۳۳ھ کو ہو چکی تھی تفسیر ابن کثیرؒ ج ۴ ص ۳۵۱ اور علامہ
 قسطلانیؒ کہتے ہیں کہ تفسیر ابن منذرؒ میں اس کا نام سعد بن عبادہ المتوفی ۳۵ھ اور تفسیر ابن جریرؒ میں
 ان کا نام عامر بن عدی الجعلانی (المتوفی ۳۵ھ) آیا ہے۔ ارشادِ الہامی ص ۳۵۱ سے فرمایا کہ:-
 یا ابا عمرو ما شان ثابت اشتکی؟
 فقال سعد انه لجاری وما علمت له
 بشکوى فأتاه سعد فذكر له قول
 رسول الله صلى الله عليه وسلم (الحديث)
 (مسلم ج ۴ ص ۱۰۱ ابن کثیر ج ۴ ص ۳۵۱)
 لے ابو عمروؓ وہ ثابتؓ کا کیا معاملہ ہے کیا وہ بیمار
 ہے؟ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ حضرت وہ میرے
 پڑوس میں رہتے ہیں اور میرے علم کے مطابق وہ بیمار
 نہیں ہیں چنانچہ حضرت سعدؓ ان کے پاس گئے
 اور آپ کا پیغام ذکر کیا۔

اور حضرت انسؓ ہی کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:-

وجلس في اهله حزينا فتفقده رسول الله
 صلى الله عليه وسلم فانطلق بعض القوم اليه فقالوا
 له تفقدك رسول الله صلى الله عليه وسلم ملك الله
 (مسند احمد ص ۳۳۷ وابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۱)
 حضرت ثابتؓ اپنے گھر میں محزون ہو کر بیٹھ گئے اور آنحضرتؐ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نہ پایا قوم میں سے بعض ان
 کے پاس گئے اور کہا کہ تجھے کیا ہے۔ آنحضرتؐ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے تجھے مفقود پایا ہے الخ۔

عربی لغت میں فقدا اور فقدان کے معنی نگاہ سے غائب اور اوجھل ہو جانا، گم ہو جانا اور نہ ملنا وغیرہ
 آتے ہیں چنانچہ علامہ مطرزی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:-
 فقدت الشيء غاب عني وانا فاقد و
 فقدت الشيء غاب عني وانا فاقد و
 فقدت الشيء غاب عني وانا فاقد و
 فقدت الشيء غاب عني وانا فاقد و

الشیء مفقود و تفقدتہ واقفدتہ
تطلبتہ واقفدتہ بمعنی فقدتہ
(مغرب ج ۲ ص ۱۸۱)
بھی یہ ہے کہ میں نے اس کو نہ پایا۔

علامہ فیروز آبادیؒ اور امام محمد بن ابی بکر الرازیؒ کہتے ہیں کہ :-
و تفقدہ طلبہ عند غیبتہ
(القلم ج ۳ ص ۳۳۳ و مختار الصلح ص ۱۸۱)
کہ تفقدہ کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اس کو غائب
ہونے پر تلاش کیا۔

اور علامہ زبیدی الحنفیؒ کہتے ہیں کہ :-
افتقدہ و تفقدہ طلبہ عند غیبتہ
وفی حدیث عائشہ ؓ افتقدت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ ای لم اجدہ -
(اناج العروس ج ۲ ص ۵۵۷)
افتقدہ کا یہی مطلب ہے کہ اُس نے اس کو
اس کی غیر حاضری میں تلاش کیا۔ حضرت عائشہؓ کی
حدیث میں ہے کہ افتقدت الخ یعنی میں نے ایک رات
جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ پایا۔

اور علامہ الجہاں القرشیؒ کہتے ہیں کہ :-
فقد - فقد ان باضم و اکسو گم کردن
..... افتقاد کذا تفقد گم شدہ راجستن
(مراج ص ۱۹۱)
فقد فقدان ضمہ اور کسر کے ساتھ گم کرنے کے معنی میں
آتا ہے..... اور یہی افتقاد کا مطلب ہے۔ اور تفقد کا
مطلب ہوتا ہے گم شدہ چیز کو تلاش کرنا۔

اور اسی ماور سے فاقہ بصیرت اور مفقود الخ وغیرہ کے محاورے نکلے ہیں۔ بعض اکابر ہندی حضرات
مفسرین کرامؒ نے تفقد کے معنی 'غیبتی' اور بعض نے 'حاضری لی' کے کہے ہیں جو اپنے مقام پر بامعاورہ ہونے
کے ساتھ بالکل صحیح ہے مگر کیا کیا جائے کہ مولوی محمد عمر صاحب تحریف کرنے میں توفیق المثل اور اصل
بات کے نہ سمجھتے ہیں فاقہ فہم واقع ہوئے ہیں جو مفقود الخ اس ہو کر کیا سے کیا کہہ اور لکھ دیتے ہیں چنانچہ
وہ لکھتے ہیں کہ :- چنانچہ تَفَقَّدَ الطَّيْرُ کے معنی تمنا کا اکابرین نے بھی اسی بنا پر دوہ بنا ان کے نزدیک
ہمہ کی غیر حاضری کی اطلاع دینا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کی دلیل ہے مقیاس
ص ۱۸۱) گم ہونے کے نہیں کہتے :- الخ (مقیاس ص ۱۸۱)۔ رمز شناس اور نکتہ رس بھی دنیا میں کافی گزر چکے ہیں
اور اب بھی موجود ہیں مگر مولوی محمد عمر صاحب تو چیزے دیگر است۔ صحیح اور سیدھی بات کو محرف کر دینا

اُن کے بایں ہاتھ کا کر تیسے۔ ہمارا استدلال اس صحیح روایت سے بالکل واضح ہے کہ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع ماکان و مایکون کے عالم اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو حضرت ثابت بن قیس کے قتل کا یا ان کے بیمار پڑ جانے وغیرہ کا ہرگز خلاف واقعہ خیال آپ کے ذہن مبارک میں نہ پیدا ہوتا اور حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ تو پوچھنے کی ذہانت آتی اور نہ تحقیق حال کے بعد آپ کو وہ آگاہ کرنا ہی ضروری اور مناسب سمجھتے اور یہ واقعہ ہے بقول حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ آپ کو ہر ایک چیز کا علم ہے اور آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں جیسا کہ یہ واقعہ اس کی زندہ شہادت ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فقد نبی اللہ عزوجل عن رفع الاصوات بحضرة رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد روينا عن امير المؤمنين عمن الخطاب رضى الله عنه انه سمع صوت رجلين في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم قد ارتفعت ثمما فجاء فقال اتدريان اين انتما؟ ثم قال من اين انتما؟ فقال من اهل الطائف فقال لو كنتما من اهل المدينة لا وجهكما ضربا وقال العلماء يكره رفع الصوت عند قبره صلى الله عليه وسلم كما كان يكره في حياته عليه الصلوة والسلام لان محترم حيلو في قبره صلى الله عليه وسلم دائما (ج ۴ ص ۲۷)

یہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں آوازیں بلند کرنے سے منع فرمایا ہے اور ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے مسجد نبوی میں دو آدمیوں کو دیکھا کہ وہ اپنی آواز بلند کر رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور فرمایا تم دونوں جانتے ہو کہ تم کس جگہ ہو؟ پھر فرمایا تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ بولے ہم طائف کے رہنے والے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ کے باشندے ہوتے تو میں تمہاری خوب مرمت کرتا۔ علماء کہتے ہیں کہ جیسے حضور کی زندگی میں آواز بلند کرنی مکروہ تھی۔ اسی طرح آپ کی قبر کے پاس بھی مکروہ ہے کیونکہ آپ زندگی میں بھی اور قبر مبارک میں بھی ہمیشہ قابلِ صدا احترام ہیں۔

جس روایت کا حوالہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے دیا ہے، وہ بخاری ج ۱ ص ۶۷ اور مشکوٰۃ ج ۱ ص ۷ وغیرہ میں مذکور ہے، احنوس اور صدافنوس اور حیف بالائے حیف فریقِ مخالفت پر کہ ایک طرف تو وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور دوسری طرف خصوصیت سے مسجدوں کے اندر چلا جلا کر اور گئے پھاڑ پھاڑ کر بلند آواز سے درود پڑھتا اور نعت خوانی (بلکہ قوالی) کرتا ہے

اگر اہل بدعت کا عقیدہ واقعی دیانت پر مبنی ہے تو جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے زعم باطل میں ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ان کو اپنی آواز ہمیشہ پست رکھنی لازم ہے، ورنہ اگر ایمان ہو بھی تو وہ اس صورت میں کافور ہو جاتا ہے اور تمام اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ کاشکس کہ اہل بدعت حضرات کو یہ شہد بھی حاصل ہو۔ حضرت ثابت بن قیس کو جناب امام الانبیاء خاتم النبیین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جنتی ہونے کی بشارت خطی بھی مل چکی تھی۔ مگر انہوں نے فرمایا کہ :-

ولا ارفع صوتی ابداً علی صعدت رسول اللہ میں کبھی بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ علیہ وسلم۔ (ابن کثیر رحمہ اللہ) کی آواز پر اپنی آواز بلند نہیں کر مل گا۔

اور یہی ایک پختہ مسلمان اور سچے عاشق اور متقی کی علامت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی اور حاضری میں کبھی اپنی آواز بلند نہ کرے، نہ آپ کی حیات طیبہ میں اور نہ وفات کے بعد آپ کی قبر مبارک کے پاس جہاں آپ کا جسد اطہر موجود اور حاضر ہے اور آپ کی روح مبارک کا باوجود ملا علی اور عتیمین میں ہونے کے آپ کے جسم مبارک سے ایسا اعلیٰ اور اکمل تعلق ہے جس سے بڑھ کر عالم برزخ میں تصور ہی نہیں کیا جاسکتا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی قبر مبارک کے پاس جو شخص درود شریف پڑھتا ہے آپ انفس نفیس اس کو خود سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ مزید تحقیق کے لیے راقم کی مفصل کتاب لکھیں اور اجمالاً تبصریں، انوار طریح جدید کا مطالعہ کیجئے۔

نوٹ :- ذکر بالجہار رفع الصوت فی المساجد کی بحث کا ہماری اس کتاب سے تعلق نہیں ہے۔

ہم نے اس پر بفضلہ تعالیٰ بالاندر یہ علیہ بحث اپنی کتاب حکم الذکر بالجہار میں اور اختصاراً الذہلیج الواضح میں کر دی ہے۔ وہ ملاحظہ کر لی جائے۔ یہاں تو صرف نفی علم غیب کی بحث ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بادل اٹل ثابت ہو گئی ہے :-

پندرہویں حدیث حضرت سہیل بن سعد الساعسی سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کے دروازہ کے

ایک سوراخ سے اندر جھانکا اور آپ اپنے سر مبارک کو گنگھی یا اس کی مانند کسی اور چیز سے بھلا رہے تھے فلما رآہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو قال لہو اعلہ انک تنظر فی لطعنات فی فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ تجھے دیکھ رہا ہے تو میں ضرور

میںک و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انما جعل الاذن من اجل البصر۔

(بخاری ج ۲ ص ۲۲۲ و مسلم ج ۲ ص ۲۱۱ واللفظ لہ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

فلانی انظر ائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وہم لا یطعنہ۔

(بخاری ج ۲ ص ۲۲۲ و مسلم ج ۲ ص ۲۱۱ واللفظ لہ والبدو ج ۲ ص ۲۴۷)

آنکھ میں چوکا مارنا چاہتے تھے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :-

من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنہم فقد
حل لہم ان یقتلوا عینہ۔

(البدو ج ۲ ص ۲۴۷، مسلم ج ۲ ص ۲۱۱ واللفظ لہ)

کیلئے اس کی آنکھ کو پھوڑ دینا حلال اور جائز ہے۔

اور ایک روایت میں آتا ہے، اپنے فرمایا کہ :- اگر کوئی شخص تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے گھر
میں جھانکے اور تم اس کی آنکھ پھوڑ دو تو ماکان حدیث من حرج (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۵۵ و قال متفق علیہ) تم پر
اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔

اس مسئلہ میں علمائے اسلام کا کچھ اختلاف ہے کہ آیا انذار و تحذیر کے بعد اس کی آنکھ پھوڑنی جائز
ہے؟ یا اس سے قبل بھی؟ حضرت امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

فیہ وجہان لا مما بنا اصحابنا وجاذا
نظاہر هذا الحدیث۔

اس میں ہمارے حضرات اختلاف کے دو قول ہیں صحیح ترین قول منسب ہے

کہ اس حدیث کے ظاہری الفاظ کے پیش نظر بغیر اطلاع دینے اور دہانے
کے بھی اس کی آنکھ پھوڑنی جائز ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۱)

اس صحیح اور صریح روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ تو پہلے اس شخص
کو دیکھا تھا اور نہ اس کے متعلق علم تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ جب آپ نے اس کو دیکھ لیا (فلسا دیکھ) تو نہایت
لطیف حیلہ اور تدبیر سے تاکہ اس شخص کو علم و شعور نہ ہو سکے؟ اس کی آنکھ پھوڑ دینے کا ارادہ فرمایا اور اس کی
آنکھ میں چوکا مارنے کے لیے اس کے پیچھے تشریف بھی لے گئے (مگر وہ پیچھے ہٹ گیا اور جان بچا لی۔ کمافی

روایۃ الترمذی ج ۲ ص ۹۵ - فتاخر الرجل - وقال حسن صحيح) اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یكون کا علم ہوتا یا آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے جیسا کہ فریق مخالف مدعی ہے تو اس روایت میں فلما راہ اور لو اعلیٰ انتک تنظر فی الاما کے الفاظ کی سرے سے مطلقاً گنجائش ہی نہ ہوتی۔ اور پہلے گزر چکا ہے کہ وحی الہی کے علاوہ جن امور کی طرف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توجہ و التفات نہ ہو، وہ بات آپ کو معلوم نہیں ہو سکتی اور نہ آپ کو ایسی باتوں سے کچھ لگاؤ ہی تھا اور اس میں آپ کی کوئی تنقیص شان بھی نہیں اور لیلۃ الامر کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ:-
انی فیما یدوح الی کا حدیثکہ (طہانی فی البیرواہن شہین من معنا) جن امور میں میری طرف وحی نازل نہیں ہوتی انہیں
بن جبر قال الشیخ حدیث صحیح - السراج المنیر ج ۲ ص ۵۵) میں بس تمہاری ہی طرح ہوں۔

یعنی جیسے بعض امور کا تمہیں علم نہیں ہو سکتا مجھے بھی نہیں ہوتا اور جیسے توجہ و التفات کے بغیر تمہیں کسی چیز کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی مجھے بھی معلوم نہیں ہوتی، اور جیسے تمہارے اجتہاد اور رائے میں غلطی اور خلاف واقعہ ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے مجھ سے بھی اجتہاد اور رائے میں لغزش واقع ہو سکتی ہے جیسا کہ تاہمیر نخل وغیرہ کے واقعہ میں آیا ہوا تھا (راجع لہ العزیزی ج ۲ ص ۵۵) اس روایت سے ہمارا استدلال روز روشن کی طرح بالکل صاف اور واضح ہے۔

مولوی صاحب لنواخذہ کو اظہار کے معنی میں لے کر اپنی افتاد

طبع سے مجبور ہو کر ایک عجیب ہوائی تقریر کرتے ہیں کہ نہ تو وہ

مولوی محمد عمر صاحب کی گپ

زمین کی ہے نہ آسمان کی، چنانچہ اسلئے تقریر میں لکھتے ہیں کہ:-

• آپ نے ارشاد فرمایا لَفَا اَعْلٰی اَنْتَ تَنْظُرُ فِی الْاَمَّا کہ اگر میں ظاہر کرنا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں تیری آنکھ میں چوکا مارنا کیونکہ بغیر میرے ظاہر کرنے کے تجھے چوکا مارنا یہ سنت ہو جاتی کہ سوراخ سے جھانکنے والے کی آنکھ میں بغیر اظہار ہی لوگ چوکا مارنا شروع کر دیتے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کوئی جھانکنے والا دیوار سے یا دروازے کے سوراخ سے جھانکے تو پہلے اس کو اَنْتَ تَنْظُرُ فِی سے سوال کرے کہ کیا تو میری طرف دیکھتا ہے؟ جب وہ اس کا جواب صحیح دے تو اس کی آنکھ میں چوکا مار دے الخ (مقیاس ص ۷۷)

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ جواب اس حدیث کے الفاظ کے پیش نظر خالص سیدہ زوری لغزیر

جواب

اور من مانی کا ردوائی ہے کیونکہ حدیث میں فلما راہ کا جملہ صراحت سے اس پر دلالت

کہ تمہارے کہ آپ نے پہلے اس شخص کو نہیں دیکھا اور پھر بعد کو دیکھا ہے، اور یہ بھی اسی حدیث میں بیان ہوا ہے کہ آپ ایک لطیف جیلہ سے اس شخص کی آنکھ میں سوکا مارنے کے لیے بغیر اطلاع دیے دروازے کے قریب تک پہنچے ہیں۔ اگر اس شخص کی قیمت یاوری نہ کرتی اور وہ پیچھے نہ ہٹ جاتا تو آنکھ سے وہ ضرور محروم ہو جاتا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو جو حکم دیا ہے وہ بھی صرف یہ ہے کہ جھلکے والے کی آنکھ اطلاع کے بغیر پھوٹی جاسکتی ہے اور حضرت امام نووی کا اقتباس ہم نے نقل کر دیا ہے کہ حدیث کے ظاہری الفاظ اس کے مؤید ہیں کہ اس کی آنکھ بغیر اطلاع پھوٹی جاسکتی ہے علاوہ ازیں مولوی محمد عمر صاحب نے اِنَّكَ تَنْظُرُنِي کو اپنے مدعائے باطل کے لیے جملہ استغماہ بنا کر جس جہالت یا خیانت کا ثبوت دیا ہے وہ بجلتہ خود ان کی شرمناک تحریف کا رفا رو رہی ہے اور علم کو مجبیٰ انکار لے کر انہوں نے شرط اور جزائے درمیان جو بے ربطی پیدا کی ہے۔ وہ بزبان مال مولوی محمد عمر صاحب سے یوں مخاطب کر رہی ہے کہ

سُتَحْتَمِیْ وَہِیْ اَوْرَتَال وَہِیْ پَر رَاگنی کچھ بے وقت سی تھی
مُلْ تو بیت یاروں نے چایا پڑ گئے اکثر ان ہمیں

اس سے انکار نہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بعض تفسیری حوالوں کے پیش نظر علم بمعنی اللہ ہی آیا ہے جیسے اِلَّا لِنَعْلَمَ وغیرہ میں مگر وہ یہ مقام نہیں ہے۔ خداوند کریم کا علم محیط اور ازلی ہے مضارع وغیرہ کے صیغوں سے اس کی حُسنِ تعبیر پر مخلوق کے علم حادث اور غیر محیط کو قیاس کرنا اور ایک کی تعبیر دوسرے پر سپال کرنا اور فرق مراتب کو ملحوظ نہ رکھنا زندقہ اور الحاد ہے۔ ولنعیم ما قبل علی
مگر فرق مراتب بھی زندقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ مالک وغیرہ سے بطریق مختلفہ یہ واقعہ مروی ہے کہ قبیلہ کلث
سورہ یونس حدیث اور عمر بن الخطاب کے چند آدمی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر کے آپ کی بیعت کی۔ پھر جب چند دنوں کے بعد مدینہ طیبہ کی آب و ہوا ان کے موافق نہ آئی اور وہ کچھ بیمار پڑ گئے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ ہم کو اونٹوں کے گلوں کے ساتھ جنگل میں پہننے کی اجازت دی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "اے کو اجازت ہے" فرمائی اور بیت المال کے کچھ اونٹ اور دو خادم ان کے ساتھ چند میل دور ایک چراگاہ پر روانہ کر دیے۔ جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے ایک راعی کو (جس کا نام حضرت لیث بن عقیل تھا)

شہید کر دیا اور بیت المال کے اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ دوسرے راعی نے مدینہ طیبہ آکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات صحابہ کرام کو مطلع کیا۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ:-

فجاء الخبر في أول النهار فبعث في آثارهم فلما ارتفع النهار جيئ بهم فقطع أيديهم وأرجلهم وسمرت أعينهم (الحديث)

یہ خبر دن کے ابتدائی حصہ میں پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے کچھ آدمی بھیجے وہ ان کو پکڑ لائے تو ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ اور ان کی آنکھوں میں گرم سلاخیاں پھیری گئیں۔ دیکھ کر انہوں نے بھی حضرت یسار سے ایسا ہی کیا تھا۔ (بخاری ۱۶/۳۷۱)

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:-

فقتلوا الراعي وطغوا الأبل فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فبعث في آثارهم (الحديث)

سوارانوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے، تو یہ خبر خباب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی پس آپ نے ان کے پیچھے کچھ آدمی روانہ کئے۔ (مسلم ج ۲ ص ۵۷)

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ:-

أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فخر من عريضة الرومي رواية سعيد بن عيسى وعريضة مسلم ۲۸۵) فاسلموا وباليهود قد وقع بالمدينة الموم وهو البرسام ثم ذكر نحوهم وعنده شباب من الأنصار قريب من عشرين فأرسلهم إليهم وبعث معهم قالوا يقتلوا شرهم -

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عکمل اور عریضہ کے کچھ آدمی آئے اللہ اسلام قبول کر کے آپ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کر لی۔ مدینہ طیبہ میں برسام درسام یا استقاء کی بیماری پڑ گئی۔ پھر اگے ہی حدیث بیان کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس انصار مدینہ کے تقریباً بیس زہراں تھے آپ نے ان کو ان کے تعاقب میں بھیجا اور ان کے ساتھ آپ نے ایک کھجور بھی بھیجا تاکہ وہ ان کا کھجور نکال کر ان کو گرفتار کر سکے۔ (مسلم ج ۲ ص ۵۸)

اور ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ:-

كان أناس من أنصار رسول الله صلى الله عليه وسلم

کچھ آدمی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

فَقَالُوا إِنَّا بَعَثْنَا فِيهِمَا رِجَالًا يَكْفُرُونَ ۖ فَخَلَا لَهُمَا الْيَمِينُ ۚ فَوَسَّلَا عَلَيْهِمَا لَئِيْلَ مَا يُفْعَلُونَ ۚ فَذَرَاهُمَا يَكْفُرَانِ بِمَا هُمَا مُشْرِكُونَ ۚ فَخَلَا لَهُمَا الْيَمِينُ ۚ فَوَسَّلَا عَلَيْهِمَا لَئِيْلَ مَا يُفْعَلُونَ ۚ فَذَرَاهُمَا يَكْفُرَانِ بِمَا هُمَا مُشْرِكُونَ ۚ

میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتے ہیں سوائسوں نے بیعت تو کر لی لیکن وہ جھوٹے تھے، اسلام کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔

ان تمام روایات کے پیش نظر یہ بات نہایت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو غلط مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ یہ ہمدردی کی کہ بیت المال کے اونٹ اور پائنتے خاص چرواہے اور خادم ان کی خدمت کے لیے باہر جنگ اور چراگاہ میں بھیج دیے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے یہ علم ہوتا کہ یہ ایسی کارروائی کریں گے تو آپ ایسا ہرگز نہ کرتے اور بیت المال کے اونٹوں اور پائنتے غاصبوں کی جان کی حفاظت کا کوئی معقول انتظام فرماتے، پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ انہی روایات میں اس کی تصریح ہے کہ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان ڈاکوؤں کے تعاقب میں بیٹس کے قریب نوجوان بھیجے۔ جو عالم الغیب ہو اور جس کو جمیع ممالک و مایکون کا علم ہو، اس کے لیے فجاء الخبیر اور فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم کے الفاظ کا کیا مطلب؟ اور مسلم شریف کی حدیث میں اس کا ذکر بھی موجود ہے کہ آپ نے ان نوجوانوں کے ساتھ ایک کھوجی بھی روانہ کیا تھا تاکہ وہ اپنے قیادہ اور کھوج کے فن کی مدد سے ڈاکوؤں کا سراغ لگائے۔ جمیع ممالک و مایکون کے علم کو کھوجی بھیجنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کو علم ہوتا تو فرمادیتے کہ وہ ڈاکو تمہیں فلان مقام پر ملیں گے ان کو گرفتار کر لاؤ جیسا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے ایک خط کے سلسلہ میں علی التیمن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ایک عورت دوسرے خلیج کے مقام پر نہیں ملے گی اس سے ایک خط لے آنا۔ کیونکہ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا تھا (فاطلع الله تعالى على ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم)۔ تفسیر ابن کثیر ۴/۲۵۵) یہ بھی یاد ہے کہ مکمل اور عربیہ کا واقعہ حب

تحقیق علامہ ابن سعد (۲۳۰ھ) اور ابن حبان (۲۵۴ھ) وغیرہ شوال ۱۰۰ھ کے واقعہ حب

۱۶ سترھویں حدیث [بخش (المتوفاة ۲۰۰ھ) کا حضرت زید بن حارثہ (المتوفی ۱۰۰ھ) کے طلاق

بعد ۱۰۰ھ میں جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کر دیا تو آپ نے دعوتِ ولیمہ پر چند حضرات صحابہ کرامؓ کو مدعو کیا۔ کچھ لوگ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بھی وہیں اسی

حجرہ میں بیٹھے باتیں کرتے ہے جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوقات اور مشاغل میں خلل واقع ہوا تو آپ باین خیال و اہل سے اٹھ گئے کہ شاید یہ لوگ بھی اٹھ جائیں۔ مگر وہ حضرات آپ کی نشاد کا بالکل احساس نہ کر سکے اور جب آپ کچھ دیر کے بعد تشریف لائے۔

ثم ظن انهم خرجوا فرجع ورجعت معه اور یہ گمان اور خیال کیا کہ وہ لوگ جا چکے ہوں گے مگر حتیٰ اذا دخل علی زینب بنتہ فاذا هم جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت انس رضی اللہ عنہما حضرت زینبؓ کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ لوگ مہنوز و سلم الحدیث و بخاری ج ۲ ص ۲۶۷ مسلم ج ۱ ص ۴۷۱ بیٹھے ہوئے ہیں آپ پھر واپس باہر تشریف لے گئے۔

اور ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ:- فلما رأوا رسول الله صلى الله عليه وسلم قدرجع ظنوا انهم قد تفرقوا عليه الحدیث جب ان حضرات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو واپس ہوتے دیکھا تو پھر ان کو احساس ہوا کہ آپ کچھ دیر بلا وجہ یہ طویل مجلس ناگوار گندی ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۷۱)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:- ثم انهم قاموا فانطلقوا قال فحيث فلتخبرني النبي صلى الله عليه وسلم انهم قد انطلقوا قال فجاء حتى دخل الحديث حضرت زینبؓ کے حجرہ میں داخل ہوئے۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۷۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم ہوتا تو آپ پہلی دفعہ ہرگز یہ خیال نہ فرماتے کہ لوگ جا چکے ہوں گے اور دوسری دفعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کو ان کے چلے جانے کی خبر اور اطلاع نہ دیتے۔ تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کشتہ تک اپنے بعض مخلص حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پورے حالات تو کیا معلوم ہوتے اپنے حجرہ سے ان کے باہر چلے جانے کا بھی علم نہ تھا اور نہ آپ ان کے حق میں حاضر و ناظر تھے اور جب آپ مدینہ طیبہ ہی میں اور عام نہیں صرف اپنے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے حاضر و ناظر اور عالم نہیں تو اور کس کے لئے ہوں گے؟ اور اس صحیح روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے

حجرہ میں ہر وقت حاضر و ناظر نہ تھے (اگر ہوتے تو حضرات صحابہ کرام رض کے اس گروہ کے چلے جانے یا نہ جانے کا آپ کو ضرور علم ہوتا) تو اور کس گھر میں ہر وقت آپ تشریف فرما ہو سکتے ہیں؟ اہ اگر آپ مختار کل ہوتے تو کوئی بی طور پر تصرف فرما کر ان حضرات صحابہ کرام رض کو حجرہ سے باہر نکال دیتے۔ یہی ایک بدلیت اہل بدعت کے جملہ باطل عقیدوں کو ختم کرنے کے لیے کافی ہے بشرطیکہ کوئی شخص باطل عقیدہ کو چھوڑ کر حق کو قبول کرنے پر آمادہ ہو اور اس کی دل میں صحیح عقیدہ کی کوئی قدر و عظمت بھی ہو۔

۱۸ **اٹھارویں حدیث** جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی ہزار صحابہ رض کے ساتھ سلسلہ کے انداز میں جب حج کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کیا اور اپنی قربانی کے جانور مدینہ طیبہ ہی

سے ساتھ لے لیے تو مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ پر منکشف ہوا کہ اہل جاہلیت کے اس خیال باطل کے لیے کہ اشہر حج میں عمر کا بڑا گناہ ہے وہ یہ کہ انہی دنوں آپ پہلے مستقل عمرہ ادا کیا جاتے اور اس کے بعد از سر نو حج کا اہرام باندھ کر حج کیا جاتے لیکن چونکہ احرام حج کے ساتھ آپ قربانی کے جانور بھی ہمراہ لے گئے تھے (اور اس صورت میں حج کی ادائیگی سے پہلے احرام کو فسخ نہیں کیا جاسکتا) اس لیے آپ بذات خود تو اس تجویز پر عمل کرنے سے معذور تھے، اس واسطے اپنے اپنے ان حضرات صحابہ کرام رض کو جو اپنی قربانیاں ساتھ نہ لائے تھے، حکم دیا کہ وہ پہلے عمرہ ادا کر کے احرام سے باہر نکل آئیں اور پھر حج کے لیے یہیں سے مستقل احرام باندھ لیں۔ بعض حضرات صحابہ کرام رض نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ حج تو کم درجہ کا ہو گا کیونکہ اس صورت میں عمرہ کے اختتام اور احرام کے درمیان اپنی بیویوں سے لطف اندوزی اور دیگر لذائذ اور مرغوبات کے استعمال کا کافی موقع مل جائے گا اور احرام کے استمرار اور دوام کی صورت میں نفس اور نفسانی خواہشات پر جو پابندیاں رمتیں وہ باقی نہ رہ سکتی تھیں اور ان سے اس عمرہ کے لیے آزلوی حاصل ہو جائے گی نیز چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ایسا نہیں کر رہے تھے اس واسطے بھی حضرات صحابہ کرام رض کو کچھ تردد ہو گیا کیونکہ ان کی انتہائی آرزو یہی تھی کہ وہ بالکل اسی طرح سے حج ادا کریں جس طرح خدا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ادا فرمائیں اور آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر حرکت و سکون میں موافقت اور یگانگت کا شرف ان کو حاصل ہو، بہر حال ان وجہ کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس نئی تجویز پر عمل کرنے میں بعض لوگوں کو کچھ پس و پیش سالاحت ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان خیالات و وسوس اور افکار و خطرات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے بروایت حضرت جابر رض یہ فرمایا :-

لو استقبلت من امری ما استقبلت ما اهدیت
 ولولا ان معی الہدی لاحتلت رجلی ج ۱ ص ۲۲۷ والفظا
 وکم ۱ ص ۲۹۶ والہدی ج ۱ ص ۲۲۷ والہدی ج ۱ ص ۲۲۷
 عن البراء وشکوة ج ۱ ص ۲۲۷

ایم حج میں عمرہ کر کے جاہلی خیال کو پامال کرنے کے
 متعلق جوابات اب مجھے بعد میں معلوم ہوئی، اگر وہ
 مجھے پہلے ہی سے معلوم ہو جاتی تو میں بھی قسربانی ساتھ
 نہ لانا اور احرام سے باہر نکل آتا۔

اور بروایت حضرت عائشہ رضیہ روایت اس طرح آتی ہے کہ:-
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو
 استقبلت من امری ما استقبلت ما سقت
 الہدی ولحلت مع الناس حین حلوا
 (بخاری ج ۲ ص ۱۰۷ والفظا و مسلم ج ۱ ص ۳۹)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پہلے ہی سے
 مجھے وہ راتے معلوم ہو جاتی جواب معلوم ہوئی ہے تو
 میں اپنے ساتھ قربانی نہ لانا اور میں بھی لوگوں کی طرح
 احرام سے نکل آتا۔

علامہ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی (المتوفی ۸۶۶ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-
 ای لو علمت فی اقل الحال ما علمت اخرا
 من جواز العسرة فی اشهر الحج ما سقت الہدی
 معی (الکوکب للدری علی ما فی البخاری ج ۲ ص ۳۹)

یعنی اگر مجھے ابتداء ہی سے وہ بات معلوم ہوتی جواب آخر
 میں آکر معلوم ہوتی ہے کہ حج کے مہینوں میں بھی عمرہ
 کرنا جائز ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا۔

اور علامہ بدر الدین العینی الحنفی (ارقام فرماتے ہیں کہ یعنی:-
 ای لو عرفت فی اقل الحال ما عرفت اخرا
 من جواز العسرة فی اشهر الحج لما اهدیت
 ای لکن متعتا بالمخالفة اهل الجاهلیة
 (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۹۶)

اگر شروع ہی سے میں وہ بات پہچان لیتا جو اب آخر
 میں آکر معلوم ہوتی ہے کہ اشترک میں عمرہ جائز ہے
 تو میں قربانی کیوں ساتھ لاتا، یعنی میں تو پھر ضرورتاً متحکم کے
 اہل جاہلیت کی عملی مخالفت کرتا۔

اور خطیب قطلانی (تحریر فرماتے ہیں کہ:-
 ای لو علمت من امری فی الاول ما علمت فی
 الاخر ما اهدیت (الارشاد الساری ج ۱ ص ۱۹ طبع پرنٹ محلہ
 ولعلیق محمود ج ۱ ص ۲۹۶)

یعنی اگر میں اپنے معاملہ کو ابتداء میں جان لیتا جیسا کہ
 بعد میں آکر مجھے معلوم ہوا ہے تو میں قسربانی
 ساتھ نہ لاتا۔

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (لکھتے ہیں کہ:-

ای لوظهر لی هذا الترائی الذی رأیتہ آخرا
وامر تکد به فی اقل امری من الاحرام الا
(لمعات لمشر مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۲۸)
یعنی اگر یہ رائے جواب اگر مجھ پر ظاہر ہوئی ہے جس کا
میں نے تمہیں حکم دیا ہے احرام کی ابتدا میں مجھے معلوم ہوتی
تو میں قربانی ساتھ نہ لاتا۔

اور قریب قریب یہی الفاظ ہیں اس موقع پر حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ کے میں ملاحظہ ہو
راجحاح الحاجۃ مشۃ ۲۷۸) اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب فارسی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-
اگر اس سے پہلے مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تم پر احرام سے نکلنا
خواہ آمد من نیز ساق ہدیٰ نمی کردم و من نمی دانستم کہ
حکم الہی چنین خواہ بود۔ راسخۃ المتقا ج ۲ ص ۳۲۸
شاہ گندے گاتر میں بھی قربانی ساتھ نہ لانا اور مجھے تو معلوم
نہ تھا کہ حکم الہی ایسا ہو جائے گا۔

اور علامہ محمد عبدالباقیؒ جو بن یوسف الزرقانیؒ (المتوفی ۱۲۲۲ھ) شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ:-
ای لو عن لی هذا الترائی الذی رأیتہ
اخترنا وامر تکد به فی اقل لما سقت
المہدی (زرقانی شرح مواہب ج ۸ ص ۸۰)
یعنی یہ رائے جواب بعد میں مجھ پر ظاہر ہوئی ہے جس کا میں
نے تمہیں حکم بھی دیا ہے، اگر شروع ہی میں مجھ پر ظاہر ہوتا
تو میں بھی ہدیٰ ساتھ نہ لاتا۔

اس حدیث اور اس حدیث کی شرح میں حضرات اکابر علماء اور محققین نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس
سے ہمارا استدلال اور مدعا بالکل واضح ہے کہ اگر سلسلہ کے اواخر تک بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا تو اس ارشاد کے فرماتے اور اس پریشانی کی ہرگز لزوم نہ آتی
اور لطف یہ ہے کہ یہ معاملہ بھی دنیاوی نہیں بلکہ عمرہ جیسی ایک بہترین عبادت کا معاملہ ہے اس واضح
ترین دلیل میں ہر ایک مٹیب کے لیے تسکین قلب کا کافی سامان موجود ہے اور نہ مننے والے کے حق
میں دنیا کی کوئی سود مند اور مفید ترین دلیل بھی کار آمد نہیں ہو سکتی ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے میرے کا بگر
مرور نادال پر کلام نرم و نازک بے اثر
اسی حجۃ الوداع کے واقعات میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں
یہ بھی مروی ہے کہ:-
انیسویں حدیث

ان التبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج من عندنا
وهو مسرور ثم رجع الی وهو کئیب فقال انی
جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس سے
خوش و خرم باہر نکلے پھر کچھ دیر کے بعد آپ بکھینچے ہو کر

واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں کعبہ کے اندر داخل ہوا تھا اور اگر مجھے پہلے ہی سے یہ بات معلوم ہو جاتی جواب معلوم ہوتی ہے تو میں کعبہ میں داخل نہ ہوتا مجھے خوف ہے کہ میں نے اپنے اس فعل سے امت پر بار نہ ڈال دیا ہو۔ رکہ وہ کعبہ میں داخل ہونے کی ضروری اور سنت سمجھیں اور اس کے لیے بلاوجہ مشقت اٹھائیں گے اور کعبہ کی بلندی اور لوگوں کے جھوم کی وجہ سے اس میں سب ملنا نہ ہو سکیں گے

دخلت الكعبة ولوا استقبال من امسى
ما استدبرت ما دخلتها الى اخاف ال اكون
قد شقت على امتي - والبرادور ج ۱ ص ۲۶۷
والفظلة - والترفی ج ۱ ص ۲۲
ومنذ احمد ج ۱ ص ۱۲۷ وجمع الفوائد ج ۱ ص ۱۸۲
کنز العمال ج ۱ ص ۲۷۷ ومنذ رک ج ۱ ص ۴۹ و قال
الحاکم والذہبی معجم فقال الترمذی حسن صحیح

اس صحیح روایت سے بھی معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا ورنہ آپ ہرگز اظہار تاسف کے طور پر ایسا نہ فرماتے اور نہ بعد میں آپ کی رائے مبارک ہی بدلتی کیونکہ عالم الغیب کو نہ تو تاسف لاحق ہوا کرتا ہے اور نہ حکم اور رائے بدل کر پہلی رائے پر کبھی پکھٹا کرتا ہے

خدا کے حکم ہیں مبنی تمام حکمت پر
فتوح جن میں ہے دنیا و دین کی خاطر خواہ

حضرت عبداللہ بن زمرہ (المتوفی ۳۷ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے

بیسویں حدیث

ہیں کہ مرض الموت میں جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہوا تو میں چند اور مسلمانوں کی صحبت میں آپ کی خدمت اقدس میں موجود تھا حضرت بلال بن رباح - (المتوفی ۲۵ھ) نے آپ کو حسب عادت نماز کے لیے پکارا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی سے کہہ دو کہ وہ نماز پڑھائے۔ حضرت عبداللہ بن زمرہ فرماتے ہیں کہ جب ہم مسجد میں گئے تو دیکھا کہ لوگوں میں حضرت عمرؓ تو موجود ہیں مگر حضرت ابو بکرؓ حاضر نہیں ہیں میں نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیے چنانچہ وہ آگے ہوئے اور تکبیر کہی۔

جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو اپنے حجرہ مبارکہ سے سر باہر نکال کر فرمایا۔ نہیں، نہیں، نہیں۔ چاہیے کہ ابو بکرؓ ہی لوگوں کو نماز پڑھائے۔ آپ نے طیش اور غصے میں اگر یہ

لما سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم صوت
عمرہ قل ابن زمرہ وخرج النبی صلی اللہ علیہ
وسلم حتی اطلع رأسه من حجرته ثم قل لا۔ لا۔ لا یصلی
فانس ابن ابی قحافة یقول ذالک مقضیا۔

ارشاد فرمایا تھا۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۵ و سنن بیہقی)

اور ابوداؤد ہی کی ایک روایت میں (جو اس روایت کی صرف متابع اور شاہد ہے) یوں آتا ہے کہ:-
 فلما سمع رسول الله صلى الله عليه و
 سلم صوته وكان عمره رجلاً
 مجتهداً قال فاین ابو بکر؟ یا بئى الله
 ذاك و المسلمون یا بئى الله ذاك و
 المسلمون فبعث الى ابى بکر
 فجاء بعد ان صلى عمره تلك المصلحة
 فصلی بالناس -
 جب آپ نے عمرؓ کی آواز سنی اور حضرت عمرؓ کی آواز
 قدرتی طور پر بلند تھی تو آپؐ نے فرمایا ابو بکرؓ کہاں ہے؟
 اللہ تعالیٰ کو بھی یہ منظور نہیں اور مسلمانوں کو بھی۔
 اللہ تعالیٰ کو بھی یہ منظور نہیں اور مسلمانوں کو بھی۔
 کہ رسولؐ نے ابو بکرؓ کے کوئی اور امر بتائے آپؐ نے حضرت
 ابو بکرؓ کی طرف قاصد بھی بھیجا مگر وہ اس وقت آئے
 جبکہ حضرت عمرؓ یہ نماز لوگوں کو پڑھا چکے تھے اس کے
 بعد حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۵)

اس روایت سے جہاں حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت اور منقبت ثابت ہوتی ہے اس سے یہ چیز بھی
 وضاحت سے ثابت ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرض الموت تک جمیع ما
 کان و ما یحکون کا علم حاصل نہ تھا۔ اگر آپ کو علم حاصل ہوتا، تو جب حضرت عمرؓ کو ابتداء میں نماز پڑھانے
 کو کہا گیا تھا تو آپ آغاز نماز سے پہلے ہی ان کو روک دیتے حالانکہ روایت میں تصریح موجود ہے کہ جب
 حضرت عمرؓ نے تکبیر کی اور آپؐ نے ان کی تکبیر سنی تو پھر جمرہ مبارکہ سے آپؐ نے سر مبارک باہر نکال کر تین
 مرتبہ نہیں، نہیں، نہیں فرمایا اور آپؐ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ نیز اگر آپ کو جمیع ماکان و مایحکون کا علم ہوتا تو
 آپ یہ کیوں فرماتے فاین ابو بکر؟ ابو بکر کہاں ہیں؟ یہ روایت بھی ہمارے مدعا پر دافع دلیل ہے۔

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم سب جناب رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے جوتے پہن کر نماز میں مشغول تھے (جنگ کا موقع تھا یا

ایک سو سال حدیث

ابتداءً اسلام میں زیادہ وسعت تھی اور اب بھی بشرط یہ جائز ہے کہ اچانک آپؐ اپنے اپنے جوتے اتار کر
 بائیں طرف رکھ دیے، حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی آپؐ کی اقتداء کرتے ہوئے جوتے اتار دیے۔ آپؐ نے
 فرمایا کہ تمہیں جوتے اتارنے پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے؟ حضرات صحابہؓ کہہ اٹھے کہ حضرت ہم نے آپؐ کو جوتے
 اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیے۔

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان جبرائيل
اتاني فخبني ان فيها قدرا الحديث (رد المحتار ج ۹۵)
والدارقطني مقرر مردود ومنه صحيح والمشكاة ج ۱ (رد المحتار ج ۲۳۰)
قال الملک والذہبی علی شرط مسلم وادوار النعمان ۱۵۷
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
میں نے تو اس لیے جوتے اتارے تھے کہ حضرت جبرائیل
علیہ السلام نے مجھے آکر اس کی خبر دی ہے کہ میری
جو تہوں کے نیچے نجاست لگی ہوئی ہے۔

اس صحیح اور صریح روایت سے بھی معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان
و مایکون کا علم نہ تھا۔ اگر آپ کو یہ علم ہوتا تو آپ کو ضرور اپنے جوتوں کے نیچے پلیدی نظر آ جاتی اور پھر حضرت
جبرائیل علیہ السلام کے نازل ہونے کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی خبر دینے کی کیا ضرورت تھی ؟
فان خبرنی کے الفاظ بھی ملحوظ خاطر رکھیں اور پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ماحکم علی القادریہ کہہ لیا کہ ان
سے کہہ تمہیں جوتے اتار چکے ہیں کہیں چیز نے آدہ کیا ہے ؟ (آپ کے سوال کرنے کا صحیح مفید بھی اس کے
بغیر نہیں ہو سکتا کہ آپ عالم الغیب نہ تھے۔

مولوی محمد عمر صاحب کا جواب | مولوی محمد عمر صاحب اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”آپ نے پہلے جوتہ پاک کو اتار لیا اور اپنے دائیں جانب رکھ لیا الی ان قال تو آپ کے
اس فرمان سے یہ کتب ثابت ہوا کہ آپ کو اپنے جوتے پاک کے میل کا علم نہ تھا بلکہ اس سے
تو آپ کی شان پاک ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جوتے پاک میں اندر اسی میل کو بھی لپیٹ
نہیں فرماتے بلکہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتہ پاک کو ذرا میل بھی چھوٹی ہو تو جبرائیل علیہ
السلام کو اس خدمت کے لیے بھیجا جاتا ہے الخ (مقیاس ملاء)

جواب | مولوی محمد عمر صاحب کا پہلے تو ترجمہ لفظی میں کمال دیکھئے پھر استدلالی کمال ملاحظہ کیجئے۔ اس حدیث
میں لفظ یہ آتے ہیں فوضعہما عن یسارہ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے اپنے جوتے بائیں طرف رکھ دیے۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب کو یسارہ ویسار کی خیر سے کوئی تفسیر ہی نہیں ہے
وہ لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے جوتہ پاک کو اتار لیا اور اپنی دائیں جانب رکھ لیا۔ اور اس حدیث میں آتے ہیں
کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر آپ کو خبر دی کہ آپ کے جوتوں میں قدنا نجاست اور پلیدی لگی
ہوئی ہے مگر قدر کے معنی مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک میل اور ذرا سی میل کے ہیں۔

علامہ المطرزی الحنفیؒ کہتے ہیں کہ:-

قدراى غير نيلف - (مغرب ۲ ص ۱۲۹) قدر کے معنی ناپاک کے ہوتے ہیں۔

اور علامہ الجبال القرشیؒ کہتے ہیں:-

قدرا الصديق پليدى ومعد النفاقة - (صراح ص ۲۵۵) یعنی قدر کے معنی پليدى اور ناپاکى کے ہوتے ہیں اور استدلالى طور پر اس حديث کا مطلب بيان کر کے اپنے مضمون علمى اور ديانت کو جو چارچاند لگاتے ہیں، وہ صرف اپنى کا حصہ ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلى الله تعالى عليه وسلم نے نماز شروع کی اور جتنی کی بجاست کا علم نہ ہو سکا حتیٰ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ فرماتے ہیں کہ:-

فاخبرنى ان فيهما قدرا ۱۰ انہوں نے مجھے اس کی خبر اور اطلاع دی کہ ان میں بجاست لگی ہوئی ہے۔

مگر مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ اس فرمان سے یہ کب ثابت ہوا کہ آپ کو اپنے جوڑے پاک کے میل کا علم نہ تھا الخ۔

مولوی صاحب کو ہوش و حواس درست کر کے بتلانا چاہیے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس ذرا سی میل کا علم تھا تو پہلے ہی سے آپ نے جوتے کیوں نہ اتاریے؟ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اگر آپ کو اطلاع دینے کی کیا ضرورت باقی رہی؟ اور جب آپ کو یہ معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے جوڑے پاک میں ذرا سی میل کو بھی پسند نہیں فرماتا تو آپ پہلے ہی سے مرنے والی کے مطابق جوتے اتار دیتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد کی انتظار کیوں کی؟ الغرض اس حدیث کے اندرونی اور بیرونی قرائن مولوی محمد عمر صاحب کی اس جاہلانہ تاویل یا اجماعانہ جواب کو رد کرنے کے لیے کافی ہیں اور ایسی محل اور بے تاویلات کا نام ہرگز جواب نہیں ہوا کرتا ہے۔

واعظ کی جھٹول سے قابل تو ہو گئے؟

کوئی جواب شافی پر اس سے بن آیا

۲۲ بایسویں حدیث | حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ایک غزوہ میں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھی، ایک جنگ اپنے

بڑھو کیا۔ وہاں میرا ایک ہار جا تا رہا۔ اصل الفاظ یہ ہیں کہ:-

انقطع عقدی فاقام رسول الله صلى الله عليه و میرا ایک ہار گم ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

وسلم علی القاسمہ واقام الناس معه الحدیث
(بخاری ج ۱ ص ۲۶۳۰ والفظلہ وسلم ج ۱ ص ۱۶)
سلم اور آپ کے ساتھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو
تلاش کرنے کے لیے وہاں بھتر گئے۔
والرحمانہ ج ۱ ص ۲۰۰ ووسطا امام مالک ص ۱۹ ولسانی ج ۱ ص ۲۰۰ د۔

یہ ہمارے حضرت عائشہؓ اپنی بڑی ہمیشہ حضرت اسامہؓ سے عاریتہ لے گئی تھیں چنانچہ روایت میں ہے کہ ہر
انہا امتعات من اسماء قلاۃ فہلکت
فارس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لنا من اصحابہ فی طلبہا۔ الحدیث
(سلم ج ۱ ص ۱۶)
حضرت عائشہؓ (اپنی بہن) حضرت اسامہؓ سے ہر
ہنگام لے گئی تھیں جو منافع ہو گیا اور آنحضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تلاش کے لیے اپنے
حضرت صحابہ کرام میں سے کچھ لوگوں کو بھیجا۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے۔

بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أسیدہ
بن حصیر وأنا سامعہ فی طلب قلاۃ اختہا
عائشہ الحدیث (البرادیرہ ص ۱۵۴)
جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیرؓ
بن حصیر اور کئی آدمیوں کو اس ہمد کی تلاش کے لیے
بھیجا جو حضرت عائشہؓ سے گم ہو چکا تھا۔

الغرض یہ تمام احادیث اس امر پر متفق ہیں کہ اس ہمد کے تلاش کرنے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے اُس منزل میں قیام فرمایا اور اپنے کچھ حضرات صحابہ کرامؓ کو (جو بجائے خود ہر ایک کامل ولی تھا)
اس ہمد کے تلاش کرنے کے لیے بھیجا اور اس اثنا میں لوگ کافی پریشان ہوئے کیونکہ نہ توان کے پاس پانی تھا
اور نہ وہ پانی پر تھے۔ لوگوں نے حضرت البرکریؓ سے شکایت بھی کی کہ آپ کی صاحبزادی نے سب لوگوں کو
پریشان کر دیا اور حضرت البرکریؓ نے حضرت عائشہؓ پر کافی سختی بھی کی اور ان کی کوکھ میں کئی ضربات بھی طیش اور
غصہ میں آکر لگائیں۔ جب بالکل مایوس ہو گئے اور تھک ہار کر جانے کا عزم کر لیا تو اسی حدیث کے آخر
میں مذکور ہے کہ:-

فبعثنا البعیر الذی کنت علیہ فاصبتا
العقمتہ (بخاری ج ۱ ص ۲۶۳۰ والفظلہ وسلم ج ۱ ص ۲۶۳۰)
جب ہم نے وہ اونٹ جس پر میں سوار تھی، اٹھایا تو
دیکھا کہ ہمد اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔
وسلم ج ۱ ص ۲۰۰ والرحمانہ ج ۱ ص ۲۰۰ ووسطا امام مالک ص ۱۹ ولسانی ج ۱ ص ۲۰۰ د۔

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمع ماکان و مایکون کا علم ہوتا تو اتنی پریشانی کیوں ہوتی؟ اور ہار کی تلاش کے لیے آپ خود کیوں قیام فرماتے؟ اور لوگ کیوں قیام کرنے پر مجبور ہوتے؟ اور ہار کی تلاش کے لیے آپ بعض حضرات صحابہ کرامؓ کو کیوں بھیجتے؟ آپ پہلے ہی فرمادیتے کہ ہار کو اونٹ کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اس کو اٹھا لو اور راستہ پر گامزن ہو جاؤ۔ پریشانی اور اضطراب کی کیا حاجت ہے۔

یہ واقع حضرت عائشہؓ کے علاوہ حضرت عمار بن یاسرؓ (المتوفی ۳۷ھ) سے بھی مروی ہے۔

(نسائی ج ۱ ص ۳۵۱ و ابوداؤد ج ۱ ص ۴۵ وغیرہ) یہ واقعہ اکثر حضرات محدثین کرامؓ اور ارباب سیر کے نزدیک غزوہ بنی المصطلق کا ہے جس کو مرسیع بھی کہتے ہیں۔ مصطلق قبیلہ کا نام تھا جس کے ساتھ یہ غزوہ پیش آیا تھا اور مرسیع پانی کا نام تھا جس پر یہ جنگ پیش آئی ہے، دیکھئے ابن ہشام ص ۲۹ ج ۲ و علی زاد المعاد ج ۲ ص ۱۲۵) اور یہ غزوہ حسب تحقیق امام ابن ہشامؓ (المتوفی ۲۴۳ھ) شعبان ۳۷ھ کو ہوا تھا۔ (ملاحظہ ہو سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۸۵ و علی زاد ج ۲ ص ۱۲۵)۔

اور بعض حضرات کے نزدیک یہ واقعہ فتح مکہ میں پیش کیا تھا جو اواخر ۳ھ میں ہوا۔ (دیکھئے فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۵ وغیرہ)

الغرض کچھ بھی ہو، ہمارا مدعا اس سے بالکل روشن ہے اور فریق مخالف کی طرف سے کوئی ایسی بات اس حدیث کے جواب میں سامنے نہیں آئی جس کی طرف توجہ کی جائے۔ حضرت ملا علی نقاریؒ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نفی علم غیب پر یہ حدیث بطور دلیل پیش کی ہے۔ (ملاحظہ ہو موضوعات کبیر ص ۱۱۹)

۲۳۳
تیسویں حدیث | حضرت ابوسعید الخدریؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-

قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو اچانک میں جناب موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا ایک پایہ تھا جسے ہونے چاہیے گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کو مجھ سے پہلے ہوش آچکا ہو گا یا ان کو مہدیؑ کی بیہوشی کے معاوضہ میں اس بے ہوشی

الناس يصحقون يوم القيمة فاكون اقل
من يفيق فاذا انا بهوسى اخذ بقائمة
من قوائم العرش فلا ادري افاق
قبلي ام جوذي بصعقة الطود۔

(بخاری ج ۱ ص ۴۸۸ و للفظ لہ)

مشتے اقرار دیا گیا ہوگا۔

مسلم ج ۲ ص ۲۶۶

یہ روایت حضرت ابوہریرہؓ سے بھی کم و بیش ایسی الفاظ سے مروی ہے (دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۲۵) مسلم ج ۲ ص ۲۶۶ وغیرہ) یہ واقعہ قیامت سے متعلق ہے اور دخول جنت و نار سے قبل کا ہے۔ اگر بقول ابوہریرہؓ فریق مخالف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہیں تو اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا کہ فلا آدمی میں نہیں جانتا؟ اس مقام پر فلا آدمی کا لفظ اسی کا مقتضی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوش آنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ علم نہیں ہوگا کہ آیا کہ ان پر بھی یہ بے ہوشی طاری ہوتی ہے یا صاحبہ طور کے معاذرہ میں وہ مشتے ایسے ہیں جن کو گل کا یہ خط خیال ہے کہ وفات کے بعد حجاب نفس اٹھ جانے کی وجہ سے آدمی علم غیب پر حاوی ہو جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی دیگر صحیح حدیثیں لے کر اس باطل نظریہ کی تردید کے لیے بالکل کافی ہیں مگر

جب رمت آئیں قابو میں دل اپنا مفتح و سچی بھی کام نہیں کرتی نصیحت کسی؟

مولوی محمد عمر صاحب اچھروی نے اس حدیث کا جواب شیخے ہوئے اپنی عبارت

اچھروی فلسفہ | ما توفی سے مجبور و لاچار بلکہ مٹھا ہوا ہو کر اور شاید کہ عالم نیند اور غفلت میں مبتلا ہو کر بہت کچھ کہتے مگر ایک بات بھی کام کی نہیں کہی اور اسی ہی میں مولوی صاحب کی لیاقت اور کمال مفسر ہے۔

نہ ہر کہ موئے برا فروخت و لمب سخی داند

چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ :-

”اور فلا آدمی کا جملہ ایسا ارشاد فرمایا جس سے اپنی ذات کو مریہ کو فخر سے بھی متبرک رکھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی بے ہوشی سے مستثنیٰ فرمایا تو فلا آدمی کا جملہ شان موسیت کو ملحوظ رکھنے کے لیے نہ کہ اپنی بے علمی کے اظہار کے لیے فرمایا جیسا کہ تم نے سمجھا ہے“ الخ۔

(ملخص مقیاس ص ۲۴۱)

مولوی محمد عمر صاحب نے یہ جواب زیب قلم فرما کر جس طرح راہ فرار اختیار کی ہے اور تصنیف

جواب | اور بناوٹ سے جس طرح کام لیا ہے اور جس طرح دفع الوقتی کرتے ہوئے کچھ کا کچھ کہہ گئے ہیں وہ تاریخ کے باب تصنیف اور تحریر کا ایک مستقل عنوان ہوگا اور رہی دنیا اس کو یاد رکھے گی۔

مولوی صاحب کو ہوش میں آکر یہ بتانا چاہیے کہ کیا جناب امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیدہ وانتہ اور عمداً محض اپنی انکساری اور تواضع کے لیے خلافت واقع جملہ "فلا اذہریٰ" میں نہیں جانتا؟ ارشاد فرمایا؟ اور کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شانِ موسویت اس خلافت واقع جملہ کے بغیر محفوظ نہیں رہ سکتی تھی؟ اور کیا آپ کی ذات فلا اذہریٰ کے جملہ کے بغیر خضر سے مبرا نہیں ہو سکتی تھی؟ سوال صرف یہ ہے کہ وہ پاک زبان جس سے ساری زندگی کبھی خلافت واقع ایک جملہ بھی نہیں نکلا، نہ تو خوشی میں اور نہ غمی میں اور نہ تو حقیقت میں اور نہ مزاج میں اس پاک ہستی کے بارے میں یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ اس نے فلا اذہریٰ کے خلاف واقع الفاظ کے ساتھ اپنی ذات کو فخر و مباہات سے مبرا کیا؟ اور شانِ موسویت کو برقرار رکھا؟ اور کیا اس ذات کو جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جوامع الکلم عطا ہوئے تھے اور جس کی فصاحت و بلاغت کے مقابلہ میں سحائب بن وائل ہجیے فصیح بھی پہنچ تھے، شانِ موسویت کی تعبیر کے لیے کوئی مناسب الفاظ نہ مل سکتے تھے، جو اپنے فلا اذہریٰ کے الفاظ استعمال کئے؟ مولوی صاحب غصہ جانے دیجئے۔ اگر آپ کو عربیت کا ذوق ہوتا تو اتنی اور ایسی غلط تعبیر کرنے کی ہرگز جرأت نہ کرتے۔ فلا اذہریٰ کے جملہ کے معنی سوائے اس کے اور کچھ بھی نہیں ہیں کہ "میں نہیں جانتا" ہاں اگر مولوی محمد عمر صاحب اوصان کی پارٹی کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحیح اور صریح ارشادات کو لگاڑنا اور آپ کی منشا اور مراد کو بدلنا عشق و محبت سے تو شوق سے کیجئے۔ دعا ہے کہ اللہ عز و جل فرزندِ مگر ہمیں معذور سمجھیے۔ ہم تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد کو بدلنا نرا زندقہ اور الحاد سمجھتے ہیں اور ہم آپ ہی کی مراد میں نجات سمجھتے ہیں۔

دل میں لگا کر ان کی تو، کرے جہاں میں نشرِ حق

شمعیں تو جل رہی ہیں سو بزم میں روشنی نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث شفاعت میں (جس کے اندر شفاعت کی پوری تفصیل

۲۴
جو بیسیویں حدیث

موجود ہے) یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اہلِ محشر جب دوسرے اولوالعزم حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بے نیل مرام ہو کر میرے پاس آئیں گے تو میں فوراً شفاعت کے لیے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ :-

سو میں سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی بہترین تعریفیں منکشف فرمائے گا، اور بہتر ثنا کا مجھے الہام کرے گا جو مجھ سے پہلے وہ طریقہ کسی کو نہیں بتایا گیا۔

فأقع ساجداً لرؤي ثم يفتح الله علي من محامده وحسن الثناء عليه شيئاً لم يفتحه علي أحد قبلي الحديث (بخاری ج ۲ ص ۶۸۵)

پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی عمدہ تعریف اور ثنا کا طریقہ ظاہر فرمائے گا جو مجھ سے قبل کسی ایک پر بھی منکشف نہیں کیا گیا۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:-
ثم يفتح الله تعالى علي ويلهمني من محامده و حسن الثناء عليه شيئاً لم يفتحه لاحد قبلي الحديث (مسلم ج ۱ والفظا والبرعوان ج ۱ و ترمذی ج ۲ و قال حسن صحيح)

اور حضرت انس بن مالک کی ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

میں بارگاہِ الہی میں حاضری کی اجازت چاہوں گا، پس مجھے اجازت مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے ایسی تعریفیں الہام فرمائے گا جو اس وقت مجھے معلوم نہیں میں سو میں انہی تعریفوں کے ساتھ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا۔

استاذن علي وبي فيؤذن لي ويلهمني محامده احده بها لا تحضرني الآن فاحمده بتلك المحامد الحديث (بخاری ج ۲ ص ۱۱۸۵)

اور ان کی ایک روایت میں اس طرح بھی آتا ہے:-

تو میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں بیان کروں گا جن پر اس وقت میں قادر نہیں ہوں وہاں ہی اللہ تعالیٰ مجھے الہام کرے گا۔

فاحمده به محامده لا اقدر عليه الآن يلهمنيه الله تعالى الحديث (مسلم ج ۱ اصل)

اور ان کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:-

سو میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں بیان کروں گا جس کی اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے تعلیم فرمائے گا۔

فاحمد ربي بجميع يعلمنيه الحديث (البرعوان ج ۱ ص ۱۶۹)

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ:-

تو اللہ تعالیٰ آپ پر ایسی دعا منکشف فرمائے گا جو اس

فيفتح الله عليه من الدعاء شيئاً لم يفتحه

علیٰ ہشرقط (البرعوانہ ج ۱ ص ۱۸۸) نے کسی اور بشر پر کبھی بھی ظاہر نہیں کی۔

ان صحیح اور صریح روایات سے یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہ خاص تعریفیں، ثنائیں اور محامد اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہیں ہیں۔ جب آپ مقام محمود میں عرش کے چنچے (ایک جمعہ کے یعنی ایک ہفتہ کے) اندازہ کے مطابق سجدہ کریں گے، پھر دوبارہ اور پھر سہ بارہ اسی طرح، کھانی روایت ابی حوالہ ج ۱ ص ۱۸۸) سجدہ کریں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تعریفیں آپ کو المام کی جائیں گی۔ اگر آپ کو دخول جنت و نازک کی کل کائنات کا تفصیلی علم حاصل ہو جیسا کہ فریق مخالف کا غلط دعوئے ہے تو ضرور تھا کہ یہ تعریفیں اور محامد بھی آپ کے علم میں ہوتے۔ جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ کو جمیع کائنات وایکون کا علم حاصل نہ تھا اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔

مولوی محمد عمر صاحب کی تحریف | مولوی صاحب حسب عادتِ شریعہ اس حدیث کے جواب میں ہر جوابات ارقام فرماتے ہیں وہ ان کے مختصر الفاظ میں یہ ہیں کہ

- ① یعنی اس وقت میرے خیال میں نہیں ان کی نفی ہے نہ کہ باقی اوقات کی بھی الخ
- ② آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ خدا کی طرف سے ابھی مجھے اس المام کا پتہ ہی نہیں ہوا الخ
- ③ خداوند کریم کی طرف سے چڑھایا ضرور گیا لیکن اس کو اس کے ترک کا حکم ہوگا انتہی بلفظ
- ④ یہ آخری ٹکڑا واقعہ نہیں، اس لیے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی تمام واقعہ آپ کو دکھا دیا ہو لیکن اس المام کے الفاظ کو شب معراج کے لیے یا کسی خاص خلوت میں بیان فرمانے کے لیے لطف کے لیے محفوظ رکھا ہوا الخ۔

- ⑤ ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم کی طرف سے القاء ہوتے ہوئے وقت کسی دوسرے ضروری کام کا آہنچا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہو کہ باقی اس المام کو کسی دوسرے وقت میں بیان کر دیا گا۔ اس لیے آپ نے ان کی قید لگائی الخ (مقیاس حنفیت ص ۱۲۸)

مولوی محمد عمر صاحب کی یہ سب ہرزہ سرائی ہے جو قابل التفات نہیں ہے۔ اول اس لیے جواب کہ حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب میں سجدہ ریز ہوں گا تو اس وقت وہ محامد مجھ پر منکشف ہوں گے۔ اب مجھے معلوم نہیں اور اسی دن اللہ تعالیٰ مجھے المام فرمائے گا اور اسی وقت مجھے ان تعریفوں کی تعلیم ہوگی۔ ان

تصریحات کی موجودگی میں اس بیرونی کو کون سنتا ہے کہ ان کی نفی ہے نہ کہ باقی اوقات کی الخ
اور دوسرے اس لیے مردود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو صراحت سے فرماتے ہیں کہ میں
اب اس وقت اس پر قدرت نہیں رکھتا اور نہ وہ تصریحیں اب بیان کر سکتا ہوں۔ وہ تصریحیں تو مجھ پر قیامت
کے دن ہی ظاہر ہوں گی۔ اس تصریح کے ہوتے ہوئے یہ جواب بالکل بیکار ہے

اور ستم اس لیے باطل ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی خلاف واقع ارشاد نہیں فرمایا
کرتے تھے۔ جب آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اب مجھے معلوم ہی نہیں تو ترک کا کیا سوال ہے؟ امد ممکن ہے
اس خیرہ منطق کو مولوی محمد عمر صاحب عالم سکر میں کہہ گئے ہوں، آخر یہ ان کی منطق ہے بلا درجہ تو ہم گمراہ ہو گئی
اور پھر جتنی تاویل اس لیے باطل ہے کہ اس روایت کے روای حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اتفاق سکھ
میں مسلمان ہوئے تھے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہما میں جو انصار مدینہ میں سے تھے اور غنمی نہیں کہ معراج تو
ہجرت سے کئی سال پہلے واقع ہو چکی تھی۔ یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ ستم تک ایک بات اس لیے
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ بتلائی گئی کہ معراج کی رات یا کسی اور موقع پر بتلا دی جائے گی، یہ
کتنی تعجب انگیز اور مضحکہ خیز بات ہے؟ ایسی لغو بات تو شاید چرچہ پینے والے ملک بھی نہ کہہ سکیں
جو مولوی محمد عمر صاحب کے قلم سے نکلی ہے۔

اور پانچویں اس لیے باطل ہے کہ صراحت کے مقابلہ میں دُوراز کار اور لایعنی احتمال مہرگز مسموع نہیں
ہو سکتا۔ اگر ایسے بے بنیاد اور محض غمانہ احتمالات کی بنیاد پر نصوص کو رد کیا جائے تو دین میں کیا کچھ ثابت نہیں
کیا جاسکتا۔ دین نہ ہوا بچل کا کھیل ہوا، جب چاہا بنا دیا جب چاہا ڈھا دیا۔ (نعمت باللہ تعالیٰ) مگر عجیب یہ
ہے کہ جی کھینا پڑا گیا پتھر سے ہم کو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
۲۵
پچیسویں حدیث علیہ وسلم نے عشر کے بعض حالات بیان کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد
فرمایا کہ میں حوض کوثر پر ہوں گا۔

وانہ سبھاہ مبرجال من امتی فیؤخذ بہم
ذات الشمال فاقول یا رب انتما ہی قیتول
انک لا تدیری ما احد ثوابک فاقول کما
اور وہاں میری امت کے بعض لوگ لاتے جائیں گے اور پھر
ان کو بائیں جانب (جنم کی طرف) لے جایا جائیگا تو میں عرض کروں گا
اے میرے پروردگار یہ تو میرے ساتھی آدمی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ

قال العبد الصالح وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ إِلَى قَوْلِهِ الْحَكِيمُ -
 يقال انهم لم يروا الواسعدين على اعتقادهم -
 (بخاری ج ۲ ص ۹۶۱ واللفظ له، ومسلم ج ۲ ص ۲۸۵ وکنز العمال ج ۶ ص ۲۷۲ ومنذ احمد ج ۲ ص ۲۳۵ وترمذی ج ۳ ص ۲۸۵ وکنز العمال ج ۶ ص ۲۷۲)

آپ نہیں جانتے جو نبی کریمؐ نے آپ کے بعد دنیا میں آپ کے خلیفہ بنائے تو میں خدا تعالیٰ کے ایک بندہ و حضرت جیسے علیہ السلام کی طرح عرض کروں گا کہ میں جب تک اسی میں رہا تو اسی سے خبردار تھا جب آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا تو کوئی ان کی خبر نہ دیکھتا تھا اور تو میرے لئے خبردار ہے اور پھر حکیم تک تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ پھر مجھ سے فرمایا جائے گا کہ یہ لوگ برابر اڑیوں کے ہیں (دین سے) لوثے ہیں اور مردہ ہو گئے۔

یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ:-

فاقول يا رب اصحابي فيقول لا علم لك بما احدثك بعدك الحديث (بخاری ج ۲ ص ۹۶۱ وابن ماجہ ج ۲ ص ۳۲۹ وکنز العمال ج ۶ ص ۲۷۲ واللفظ له، ومسلم ج ۲ ص ۲۸۵)

سو میں کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے ساتھی ہیں اللہ تعالیٰ جواب ارشاد فرمائے گا کہ آپ کو کوئی علم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعا کیا یا دیکھیں۔

اور یہ روایت حضرت الشیخ بن مالک سے بھی مروی ہے اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

فاقول اصحابي فيقول لا تدري ما احدثوا بعدك (بخاری ج ۲ ص ۹۶۱ واللفظ له، ومسلم ج ۲ ص ۲۸۵ وکنز العمال ج ۶ ص ۲۷۲)

میں کہوں گا کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمایا گا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں کی ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہ روایت مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

فاقول يا رب اصحابي فيقال انك لا تدري ما احدثوا بعدك (بخاری ج ۲ ص ۹۶۱ واللفظ له، ومسلم ج ۲ ص ۲۸۵ وکنز العمال ج ۶ ص ۲۷۲)

میں کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے ساتھ والے ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعات اختیار کی ہیں۔

اور یہ روایت منذ احمد ج ۲ ص ۳۸۵ میں بھی ہے اور اس میں فاقول يا رب اصحابي فيقول انك لا تدري

الکے الفاظ ہیں۔

اور یہ روایت کم و بیش اسی الفاظ کے ساتھ حضرت ابوسعید بن الخدريؓ سے بھی مروی ہے دیکھئے (بخاری ج ۲ ص ۹۶۱ ومسلم ج ۲ ص ۲۸۵ وغیرہ)

اور یہ روایت حضرت اسامہ بن بنت ابی بکرؓ سے بھی مروی ہے اس کے الفاظ یوں ہیں کہ:-

فأقول يا رب من امتی فیقال هل
 شعرت ما عملوا بعدك واللہ ما برحوا
 یرجعون علی اعتابہم (بخاری ج ۲ ص ۹۴۵ والفظاۃ)
 میں کہوں گائے میرے پروردگار یہ میرے ہیں اور میرے
 امتی ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا کیا آپ کو علم ہے انہوں نے
 آپ کے بعد کیا کچھ کیا ہے؟ بخاریہ تو ہمیشہ اپنی ایڑیوں کے بل
 (دیں) بیٹھے ہوتے ہیں۔
 (مسلم ج ۲ ص ۱۳۹)

اور یہ روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے (بخاری ۲۶ ص ۹۴۵ و مسلم ج ۲ ص ۱۳۹ کنز العمال ج ۲۷)
 نیز یہ روایت حضرت زید بن خالد (المزنی) سے (دیکھئے منہ احمد ج ص و کنز العمال ج ۲ ص ۲۲۱)
 اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے (دیکھئے کنز العمال ج ۲ ص ۲۲۵ عن الطبرانی فی البیہر) اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے (دیکھئے مسلم
 ج ۲ ص ۲۵۱ و مسند احمد ج ص و کنز العمال ج ۲ ص ۲۲۵) بھی مروی ہے، اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
 بھی یہ روایت مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ:-

فلا قولن ای رب منی ومن امتی فیقول
 انک لا قدری ما عملوا بعدک ما ذا السوا یقول
 علی اعتابہم (مسلم ج ۲ ص ۱۳۹ و کنز العمال
 ج ۲ ص ۱۳۹)
 میں ضرور یہ کہوں گائے میرے رب یہ تو میرے ہیں اور
 میرے امتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گلے شک تو نہیں
 جانتا کہ میرے بعد انہوں نے کیا کیا عمل کیے ہیں؟ یہ تو
 ہمیشہ ایڑیوں پر اٹے پھرتے ہیں اور مرتد ہو گئے۔

غرض یہ سب الفاظ صاف اور واضح طور پر بتلا رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
 ان لوگوں کی آخری گمراہیوں اور بد انجامیوں کا علم نہیں تھا۔ اگر آپ کو وفات کے بعد بھی کسی وقت جمیع م
 کان و بایکوں کا علم حاصل ہوتا تو ضرور تھا کہ ان مرتدین و مٹرو دین کا ارتداد اور ان کی ریشہ دوانیاں تبدیلیاں
 اور گمراہیاں آپ کے علم مبارک میں ہوتیں اور میدانِ عشریں آپ سے باری تعالیٰ ہرگز یہ نہ ارشاد فرماتا کہ:-
 انک لا قدری ما اعدوا بعدک اور انک لا علم لک بما اعدوا بعدک اور هل شعرت ما عملوا
 بعدک وغیرہ (کہ آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا حرکتیں کی، میں اور آپ کو ان کا علم نہیں
 ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات ایجاد کی ہیں اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ جو کچھ بدعات انہوں
 نے آپ کے بعد اختیار کی ہیں؟ وغیرہ)

اور ان تفصیلی روایات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انک
 لا قدری اور انک لا علم لک الخ سے یہ جواب باری تعالیٰ خود دے گا اور بعض مجمل روایات کا بھی یہی

مفاد ہے کہ یہ جواب حق تعالیٰ سے گا اور مسلم ج ۱ ص ۱۲۱ وغیرہ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ جب یہ فرمائیں گے کہ یارب ھو لا ھو من اصحابی، تو ایک فرشتہ اس کے جواب میں یہ کہے گا وھل تعدی ما احدثوا بھدک اور فرشتوں کا جواب بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے ہوگا۔ مگر ان تفصیلی روایات سے یہ امر بالکل متعین ہو جاتا ہے کہ یہ جواب حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوگا۔ ممکن ہے یہ جواب کبھی بلا واسطہ اور کبھی بواسطہ فرشتہ ہو۔

حرف کوڑکی یہ روایت مختلف اسانید اور متعدد طرق سے الفاظ کے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ تیس سے زیادہ حضرات صحابہ کرام سے مروی ہے، حتیٰ کہ امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں متعدد حضرت صحابہ کرام سے اس حدیث کوڑکی تصریح کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ:-

بعض هذا ما يقتضى كون الحديث متواترا ان اسانید کا بعض اس کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے (بحوالہ شرح مسلم ۲ ص ۲۴۹)

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:-

متواتر النقل (بحوالہ النووی شرح مسلم ۲ ص ۲۴۹) یہ حدیث متواتر النقل ہے۔

الحاصل یہ متواتر حدیث اس امر کے ثبوت کے لیے یقیناً قطعی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دخول جنت و نار سے قبل کے کل واقعات معلوم نہیں، اگر ایسا ہوتا تو ان منافقین اور مرتدین کی بے لیاہلو اور بدعات وغیرہ کا علم بھی آپ کو ضرور ہوتا اور اللہ تعالیٰ یہ ارشاد نہ فرماتا کہ آپ کو ان کے احداث کا علم نہیں اور آپ اس کو نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کچھ کیا؟ یہ کون لوگ ہوں گے؟ ہم اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے اور نہ یہ ہمارے موضوع سے متعلق ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے سامنے کلمہ پڑھا اور بعد کو مرتد ہو گئے یا بعد کو قیامت تک آنے والے برائے نام امتی ہوں جو مرتد ہو گئے ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور اہل بدعت، ہوں یہ الفاظ ان سب کو شامل ہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۱ وغیرہ)

بہر حال ہمارا مآدا اس روایت سے بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ جس میں کسی قسم کا کوئی ادنیٰ خفا بھی نہیں ہے البتہ لانسلمہ کا کبھی کوئی جواب ہوا ہی نہیں۔

فریق مخالف کی رکیک تاویل

مدعیان علم غیب ان صاف اور صریح احادیث میں بھی

تاویل بے جا کرنے سے باز نہ رہے اور ان نصوص قاطعہ اور صریحہ کو بھی توڑ مروڑ کر انہوں نے اپنے باطل نظریہ اور عقیدہ کے موافق بنانے کی ناکام کوشش کی اور خوب اپنی دیانت اور علم کے جوہر دکھاتے ہیں مولوی احمد رضا خاں صاحب اور مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے توبہ لکھ اور کہہ کر گویا خلاصی کرنے کی ناکام کاوش کی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو ان منافقین اور مرتدین وغیرہ کے تفصیلی حالات معلوم ہیں لیکن قیامت کے دن چونکہ آپ کے سامنے بہت سے کام ہونگے۔ اور آپ کو بے انتہا مصروفیت ہوگی، لہذا اس وقت آپ کو ان کے انجام سے ذہول ہوگا اور اس ذہول کی بنا پر آپ ان لوگوں کی شفاعت کا اقدام فرمائیں گے اور آپ کو جواب ملے گا کہ آپ کے بعد انہوں نے جو نئی نئی حرکتیں کیں وہ آپ کو معلوم نہیں ہیں یعنی آپ بھڑے ہوئے ہیں۔ اور اس باطل تاویل کے لیے یہ قرآن پیش کئے ہیں کہ:-

① احادیث میں آتا ہے کہ عالم برزخ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں لہذا عرض کوثر پر پیش آنے والے واقعات کا علم بھی آپ کو ہے۔

② ہجادی کی ایک روایت میں ہے کہ دنیا ہی میں خواب کی حالت میں وہ لوگ حضور علیہ السلام کو دکھلا دیئے گئے اور یہ عرض کوثر کا واقعہ بھی حضور پر گزر چکا لہذا اس کو اس موقع پر ذہول پر عمل کرنا ضروری ہے۔

③ حضرت اسامہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ لفظ آتے ہیں کہ اما شرعت ما عجلوا بعدہا جس میں ہمزہ استفہام انکاری کے لیے ہے لہذا حاصل مطلب یہ ہوا کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا۔ (مصحفہ دیکھئے الدلالت المکیۃ ص ۱۱۱ اور الکلمۃ الطیارہ ص ۱۲۱ وغیرہ)

④ اور مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں کہ:- "حضور علیہ السلام کا ان کو صحابی کننا صحن کے طود پر ہوگا کہ ان کو آنے دو یہ تو ہمارے بڑے مخلص صحابہ ہیں اور ملائکہ کا یہ عرض کرنا ان سب کو سنا کر غلغلہ کرنے کے لیے ہوگا۔ ورنہ ملائکہ نے ان کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا الی ان قال پھر غم کی بات تو یہ ہے کہ آج حضور علیہ السلام اس سارے قصہ کو جانتے ہیں اور فرماتے ہیں اَعْرِضْهُمْ جہم ان کو پہچانتے ہیں کیا اس دن بھول جائیں گے؟ (نظمہ بار الحق ص ۱۱۹) یہ بھول جانے کا مسئلہ تو خواب احمد رضا خاں صاحب وغیرہ سے پوچھنے کیا خوب ہے اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے (مصدقہ)

⑤ اور مولوی محمد صاحب نے جب دیکھا کہ اس روایت کے جواب سے عہدہ برآ ہونا کوہ کنکن اور کاہ برآوردن کا مصداق ہے اور اس کا جواب نہایت ہی مشکل ہے تو یوں سستی شہرت حاصل کرنے کے درپے ہو گئے کہ یہ حدیث بخاری شریف میں تین دفعہ مذکور ہے اور تینوں جگہوں میں ہی اس کا ضعف ثابت ہے ۔ (مقیاس ص ۲۲۳) پھر آگے لکھا ہے کہ ”یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے محبت نہیں ہو سکتی“ (مقیاس ص ۲۲۴) اور ضعف کی دلیل یہ پیش کی کہ پہلی سند میں محمد بن یوسف قریابی و ضعیف ہے اور دوسری میں محمد بن کثیر قرطبی کوفی اور تیسری میں ابوالولید عبد الملک بن ہشام ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ شیخ ضعیف اور شعبۂ بن الحجاج راویوں کے ناموں میں غلطی کیا کرتے تھے (محصلاً مقیاس ص ۲۲۴) اور نیز وہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی حدیث اما شہرت کے مطلب کو نہ سمجھتے ہوئے غلطی میں مبتلا ہو کر یہ غلط اور باطل قیاس کرتے ہیں، کہ انک لا تندری الحدیث میں ہمزہ مقدر ہے یعنی آپ جانتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ انک لا تندری میں بھی استفہام ضرور ہے۔ (مقیاس ص ۲۲۵) یہ ہیں مخالفین کے زبردست دلائل اور درحقیقت نہایت ہی افسوسناک اور مجادلانہ مغالطے اب ہم فہروران کی حقیقت عرض کرتے ہیں، ملاحظہ کیجئے :-

① آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان منافقین اور مرتدین کے تفصیلی حالات کا علم ہرگز نہیں انصاف قطعیہ قرآن اور تراویح کی حدیثیں اس پر موجود ہیں جیسا کہ ان میں سے بعض کا ذکر کر دیا گیا ہے جن میں ایک یہی حدیث مذکور انک لا تندری الحدیث بھی ہے۔ اب ایسے قطعی الثبوت دلائل کو رد کرنے کے لیے کوئی قطعی الثبوت دلیل دے گا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اگر بالفرض کوئی روایت ان کے خلاف صحیح ثابت ہو بھی جائے تو آخر خبر واحد ہی ہوگی، اور خالصاً صاحب بریلوی کے حوالہ سے یہ گزر چکا ہے کہ خبر واحد کا انصاف اور آیات کے مقابلہ میں پیش کرنا محض ہرزہ بانی ہے اور عرض اعمال کی جو حدیث پیش کی جاتی ہے وہ ایک تو حضرت عبداللہ بن مسعود کے حوالہ سے یوں آتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :-

حیاتی خیرکم وموتی خیرکم تعرض علی
امالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ
وما کان من سئی استغفرت اللہ لکم۔
میری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میری موت بھی
تمہارے لیے بہتر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کے بجائیں
گے جو اچھے ہوں گے میں ان پر حمد الہی بجا لاؤں گا اور

(قال السيوطي) - واخرج البزار بن ميمون من حديث ابن مسعود رضي الله عنه مثله خصائص الكبريتي ج ٢ ص ٢٥٧)

جو برے ہوں گے میں خدا تعالیٰ سے تمہارے لیے معافی طلب کر رہا ہوں گا۔

علامہ نور الدین علی بن ابی بکر الھیمی (المتوفی ۸۸۷ھ) فرماتے ہیں رواہ البزار ورجالہ رجال الصمیم۔
مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴۰ کہ اس روایت کو محدث بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی مجمع بخاری کے
راوی ہیں۔ اور یہ روایت طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۹۴ میں مرسلہ موجود ہے اس کی مزید بحث تسکین الصدور
میں ملاحظہ کریں۔ مگر اس سے فریق مخالفت کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اس عرض سے صرف
اجمالی اور بعض امور کی پیشی مراد ہے۔ مثلاً درود شریف یا بعض اہم اور قابل ذکر واقعات۔ اس سے تفصیلی
طور پر تمام جزئیات کی پیشی مراد نہیں ہے اور ایسے مقام پر عرض سے یہی مراد ہو سکتی ہے۔ (دیکھئے فتح
الباری ج ۱۱ ص ۳۸۴ وغیرہ)۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب (المتوفی ۱۳۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ:-

و کذا ما عند البزار بسند حید
عن ابن مسعود رفعه حیاتی
خیر لکم تَحْدِثُونَ وَ یَحْدِثُ
لکم و مماتی خیر لکم تعرض علی
اعمالکم فما کان من حسن
حمدت اللہ علیہ و ما کان من
سَبِّیٍّ استغفرت اللہ لکم ذکرہ
فی شرح المواہب من وفاتہ صلی اللہ
علیہ وسلم۔ اِنَّ عَرْضَ کَعْرِضِ الْاَسْمَاءِ
عَلَى الْمَلَائِکَةِ لَا عِلْمَ حِطَّاهُ
(ذمیرت مضامین عقیدۃ الاسلام ص ۷)

اس کے بعد حضرت مولاناؒ نے بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت تک اور بعد القیامت کے بہت سے واقعات کا علم منجانب اللہ عطا ہوا ہے اور اجمالی طور پر اعمال بھی آپ

پر پیش ہوتے ہیں مگر تمام جزئیات کی تفصیل اور موقع محشر میں پیش آنے والے سب واقعات ہرگز اس غرض میں داخل نہیں ہیں اور نہ ان کا علم آپ کو عطا ہوا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ آخر یہ حدیث بھی تو صریح اور صحیح ہے کہ :-

اِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا اُحَدِّثُوْا لِعِبَادِكَ مَعَ عَرَضِ
الْاَعْمَالِ عَلَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ (ص)

ایک خاص موقع پر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا۔
یہ تحقیق آپ نہیں جانتے کہ جو بدعات انہوں نے آپ کے
بعد پیدا کی ہیں حالانکہ آپ پر اعمال بھی پیش ہوئے ہیں۔

الغرض اس جید اور صحیح روایت سے بھی فریقِ مخالف کا استدلال بالکل باطل ہے کیونکہ صرف اجمالی طور پر
بعض بعض اعمال کا پیش ہونا جہاں امر ہے اور علم محیط ہونا الگ بات ہے جو فریقِ مخالف کا باطل دعویٰ
ہے اور لفظ عرض عموماً سرسری اور اجمالی پیشی پر ہی اطلاق ہوتا ہے۔ (کامرتا)

نوٹ ضروری :- حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں جو خصائص الکبریٰ میں نقل کی گئی ہے تَعْمَلُوْنَ
وَيُحَدِّثُ لَكُمْ نہیں یہ الفاظ بحوالہ ہزار مجمع الزوائد چھپ چکے ہیں۔ چنانچہ امام سیوطیؒ اور علامہ غزینیؒ (المتوفی
س) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ :-

ابن سعد في طبقاته عن بكر بن عبد الله المزني
مرسلا ورجاله ثقات (السرّاج الميز ۲ ص ۲۳۳)

یہ روایت علامہ ابن سعدؒ نے طبقات میں حضرت بکر بن عبد اللہ
المزنیؒ سے مرسلاً روایت کی ہے اور اس کے لدی ثقت ہیں۔
یہ روایت امام سیوطیؒ نے خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱ میں بھی نقل کی ہے مگر یہ دونوں جگہوں میں مرسلاً۔
امام حارثؒ (المتوفی س) نے اپنے منہ میں حضرت انسؓ سے صرف ان الفاظ سے یہ روایت
نقل کی ہے: حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم۔ علامہ غزینیؒ لکھتے ہیں: اسناد ضعیف (السرّاج المیز
ج ۲ ص ۲۳۳) کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

علامہ غزینیؒ نے حکیم تمغزیؒ کے طریق سے والد عبد العزیزؒ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ :-
تعرض الاعمال يوم الاثنين والخميس
على الله تعالى وتعرض على الانبياء وعلى
الآباء والامهات الحديث (السرّاج الميز ۱۶۵)

سوموار اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ پر اور حضرت ابیدہ کرام
علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اور والدین پر اعمال پیش کئے
جاتے ہیں الخ

یہ دونوں روایتیں اور پہلا مرسلاً سب بل کہ حضرت ابن مسعودؓ کی جید اور صحیح روایت کی مؤید ہیں۔

الغرض عرض اعمال کی وہ روایت جو حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے اور جس پر حیدر و صحیح ہوئے کے آثار اور زیادہ نمایاں ہیں۔ فریق مخالف کو مفید نہیں ہو سکتی، کیونکہ اعمال اگر پیش ہوتے بھی ہیں تب بھی امت اجابت کے اعمال پیش ہوتے ہیں، امت دعوت کو جس میں کفار، مرتدین اور منافقین وغیرہ بھی شامل ہیں، ہرگز یہ روایت شامل نہیں ہے کیونکہ اس کے آخری جملے یہ ہیں کہ:-

فما كان من حسن حمدت
الله عليه وما كان من سيئ
استغفرت الله لكم.
یعنی جو عمل اچھا میرے سامنے پیش ہوگا میں اس پر
اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاؤں گا اور جو برا عمل ہوگا اس پر
میں خدا تعالیٰ سے تمہارے لیے مغفرت طلب کروں گا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صرف وہ گناہ پیش کیے جاتے، یا پیش کیے جاسکتے ہیں جن کی مغفرت ہو سکتی ہے اور جن پر آپ بارگاہِ خداوندی میں معافی کی سفارش فرما سکتے ہیں اور یہ بالکل ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کفر و شرک اور ارتداد و نفاق ایسے گناہ ہیں کہ نہ تو ان کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے گا اور نہ آپ ایسے لوگوں کے لیے سفارش ہی کریں گے، اور انکو لا قدری الحدیث بھی مرتدین اور بدعتیوں وغیرہم کے متعلق ہے۔ انہی روایات کے آخر میں ہے انہم لم يزلوا مرتدين على احقابهم اور انهم ارتدوا على ادبارهم۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ ارشاد فرمائے گا انتك لا تدري ما احدثوا بعدك۔ اور اس علم اور اطلاع کے بعد آپ یہ ارشاد فرمائیں گے:-

فانقول منكم ما يحسنكم منكم ۱۲۴، وكنز العمال ج ۲۵
کریہ مجھ سے دُور ہوں دُور ہوں

الغرض عرض اعمال کی اس حدیث سے منافقین، مرتدین اور اسی قسم کے باطل پرستوں کے بارے میں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کُلّی اور تفصیلی علم ثابت کرنا لازماً ذوق اور سراسر الحاد ہے جس سے نصوص قطعیہ کا رد ہوتا ہے جو بجائے خود کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو ایسی ناشائستہ حرکات سے بچائے۔

اور جن حضرات نے اعمال کی پیشی کے ساتھ جملہ یا ہر یا سب وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں تو وہ محض استعراقی عرفی کے طور پر بالغتہ استعمال کیے ہیں کیونکہ خود ان اکابر نے دوسرے مقامات پر تفصیلاً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کُلّی غیب یا جمیع ماحال و مایحکوں کے علم کا انکار کیا ہے

لہذا جس کو کسی بزرگ کی ایسی عبارت سے مغالطہ ہوا ہے تو اس کو خود اُن ہی بزرگوں کی عبارتیں دیکھنی چاہئیں
اسی طرح ایک روایت حضرت انسؓ وغیرہ سے مرفوعاً یوں آتی ہے کہ آپؐ ارشاد فرمایا کہ :-

عرضت علیٰ اجمود امتی حتی القذا ۱۰۰ جہا
مجر پر میری امت کے ثواب کے کام پیش کئے گئے
الرجل من المجد و عرضت علیٰ ذلویب
بیابان تک کہ تنکا جس کو آدمی مسجد سے نکلے اور مجھ پر
أمتی قلہ اؤدکنا اعظم من القرآن اذآیة
مسیحی امت کے گناہ بھی پیش ہوئے تو میں نے
اؤیتہا الرجل ثعلبیہا (ترمذی ج ۲ ص ۵۱۱)
کوئی گناہ اس سے بڑا نہ دیکھا کہ کسی کسی شخص کو قرآن کریم کی
البرد اؤد ج ۱ ص ۶۶ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۹)
کوئی سورت یا کوئی آیت یاد ہو اور پھر وہ اس کو بھلا دے۔

پہلے تو اس حدیث سے تفصیلی پیشی کا ثابت کرنا محل غور ہے کیونکہ حدیث کا مطلب صرف اجمالی
پیشی ہی سے پورا ہو جاتا ہے اور بس پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جہاں بات اس حدیث سے ثابت ہے وہ
صرف اتنی ہے کہ امت کے اعمال میں سے نیکیاں اور بدیاں اس حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش
کی گئی ہیں کہ یہ کام اچھا اور یہ بُرا ہے جس کا ارتکاب آپؐ کی امت کرے گی۔ اس میں اس کا تو کہیں ذکر
ہی نہیں کہ اگر ایک ہی نیکی یا بدی کو مثلاً ایک کر دڑ آدمی کرتے ہیں تو ان تمام کی تفصیلی کارکردگی کا علم عیض
بھی آپؐ کو حاصل ہو۔ اعمال کا نیک اور بد ہونا الگ چیز ہے اور ایک ہی عمل کے تمام کرنے والوں کے
تفصیلی حالات کا علم جہاں بات ہے اور ان دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ اور تیسری خاص طور
پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ اس حدیث سے اگر بالفرض تفصیلی عرض بھی مراد ہو تو صرف مسلمانوں کے
اعمال اور ان کی نیکیوں اور بدیوں کا پیش ہونا ہی ثابت ہوگا اور اسی حدیث کا آخری ٹکڑا اس کا
واضح ترین قرینہ ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ کفار اور منافقین، مرتدین اور اہل بدعت کے گناہ کفر و نفاق، ارتداد
و بدعت وغیرہ تمام گناہ یقیناً قرآن کریم کے بھلا دینے سے بدرجہا بڑے ذنی اور زیادہ سنگین ہیں۔ اور
جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد تو یہ فرمایا ہے کہ اس سے بڑا گناہ میں نے اور کوئی نہیں
دیکھا کہ کوئی آدمی قرآن کریم کی کوئی سورت یا آیت بھلا دے تو اس سے صاف طور پر یہ ثابت ہو جاتا
ہے کہ مرتدین اور اہل بدعت (جن کی بدعت کفر اور ارتداد کی حد تک پہنچ چکی ہیں) کے اعمال
ہرگز آپؐ کے سامنے نہیں پیش کئے جاتے، اور فریقِ مخالفت کا یہی دعوئے تھا جو باطل ہو گیا ہے

اور اگر بالفرض محال یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ تمام انسانوں بلکہ جنوں کے (جو مکلف مخلوق ہے) اعمال

بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر برزخ میں پیش کش کئے جلتے ہیں تو دیگر حیوانات، جمادات اور نباتات کے مختلف حالات کا عرض اور پیش کرنا کس حدیث اور کس دلیل سے ثابت ہوگا؟ اور جب تک فرقی مخالف یہ بھی نہ ثابت کرے تو ان کا دعویٰ علم غیب یقیناً باطل اور مردود ہے اور ان جملہ روایات کو پیش کش کرنے کے بعد بھی وہ اپنے باطل عقیدہ اور دعویٰ پر دلیل اور برہان سے تہی دست رہتا ہے اور ان روایات سے ان کا یہ مطلب ہرگز پورا نہیں ہو سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ

جنہیں ہو جھوٹ کو سچ کر دکھانا انہیں سچوں کو جھٹلانا پڑے گا
 خاتمہ۔ درحقیقت تفصیلی طور پر عرض اعمال کا عقیدہ ان برائے نام مدعیان عشق و محبت نے شیعہ شیعہ سے مستعار لیا ہے اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک درود شریف وغیرہ کے عرض کا (جو صرف عرض اجمالی ہے) مسئلہ حق ہے مگر تفصیلی عرض اہل سنت کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ شیعہ کا ہے۔ چنانچہ ان کی معتبر اور مستند کتاب اصول کافی میں اس عنوان سے ایک مستقل باب آتا ہے؛ باب عرض الاحتمال علی التبتی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والائمة کہ وہ باب جس میں یہ بیان ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور حضرات ائمہ کرام پر اعمال پیش کش کیے جلتے ہیں۔ پھر آگے بعض وہی دلائل پیش کش کئے ہیں جن پر فریقی مخالف کا یہ بے بنیاد عقیدہ کھڑا ہے دیکھیے کتاب الحجۃ جز سوم ص ۱۳ مع المصافی طبع نو کشور۔

یہ مدعی اسلام تو ہیں، ساتھی ہیں مگر بیگانوں کے

تقدی کی وہ تو ہی ان میں نہیں، وہ رنگ نہیں لیماؤں کے

② بخاری شریف کی جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے اس کے دو نسخے ہیں، ایک بیضا انا ناسد کا نسخہ ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں سورہ تھاکہ مجھ پر یہ واقعہ پیش کیا گیا۔ یہ نسخہ بھی اکثر محدثین کو رام نے پڑھا ہے۔ مگر یہ نسخہ حاشیہ پر درج ہے، اصل نسخہ جو متن کا ہے وہ یہ ہے:-

بیضا انا ناسد اذا زمرة الحديث (بخاری ج ۲ ص ۶۵۹) کہ جب میں (جو میں کوثر) پم کھڑا ہوں گا تو ایک جماعت الہ

اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی وغیرہ نے اسی قلم کے نسخہ کو اوجہ کہہ کر ترجیح دی ہے۔ دیکھیے فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۷ و عمدة القاری ج ۱ ص ۶۵۹ اور مطلب یہ بیان کیا ہے:-

لان المراد قيامه على الحوض (امش بخاری ج ۲) ۹۷۵
 کیونکہ مراد تو حضور علیہ السلام کا حوض کوثر پر قیام کرنا ہے۔
 لہذا یہی نسخہ صحیح ہے تعجب ہے کہ وہ اہل بدعت پر کہ وہ صحیح نسخہ کو چھوڑ کر مروج نسخہ سے استدلال و استد
 کرتا ہے جو کسی طرح درست نہیں ہے۔ اور اگر بینا انا ناسم کا نسخہ بھی صحیح ہو تب بھی درست ہے
 کہ خواب میں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قیامت کا وہ نقشہ اجمالی طور پر پیش کر دیا گیا تھا
 اور اس اجمالی علم کی اپنے امت کو اطلاع دی۔ باقی تفصیلی جملہ کیفیات، تو وہ انک لا تدعی اور انک
 لا علمک میں داخل ہیں اور یہی حصہ ہمارا متل ہے۔

اور حضرت اسامہ رضی کی روایت میں یہ الفاظ تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-
 انی علی الحوض حتی انظر من ید علی من سیدوخذ ناس دونی
 فاقول یا رب متی من امتی
 فیقال هل شعرت ما عملوا بعدک
 واللہ ما برحوا یرجعون علی
 ۱۰ عقابہم۔

(بخاری ج ۲ ص ۹۷۵)

اس روایت اور اس قسم کی تمام صحیح روایات میں حوض کوثر کی تصریح موجود ہے اور یہ بھی صراحت
 موجود ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن پیش آئے گا۔ کوئی وجہ نہیں کہ ان تمام صحیح روایات سے
 کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لی جائیں نیز اس صحیح روایت (اور اسی طرح اس مضمون کی دیگر صحیح روایات سے)
 معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن ان لوگوں کی طرف خصوصیت سے توجہ
 فرمائیں گے اور کامل التفات اور پوری توجہ کے بعد بھی آپ کو ان کے ارتداد و ابتداء اور رجعت
 قہقری کا کوئی علم نہیں ہوگا تا آنکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واللہ ما برحوا الحدیث کے الفاظ سے آپ کو ان کے
 ارتداد وغیرہ کا علم اور اس کی اطلاع دے دی جائیگی۔ جو لوگ ذہول وغیرہ کا ناکام بہانہ تلاش کر کے اس
 صحیح حدیث (بلکہ متواتر النقل والمعنی) کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کو اچھی طرح خوف خدا
 کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ خود یہ حدیث اور پھر اس کی شرح میں حضرات سلف صالحین رو کیا

فرماتے ہیں۔

سخن میں پیسروی گمر کی سلف کی اپنی باتوں کو دہرانا پڑے گا۔
 (۳) باقی رہا مسلم کے حوالہ سے اما شعت کے لفظ سے علم ثابت کرنا تو یہ عجیب حماقت ہے۔
 اولاً اس لیے کہ امام مسلم کا احادیث سے استدلال و احتجاج کرنے کا طریقہ ہی جدا ہے۔ چنانچہ خود تصریح کرتے ہیں کہ میں سب سے پہلے وہ روایات پیش کروں گا جو ہر قسم کے عیب سے محفوظ ہوں گی اور ان کے روایت حفظ و اتقان سے موصوف ہوں گے، ان کے بعد وہ روایات پیش کروں گا جن کے روایت اگرچہ فی الجملہ ثقہ ہوں گے مگر حفظ و اتقان میں غیر اقل کے روایت کے ہم تہ نہیں ہو سکتے دیکھئے مقدمہ مسلم ص ۳۳ و ۳۴ اور حضرت اسماءؓ کی یہ روایت جس میں اما شعت ہے امام مسلم نے درجہ دوم پر پیش کی ہے۔ اس لیے اس روایت کو بنیاد قرار دینا فن حدیث کا صریح انکار ہے اور کسی اہل علم و اہل انصاف و دیانت سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

وثانیاً حضرت اسماءؓ کی یہی روایت صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۵ وغیرہ میں ہل شعت کے الفاظ سے آئی ہے جو سراسر فریق مخالف کے مدعی کے مخالف ہے۔

وثالثاً اگر اس روایت کو اول درجہ کی صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ کیا ہمزہ استفہام ہمیشہ اور ہر مقام پر انکار ہی کے لیے آیا کرتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس کے لیے کون قطعی قرینہ موجود ہے کہ اس روایت میں ہمزہ استفہام انکار ہی کے لیے ہے؟ اور اگر بالقرض ہمزہ کو انکار ہی کے لیے مانا جائے تو پھر اس کا بھی قوی احتمال موجود ہے کہ صرف ما زائد ہو کیونکہ کلام عرب میں حروف لہفی مآ اور لا کا زائد ہونا بکثرت ہے اور یہی قرین قیاس ہے ایک تو اس لیے کہ مسلم کی یہ روایت بخاری کی روایت ہل شعت کے بالکل مطابق ہو جاتی ہے، لہذا دونوں کا مفاد ایک ہی ہو جائے گا، اور نیز ان دوسری حدیثوں سے بھی کامل موافقت اور مطابقت ہو جائے گی جن میں صاف طور پر اِنَّكَ لَا تَدْرِي يَا اِنَّكَ لَا عِلْمَ لَكَ وغیرہ کے الفاظ وارد ہوتے ہیں جو لہفی علم میں نص صریح اور ناقابل تاویل و توجیہ ہیں کہ۔ بینک لگے نہ بچکڑی۔

و رابعاً احادیث کے استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ اما شعت کے جملہ کا زیادہ تر استعمال ایسے ہی مواقع پر ہوتا ہے جہاں مخاطب کو پہلے سے اس چیز کا علم نہیں ہوتا۔ اس کی متعدد مثالیں کتب حدیث

میں موجود ہیں مگر ہم اپنے دعوے کی تنویر کے لیے صرف ایک روایت پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علیؓ نے زکوٰۃ اور صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو جھڑکا اور تنبیہ کی تاکہ وہ کھجور منہ سے نکال دیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ سے فرمایا کہ :-

ثم قال أما شعرت انانا حمل الصدقة
(بخاری ج ۱ ص ۱۸۷)
(اور نہ یہ ہمارے لیے حلال ہے)

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت حسنؓ کو (جو بچے ہی تھے) یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ ہم آل بیت زکوٰۃ و صدقہ نہیں کھا سکتے۔ اگر ان کو علم ہوتا تو ہرگز زکوٰۃ اور صدقہ کی کھجور وہ اپنے منہ میں نہ ڈالتے اور نہ اس کو کھانے کی کوشش کرتے اور باوجودیکہ ان کو علم نہیں تھا پھر بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اما شعرت کا جملہ استعمال فرماتے ہیں اور اس حدیث کا یہ مطلب صرف ہماری اختراع نہیں بلکہ شیخ الاسلام علامہ بدر الدین عینی الحنفی رحمہ اللہ اما شعرت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :-

هذه اللفظة تقال في الشيء الواضح التحريم
واما شعرت كاللفظ اس حيزه او موقعه استعمال کیا جاتا
و نحوه وان لم يكن المخاطب عالما به اي
ہے جس کی حرمت وغیرہ بالکل واضح ہو اگرچہ مخاطب
کیف حفي عليك مع ظهور تحريمه
اس کو نہ جانتا ہو یعنی تجھ پر اس کی حرمت کیسے غنی رہ
(عمدة القاری ج ۲ ص ۴۲۹)
گئی حالانکہ اس کی حرمت بالکل عیاں اور ظاہر ہے۔

لیجئے خود ایک بلند پایہ حنفی، فقیہ اور محدث نے فیصلہ کر دیا کہ اما شعرت کا جملہ علم کو نہیں چاہتا بلکہ یہ الے موقع پر استعمال ہو تب ہے جس کا مخاطب کو پہلے سے علم نہ ہو۔

اور یہی حدیث صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۴۴ وغیرہ میں ان الفاظ سے آتی ہے۔
اما علمت انانا حمل الصدقة
حضرت امام نووی الشافعی رحمہ اللہ اما علمت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :-

هذه اللفظة تقال في شيء الواضح التحريم
واما علمت كاللفظ اس حيزه او موقعه استعمال ہوتا ہے
و نحوه وان لم يكن المخاطب عالما به اي
جس کی حرمت وغیرہ بالکل واضح ہو اگرچہ مخاطب اس
(نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۴)
کو نہ جانتا ہو۔

تعجب ہے کہ فریقِ مخالفت تو اما شہرت کی روایت سے مخاطب کا علم ثابت کرتے اور یہاں
 حسب تصریح امام نووی وغیرہ اما علمت کے صریح جملہ سے بھی کا مخاطب کا عالم ہونا ثابت نہیں
 ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فریقِ مخالفت کو یہ ذوق عطا فرمائے کہ وہ عربی زبان کو اور اس کے مواقع استعمال کو سمجھ
 سکے۔ علم عربی سے تعلق اور اس میں مہارت نہ ہونے ہی کا یہ اثر ہے کہ فریقِ مخالفت قدم قدم پر ٹھکیں
 کھاتا چلا جاتا ہے۔ کہیں لفظ محلّ اور مآ سے غلط استدلال کرتا ہے اور کہیں لفظ اما شہرت وغیرہ
 سے دھوکہ کھاتا ہے کیا کیا جلتے، علماء کی جگہ ان نام نہاد مفتیوں اور جلا دہ لے لی ہے جو قوم کی بدبختی اور
 اوبار کی علامت ہیں۔

ہے کہیں اقبال کی نوبت کہیں اوبار کی
 سب کو کرنی ہوں گی پوری اپنی اپنی باریاں

الحاصل حدیث اِنَّكَ لَا تَدْرِي اَوْرَاٰنَكَ لَا عِلْمَ لَكَ وغیرہ نفی علم غیب میں نص صریح ہے
 اور نہ تو مخالفین کی طرف سے آج تک کوئی صحیح جواب اس کا بن سکا ہے اور نہ تا قیامت اس کی توقع
 ان سے کی جاسکتی ہے۔ بے جا اور دُور راژ کار تاویل یا خالص تحریف کا نام اگر جواب ہے تو ایسے
 سیکڑوں جواب وہ لے سکتے ہیں اور اس میدان کے بلا مقابلہ اور بلا مبالغہ غازی ہیں۔ ہم الٰہی کی
 اس صفت اور خوبی کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔

پاس اُنہیں گمراہانہ ہو جان اپنی بھی اُن پہ فدا ہو

کرتے ہیں خود نامنصفیاں اور کہتے ہیں نافذ ہیں

(۴) ان تمام احادیث اور پیش کردہ تفصیل کو ملاحظہ رکھنے کے بعد ملاحظہ کیجئے کہ مفتی احمد یار خان
 صاحب کا یہ جواب کتنا فرسودہ بلکہ بے ہودہ ہے کہ مصنف علیہ السلام کا ان کو صحابی کہنا طعن کے طور پر
 ہو گا کہ ان کو اُنے دویہ تو ہمارے بڑے مخلص صحابہ ہیں اور ملائکہ کا یہ عرض کرنا ان کو سنا کر ٹھکین کرنے
 کے لیے ہو گا۔ الخ مفتی صاحب ہی از روئے الصاف و دیانت یہ فرمائیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم رؤف و رحیم اور رحمتہ تعلیمیں ہو کر قیامت کے دن طعن کیوں کریں گے؟ اور کیا ایسے مقام
 پر ایک مکلف اور پابند شریعت کے لیے طعن درست ہے؟ پھر اس طعن کے ثبوت پر کون سی نص یا
 واضح قرینہ موجود ہے؟ یا کوئی معقول عقلی دلیل ہی موجود ہے؟ اور پھر اس طعن کا جواب اِنَّكَ لَا تَدْرِي

يَا اِنَّكَ لَا جِلْدَ لَكَ وَغَيْرِهِ سے کیسے صحیح اور درست ہوگا؟ الغرض مفتی صاحب کا یہ جواب محض طفل تسل یا اپنے ماؤف دل کی تکیوں کا سامان ہے اور بس۔ رہا اس عرفیہ کے جملہ سے اُن کا پہچانا تو وہ آثار و صوٹ سے ہوگا۔ جیسکہ حضرت البہر یث سے مروی ہے کہ:-

فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتْ بَعْدَ مَنْ
أُمِّتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَى الْإِنْقَالِ فَاتَّبَعَهُمْ يَأْتُونَ
غَدَاً مُحْجِلِينَ مِنَ الْوَضُوءِ الْحَدِيثِ
مسلم ج ۱ ص ۱۲۷ و سنن الکبریٰ ج ۴ ص ۱۷۶ و طیبی ص ۱۷۶
حضرت صاحب کو ائم نے کہا کہ حضرت! آپ اُمّت کے ان افراد کو جو
ابھی تک نہیں آئے کیسے پہچانیں گے؟ تو اپنے آخر میں یہ
جواب ارشاد فرمایا کہ میری اُمّت کے افراد اس حالت
میں واپس پیش ہوں گے کہ ان کے اعضاء و ضروٹوں
اور نشاں ہونگے (اس علامت میں ان کو شناخت کر دیا گیا۔)
عن ابن مسعود (۱)

پھر اسی روایت کے آخر میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ:-

فَيَقَالُ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَلُوا بَعْدَكَ فَاقُولُ سُبْحَانَ
سُبْحَانَ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۷)
سو کہا جائے گا کہ انہوں نے آپ کے بعد دین بدل
دیا تھا تو میں کہوں گا۔ دُور ہوں، دُور ہوں۔

اور یہ پہچاننا صرف ظاہری اور اجمالی ہوگا۔ باقی یہ کہ وہ مرتدین وغیرہ کس خاندان اور کس قبیلہ وغیرہ سے
تعلق رکھتے ہوں گے؟ ان کی عمریں کیا ہوں گی؟ ان کے نام کیا ہوں گے؟ اس کا تفصیلی علم آپ کے ہرگز نہ ہوگا
اسی طرح ان کے قد و قامت اور سیاہ و سفید ہونا وغیرہ و جملہ کیفیات میں سے بعض قیامت کے
دن تو مشاہدہ سے معلوم ہوں گی، مگر دیگر بعض اس وقت بھی معلوم نہیں ہو سکیں گی اور ان کا ارتداد و
ابتداع وغیرہ تو بہر حال وہ اُنک لا تدری اور اُنک لا علم لک کے تحت داخل ہے لہذا احرفہ
کا جملہ اس تفصیلی سننی کا ہرگز جواب اور توڑ نہیں ہے۔ مفتی صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ فیقال
اِنَّكَ لَا تَدْرِي کا جواب محض فرشتوں کی طرف ہی نہیں ہوگا۔ جیسا کہ مفتی صاحب مغالطہ میں پڑے
ہوئے ہیں بلکہ یہ جواب حق تعالیٰ کی طرف سے بلا واسطہ بھی ہوگا۔ جیسا کہ ہم نے بخاری وغیرہ کی صریح
اور صحیح روایات اس پر عرض کر دی ہیں و ہاں ہی ملاحظہ فرمائیں، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ
کرے کہ مفتی صاحب وغیرہ تعصب اور غنا کو چھوڑ کر انصاف کی نگاہ سے دلائل کا موازنہ کریں اور
خود بھی گمراہی سے بچ جائیں اور لوگوں کو بھی غلط راہ پر نہ ڈالیں مگر یہ

قافلے گزریں و ہاں سے کیونکر سلامت واعظ ہو جہاں راہزن اور راہنما ایک ہی شخص

⑤ مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ اہل برکت کا وطیرہ ہی عجیب کہ موضوع وجہی منکر و محلل اور ضعیف روایتوں سے تو وہ احتجاج و استدلال کرتے ہیں اور وہاں ضعف وغیرہ کا سوال سامنے ہی نہیں آتا مگر جب کوئی روایت اُن کے عقیدہ باطلہ کے خلاف آجائے تو وہ حجت بھی نہیں ہوتی، اور اس کا ضعف بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب کو بگوش ہوش سنا چاہیے اور اچھی طرح یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بخاری شریف کی روایت کو ضعیف کہہ دینا غلطی کا گھر نہیں ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب کو یہ بھی معلوم معلوم ہونا چاہیے کہ یہ روایت حضرت عباسؓ سے نہیں جیسا کہ مولوی صاحب نے مقیاس ص ۲۲۴ میں جہالت کا ثبوت دیا ہے بلکہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہے اور یہ روایت بخاری میں تین دفعہ ہی مذکور نہیں جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس ص ۲۲۳ میں لکھا ہے، بلکہ یہ روایت صرف حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بخاری شریف میں آٹھ دفعہ مذکور ہے اور آٹھ ہی جگہوں پر اس کی صحت ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو (ص ۲۱۶ و ص ۲۱۷ وغیرہ وغیرہ) اور یہ روایت تنہا حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی سے مروی نہیں ہے بلکہ یہ روایت بخاری (ج ۲ ص ۹۴۵ و ص ۱۰۴۵) میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے اور (ج ۲ ص ۹۴۵ و ص ۱۰۴۵) میں حضرت ابوسعید الخدریؓ سے اور (ج ۲ ص ۹۴۵) میں حضرت انس بن مالکؓ سے اور (ج ۲ ص ۹۴۵) میں حضرت ابو ہریرہؓ سے اور (ج ۲ ص ۹۴۵ و ص ۱۰۴۵) میں حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے اور (ج ۲ ص ۹۴۵) میں اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ محمد بن یوسف فریابی رح ثقت اور ثمت ہیں۔ ہاں سفیان ثوری رح وغیرہ سے اُن کی روایات میں خطا ہو جاتی رہی ہے (ملاحظہ ہو تنزیہ التذیب ج ۹ ص ۵۳) مگر یہ روایت سفیانؒ کے طریق سے نہیں ہے۔ پھر اگر مولوی محمد عمر صاحب کو لان کے ساتھ کوئی کہہ دے تو ہم چہ نہیں کرتے۔ بخاری ج ۱ ص ۴۴۳ و ص ۴۹۲ و ج ۲ ص ۶۹۳ و ص ۶۹۶ و ص ۹۴۵ و ص ۹۴۵ وغیرہ ملاحظہ کریں کہ ان میں محمد یوسف فریابی رح ہیں اور نہ بقول مولوی محمد عمر صاحب حدیث ضعیف ہے، اور ان میں سے اکثر روایات میں شیخ الاسلام الحافظ الحجۃ الثقتہ اور اثبت شجعتہ بن الحجاج رح بھی نہیں ہیں جن پر مولوی محمد عمر صاحب کا تخطیہ فی الاسماء کا الزام ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب کا ایک اور کمال یا کرامت دیکھئے وہ یہ کہ امام بخاری رح نے اپنے صحیح میں محمد

بن کثیر قرشی الکوفی سے روایت نہیں کی جو مشکلم فیہ ہے بلکہ انہوں نے محمد بن کثیر العبیدی ابو عبد اللہ البصری سے روایت کی ہے جو ثقہ تھے۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی غرض فاسد کے تحت، جہالت یا خیانت سے محمد بن کثیر قرشی الکوفی پر خیر سے جرح نقل کرنی شروع کر دی اور اس طرح انہوں نے بخاری شریف کی روایت کا ضعف ثابت کیا، اور دوسری خیانت یہ کہ ابو الولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی البصری الحافظ الامام اور الحجة کا نام تو ٹھیک لکھا مگر جس ہشام بن عبد الملک بن عمران الیوزنی الحمصی پر امام ابو داؤد نے جرح کی ہے وہ اور ہے اور اس کی کنیت ابو الولید نہیں ہے۔ اس سے بڑا کمال اور علمی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے کہ نام کہی کا لیا اور کنیت کسی کی لی اور اس پر جرح نقل کر کے بخاری شریف کی روایت کا ضعف ثابت کر دیا گیا۔ سچ کہہ لیا ہے کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کتبہ جوڑا۔ افسوس ہے مولوی محمد عمر صاحب کی اس علمی لیاقت اور دیانت پر جس کی وجہ سے وہ مخلوق خدا کو فی حوالہ ایک غلطی پر صدر یہیہ العام کا جھوٹا اور نمکارتہ جلیج کرتے ہیں۔ دیکھئے مقیاس صحت اور خیر سے تمیز اتنی نہیں کہ حضرت ابو سعود (عقبہ بن عمرو البدری) اور حضرت ابن مسعود (ابن ہذیل) میں فرق کر سکیں۔ (دیکھئے مقیاس صحت) اور ما شاء اللہ تعالیٰ علمی قابلیت یہ ہے کہ مشکوٰۃ مصنف (جو دراصل الشیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزی ہیں، وقد فرغ من مشکوٰۃ ص ۳۷۷) مولوی محمد عمر صاحب خطیب بغدادی (الحافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۷۲۳ھ) کو بنائے بیٹھے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: خطیب بغدادی مصنف مشکوٰۃ شریف جو متعصبین ثوراف سے شمار کئے گئے ہیں فرماتے ہیں، بلفظ مقیاس ص ۲۵ طبع چہارم)۔ یہ ہیں خیر سے فریق مخالفت کے علمی کرشمے اور کارنامے۔ ذوا اسفا! اور اس پر ان کو شرم بھی محسوس نہیں ہوتی، واللہ تعالیٰ در القائل ع۔ چہ دلاور است ذمے کہ بھٹ چراغ وارو۔

قارئین کرام! ارادہ تویہ تھا کہ دوسرا حدیث اس مسئلہ پر عرض کی جائیں اور وہ سب حدیثیں یکجا جمع کی ہوئی سلسلے میں موجود بھی ہیں۔ مگر اب یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ اگر وہ سب حدیثیں پیش کی جائیں تو کتاب بہت لمبی ہو جائے گی اور جہاں پڑھنے والے اس کے پڑھنے سے اکتا جائیں گے وہاں اس گزنی اور منگائی کے زمانہ میں اس کی کتابت اور طاعت وغیرہ کے مصارف بھی اٹھانے مشکل ہو جائیں گے اس لیے ہر درست اتنی پچیس احادیث پر اکتفا کی جاتی ہے۔ ہاں صرف ایک حدیث اور عرض کی جاتی ہے۔ ہم قارئین کرام سے معذرت کے ساتھ اس کو عرض کرتے ہیں، اس لیے کہ پہلے

ہی کتاب کا حجم کافی بڑھ گیا ہے اور ابھی ہم نے کچھ اور بھی کہنا ہے۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ہم نے ابھی تک نمبر صرف پچیس قائم کئے ہیں مگر حدیثیں جو دو کے مختلف ابواب کے علاوہ صرف اس باب میں پیش کی ہیں وہ پچیس سے کہیں زیادہ ہیں۔ کیونکہ حدیث جبرائیلؑ جو کم و بیش دس حضرات صحابہ کرام سے نقل کی گئی ہے وہ اصول حدیث کے تحت ایک نہیں بلکہ دس حدیثیں ہیں، اور اسی طرح حدیث نبویؐ بھی ہم نے دس حضرات صحابہ کرام کے حوالے سے نقل کی ہے اور فن حدیث کے اعتبار سے یہ ایک نہیں بلکہ دس حدیثیں ہیں، اسی طرح دوسری حدیثوں کا حال بھی سمجھئے۔ اس لحاظ سے اس کتاب کے مختلف ابواب میں نفی علم غیب پر پیش کی ہوئی احادیث کی تعداد ڈیڑھ سو سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ مگر ہم نے ایک خاص مصلحت اور سہولت کے پیش نظر نمبر صرف پچیس قائم کئے ہیں۔ دس دس دس دس دس دس دس دس آدمی کے لیے ایک بھی کافی ہے۔ البتہ معاذ امتعقب اور بھروسہ کیلئے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں۔

حضرت زید بن ارقم (المتنی ص ۶۷) سے روایت ہے کہ جناب بنی
۲۶ چھبیسویں حدیث | کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:-

اللہم انی اعوذ بک من علم لا ینفع الحدیث لے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے
 دس ج ۲ ص ۲۵۵ و نائی ج ۲ ص ۲۴۳ جو نافع نہ ہو۔

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے بھی مروی ہے (نسائی جلد ۲ ص ۶۶۱ و مستدرک ج ۱ ص ۵۴ و ترمذی ج ۲ ص ۱۸۶ و قال حسن صحیح) اور حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے (نسائی ج ۲ ص ۲۵۵ و مسند طیبی ص ۲۶۸) اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے (نسائی ج ۲ ص ۲۶۸ و طیبی ص ۲۵۵ و ابن ماجہ ص ۲۸۱ و الحاکم فی المستدرک ج ۱ ص ۱۸۶ و قال الحاکم و الذہبی صحیح) اور یہ روایت حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے (کنز العمال ج ۱ ص ۱۸۶) اور نیز یہ روایت حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن ابی ذرؓ سے بھی مروی ہے (کنز العمال ج ۱ ص ۱۸۶) و فروری حدیث عائشہؓ الطبرانی فی الاوسط و حدیث ابن ابی اوفیؓ الامام احمدؓ فی مسندہ۔

اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-
 سلوا اللہ علماً نافعاً و قعوداً باللہ من علم تم اللہ تعالیٰ سے علم نافع کا سوال کرو اور ایسے علم سے
 لا ینفع۔ (ابن ماجہ ص ۲۸۱) پناہ مانگو جو نفع نہ دیتا ہو۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علوم غیر نافعہ عطا نہیں فرمائے گئے بلکہ آپ نے خود ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے حالانکہ جمیع علوم ماکان و مایکون میں ہر قسم کے علوم داخل ہیں۔ خواہ وہ نافع ہوں جیسے علوم دینیہ اور علوم مفیدہ دنیویہ، یا غیر نافع ہوں جیسے علوم سفلیہ خسیہ۔ اور آجکل اس فلمی اور موسیقی اور مکرو خدایہ وغیرہ کے دور میں شرعاً علوم غیر نافعہ کا سمجھنا چندالغبار نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ جناب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ایسے غیر مفید علوم سے پناہ مانگی ہے جن سے ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ضرور محفوظ رکھا ہے، اور ان غیر نافع علوم سے آپ کا محفوظ رہنا ہی آپ نے اپنا کمال سمجھا ہے مگر فریق مخالفت ان غیر نافعہ علوم کو بھی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے بلکہ اس پر مبصر ہے اور اس میں اس کو کمال نظر آتا ہے۔ عی

بہیں تفاوت راہ است از کجاست کہ

فریق مخالف کا جواب | فریق مخالفت کا کہنا ہے کہ دنیا میں کوئی علم غیر نافع ہے ہی نہیں اور بعض جہلا کا کہنا ہے کہ من علم لا ینفع قضیہ سالیہ ہے اور اس کے لیے وجود موضوع ضروری نہیں ہوتا۔ لہذا دنیا میں غیر نافع علم کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ نفس علم کسی شے کا بڑا نہیں اب مخالفین کا وہ سوال اٹھ گیا کہ حضور علیہ السلام کو بڑی چیز دل چوری اڑنا، جادو، استعار کا علم نہیں تھا، کیونکہ ان کا جاننا عجیب ہے۔ بتاؤ خدا کو بھی ان کا علم ہے یا نہیں؟ الخ

اور اس سے قبل لکھتے ہیں کہ: اسی طرح جادو دیکھنا فرض ہے دفع جادو کے لیے الخ (اور اس پر مقدمہ شامی کا حن ذمیرۃ الناظرۃ کا حوالہ پیش کیا ہے)۔ (جماد الحق ص ۲۸)

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ: ”ادنی شیء کا علم ادنی نہیں ہوتا۔ شیئی ادنی ہو تو ہو لیکن اس کا علم ادنی نہیں ہوتا۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ ہر شیء کا علم نفع دینے والا ہوتا ہے۔ مثلاً ادنی شیئی کا علم اگر آپ کو نہ ہو تو اس میں بھی نفع نہیں کیونکہ دہائی کو اعتراض کا موقع مل جائے گا کہ آپ کو ادنی شیئی کا علم حاصل نہیں (مقتباس ص ۳۶)

جواب | فریق مخالفت کا یہ جواب نہ اچھا نہ اور معاندانہ ہے جو کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتا اولاً اس لیے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر نافع علوم سے پناہ مانگی ہے

تو یہ خود اس کی دلیل ہے کہ دنیا میں کچھ علم ضرور ایسے بھی ہیں جو نافع نہیں ہیں، ورنہ معدوم محض سے محض
کا پناہ مانگنا بے معنی اور عبث ہوگا (معاذ اللہ تعالیٰ) اور من علیہ لا ینفع قضیہ سالیہ نہیں بلکہ قضیہ موجرہ سالیہ
المحمل ہے جس کے لیے وجود موضوع ضروری ہے۔

وثانیاً، کئی علم کے دینی نقطہ نظر سے غیر نافع ہونے کا انکار کرنا بداہت کا انکار کرتا ہے جس شخص
کو بھی دین میں کچھ بصیرت حاصل ہے وہ بالیقین جانتا ہے کہ بہت سے علوم ایسے ہیں جن کا دین میں
کوئی فائدہ نہیں ہے اور ایسے علوم کا جاننا مکلف اور پابند شرع مخلوق کے لیے عیب ہے۔ رہا باری تعالیٰ
کا معاملہ تو وہ مکلف نہیں ہے لَا یُسْئَلُ عَنْهَا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُونَ۔

وثانیاً، ہم بعض ایسے علوم و فنون کی نشان دہی کرتے ہیں جو شریعت میں مذموم اور قبیح ہیں اور
ہر لحاظ سے غیر نافع اور غیر مفید ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-
من اقتبس علماً من النجوم اقتبس
شعبة من السحر زاد ما زاد (ابوداؤد ج ۱۸)
واہن ماجہ ۲۴۳ ورجال سناؤنقات الدلیل الطالب ۱۵۸
کیا سونیا دہ کیا۔

اور حضرت شاہ عبدالغنی المجدوی المصنفیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

وادخل صاحب الدفی العلم الحرام علم
الفلاسفة والشعبۃ والتنجیم والرمل وعلوم
الطباعین والسحر والکھانۃ (المجروح الحاجۃ ۲۴۳)
صاحب مد نے حرام علم میں علم فلسفہ، شعبہ
نجوم، رمل، علم طبعیات، جادو اور کھانت سب
کو شامل کیا ہے۔

اور علامہ خطابی الشافعیؒ (المتوفی ۳۸۸ھ) لکھتے ہیں کہ:-

علم النجوم المنہی عنہ ہر ما یدل علیہ
اہل التنجیم من علم الکوائن والحوادث
التی لم تقع کما جئ الامطار وتغیر الاسماء
واما ما یعلم بہ اوقات الصلوة وجہۃ
القبلة فغیر داخل فیما نہی عنہ (معالم السنن ج ۵)
جس علم نجوم کی ممانعت آئی ہے وہ وہ علم ہے جس
سے اہل نجوم واقعات اور حادثات کی قبل از وقوع اطلاع
پتے ہیں جیسے بارش کا ہونا اور اشیاء کے رخ کی
غیر وغیرہ اور علم نجوم کا وہ شعبہ جس سے اوقات نماز
اور حجت قبلہ کا تعین ہوتا ہے، وہ ممنوع علم نجوم

کذا فی تعلیق المصمود ج ۲ ص ۱۸۹

میں داخل نہیں ہے۔

امام ابوسلمان احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی الشافعی (المتوفی ۳۸۸ھ) کی اصل عبارت یوں ہے۔

علم النجوم المنصی عنہ هو ما یدعیہ اهل التنجیم من علم الکوائن والحوادث التي لم تقع وستقع فی مستقبل الزمان کاخبارهم باوقات هبوب الرياح ومجئ المطر وظهور المحر والبرد وتغیر الاسعار وما کان فی معانیها من الامور یزعمون انهم یدعون معرفتها بسیر الکواکب فی مجاریها واجتماعها واقترائها ویدعون لهما اثرا فی السفلیات وانها تتصرف علی احکامها وتجرى علی قضایا موجباتها وهذا منهم تحكم علی الغیب وتعاط لعلوم امثال الله سبحانه به لا یعلم الغیب احد سواه فاما علم النجوم الذی یدرك من طریق المشاهدة والحس کالذی یعرف به الزوال ویعلم به جهة القبلة فانه غیر داخل فیما نهی عنه الله

جس علم نجوم سے منع کیا گیا ہے وہ وہ علم نجوم ہے جس کا نجومی دعوئے کرتے ہیں کہ مستقبل زمانہ میں یہ یہ حادثات رونما ہوں گے جو ابھی تک واقع نہیں ہوئے مثلاً ان کا ہواؤں کے چلنے بارش کے نازل ہونے گرمی اور سردی کے ظاہر ہونے اور اس طرح کے دیگر امور کی خبر دینا جس کے بارے میں وہ یہ دعوئے کرتے ہیں کہ وہ ان حوادث کو سیاروں کے اپنے راستوں پر چلنے اور ان کے اجتماع واقتران سے جان لیتے ہیں اور وہ یہ دعوئے کرتے ہیں کہ ان سیاروں کی سفلیات میں تاثیر ہے اور وہ سیارے اپنے حکموں پر تصرف کرتے اور اپنے موجبات کے فیصلوں پر چلتے ہیں اور یہ ان کی علم غیب پر سبب زوری ہے اور ایسے علم پر دست اندازی ہے جس کے ساتھ صرف پروردگار ہی متفرد ہے اور اس کے سوا غیب کوئی بھی نہیں جانتا، اور علم نجوم کا وہ شعبہ جو مشاہدہ اور جس کو طریقہ سے اخذ کیا جاتا ہے مثلاً زوال کا وقت اور جهت قبلہ معلوم کرنا تو وہ منہی داخل نہیں ہے۔

(معالم السنن ج ۵ ص ۳۷۲ و ص ۳۷۳ طبع مصر)

اور امام نووی الشافعی لکھتے ہیں کہ :-

واما تعلمہ (ای العلم) وتعلیمہ فحرام

(نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲۱ والدلیل ص ۱۵۶)

جادو کا سیکھنا اور سکھانا و نزول حرام ہیں۔

اور اس کی حرمت اہل سنت والجماعت کے داد خصوصیت سے حضرات اخوان کے اعتقاد میں مسلم امام ابو منصور ماتریدی (رحمۃ اللہ علیہ) سے بھی منقول ہے (الدلیل ص ۱۵۶) اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ :-

واما تعلّمہ وتعلیمہ فحرام (فتح الباری ج ۱۰ ص ۸۳) اور علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں کہ :-

فجعلت الشریعة باب التعلّم والطلّعات و الشعوذة بابا واحدا لما فیہا من الضرر نقتضی بالخطر والتحریم (مقدمہ ص ۵۲) شریعت نے جادو، طلسم اور شعبہ بازی کو ایک ہی میں رکھ کر اس کو بالخصوص ممنوع اور حرام قرار دیا ہے۔

اد فصل البطلان مناعت نجوم میں مناعت نجوم کی پُر زور عقلی اور نقلی تردید کرتے ہوئے یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ :-

والنبوءات ایضا منکرة لشان النجوم وتأثیراتها واستقراء الشرعيات شاهد بذات (مقدمہ ص ۵۲) یعنی مزاج نبوت بھی علم نجوم اور اس کی تاثیر کو منکر ہے اور شرعی دلائل کے استقراء سے یہی کچھ معلوم ہو چکا ہے۔

نیز لکھتے ہیں کہ :-

هذا هو الواجب علی من عرفت مفسد هذا العلم ومضاره۔ (ص ۵۲۲) جو شخص علم نجوم کے مفسد اور مضرات سے آگاہ ہے یہی اس پر واجب ہے (کہ وہ اس سے الگ ہے)

اور حضرت ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ :-

واما تعلیمہ وتعلّمہ ففيه ثلاثة اقوال الاول ان یحرم الذی قطع به الجمهور انہما حرامان والثانی انہما مکروہان والثالث انہما مباحان : (شرح فقہ اکبر ص ۱۲۴) جادو کی تعلیم و تعلم میں اختلاف ہے۔ پہلا قول جس پر جمہور علماء اسلام قطعی متفق ہیں اور یہی صحیح ہے کہ جادو کا سیکنا اور سکھانا دونوں حرام ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں مکروہ ہیں، اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں مباح ہیں۔

اور مولانا عبدالحی کسٹنویؒ لکھتے ہیں کہ :- "اتفاق دارند بریں کہ سحر حرام و کبیرہ است و بعض المہ

فقہ الملاق کفر ہم برآں کر وہ است حتی کہ تغا زانی و در حاشی کشاف اجماع نقل میکند "الما (مجموعہ فتاویٰ ج ۲ ص ۱۲)۔

اور حضرت شاہ علی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ :-

داما علم النجوم فانه لا یضرحمله علم نجوم کی جمالت بالکل غیر معزز ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۹۵)

اور ذاب صدیق حسن خاں صاحب غیر متقدمین کے مسلم پیشوا لکھتے ہیں کہ :- "تعلیم این علم و عمل بدال حرام است مثل تعلم سحر و عمل بدال سواء بسواء (الدلیل الطالب ص ۱۵۷)۔

اور علامہ ابن خلدون "صناعة سیمیار کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :-

فمن قبیل السحر (مقدمہ ص ۲۹۷) وہ جادو کی قسم سے ہے

اور علم موسیقی کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

تلحين الموسيقى الصناعة فانه لا یدلغی فن موسیقی کی راگ اور لے تو اس کے ممنوع اللہ منہی ان یختلف فی حظهم اذ صناعته مباحة عنہ ہونے میں اختلاف کرنا مناسب ہی نہیں ہے کیونکہ فن للمقران من کل وجہ (مقدمہ ص ۳۲۵) موسیقی ہر لحاظ سے قرآن کریم کے عطف ہے ۔

اور فلسفہ کی قباحہ بتلاتے ہوئے فلسفیوں کا نظریہ یوں بیان کرتے ہیں کہ :-

استنادهم الموجودات کلها إلی العقل الاقل کہ وہ تمام موجودات کو عقل اول کی طرف منسوب (مقدمہ ص ۵۱۶) کرتے ہیں ۔

اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عقل اول مخلوق ہے ۔ اگر تمام موجودات مخلوق کی طرف منسوب

ہیں تو پھر خالق مطلق کا کیا کام ؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

حضرت امام غزالی (الموتفی ص ۵۰۵) غیر شرعی علوم کی دو قسمیں کرتے ہیں ۔ ایک وہ جس پر کوئی اچھا اور مفید نتیجہ مرتب ہو اور لکھتے ہیں کہ وہ علم مقبول اور محمود ہوگا اور دوسری قسم وہ ہے جو اس کے خلاف ہو ۔

پھر آگے علم مذموم کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

داما المذموم منه فعله السحر . الطلسمات و بہر حال مذموم علوم میں سے جادو اور طلسمات اور شعبہ

علم الشعبة والتبیین (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۸۱) اور تبیین و فروع کا علم بھی ہے۔

اور فلاسفہ کے ممالک اور مذاہب کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

بعضا کثر وبعضها بدعة (ص ۱۹) بعض ان میں سے کفر اور بعض بدعت ہیں۔

اور علم طبیعیات کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں کہ:-

وبعضها مخالف للشرح والدين الحق فهو جهل اس کا بعض حصہ شرع اور دین حق کے سراسر خلاف

ہے لہذا وہ جہل ہے علم نہیں ہے۔

ولیس بجلد (ج ۱ ص ۱۹)

اور علوم مفیدہ اور مفیدہ اور محمودہ و مذمومہ پر بسط سے کلام کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

علم مذموم کی قسم سے جس کا عقوڑا اور زیادہ حصہ

فالقسم المذموم منه قليله وكثيره هو ماله فائدة فيه في دين ولا دينا اذ فيه ضرر

سب مذموم ہے وہ ہے جس میں دین اور دنیا کا کوئی

يغلب نفعه كعلم السحر والطلسمات

فائدہ نہیں کیونکہ اس کا نقصان نفع سے زیادہ ہے جیسے

والنجيم فبعينه لا فائدة فيه اصلا

جاد و طلسم اور نجوم کا علم ان میں سے بعض کا تو سکے

وصرف العمر الذي هو نفس ما

سے کوئی فائدہ ہی نہیں ہے اور ان میں علم عجزیہ

يملك الانسان اليه اصابة و

کا صرف کرنا جو انسان کی نفس تیز ترین دولت

اصابة النفس مذمومة ومنه

ہے سراسر نقصان ہے۔ کیونکہ عمدہ چیز کا خالص

ما فيه ضرر يوجب على ما يظن انه

کمزور و مذموم ہے اور ان میں کچھ وہ علوم ہیں کہ ان

يحصل به من قضاء وطرف الدنيا

کا نقصان اس نفع سے زیادہ ہے جس کا گمان کیا جاتا

فان ذلك لا يعتد به بالاضافة

ہے کہ اس سے دنیا کا کوئی فائدہ ہوگا۔ کیونکہ وہ حیر

الى الفسر المحاصل عنه۔

سا فائدہ اس سے حاصل شدہ نقصان کے مقابلہ میں

بالکل ہیچ ہے۔

(ج ۱ ص ۲۲)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دنیا میں درخت تو بہت زیادہ ہیں مگر پھلدار درخت

کم ہیں اور پھل بھی بکثرت ہیں مگر میٹھے ان میں بہت کم ہیں وما اکثر العلوم ولیس کلها نافع۔

(احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۷) اور علوم بھی بہت زیادہ ہیں لیکن سب کے سب مفید نہیں ہیں

اور حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ حضرت امام مالک اور ایک جماعت سے نقل کرتے ہیں کہ:-

وَأَنْ تَعْلَمَهُ وَتَعْلِمَهُ كَفَرٌ (بِمَوْلَاهُ فَتَحِ الْمُلُكُ ج ۲۵۵) جادو کا سیکھنا اور سکھانا دونوں کفر ہیں۔

بلاشبک علم نسب بشرطیکہ افراط و تفریط سے محفوظ ہو ایک مفید علم ہے اور اس کے سیکھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ شریعت نے اس کی تلقین کی ہے لیکن اہل عرب کی طرح اتنا غلو کہ حضرت آدم علیہ السلام تک و ثلوق سے نسب نامہ بیان کرنا، اور اسی طرح گھوڑوں، اونٹوں، اگے، حمل اور چمڑوں بلکہ کتوں تک پشت و پشت تک نسب محفوظ رکھنا ایک غیر ضروری اور غیر مفید علم ہے۔ چنانچہ یسعی نسب کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ۱۔

عِلْمُ النَّسَبِ عِلْمٌ لَا يَنْفَعُ وَجِهَالَتُهُ لَا تَنْصُرُ (درواہ ابن عبد البر عن ابی ہریرۃ ر ۵) علم نسب علم لا ینفع و جہالتہ لا تنصر اور اس سے جاہلی رہنا کوئی مضرت نہیں ہے۔

(کنز العمال ج ۵ ص ۷۲۵)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا نسب جب محدین عدنان تک بیان فرماتے تو ۱۔
ثَمِيمُكَ وَيَقُولُ حَذِبُ السَّابِقِينَ قَالَ
پھر ٹوک جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ (و ثلوق سے
اللہ تعالیٰ وقرونا بین ذالک کثیرا -
پورا) نسب نامہ بیان کرنے والے جھوٹے ہیں -
(اخرجه ابن سعد عن ابن عباس ر ۵) حق تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ان کے درمیان بہت سے

(کنز العمال ج ۴ ص ۲۹) قرن گزرے ہیں (لَا يَخْلُقُ اللَّهُ إِلَّا اللَّه)

مطلب یہ ہے کہ جس کو قرآن پاک نے جہنم رکھا ہے، اس کی صحیح اور پوری تفصیل و ثلوق سے کون بیان کر سکتا ہے؟ لہذا حضرت آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔

الحاصل یہ اس سابق بحث کو پیش نظر رکھنے سے یہ بات بالکل آشکار ہو گئی ہے کہ جادو، علم نجوم، اہل، کمانت، طلسم، شیعہ، بازی، ہیما، علم طبعیات، فلسفہ، موسیقی، اور حضرت آدم علیہ السلام تک تفصیل کے ساتھ نسب نامہ وغیرہ تمام غیر مفید اور غیر نافع علوم ہیں اور یہی کچھ شریعت کی نوح سے حاصل ہوا ہے۔ اور جادو وغیرہ کا سیکھنا اور سکھانا تو جمہور اہل اسلام کے نزدیک حرام ہے۔

تعجب اور حیرت پر حیرت ہے مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ پر جو مرجوح اور غیر مفتی بہ قول کوئے کر جادو کا سیکھنا واجب قرار دیتے ہیں اور حضرات جمہور کے قول کو نظر انداز کرتے ہیں۔ عجیب سستا اور نزالہ محکمہ استفادہ ان کے لڑتے آیا ہے! مفتی صاحب یہ تو فرماتے کہ جن مسلمانوں نے جادو وغیرہ نہیں

سیکھا، کیا آپکے فتوے کے رُوسے وہ تارک واجب اور گناہگار نہ ہوں گے؟ کچھ تو لب کثانی فرمائیے۔
 پتہ تو جروا۔ اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ مفتی صاحب جادو کے علم کو واجب کہیں اور خود نہ سیکھیں
 ضرور مفتی صاحب نے جادو کا علم سیکھا ہوگا اور لوگوں کو ضرور وہ سکھاتے بھی ہوں گے۔ اس لحاظ سے مفتی
 احمد یار خاں صاحب نے مفتی ہی نہیں بلکہ ساحرِ عظیم اور جادوگر بھی ہیں۔ سچ ہے ع

جادو وہ جو کسر پر چڑھ کر بولے

وخاصاً اگر کوئی صنتی اور کجرو انسان ان سابق حوالیات پر مطمئن نہیں ہوتا تو ہم اس کو مجبور نہیں
 کرتے۔ آئیے کہ ہم اس کو بریلی کا بنا ہوا سرمہ ہی بتا دیں۔ شاید کہ اُس سے اُس کی آنکھیں موند اور روشن
 ہو جائیں اور یہی شاید اس کے لیے اکیسر ثابت ہو۔ خالصاً صاحب بریلی علم سیمیلو (جو بقول ابن خلدون رح جادو
 کی قسم ہے) کے متعلق لکھتے ہیں کہ :-

(مفوضات حصہ دوم ص ۶)

” نہایت ناپاک علم ہے “

لیجئے اب تو مان جائیے کہ اس دنیا میں ایسے علوم بھی ہیں جو نہ صرف ناپاک ہیں بلکہ نہایت ناپاک
 ہیں۔ افسوس ہے اہل بدعت حضرات پر کہ وہ ایسے ایسے گندے اور ناپاک علوم اس پاک ہستی کی طرف
 منسوب کرتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا کہ :-

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ۚ أَلَمْ يُؤْتِ الْإِنسَانَ عِلْمًا ۚ فَلْيَبْصُرْ فَا تَرَاهُ ۖ

آپ کی شانِ رفیع کے مناسب ہی ہے۔

مگر کیا کیا جائے اہل بدعت کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ ان کے نزدیک تمام غیر مناسب اور نالائق باتوں
 کو امام الانبیاء خاتم الباقین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا عین ایمان، عشق اور محبت ہے
 فَوَاسِعُوا إِلَى اللَّهِ الْمُشْتَكِي وَلَا تَحْمِلُوا حَقَّهُ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ

چل بیٹے آپ دل کو تڑپا کر

کون دیکھے یہ بے بسی دل کی

ارادہ تھا کہ جو حدیثیں ہم نے نفی علم غیب پر پیش کی ہیں اور یہ ایک واضح
 حقیقت ہے کہ یہ جملہ روایات اپنے معنوم میں بالکل واضح ہیں اور اثبات مدعی
 کے لیے نص صریح اور بالکل کافی ہیں) ان کو سن کے لحاظ سے ترتیب وار لکھا جائے، مثلاً پہلے اس

تنبیہ ضروری

میں پیش آنے والے واقعات کی حدیثیں درج ہوں اور پھر سہمہ کی اور علیٰ ہذا القیاس بالآخر سہمہ کی
 مگر ایک خاص اہم اور ضروری مصلحت کے ہمیشہ نظر ہم نے یہ ترتیب ملحوظ نہیں رکھی جیسا کہ اہل علم پر مخفی
 نہیں ہے۔ بہر حال اصل مدعی بالکل عیاں ہو چکا ہے، اب ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ قرآن کریم
 اور صحیح احادیث کے سابقہ پیش کردہ دلائل اور براہین کو ٹھنڈے دل کے ساتھ پڑھا جائے اور پھر ان
 پر عقیدہ رکھا جائے۔ ہر ایک کی قبر کا سوال ہے یہ خداوند عباد کا مقام نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنا ہی نقصان
 ہو اور اس بزم کی تلقین کی پھر کوئی صورت بھی نہ ہو، واللہ داللقائل ۛ

اپنی تو اب تمام ہوئی کائناتِ عجم
 دوا شک تھے سو دیدۂ تر سے گزر گئے

باب ہفتم

گذشتہ الجواب میں آپ نفی علم غیب پر قرآن کریم کی نصوص قطعہ اور ان کی تفسیر میں محترم اور مستند حضرات مفسرین کرام کی عبارات نیز متعدد صحیح احادیث اور ان کی تشریح میں ذمہ دار محترم شراح حدیث کے اقوال ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب اس باب میں ہم اس ترتیب سے چند اہم مسائل ذکر کرتے ہیں کہ عقائد میں غلطی اور غلط فہمی سے کوئی شخص معذور و متصور نہیں ہو سکتا اور نہ مواخذہ سے بچ سکتا ہے اور یہ بھی عرض کیا جائے گا کہ حضرات فقہاء اسلام کے نزدیک کن مسائل میں تکفیر کی جاتی ہے اور معیار تکفیر کیا ہے؟ اور یہ کہ حضرات فقہاء کرام کی اصطلاح میں اہل قبلہ کون لوگ ہیں؟ اور یہ بھی واضح کیا جائے گا کہ حضرات فقہاء کرام کا گروہ نہایت محتاط اور سنجیدہ واقع ہوا ہے۔ وہ بلاوجہ کسی کلمہ گوئی ہرگز تکفیر نہیں کرتا اور غلط انحصار معاصی کی وجہ سے تو کسی ایک فرد کی بھی تکفیر نہیں کرتا اور یہ بھی بیان ہو گا کہ جناب امام الانبیلہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہل ترین قوم میں و تحقیر بھی بالاتفاق کفر ہے اور یہ کہ حضرات فقہاء کرام کا دینی تعقیق اور حلال و حرام وغیرہ کے مسائل میں معتبر ہونا حضرات محدثین کرام کے نزدیک بھی ایک بڑی حقیقت ہے۔ مگر حضرات فقہاء کرام کا یہی محتاط اور سنجیدہ گروہ ہر اس شخص کی تکفیر کرتا ہے جو جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر تسلیم کرتا ہو اور اسی طرح ہر گمان دین کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر سمجھنا بھی ان کے نزدیک کفر ہے، اور ان عبارات پر فریق مخالفت کی طرف پیش کردہ اعتراضات کے جوابات بھی عرض کر دیے جائیں گے، اور اکابرین علماء و دہبہ کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم کا عقیدہ بھی واضح کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز!

عقائد میں غلطی | کسی مجتہد سے نیک نیتی کی وجہ سے واقع ہوا قابل مواخذہ نہیں ہے، اور نہ صرف

یہ کہ ایسا شخص معذور تصور ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ مآثر بھی ہوگا۔ جیسا کہ اس پر صحیح اور صریح حدیث موجود ہے۔ (دیکھئے بخاری ج ۲ ص ۱۹۱ و مسلم ج ۲ ص ۱۶۰ وغیرہ) لیکن اصول دین، ضروریات دین اور عقائد کا معاملہ اس سے بالکل الگ ہے کیونکہ ان میں دیانت کے ساتھ غلطی بھی قابل عفو نہیں ہے اور نہ اس باب میں جہالت اور لاعلمی کی بنیاد پر کوئی شخص معذور سمجھا جاسکتا ہے اور اسی طرح قرآن کریم حدیث مشورہ اجماع اور قیاس جلی کا مخالفت بھی معذور نہیں ہو سکتا، اگرچہ وہ شخص اپنے دعوے پر خیر غریب بھی پیش کرتا ہو۔ چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی الشافعی لکھتے ہیں کہ:-

لان المنحط فی الاموال والعقائد يعاتب بل يعمل او يكتفلان الحق فيهما واحد اجماعاً. (التلويح ص ۱۷)

اصول اور عقائد میں خطا کرنے والا سزاوار گرفت ہے بلکہ اس کی تفصیل یا تنقیح کی جائے گی اس لیے کہ عقائد اصول میں حق صرف ایک ہی ہے (اور فروع کی طرح ان میں حق متعدد نہیں ہے تاکہ موجب عتاب نہ ہو)

اور علامہ حسام الدین المحنفی (المتوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ:-

او عمل بالخریب من السنة على خلاف الكتب ادا السنة المشهورة محدود باطلين جند راصلہ (حمای ۱۵۱ بحث قیاس)

یعنی کتاب اللہ اور سنت مشورہ کے مقابل میں غریب حدیث پر عمل کرنا مردود اور باطل ہے اور اس میں کسی طرح بھی عذر ممدوع نہ ہوگا۔

اور علامہ الشیخ احمد بن محمد الحموی المحنفی (المتوفی ۸۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ:-

والجهل بالضروریات فی باب المفکرات لا یحکم عندا بخلاف غیرها فانه یحکم عندا علی المفتی به (شرح حموی ص ۲۶)

یعنی تکفیر کے باب میں ضروریات سے لاعلمی اور جہالت عذر نہیں ہو سکتی بخلاف غیر ضروریات کے ان میں مفتی بر قول کے موافق جہالت عذر ہے۔

اور حضرت طاعون القاریہ لکھتے ہیں کہ:-
انه اتی بلفظة الکفر وهو یعلم انه اتی بها عن اختیار یحضر

اگر کسی شخص نے اپنے قصد اور ارادہ سے کفر کا کوئی کلمہ زبان سے صادر کیا تو اکثر علماء کے نزدیک وہ کافر

عندماعة العلماء خلافا للبعض ولا يعذر
بالجهل۔ (شرح فقہ اکبر ص ۲۳ کا پوری)

تصور ہوگا بعض نے اس میں اختلاف بھی کیا ہے اور
شخص جہالت اور لامی کی وجہ سے معذور نہ ہوگا۔

اور علامہ عبد الوہاب الشرنوبی (المتوفی ۱۰۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ:-

لان الاجتهاد في الاصول ممنوع عند المحققين
فياثم من اخطأ فيه (اليقوت والجوامع ص ۲۱)

محققین کے نزدیک اصول میں اجتہاد ممنوع ہے سو
ان میں جو خطا واقع ہوتی ہے وہ موجب گناہ ہے۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ لکھتے ہیں کہ:-

فان حان مخالفا للقرآن العظيم والمشهور من
الحديث او الاجماع او القياس الجلي لم يكن
معذورا قط۔ (تقنيات الہیج ص ۱۵۵)

اگر کوئی شخص قرآن کریم حدیث مشہور یا اجماع یا
قیاس جلی کا منکر ہے تو وہ معذور
نہیں ہو سکتا۔

امام سیوطی رحمہ لکھتے ہیں کہ:-

وما خالف القرآن والمتواتر من السنة وجب
تأويله وان لم يقبل التأويل كان باطلا
(بناء الذکیاء ص ۱)

کہ جو حدیث قرآن کریم اور متواتر حدیث کے مخالف
ہو اس کی تاویل کرنی واجب ہے۔ اگر تاویل ممکن نہ ہو
تو وہ حدیث خود باطل ہو جائے گی۔

ان تمام اقتباسات سے یہ باطل روشن ہو جاتی ہے کہ اصول دین اور عقائد میں اور اسی طرح قرآن
کریم، حدیث مشہور، اجماع اور قیاس جلی کے مقابلہ میں اگرچہ خبر غریب بھی پیش کی جاتی تو تب بھی وہ باطل
اور مردود ہوگی اور اس باب میں مخالفت یا غلطی ہرگز معذور نہیں ہو سکتا۔

حضرات فقہاء اسلام کا وہ غلط گروہ ہے کہ جو اپنی احتیاط کی بنا پر بعض باطل فرقوں کی عدم
تکفیر کی وجہ سے بعض حضرات محدثین کو امام کے نزدیک متساہل تصور کیا جاتا ہے۔ اہل علم
کے نزدیک خوارج و معتزلہ اور اسی قسم کے بعض دیگر فرقوں کے بارے میں حضرات فقہاء کو امام اور حضرات
محدثین عظام کا مسلک اور اختلاف پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے۔ حضرات فقہاء کو امام کے نزدیک موجب تکفیر
شرائع اسلام ضروریات دین، اصول دین اور قطعی دلائل (مثلاً کتاب اللہ، حدیث متواتر اور اجماع قطعی)
کا انکار یا اس کی تاویل ہے۔ چنانچہ حضرت امام محمد (المتوفی ۱۸۹ھ) ارقام فرماتے ہیں کہ:-

ومن انكوشيتا من شرائع الاسلام
جس کسی نے شرائع اسلام میں سے کسی ایک چیز کا

فقد ابطال قول لا اله الا الله
 (سیر الکبیر ج ۴ ص ۲۶۵)
 بھی انکار کیا تو اس نے لا الہ الا اللہ کے قول کو
 باطل کر دیا۔

حافظ ابن ہمام الحنفیؒ کہتے ہیں کہ :-
 الاتفاق علی ان ما عان من اصول الدین وضروبیۃ
 (مسائرہ ج ۲ مصری)
 اس پر اتفاق ہے کہ اصول دین اور ضروریات دین میں جو
 شخص مخالفت کرتا ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور علامہ البانوارؒ محمد بن احمد ضیاء النور (المتوفی ۸۵۴ھ) کہتے ہیں کہ :-
 ولا نزاع فی اخطار منکوشی من ضروریات
 الدین - (وکیات ابی البقاء ص ۵۵)
 جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی
 انکار کیا تو اس کی تکفیر میں کوئی نزاع نہیں ہے۔

اور علامہ شمرانیؒ کہتے ہیں کہ :-
 الکفر هو التکذیب لانه مخالفة نص مقطوع به او
 مخالفة الاجماع (الیواقیت والجرہ ج ۲ ص ۱۲۳)
 کفر کا مطلب تکذیب ہے کیونکہ اس کے ذریعہ نص قطعی یا اجماع
 کی مخالفت واقع ہوتی ہے (ادبیہ کفر ہے)

اور علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاویؒ (المتوفی ۹۹۰ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :-
 اذ لا نکفر احدا من اهل القبلة الا بانکلا
 قطعی من الشریعة -
 ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے مگر اہل جب
 کوئی شخص شریعت سے ثابت شدہ کسی قطعی دلیل کا

انکار کرے۔
 (فتح المغیث ص ۱۲۳)
 اور مشہور متکلم اسلام قاضی عبدالرحمن الایجیؒ (المتوفی ۸۵۰ھ) کہتے ہیں کہ :-
 الکفر هو خلاف الایمان فهو عندنا عدم
 تصدیق الرسول فی بعض ما علم بحقیقہ ضروریۃ
 (المواقف مع الشرح ص ۴۲۲)
 کفر ایمان کے خلاف ہے اور ہمارے نزدیک کفر جہاں
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جن ضروریات
 دین کا ثبوت ہو چکا ہے ان میں سے کسی کا انکار کرنا ہے۔

اور علامہ ابن حزمؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) کہتے ہیں کہ :-
 او حید شیعاً هم عنده بان التبی صلی اللہ
 علیہ وسلم قاله فهو کافر
 (الفصل فی الملل والنحل ص ۱۲۴)
 یا وہ شخص کافر ہے جو کسی ایسی چیز کا انکار اور تجہود کرے
 جس کا ثبوت اس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم سے ہو چکا ہے کہ آپ نے یوں فرمایا ہے۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ (المتوفی ۳۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ :-

لَا خِلَافَ فِي كُفْرِ الْمُخَالَفِ فِي ضَرُوعِيَّاتِ الْوَسْطِ
وَأَنَّ عَانَ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ الْمُرَاطِبِ طَوْلَ عَصَاهِ
عَلَى الطَّلَاعَاتِ كَمَا فِي شَرْحِ التَّحْقِيرِ
(رد المحتار ج ۱ ص ۲۴۷)

حضرات فقہاء کرام کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے
کہ جو شخص ضرورتاً اسلام کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ اگرچہ وہ
اہل قبلہ میں سے ہو اور اپنی ساری زندگی اس کے طلاقاً
اور عملات میں گزار دی ہو۔

اور دوسرے مقام میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

الْبِدْعَةُ الَّتِي تَخَالَفُ الدَّلِيلَ الْقَطْعِيَّ الْحَاجِبَ
لِلْعَدَمِ أَيْ الِإِعْتِقَادَ وَالْعَمَلَ لَا تَقْتَرِبُ شَبْهَةً
فِي لَفْظِ التَّكْفِيرِ مِنْ صَاحِبِهَا وَفِي الِاخْتِيَارِ
وَعَلَّ بِدْعَةً تَخَالَفُ دَلِيلًا يُوجِبُ الْعَدَمَ
الْعَمَلُ بِهِ قَطْعًا فَهِيَ كُفْرٌ وَعَلَّ بِدْعَةً لَا تَخَالَفُ
ذَلِكَ وَأَمَّا تَخَالَفُ دَلِيلَةٍ يُجِبُ الْعَمَلَ ظَاهِرًا
فَهِيَ بِدْعَةٌ وَضَلَالٌ وَلَيْسَ بِكُفْرٍ
(رسائل ابن عابدین ص ۳۶)

وہ بدعت جو دلیل قطعی کے مخالف ہو یعنی ایسی دلیل
کے مخالف ہو جو موجب اعتقاد اور عمل ہے تو ایسی بدعت
کے ترک کی تکفیر میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا اور
اختیار میں ہے کہ ہر ایسی بدعت جو ایسی دلیل کی مخالفت
ہو جو قطعاً طریق پر موجب علم و عمل ہے تو وہ بدعت کفر ہوگی
اور جو بدعت ایسی نہ ہو بلکہ وہ ایسی دلیل کے مخالف
ہو جو موجب عمل ہی ہے تو وہ بدعت اور گمراہی تو ہوگی
مگر کفر نہ ہوگی۔

علامہ محقق الحافظ محمد بن ابی اسیم الوزير البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۲ھ) لکھتے ہیں کہ :-

لَا بَانَ الْكُفْرُ وَجَدَ الضَّرُوعِيَّاتِ مِنَ الدِّينِ
أَوْ تَأْوِيلَهَا (إيضاح الحق على الخلق ص ۲۵۷)

کفر ضروریات دین کے انکار یا ان کی تاویل کا
نام ہے۔

شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ (المتوفی ۷۵۰ھ) لکھتے ہیں کہ :-

وَالْحَقُّ أَنَّهُ لَا يَكْفُرُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ
الْقِبْلَةِ إِلَّا بِانْكَارِ مُتَوَاتِرٍ مِنَ الشَّرِيعَةِ
مِنْ صَاحِبِهَا فَإِنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ مَكْذَبًا
لِلشَّرْعِ وَلَيْسَ مُخَالَفَةُ الْقَوَاطِعِ مَأْخُذًا
لِلتَّكْفِيرِ وَأَمَّا مَأْخُذُ مُخَالَفَةِ السَّمْعِيَّةِ

حق بات صرف یہ ہے کہ کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں
کی جاسکتی تا وقتیکہ وہ کسی ایسی دلیل کا انکار نہ کرے جو
تواتر کے ساتھ صاحب شریعت سے ثابت ہوئی ہو
کیونکہ اس صورت میں وہ شرع کا مکذب ہوگا اور محض
عقلی دلائل کا انکار موجب تکفیر نہیں ہو سکتا۔ تکفیر کا موجب

القطعية طريقاً ودلالة

تو ایسی سمعی دلائل کا انکار ہے جن کا ثبوت بھی قطعیت کے ساتھ ہو چکا ہو اور جن کا مدلول بھی قطعی ہو۔

(احکام الاحکام ۲۶ ص ۹۹)

قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:-

وكذلك يقطع بتكفير من كذب

او انكر قاعدة من قاعد الشوع وما

عُرف يقيناً بالنقل المتواتر. شفا ص ۲۷۸

اور علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:-

مخالفة الحق من اهل القبلة ليس بكفر ما

لدى مخالفة ما هو من ضروريات الدين.

(مقاصد مع الشرح ۲۶ ص ۲۶۸)

اس کی شرح میں علامہ تفتازانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:-

فلا نزاع في كفر اهل القبلة المواظب

طول العمر على الطاعات باعتقاد قدم

العالم ونفى حشر الاجساد ونفى العلم

بالمجزئيات ونحو ذلك وكذا البصودر

شيئ من موجبات الكفر -

(شرح مقاصد ص ۲۸۲)

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۲۴ھ) لکھتے ہیں کہ:-

وفجول این فترہ مبتدعہ اہل قبلہ اندر تکفیر آہنا جرات نہاید نمودنازمانیکہ انکار

ضروریات دینیہ نمایندہ و متواترات احکام شرعیہ نمکنند و قبول ما

علم مجبیہ من الدین بالضرورة نمکنند

(مکتوبات امام ربانی ج ۳ ص ۲۸، ۸۶ ص ۱)

علامہ الحنفی رحمہ اللہ اور حضرت ملا علی نقاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ (واللفظ لا نقل)

یہی ہی اس شخص کا کفر قطعی طور پر ثابت ہوگا جو

شریعت حقہ کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کی تکذیب

یا انکار کرے اور اسی طرح نقل متواتر سے منقولہ انکار کرے۔

اہل قبلہ میں سے حق کا مخالف کافر نہیں ہوگا

جب تک کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی

چیز کا مخالف نہ ہو۔

اہل قبلہ میں سے اُس شخص کی تکفیر میں کوئی نزاع نہیں

ہے جس کی ساری زندگی عبادت میں گزر چکی ہو جبکہ وہ

قدم علم و حشر اجساد کی نفی اور اللہ تعالیٰ سے جزئیات

کے علم کی نفی کرتا ہو اور اسی طرح اگر کوئی اور چیز موجبات

کفر میں سے اس سے صادر ہوگئی تو اس کے کفر میں بھی

کوئی شک نہیں ہے۔

وقع الإجماع من علماء الدين على تكفير
 كل من دافع نص الكتاب أي منع ونزع
 فيما جاء صريحاً في القرآن كبعض الباطنية
 الذين يدعون لها معاني أخذ غير ظاهرها
 أو خص حديثاً عاماً منطوقه مجمعا على نقله
 عن ثقة الرواة مقطوعاً به في دلالة على
 صريحه مجمعا من العلماء والفقهاء على
 حمله على ظاهره من خبر تاويل وتخصيص
 ولا نسف فانه تلاعب مؤيد للفساد شرح شفاء خواجه
 ج ۴ ص ۵۷ وشرح ملا علی القاری ص ۵۷ (۱۵۶)

علاؤ دینی کا اس پر اجماع اور اتفاق واقع ہو چکا ہے۔
 کہ وہ شخص کافر ہے جو نص کتاب کو جو کہ صراحۃً ساتھ
 قرآن میں آچکی ہے رد کرے جیسے بعض باطنیہ جو ان کے
 غیر ظاہری معانی کا ادعا کرتے ہیں یا کسی عام اور صریح
 حدیث کو رد کرے جو وثوق سے ثقہ راویوں سے
 ثابت ہو چکی ہے اور اس کا مدلول بھی قطعی ہو اور علما
 اور فقہاء کا اس کو ظاہر پر حمل کرنے پر اجماع بھی واقع
 ہو چکا ہو کہ نہ تو اس میں تاویل و تخصیص آئی ہے اور نہ
 نسخ کیونکہ الیا کرنے والا انصوص قطعیہ سے کیلتا ہے اور
 فساد کا دروازہ کھولتا ہے۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رقمطراز ہیں کہ:-

و اگر از فرقہ ثانی است مبتدع است اگر برخلاف قرن اول عمل یکن پس در بدعت
 او ملاحظہ باید نمود اگر مخالف ادلہ قطعیہ است یعنی نصوص متواترہ و اجماع قطعی است
 اور اگر با خبر باید شمر دو اگر مخالف ادلہ ظنیہ قرینہ الیقین است مانند اخبار مشہورہ و اجماع
 عرفی گمراہ تو ال فہمید دعون الکفر (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۵۶)

ان تمام عبارات سے یہ بات بالکل آشکارا ہو جاتی ہے کہ حضرت فقہاء کرام رحمہ کے نزدیک
 ہر چیز کا انکار یا ہر مخالفت موجب کفر نہیں ہوتی بلکہ صرف ان اشیاء کا انکار کفر ہے جن کا ثبوت
 ادلہ قطعیہ سے ثابت ہو اور جو امور ضروریات دین اور اصول دین میں سے ہوں صرف ان کا انکار کرنا
 یا ان کی تاویل کرنا کفر ہے۔ اور ان عبارات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات فقہاء کرام رحمہ جب بھی کسی
 شخص کی کسی مسئلہ میں تکفیر کرتے ہیں تو مسئلہ کے ثبوت کے دلائل پر اچھی طرح سے
 نگاہ رکھ کر اور قطعی اور ظنی اور ضروریات دین اور غیر ضروریات کا فسق ملحوظ
 رکھ کر تکفیر کرتے ہیں۔

کیا ضرورت دین میں تاویل کفر سے بچا سکتی ہے

ضرورت تو نہیں کہ ہم اس ساقی بحث کے بعد کچھ اور بھی
عرض کریں، کیونکہ ان پیش کردہ عبارات میں بعض کے اندر
صراحت سے یہ بات گزر چکی ہے کہ ضروریات دین کے اندر

تاویل بھی مجھو اور انکار کی طرح خالص کفر ہے۔ مگر ہم مزید وضاحت کے لیے چند حوالے اور سپرد قلم
کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:-

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ النجاشی (المتوفی ۸۷۰ھ) اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (المتوفی ۱۰۷۰ھ)
فرماتے ہیں:- (واقظہ لہم)

والتاویل فی ضروریات الدین لا يدفع الکفر
(خیالی ص ۱۴۶ مع الحاشیہ)

اور شیخ الصوفی محی الدین ابن عربی (المتوفی ۶۲۸ھ) بھی تاویل فاسد کو کفر قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ
ہو فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۸۵ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ:-

ثم التأویل تأویلان تأویل لا یخالفت قاطعاً
من الکتاب والسنة والاتفاق الأمة
وتأویل یصادم ما ثبت بالقاطع فذالک
الزندقة۔

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ:-

وان اختلفت به ظاهراً لکنه یفسر بعض
ما ثبت من الدین بخلاف ما فسده القمابة
والتابعون واجمع علیہ الامّة فهو
الزندیق (مسوی ج ۲ ص ۱۰۹)

اور نیز ارغام فرماتے ہیں کہ:-

”تاویل آنست کہ مخالف نص کتاب یا سنت مشہورہ یا اجماع یا قیاس علی واقع شود“ (ازالۃ الخلل ص ۸)
اور علامہ وزیر میانیؒ لکھتے ہیں کہ:-

تَعْلَمُ مَعْتَبَةً بِالضَّرُورَةِ مِنَ الدِّينِ بِحَيْثُ يَكْفُرُ بِخَالِفَةِ
فَهَذَا الْجَمَاعِ مَصَحِّحٌ - (اِثْبَاتُ الْحَقِّ عَلَى الْخَلْقِ ص ۱۴۳)
یعنی جس چیز کا ضروریاتِ دین سے ہونا صحت کے ساتھ
ثابت ہوا اسکے مخالف پر اجماع صحیح سے کفر عائد ہوگا۔
اور یہی بزرگ رقمطراز ہیں کہ:-

مَذْهَبُ الْإِسْلَامِ مِنَ الْأُمَّةِ وَجَاهِدِ
عِلْمَاءُ الْأُمَّةِ وَهُوَ التَّفْصِيلُ وَالْقَوْلُ بِلَا التَّوِيلِ
اكثر ائمة اور جمهور علماء امت کا مذہب اور تفصیل
قول یہ ہے کہ قطعیات کے اندر تاویل کفر سے
نہیں بچا سکتی۔ (الکفر والاعتقاد ص ۲۰۳)

اور حضرت علامہ السید محمد الزہرہ صاحب کشمیری ثم دیوبندی (المتوفی ۱۳۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ:-
التَّوِيلُ فِي ضَرُورِيَّاتِ الدِّينِ لَا يَقْبَلُ
ضروریاتِ دین میں تاویل قابلِ قبول نہیں ہے اور
ضروریاتِ دین میں تاویل کرنے والے کی باقاعدہ
تکفیر کی جائے گی۔ (دلائل المحدثین ص ۵۸)

اور فریقِ مخالف کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب (المتوفی ۱۳۴۴ھ) لکھتے ہیں کہ:-
احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو۔ صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات
بھی کفر نہ ہے۔
پھر اگے لکھتے ہیں کہ:-

۱ شفاء شریف میں ہے ادعاه التَّوِيلِ فِي لَفْظِ مَسْرَاحٍ لَا يَقْبَلُ، صریح لفظ میں تاویل
کا دعویٰ نہیں سنا جاتا، شرح شفاء قاری ۷ میں ہے ہو مردود عند قواعد الشرعية
ایسا دعویٰ شریعت میں مردود ہے۔ لیسیم الیہ اقص میں ہے لَا يَتَعَنَّ لَشَلْهُ وَيَعْدُ هَذَا
ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور وہ مہیاں سمجھی جائے گی۔ فتاویٰ خلاصہ و فصول عمدتہ
و جامع الفصولین و فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں ہے وَاللَّفْظُ لِلْعَهْدَادَى مِنْ قَالَ اِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
اَوْ قَالَ بِالْفَارِسِيَةِ مَنْ يُعَذِّبُ مِمَّنْ يَرِيدُ بِهِ مِنْ بَيِّنَاتٍ مِمَّنْ يَكْتُمُ لَعْنَى الْكُفْرِ كَوْنِي
شخص اپنے آپ کو اللہ کا رسول یا پیغمبر کہے اور معنی یہ لے کہ میں پیغام لے جاتا ہوں قاصد
ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا، یہ تاویل نہ سنی جائے گی۔ فاحفظہ! بلقظہ۔
(حسام الحرمین ص ۲۶ و ص ۳۸)

غرضیکہ اس قاعدہ پر حضرات فقہا کرام اور موافق و مخالف سبھی متفق ہیں کہ ضروریات دین اور قطعیت میں اور اسی طرح صریح الفاظ میں تاویل ہرگز قابل سماعت نہیں ہے اور ایسی تاویل کسی کو کفر سے نہیں بچا سکتی۔ قائل بہر حال کافر ہو گا۔ لاشک فیہ ولا ریب۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم اور اجماع اہل سنت کے خلاف کسی چیز کی تفسیر کرنا مذکورہ اور الحاد ہے اور اسی تحریف اور الحاد پر اہل بدعت کی عداوت قائم ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:-

مثل طوائف من اهل البدع اعتقدوا مذاهب باطلة وعدوا الى القرآن فتاؤلوه على رأيهم وليس لهم سلف من الصحابة والتابعين لا في رأيهم ولا في تفسيرهم۔

جیسے اہل بدعت کئی گروہ پہلے غلط عقائد اختیار کرتے ہیں اور پھر ان کی ترویج کیلئے قرآن کریم سے دلائل لاتے ہوئے اپنی باطل رائے کے اثبات کے لیے تاویلات کا کام لیتے ہیں حالانکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم نہ تو ان اہل بدعت کی رائے سے متفق ہیں اور نہ ان کی تفسیر سے۔

اور پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:-

وفي الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة والتابعين وتفسيرهم الى ما يخالف ذلك كان خطأ في ذلك بل مبتدعاً لانهم كانوا اعلم بتفسيره ومعانيه كما انهم اعلم بالحق الذي بعث الله به رسوله۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جو لوگ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم کے مذہب اور ان کی تفسیر سے ہٹ کر مخالفانہ پوزیشن پر کھڑے ہو گئے تو وہ یقیناً خطا کا رونا کھونٹا بلکہ بدعتی ہوں گے کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم اور معانی کو درست سے بہتر جانتے تھے جیسا کہ وہ اس حق کو بہت خوب جانتے تھے جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے تھے۔

تفسیر القرآن ج ۲ ص ۱۸۱۔ طبع مصر

اور نیز لکھتے ہیں کہ:-

والمبتدع ليس له قصد الاحتريف الفيات وتوسيتها على مذهبه الفاسد بحيث انه متى لاح له شارحة من بعيد اقتنصها او وجد موضعاً له فيه ادنى مجال سارع اليه۔

بدعتی کا مقصد یہی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوا کہ وہ آیات کو بدل کر اپنے باطل مذہب پر چپا لے کر کہیں دُور سے کوئی اور پرا اشارہ بھی اس کو نکار کر ناپڑے تو اس سے بھی وہ باز نہیں آتا اور اگر کہیں وہ ادنی ترین جگہ بھی دیکھ لے گا اس کی محسوس کرتا ہے تو بہت

(ج ۲ صفحہ ۱۹)

جلد وہ اپنے دجل پر اتر آتا ہے

لطیفہ

قادرین کرام ٹپے حیران اور متعجب ہوں گے کہ اہل بدعت کو قرآن کریم اور صحیح احادیث کے وہ معانی اور مطالب جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد ہے کیوں سمجھ میں نہیں آتے؟ لیکن حیرت کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد سمجھنے کے لیے جن شرائط کی ضرورت ہے، ان میں سے ایک شرط بھی اہل بدعت میں موجود نہیں ہے اور جن موانع کا ازالہ اور خدا کی ضروری ہے وہ ایک ایک مانع اہل بدعت میں موجود ہے، پھر بھلا ان کو صحیح معنی کی کچھ آئے تو کہاں سے؟ اور خدا تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد تک وہ رسائی حاصل کریں تو کیسے؟

علامہ عبدالوہاب شمرانیؒ شیخ اکبرؒ کے خوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرامؒ کی باتوں کو سمجھنے کے لیے وسیع اور نہ فی الدنیا شرط ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ:-

جو شخص دنیا کی طرف مائل ہو جائے تو اس کو باریکچوں کی سمجھ کی کبھی توفیق ہی نہیں ہو سکتی۔

واما مع ميله الى الدنيا فلا يسيل له الى فهم الغوامض اذ (اليقوت للخواهر ج ۱ ص ۱۷۷)
اور علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ:-

برہان میں کہہ رہے کہ جانا چاہیے کہ ناظر کو وحی کے معانی کی سمجھ نہیں آ سکتی اور نہ اس پر اس کے بھید کھل سکتے ہیں جب تک اُس کے دل میں بدعت تکبر اپنی مائے اور حب دنیا مانگنیں ہو یا وہ گناہ پر مقرب ہو یا ایمان ثابت نہ ہو یا تحقیق کا نکتہ ہو یا کسی ایسے مفسر پر اعتماد کرتا ہو جس کے پاس علم مسیح نہ ہو یا مفسر اپنی عقل نارسا سے کام لیتا ہو یہ امور سب کے سب موانع ہیں ان کی موجودگی میں وحی الہی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ اہل ان موانع میں درجہ بدرجہ فرق ضرور ہے۔

قال في البرهان احده انه لا يحصل لناظر فهم معاني الوحي ولا يظهر له اسراره و فاق قلبه مبدعة او كبر او حوى او حب الدنيا او هو مصر على الذنب او غير متحقق بالاكليات او ضعيف التحقيق او يعتمد على قول مفسر ليس عنده علم او راجع الى معقوله و هذه كلها حجب وموانع بعضها آكد من بعض

(تفسیر القان ج ۲ ص ۱۸۱)

اہل قبلہ کون ہیں؟ سابق عبارات میں اہل قبلہ کا ذکر ہوا ہے بعض اہل علم کو یہ شبہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر درست نہیں ہے، بلا شک اہل قبلہ کی تکفیر جائز اور صحیح

نہیں ہے، اور حضرات ائمہ اسلام کے بعض اقوال پہلے عرض کئے جا چکے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر ہم نہیں کرتے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اہل قبلہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اگرچہ بعض سابق عبارات میں اس کی تصریح گزر چکی ہے کہ اہل قبلہ جو اصول دین اور ضروریات دین کے منکر اور مائل نہ ہوں تو وہ کافر نہیں ہیں اور اگر وہ ضروریات دین کے منکر یا مائل ہوں تو اگرچہ ان کی ساری زندگی ہی عبادت میں گزر چکی ہو وہ بہر حال کافر ہیں مگر ہم مزید اطمینان اور تشریح کے لیے چند عبارات اور نقل اور عرض کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت ملا علی نقاریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروریات الدین الا شرح فقہ اکبر (ص ۱۸۹) ضروریات دین پر متفق اور ان کے قائل ہوں۔

اور علامہ عبدالعزیز الفریادیؒ (المتوفی بعد ۱۲۳۹ھ) اہل قبلہ کے جملہ کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

وفی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین ای الامور التي علم ثبوتها فی الشرع واشتہر فمن انکر شيئاً من الضروریات کحدوث العالم وحشر الاجساد وحلم الله سبحانه بالجنریات وفرضية الصلوة والصوم لم یکن من اهل القبلة ولو کان مجاهداً فی الطاعات وكذلك من باشر شيئاً من امارات التکذیب کوجود الصنم والادھانة بامیر شرعی والا ستمزاء علیه فیس من اهل القبلة ومعنی عدم تکفیر اهل القبلة الا لا

اور حضرات متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ وہ شخص ہے جو ضروریات دین یعنی ایسے اُمور کی تصدیق کرتا ہو جنکے ثبوت اور شہرت کا علم شرع سے ہو چکا ہو پس جس شخص نے یہی ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کیا۔ مثلاً حدوث علم یا حشر الاجاد یا اللہ تعالیٰ کے علم عزیزیات کا یا فرضیت صلوٰۃ و صوم کا تو وہ شخص اہل قبلہ میں سے نہیں ہوگا، اگرچہ وہ عمارت میں محنت کرتا ہو اور اسی طرح جس شخص نے تکذیب کسی نبیؐ میں سے کسی کلمہ کا ارتکاب کیا مثلاً بت کو سجدہ کیا یا کسی شرعی کام کی امانت اور استنزا کی تو وہ شخص اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا اور اہل قبلہ کی عدم تکفیر کا معنی یہ ہے کہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے اور نیز مخفی اور غیبی مشہور

یکفر بارتکاب المعاصی ولا باتکار اذ مسد
الحفیة غیر المشہودۃ هذا ملحقۃ المحققون
فاحفظہ انتھی (نبراس ص ۵۳)

۱۔ مور کے انکار کی وجہ سے اس کی تکفیر
نہ کی جائے گی یہی حضرات محققین کی تحقیق ہے
سو اس کو محفوظ کر لو۔

اور ایسے ہی منکر ضروریات دین کی تکفیر کی گئی ہے دیکھئے شرح عقائد جلالی ص ۱۸ وغیرہ اور یہ ضروری
نہیں کہ خارج از اہل قبلہ کھٹے طور پر اسلام کا مخالفت ہو اور عبادت اور تقویٰ وغیرہ ترک کر دیے۔ چنانچہ
حافظ الدین امام ابو جرح عسقلانی رحمہ اللہ حدیث غوراج کے فوائد بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

وفیه ان من المسلمین من ینخرج من
الدین من غیر ان یقصد ومن غیر
ان ینتار ویثا علی دین الاسلام الی ان قال
وفیه انه لا ینتفی فی التعذیل بظاهر
الحال ولو بلغ المشہود بتعدیلہ الغایۃ
فی العبادۃ والتقویٰ والوریح حتی
یمتکیز باطن حالہ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے بعض
دین اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کا ارادہ خیر
کا نہیں ہوتا اور وہ کسی اور دین کو دین اسلام کے مقابل میں پسند کرتے
ہیں۔ پھر فرمایا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ
تعدیل میں کسی کے ظاہری حال کو دیکھ کر اعتقاد نہیں کیا
جاسکتا۔ اگرچہ وہ شخص انتہائی درجہ کی عبادت اور سادہ
زندگی اور وسع و تقویٰ کے مطابق وقت گزار رہا ہو
تا وہ فتنہ اس کے عقیدہ کا امتحان نہ کر لیا جائے۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۶۶)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بعض لوگ اسلام کا نام لے کر اور بڑے عزم و خود اسلام میں رہ کر
اور اسلام کو پسند کرتے ہوئے اور حتیٰ کہ عبادت اور وسع و تقویٰ کی زندگی بسر کرتے ہوئے بھی
اہل قبلہ سے خارج تصور ہوتے ہیں وہ انہماکیہ وہ اپنے آپ کو اسلام کا گرویدہ اور شیعیان سمجھتے ہیں بعض
اس لیے وہ دائرہ اہل قبلہ اور حلقہ اسلام سے خارج سمجھے جاتے ہیں کہ وہ ضروریات دین میں سبکدوشی
چیز کے منکر ہوتے ہیں یا اس کی تاویل بے جا کا ارتکاب کرتے ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے حضرت
امام طحاوی رحمہ اللہ اہل قبلہ کی پوری تحریفات اور تفسیر کرتے ہیں کہ:-

ولنہی اہل قبلتنا مسلمین مومنین ماداموا
ما جاد بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
والہ معترفین ولہ بكل ما قلنا واخبر مصدقین

ہم اہل قبلہ کو مسلمان اور مومنین کہتے ہیں جب تک کہ وہ اس
چیلہ کا اعتراف کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے امت تک پہنچی ہے اور جب تک کہ آپ کی ہر

(عقیدۃ الطہادی ص ۵)

بات امدہر خبر کی تصدیق کرنے والے ہوں۔

ان عبارات سے یہ بات بالکل عیاں ہو گئی ہے کہ محض قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے نہ تو کوئی شخص مسلمان اور مومن ہوتا ہے اور نہ اہل قبلہ، تاوقتیکہ وہ تمام ضروریات دین کا اقرار اور تصدیق نہ کرے اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی پیش کردہ شریعت کا من و عن تسلیم کرنے والا نہ ہو۔ ویسے وہ صرف عبادت اور وضع و تقویٰ کی بنا پر حضرات فقہاء اسلام اور متکلمین کے نزدیک ہرگز اہل قبلہ کہلائے کا مستحق نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں کہ۔ وکانیکہ منکر ضروریات دین باشند از اہل قبلہ نہ خواہند بود پس تخییر ایشان خواہ شد (مجموعہ فتاویٰ عبدالحی ج ۲ ص ۳۸۷)۔ سچ ہے :-

زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا عمل بنایا ہے مبت پیٹ دار کو اپنا خدا توڑنے

حضرات فقہاء اسلام کا وہ محتاط اور بخندہ گروہ ہے کہ اگر کسی کلمہ میں
احتیاط حضرت افتخار کرام | کئی احتمالات نکل سکتے ہوں ایک ان میں اسلام کا ہوا اور باقی کفر کے

ہوں تو اس کے قائل کی تخییر حضرت فقہاء کرام اس لیے نہیں کرتے کہ شاید اس قائل کی مراد ہی وہ پہلو اور احتمال ہو جو اسلام کا پہلو ہے، البتہ کہ وہ قائل کفر ہی کے پہلو کو متعین کرے تو پھر اس کو کسی مفتی کا فتویٰ ہرگز کفر سے نہیں بچا سکتا۔ چنانچہ امام زین العابدین ابن نجیم المصری الحنفی (دالمتوفی ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ۔

وفي الخلاصة وغيرها اذا اعلان في المسئلة

وجوب التخصير وجبه واحد يمنع

التخصير فعل المفتي ان يسيل الى الوجه

الذي يمنع التكفير تخينا للظن بالمسلم

زاد في البرازية اذا اصرح بارادة موجب

الكفر فلا ينفعه التأويل حينئذ

(البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۵)

اور اس موقع پر بعینہ ہی عبارت فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۰۷ طبع مصر میں مذکور ہے، ملاحظہ کیجئے

اور برازیہ کا حوالہ ج ۶ ص ۳۹ علی السندیہ میں ہے۔

اور حضرت علامہ علی النعمانی راقم فرماتے ہیں کہ :-

وقل صلح المضامات عن الذخيرة
ان في المسئلة اذا كان وجوه توجب التكفير
وجبه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي ان
يسئل الى الذي يمنع التكفير تحسينا للظن
بالمسلم ثم ان كان نيته القائل الوجه
الذي يمنع التكفير فهو مسلم وان كان
نيته الوجه الذي يوجب التكفير لا ينفعه
فتوى المفتي ولو سر بالتوبة والتجبرع عن
ذلك وتجديد النكاح بينه وبين
امراته (شرح فقه اكبر ص ۲۴)

اور صاحب مضامات نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے
کہ اگر ایک مسئلہ میں کئی پہلو کفر کے اور صرف ایک
پہلو عدم کفر کا ہو تو مفتی کو منع تکفیر کے پہلو کو لینا چاہیئے
کیونکہ اسی میں مسلمان کے حق میں حرج ظنی رہ سکتی ہے
پھر فرمایا کہ اگر قائل کی نیت وہ پہلو ہے جو اسلام
کا ہے تو وہ مسلمان ہے اور اگر اس کی مراد وہ پہلو
ہے جو کفر سے ہے تو اس کو مفتی صاحب کا
فتویٰ فائدہ نہیں دے گا، ایسے شخص کو توبہ اور رجوع
کا حکم دیا جائے گا اور اس کا اس کی بیوی کے ساتھ
از سر نو پھر نکاح کیا جائے گا۔

اور فریق مخالفت کے اعلیٰ حضرت کو بھی حضرات فقہاء کرام رحمہ کے اس اصول سے کئی اتفاق ہے البتہ
انہوں نے حضرت ملا علی نقاری رحمہ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ایک کلمہ میں تنازعہ اُسے احتمال کفر
کے اور صرف ایک احتمال اور پہلو اسلام کا ہو تو اس کے قائل کی تکفیر نہ کی جائے گی الا یہ کہ قائل کی نیت
ہی کفر کے پہلو کی ہو۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ :-

”شرح فقه اکبر میں ہے۔ قد ذکرنا ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع و
تصون احتمالاً للكفر واحتمال واحد في نفسه فلا ولي للمفتي والقاضي ان يعمل بالاحتمال
الذی۔ فتاویٰ خلاصہ وجامع الفصولی و محیط و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے اذا كانت
فی المسئلة وجبه توجب التكفير وجبه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي والقاضي ان
يسئل الى ذلك الوجه ولا يمتنى بكثره تحسينا للظن بالمسلم ثم ان كانت نيته القائل
الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم وان لم يكن لا ينفعه، حمل المفتي كلامه
على وجه لا يعجب المتكفير۔ اسی طرح فتاویٰ ہزازیہ و بحر الرائق و مجمع الانوار و مدلیقہ مذہبہ وغیرہ
میں ہے۔ تاثر خانہ و بحر و سل المحام و تہنید الولاہ وغیرہ میں ہے لا یكفر بالمعتقل لان الکفر
نہایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نہایۃ فی الجنایۃ ومع الاحتمال لانہایۃ۔ بحر الرائق و تہذیب اللہ

وحدیقہ ذبیہ وتنبیہ الولاة وسل الحام وغیر ہا میں ہے :- طلدی تحور انه لا یفتی بعذر مسلم
امکن حمل کلامہ علی حمل حسن الا بلفظہ - (حام المحرمین ص ۲۵ و ص ۲۶)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ باقر وکیل فریق مخالف حضرات فقہاء کو ام کہتے محتاط ہیں کہ اگر ایک کلمہ کے
تسلو اور احتمال ہو سکتے ہیں، تنازعہ کفر کے اور صرف ایک ہی اسلام کا ہو تو وہ فرماتے ہیں کہ قائل
کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ بایں وجہ کہ شاید قائل کی مراد وہ تسلو اور احتمال ہو جو اسلام کا ہے، ہاں اگر وہ
خود ہی کفر کی وجہ کو متعین کرے تو پھر کسی مفتی اور قاضی کا فتویٰ اسے کفر سے نہیں بچا سکتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ ترین تنقیص تو ہمیں بھی کفر ہے۔
یہ بات خصوصیت سے قابلِ توجہ ہے کہ حضرات فقہائے کرام نے جناب رسول اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی ادنیٰ ترین کو بھی موجب کفر قرار دیا ہے اور اس میں کسی قسم کی نرمی اور تساہل سے مطلقاً کام نہیں
یا۔ چنانچہ حضرت امام ابو یوسف ؓ ارقام فرماتے ہیں کہ :-

ایما رجل مسلم سب رسول الله صلى الله عليه وسلم
تعالى عليه وسلم ادكذبه او عابه او
تنقصه فقد كفر بالله تعالى وبانت منه
امرأته فان تاب وإلا قتل -
(کتاب الخراج ص ۱۸۲ طبع مصر)
اور قاضی عیاض ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

اجمع العلماء على ان شاتم النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم المنتقص كافر الوعيد عليه جاز بعذاب الله
تعالى وحكمه عند الأئمة القتل ومن شاك في كفره
وعذابه كفر (الشفاء ص ۱۹)
علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو گالی دینے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے
اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید اس پر جاری ہے اور اُمت کے نزدیک
اس کا حکم قتل ہے اور جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔

حضرت ملا علی نقاری ؒ نقل کرتے ہیں کہ :-
روى ان ابا يوسف ذكر انه عليه الصلوة
والسلام كان يحيب الدباد فقال رجل انما ما

حضرت امام ابو یوسف ؓ سے روایت کی گئی ہے کہ
انہوں نے بیان فرمایا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ

اجماہ حکمہ باستعدادہ

(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۷)

علیہ وسلم کو پسند فرمایا کرتے تھے تو ایک شخص نے کہا
میں تو کدو کو پسند نہیں کرتا اس پر حضرت امام ابو یوسفؒ
نے اس شخص کے ارادہ کا فیصلہ صادر فرمایا۔

یعنی اگرچہ طبعی طور پر بعض حلال چیزیں بعض لوگوں کے مزاج کے موافق نہیں ہوتیں، یہ بات الگ ہے
مگر جب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی لے کر ایسے ایک چیز کی خوبی بیان کی گئی ہو
تو اس کے مقابلہ میں کسی کی ذاتی رائے تعادل کی ضرورت پیدا کر کے موجب تنقیص و تہذیب جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے، جو بیکارے خود کفر ہے لہذا قائل مرتبہ ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)
نیز اتمام فرماتے ہیں کہ:-

امام محمد بن یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کرام کا اس پر اتفاق
ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب و شتم
کرنے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے جو شخص
اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے تو وہ بھی کافر ہے

وقال محمد بن یحییٰ رحمہ اللہ اجمع العلماء علی
ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المستنقض
لہ کافر من شدتی کفرہ وعداہ کفر۔

(شرح فہرست علی بن الحارثی ج ۲ ص ۲۹۳)

اور امام قاضی خاں لکھتے ہیں کہ:-

جب کوئی شخص جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
کسی چیز میں عیب لگائے تو وہ کافر ہو جائے گا بعض علماء نے
کہا ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے بال مبارک کی تصغیر نکال کر چھپا سا بال کہے تو وہ بھی کافر
ہوگا اور امام ابو یوسفؒ البکیر فرماتے ہیں کہ جس نے جناب نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالوں میں سے کسی ایک بال
پر بھی کوئی عیب لکھا تو بلا شک وہ کافر ہے اور اصل میں ذکر
کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنا
کفر ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ آپ کو جہنم ہو گیا تھا تو زور
الاعمال میں لکھا ہے کہ وہ شخص بھی کافر ہو جائے گا۔

إذا غاب الرجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی شیئی کان کافرا قال بعض العلماء لول
شعر النبی صلی اللہ علیہ شعیرا فقد
کفر وعن ابی حنص البکیری ومن
غاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بشعر من شعراته فقد کفر وذكر فی الاصل
ان شتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کفر ولو قال جن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ذكر فی نوادر الاصول انه کفر

(فتاویٰ قاضی خان ج ۴ ص ۸۸۲ زکفر)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (المتوفی ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ:-

وقال القاضي عياض رحمه جميع من سب
النبي صلى الله عليه وسلم او عابه او الحق
به نقصا في نفسه او نسبه او دينه او خصلته
من خصاله او عرض به شبهة بشي على طريق
التبلي لا بد زلله عليه او البغض منه و
العيب له فهو سب له والحكم فيه حكم المات
يقتل (المصارم المجلد ۵ ص ۵۲۸)

اور علامہ الخا جی ر لکھتے ہیں کہ:-

ان من قال ان النبي صلى الله عليه
وسلم كان لونه اسود فيقتل لكذب
على رسول الله صلى الله عليه
وسلم و لونه السواد يضر في
تخثير و اهانته له ايضاً وقال الخا جی ر
لان اثبات منقح له صلى الله
عليه وسلم غير منقح لا يحسن
التي مشعرة بنقص لان صفاته لا
يتصور احصل منها بل كل ما اثبت له
غيرها كان نقصاً بالنسبة لها -

(خا جی شرح شفاء ۴ ص ۵۲۸)

اور حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ:-

دروی ابن وهب عن مالك رحمه من قال
ان رداء النبي صلى الله عليه وسلم دروي

قاضي عياض رحمه نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی جناب نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب کرے یا عیب لگائے یا آپ
کی ذات پاک یا نسب یا دین یا آپ کی کسی خصلت میں کوئی
نقص لگائے یا کسی شخص کو آپ کے متعلق سب اور تنقیص یا
بغض اور عیب کے طور پر کوئی شبہ پیدا کرے تو وہ سب ہی
مستور ہوگا اور اس کا وہی حکم ہے جو سب کا ہے کہ
(اسلامی حکومت کی طرہ سے) وہ قتل کر دیا جائے:

جس نے یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رنگ
مبارک سیاہ تھا تو وہ (تعزیرات اسلام کی رو سے) قتل
کیا جائے گا کیونکہ اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم پر جھوٹ کہا ہے اور سیاہ رنگ معیوب ہوتا ہے اور
اس میں تخریر اور توہین بھی پائی جاتی ہے اور خا جی ر لکھتے
ہیں کہ آپ کے لیے کسی ایسی صفت کا اثبات جو آپ کے
لیے ثابت نہ تھی مشعر تنقیص ہی ہوگا اس لیے کہ آپ
کی صفات سے اکل اور اعلیٰ کوئی اور صفت ہو
ہی نہیں سکتی بلکہ آپ کے لیے آپ کی صفات کے
علاوہ کسی اور صفت کا ثابت کرنا محض آپ کی
تنقیص و توہین ہوگی۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

امام ابن وهب نے حضرت امام مالک سے نقل کیا ہے
کہ جس نے یہ کہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر

مردہ و نسخہ و ادبہ عیبہ قتل

(الصارم ص ۵۲۹)

میلی تھی اور اس سے اس کی مراد عیب ہے تو ایسا شخص .
(قانون اسلامی میں) قتل کیا جائیگا .

ان تمام عبارات اور اقتباسات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ادنیٰ ترین توہین اور تنقیص بھی حضرات فقہاء کرام کے نزدیک موجب کفر ہے اور یہ کہ اسلامی حکومت کا یہ فریضہ ہے کہ اس شخص کو قتل کر دے اور یہ بھی بصراحت گذر چکا ہے کہ جو صفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت نہیں ہے اس کا آپ کے لیے اثبات یقیناً موجب توہین و تمجیس ہے مگر مسئلہ علم غیب میں ان کی تحقیق آپ سنجیدی ملاحظہ فرمائیں گے کہ حضرت فقہاء کرام کا یہ محاطہ اور سنجیدہ گمراہ کیا کتاب ہے۔

نمنا مختصر سی ہے مگر تمیز طولانی

یہ بات بالکل تنگ و شبہ سے بالاتر ہے کہ روایت و درایت
حضرات فقہاء کرام کا تفوق

چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کسی ایک سے بھی صرف نظر کرنے کے بعد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمجھنا محال ہے مگر علم حلال و حرام اور احکام و معانی میں جو تحقیق و رائے حضرات فقہاء کرام کی ہو سکتی ہے وہ حضرات محدثین عظام کی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مشہور محدث حضرت سیال بن مہران الاشمی (المتوفی ۵۷۸ھ) فرماتے ہیں کہ محدثین کرام ہنساری ہیں جن کے پاس طرح طرح کی قیمتی بوٹیاں (مدیشیں) موجود ہیں مگر ان کے خواص و مزاج سے صرف حضرات فقہاء کرام ہی واقف ہیں جو طیب و ذاکر ہیں۔ (کتاب العلم ج ۲ ص ۱۳۱) اور حضرت امام ترمذی (المتوفی ۲۷۹ھ) صاحب الجامع ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:-

وَكَذَلِكَ قَالَ الْفُقَهَاءُ وَهُمْ اَعْلَمُ بِمَعْنَاهِ
الحديث (تفسیر ج ۱ ص ۱۸۱)
اور اسی طرح حضرات فقہاء کرام نے فرمایا ہے اور وہی حدیث کے معانی کو بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

اور ان کی اسی فوقیت اور برتری کی وجہ سے حضرات محدثین کرام بہ روایت اور سند میں بھی حضرات فقہاء کرام کو نظر انداز نہیں کرتے چنانچہ حضرت امام حاکم (المتوفی ۴۰۱ھ) صاحب مستدرک مشہور و معروف محدث امام وکیع بن الجراح (المتوفی ۱۹۴ھ) سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

وحدیث یتداولہ الفقہاء خیر من ان یتداولہ الشیوخ
 وہ حدیث جس کو حضرات فقہاء کرام در روایت کریں
 اس حدیث سے بہتر اور عمدہ ہے جس کو صرف حضرات
 محدثین اور شیوخ در روایت کرتے ہوں۔

(معرفت علوم الحدیث ص ۱)

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

فان علم الحلال والحرام انما یتلقى من
 الفقہاء (فتح الباری ۹ ص ۳۱)
 یہ تحقیق حلال و حرام کا علم تو صرف حضرات فقہاء کرام در

یہ تو عام حضرات فقہاء کرام در کا ذکر خیر تھا لیکن علی الخصوص حضرات فقہاء احناف کثر اللہ جماعتہم
 کے تفقہ اور اجتہاد کا ہر دور اور ہر زمانہ میں جو شہرہ رہا ہے وہ کس نصف مزاج اہل علم سے پوشیدہ ہے؟
 مجموعی طور پر جس محنت و مشقت اور جس حزم و احتیاط اور جس متانت اور سنجیدگی سے قرآن کریم اور حدیث
 رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تشریح اور تفصیل انہوں نے کی ہے۔ وہ صرف اپنی کا حصہ ہے۔
 حقیقت یہ ہے کہ حضرات فقہاء اخافہ آسمان علم و تحقیق کے چاند اور سدا فقہ و اجتہاد کے آفتاب
 مہتاب اور متقیین جزئیات کے درخشندہ ستارے ہیں جو اپنی چمک و شک سے تاریک دنیا کو علم و تحقیق
 کی کمرلوں سے منور کرتے اور ابراہیم بن کر جہالت کی خشک زمین کو سرسبز و شاداب کرتے ہیں
 مگر کاش کہ اس پُر فتن دور میں کچھ خود غرض اور نفس پرست، کچھ فریب خوردہ اور حرام نصیب ان اکابر کی
 خدمات جلیلہ کو ہیوند خاک کرنے کی ناکام سعی کر رہے ہیں جنہوں نے اپنی عزیز زندگی خلق خدا کی بھلائی میں
 صرف کردی اور جو بزرگان حال یہ کہہ رہے ہیں:-

میں خود غرض نہیں میرے آنسو پکھ کے دیکھ

فکر چمن ہے مجھ کو غم آشیال نہیں

گو مسئلہ زیر بحث میں دیگر حضرات فقہاء کرام (موالک، شوافع، اور غالبہ وغیرہ) کا بھی وہی فیصلہ
 ہے جو حضرات فقہاء احناف کا ہے اور ان کا بھی وہی عقیدہ ہے جو ان کا ہے۔ مگر میں چونکہ ایک
 ایسے طبقہ اور گروہ سے سابقہ پڑ چکا ہے جو خود کو حنفی کہلاتا ہے (بلکہ بزرگم خود حنفیت کا بلا شرکت غیرے
 واحد ٹھیکیدار ہے) اس لیے ہم صرف حضرات فقہاء احناف کے ہی کی چند عبارات اور اقوال پر اکتفا کرتے
 ہیں اور بہترین سنجیدہ سرشت اور بالانصاف مسلمان سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ بغور و انصاف اس عقیدہ اور

مسئلہ کو حضرات فہمدا احناف کے الفاظ میں پڑھے اور پھر حق کو اپنائے۔

چنانچہ فقیہ کبیر شیخ القاضی الامام الاجل الزاہد الباسم امام الفہمدا محمد بن منصور المعروف بقرطبی (المتوفی ۵۱۳ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:-

رجل تزوج امرأة بغیر شہود فقتل المتعل
للزوجة خدائے مرد بیعتام بردگوارہ مکروہیم قلنا
یکفل کفرًا لانه احتقد ان رسول
الله صلی الله علیه وسلم
الغیب وهو ما کان یحسد الغیب
حین کان فی الاحیاء فیکف
بعد الموت (فتاویٰ رضویہ ص ۸۸۳ مطبوعہ دار الفکر)
اور علامہ عبد الرشید البوالفتح تلمیذ الدین ابو الجراح الحنفی (المتوفی ۵۹۷ھ) لکھتے ہیں کہ:-

تزوج امرأة ولم یحضر شاهد فتال
تزوجتک بشهادة الله ورسوله یکفر لانه
یعتقد بان النبی صلی الله علیه وسلم یحسد
الغیب اذ لا شهادة لمن لا علم له به
ومن احتقد هذا کفر۔

(فتاویٰ دواجمید - وکذا لیسری زارہ الحنفی)

(المتوفی ۵۹۷ھ فی بیری حاشیہ التباہ ص)

الشیخ العلامة المدقق ابو حنیفہ ثانی زین العابدین بن نجیم المصری الحنفی (المتوفی ۷۹۷ھ) رقمطراز ہیں کہ:-
فتاویٰ قاضی خان اور خلاصہ الفتاویٰ میں ہے کہ اگر
کسی شخص نے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی الله تعالیٰ علیہ
سلم کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو نکاح تو درست ہے مگر یہ معتقد نہ
ہوگا اور وہ شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے یہ اعتقاد

وفی الخاتمة والحلاصة لوتزوج
بشهادة الله ورسوله لا یعتقد الکافر
ویکفر لا یعتقد ان النبی
یعلم الغیب۔

(بحر الرائق ج ۳ ص ۸۸)

کر لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں
حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ نے پانچ سو ذمہ دار حضرات فقہاء کو ام سے
ہندوستان کے لیے کتابی شکل میں اسلامی آئین، شرعی قانون اور محمدی دستور مرتب کر لیا تھا۔ اس میں بھی یہ
تصریح موجود ہے کہ:-

تزوج رجل امرأة ولم يحضر الشهود
وقال خدائے را و رسول را گواه کردم او قال
خدائے را و فرشتگان را گواه کردم یکصد
ولم قال فرشته دست راست را
گواه کردم و فرشته دست چپ
را گواه کردم لا یکصد۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۹۴ طبع مصر)

حافظ ابن ہمام الحنفی رحمہ اللہ بقول مولوی احمد رضا خاں صاحب محقق علی الاطلاق ہیں اور حضرت علامہ ابن
الحمدی الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں (واللفظ لہ) کہ:-

ثم اعلم ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام لم
يعلموا المغيبات من الاشياء الا ما علمهم
الله تعالى احيانا وذكر الحنفية تصريحاً
بالكفیر باعتقاد ان النبي عليه
الصلوة والسلام يعلم الغيب لمعادضة
قوله تعالى قل لا يعلم من في
السموات والارض الغيب الا الله كذا
في المسامرة

(مسامرة المسامرة ج ۲ ص ۸۵ طبع مصر و شرح

فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۸۵ طبع کراچی)

پھر جان لے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
مغیبات کا علم نہیں رکھتے تھے مگر صرف اس قدر جیسا کہ علم
اللہ تعالیٰ نے ان کو احیاء عطا فرمایا ہے حضرات فقہاء
احناف نے صراحت کیے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والے کی تکفیر
کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب
ثابت کرتا اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ
اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے کہ
آپ فرما دیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور زمین
میں ہے۔ ان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا ہاں صرف
اللہ تعالیٰ ہی غیب کا علم رکھتا ہے اور بس۔

اور حضرت طاعی بن القدریؒ دوسرے مقام پر اس طرح لکھتے ہیں کہ :-

وقد صرح صاحبنا الحنفیۃ بتکفیر من
اعتقد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یعلم الغیب اور (شرح شفاء ص ۴۶۹)
یہ تحقیق ہمارے علماء اخلاف نے صریحاً ساتھ اس شخص
کی تکفیر کی ہے جو اعتقاد رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم غیب کا علم رکھتے ہیں۔

اور الامام عالم بن مسلولیؒ الحنفیؒ (المتوفی ۶۸۶ھ) لکھتے ہیں کہ :-

تنویج لبشادة الله ورسوله لا یعتقد النکاح
ویکفر لا عقاد ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم یعلم الغیب - (فتاویٰ تاتارخانیہ جو بکرم
خان اعظم تاتارخانؒ لکھا گیا۔
جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو گواہ
قرار دے کر نکاح کیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا اور وہ
شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ اس کا یہ اعتقاد کفر ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔

اور معروف فتاویٰ جو اہل خلاطیہ میں ہے کہ :-

ان زعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یعلم الغیب یحکرمنا ظنک بغیرہ
(جو اہل خلاطیہ ص ۴۰)۔
اگر کوئی شخص یہ گمان کرے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
غیب جانتے ہیں تو وہ شخص کافر ہو جائے گا بھلا کسی دوسرے
کے متعلق یہ عقیدہ رکھنے والا کیونکر مسلمان رہ سکتا ہے؟

علامہ انیس امام فقیہ، حافظ، محدث، مفسر، محقق، مناظر، زاہد علی بن ابی بکر الحنفیؒ (المتوفی ۵۹۳ھ)
صاحب جلیہ اپنی کتاب تجنیس ص ۲۹ میں اور علامہ عظیم النظیر فرید الدھر مجتہد فی المسائل ظاہر بن احمد الحنفیؒ
(المتوفی ۵۹۲ھ) خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۵۵ میں اور فقیہہ وقت جامع علوم امام عبدالرحیم الحنفیؒ (المتوفی ۵۹۵ھ)
فصول عمادیہ ص ۵۴ میں اور علم وقت امام محمد بن محمد الخوارزمی المشہور بالبزنزیؒ الحنفیؒ (المتوفی ۵۲۴ھ)
فتاویٰ بزازیہ ص ۳۲۵ میں اور المحدث الكامل علامہ بدر الدین العینی الحنفیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) عمدۃ القاری
ج ۱۱ ص ۵۲ میں اور علامہ ابن عابدین الشافعیؒ الحنفیؒ (المتوفی ۲۵۲ھ) رد المحتار ج ۱ ص ۱۱۱ میں اور علامہ
مفتی نصیر الدین الحنفیؒ (المتوفی ۱۰۰۰ھ) فتاویٰ برہنہ ص ۱۲۳ میں اور اسی طرح دیگر معبر اور مستند
حضرات فقہاء اخلاف اس کی تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
غیب جانتے ہیں یا آپ حاضر و ناظر ہیں تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ایسا شخص قطعاً
کافر ہے۔ آخر میں ہم مفسر قرآن محدث زمان یعنی وقت حضرت قاضی شاد اللہ صاحب الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۷۵ھ)

کی عبارت پر اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موصوفؒ لکھتے ہیں کہ:-
 ”اگر کسے بدولت شہود نکاح کر دو گفنت خدا و رسول خدا را گواہ کر دوں یا فرشتہ را گواہ کر دوں
 کافر شود؟ (الابتنہ ص ۱۶۹)

ادنیٰ لکھتے ہیں کہ:-

”اگر کوئی کہے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر گواہ ہیں، وہ کافر ہو جاتا ہے“
 (ارشاد الطالبین ص ۲)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرات فقہاء احناف، کامعناط، سفیدہ اہل سنتین گروہ (جو ضروریات
 دین اور اصول دین کے منکر کے علاوہ کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتا اور اگر ایک حکم میں سوا احتمال ہوں صرف
 ایک اسلام کا اور تنازعے کفر کے تو پھر بھی حضرات فقہاء کرام ہم مسلمان کے بارے میں حسن ظنی کرتے ہوئے
 اس کی تکفیر سے بکت سان ہی کرتے ہیں اور اس کو کافر نہیں کہتے کہ شاید اس کی مراد وہ پہلو ہو جو اسلام کا
 پہلو ہے (الایہ کہ وہ قابل خود ہی کفر کا پہلو متعین کر دے تو گذر چکا ہے کہ اس کو کسی مفتی کا فتویٰ نہیں بچا سکتا)
 کس بے باکی کے ساتھ بغیر خوف و مہلا لائم کے اس شخص کی تکفیر کی صراحت کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ظلم غیب ثابت کر آیا آپ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ گویا حضرات فقہاء کو کلمہ کے نزدیک
 یہ مسئلہ اصول دین سے بھی ہے اور ضروریات دین سے بھی اور اس کا ماخذ لفظ قطعی بھی ہیں۔ اور اہمیت
 کا اجماع قطعی بھی۔ اور یہ مسئلہ ان کے نزدیک اتنا واضح، صاف اور بے غبار ہے کہ تکفیر کرتے وقت
 کسی قید اور شرط کا پرہیز بھی ساتھ نہیں لگاتے۔ اگر اتنے روشن دلائل اور براہین کی موجودگی میں بھی کوئی شخص
 اپنے نفس کو دھوکہ دے کہ اپنے نفس امارہ کی تلکین کا سامان بہم پہنچاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا تو
 ہمارے پاس اس کا کیا علاج ہے؟ ولقد صدق اللہ وهو صدق الصادقین فلما راعوا انافع
 اللہ قلوبہم۔

شکوہ کرنا ہو تو اپنا کرم و تہذیب کا نہ کر خود عمل تیرا ہے صدمت گرتی تصویر کا

حضرت فتنہ کرام کی یہ صریح عبارت اور فریق مخالف کے رکیک جوابات

اس دار فانی اور عالم آب و گل میں ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ سو فیصد قطعی اور حق بات کے جوابات بھی پیش کئے گئے ہیں اور اس پر اعتراضات کرنے والوں نے بزعم خود ایک نہیں بلکہ بیسیوں سوالات بھی اٹھائے ہیں۔ کیا مشرکین نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کا بزعم خود جواب نہیں دیا؟ اور کیا مشرکین عرب نے قرآن کریم کی لغویں قطعہ کو رد نہیں کیا؟ اور کیا حدیث شریف پر اعتراضات نہیں کئے گئے؟ اور کیا حضرات صحابہ کرامؓ اور خصوصیت سے حضرات خلفاء اربعہؓ کا ایمان روافض اور خوارج کے نزدیک مخدوش نہیں رہا؟ اور کیا ختم نبوت جیسے قطعی اور حتمی عقیدہ کو رد کرنے کے اجلے نبوت کے خاتمہ ساز دلائل نہیں تراشے گئے؟ باطل پرستوں اور گمراہ فرقوں نے حق کو مٹانے کے لیے کیا کسر اٹھا رکھی ہے؟ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی یہ جوابات یا اعتراضات درست اور صحیح ہیں؟ کون احمق اس کو باد کرے گا کہ خدا تعالیٰ اور اس کے برحق رسولوں کی پیش کردہ تعلیمات کے مقابل میں جواباً یا ان پر کئے گئے اعتراضات صحیح ہو سکتے ہیں؟ بالخصوص اسی طرح فریق مخالف کی طرف سے حضرت فتنہ کرامؓ کی منبتہ کے جواباً بھی تراشے گئے ہیں۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ انیس ایک جواب بھی کسی نصف مزاج کی لکین قلم کی زد میں نہیں بن سکتا، ہم ان سوالات کو ان ہی اپنی عبارت میں نقل کے لئے جواباً عرض کرتے ہیں۔

کہ امام قاضی خاں نے یہ مسئلہ لفظ قائلو سے بیان کیا ہے اور حضرت فتنہ کرامؓ کو کمزور اور ضعیف قول کو دوسروں پر محمول کرتے ہیں اور اپنی طرف سے اس کی نسبت کو پسند نہیں کرتے جیسا کہ شرح مینہ المصلیٰ اور شامی ج ۵ ص ۴۵۵ میں سہمہ درمحصلا۔

(مولوی احمد رضا خاں صاحب۔ بحوالہ علم غیب رسول ص ۱۸۱۔ اور دیکھئے ہمارا الحق ص ۱۲۶ وغیرہ)

یہ اعتراض سراسر باطل اور مردود ہے۔ اولاً اس لیے لفظ قائل یا زعمی وغیرہ ترمیم

جواب کے صیغہ سے امام قاضی خاں نے یہ مسئلہ نہیں بیان کیا بلکہ لفظ قائلو سے بیان کیا ہے جو مجموعہ حضرات فتنہ کرامؓ کے نزدیک بیان حال واقعی کے لیے آتا ہے جس میں پوری ذمہ داری سے وہ نقل کرتے ہیں، یہاں کیلے دو کیلے کی ذاتی رائے کا سوال نہیں ہے۔

و ثانیاً اگر بالفرض امام قاضی خاں کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے تو کیا جن حضرات فتنہ کرامؓ سے امام قاضی خاں نے یہ مسئلہ لفظ قائلو سے نقل کیا ہے، ان کے نزدیک بھی یہ ضعیف ہے؟

اور وہ بھی اس کے قائل نہیں؟ وہ تو یہ حال اس کے قائل ہیں اور ان کا یہ مفتی یہ قائل ہے۔
 وثالثاً اوسکی حافظ ابن ہمام اور حضرت ملا علی نقاری وغیرہ بھی لفظ قائل استعمال کرتے ہیں؟ وہ
 تقریری ذمہ داری کے ساتھ یہ لکھتے ہیں کہ:-

وذكر الحنفية تصريحاً بالكفر باعتقاد
 ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم
 الغيب (مسأله ۲۷ ص ۱۸۸ وشرح فقہ اکبر ص ۱۸۵)
 حضرت فقہاء احناف نے اس کی تصریح کی ہے
 کہ یہ اعتقاد کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب
 حاصل ہے، کفر ہے۔

اور حضرت ملا علی نقاری کی یہ عبارت بھی نقل کی جا چکی ہے کہ:-

وقد صرح علمائنا الحنفية بتكفير من
 اعتقد ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب - (شرح شفا)
 بہ تحقیق ہمارے حضرات علماء حنفیہ نے اس کی تصریح
 کی ہے کہ جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا تو وہ کافر ہے۔

دیکھا آپ نے کہ کس تصریح اور ذمہ داری سے یہ دونوں بزرگ یہ بات بیان کر رہے ہیں اور خود تو یہ کیجئے
 کہ کس صراحت اور وضاحت سے حضرات فقہاء احناف سے یہ مسئلہ نقل فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ کفر ہے، کہ
 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا۔ رہا مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ کہنا کہ مخالفین بھی
 تو حضور علیہ السلام کو بعض علم غیب مانتے ہیں، لہذا وہ بھی کافر ہوئے۔ کیونکہ ان عبارت میں کُلِّ یا بعض
 کا تو ذکر ہی نہیں الخ (جاء الحق ص ۱۲) تو یہ مفتی صاحب کی زری جہالت ہے۔ پہلے با دلائل یہ بات گند
 پچی ہے کہ جزئیات غیب میں کسی کا کوئی جھگڑا نہیں ہے اور مطلق الغیب سے علم کلی ہی مراد ہے کیونکہ یہی فرد
 کامل ہے اور اسی کو حضرات فقہاء کرام پیش نظر رکھ کر ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کرتے ہیں۔

و دایماً ہم نے جو متعدد حوالجات پیر و قلم کئے ہیں، ان میں تو انہوں نے امام قاضی خاں کی طرح
 لفظ قائل استعمال نہیں کیا۔ کیا یہ سب عبارتیں فروعی مخالفت کے نزدیک ضعیف ہیں؟ اور ناپسندیدہ
 ہونے کی بنا پر قابل رد ہیں؟ اگر یہی حال ہے تو بتائیے کہ فقہ حنفی کی کتابوں پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے؟ مگر
 جواب ہو کس وحاس سے دینا ہو گا، بینوا تو جروا

کہ بعض حضرات فقہاء کرام نے اس تکفیر کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ
 نے گواہوں کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ مِنْكُمْ (تمہاری جنس سے آدمی)

دوسرا اعتراض

اور النان) ہوں اور جو شخص خدا تعالیٰ اور فرشتوں کو گولہ بنا لے تو گویا اس مجہود طریقہ کے علاوہ ایک اور طریقہ نکاح کی جلت سمجھتا ہے، لہذا وہ کافر ہے۔

(علم غیب رسول ص ۱۶۹ اور مقیاس حقیقت ص ۴۴ وغیرہ)

جواب یہ تاویل قطعاً باطل اور مردود ہے۔ اس لیے کہ حضرات فقہاء کرامؒ نے بطریق مذکور نکاح کرنے والے کی تکفیر کی خود وجہ بھی بیان کی ہے اور انہوں نے اس کی تصریح کی ہے کہ وہ شخص صرف اور صرف اس لیے کافر ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہونے کا اعتقاد کیا ہے۔ حالانکہ آپ کو زندگی میں علم غیب حاصل نہ تھا تو وفات کے بعد آپ کو علم غیب کمال سے اور کیونکر حاصل ہو گیا؟ تمام حضرات فقہاء کرامؒ کی عبارات میں تکفیر کا مرکز ہی نقطہ ہی صرف یہ ہے، دوبارہ عبارات کا مطالعہ کر لیجیے کہ حضرات فقہاء کرامؒ کیا فرما رہے ہیں۔ بغیر جنس کے گواہوں کا حضرات فقہاء کرامؒ کی ان عبارات کے ساتھ مطلقاً کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ تو بصیرہ العقول ببالا یروسی بہ قائلہ ہے جو یقیناً مردود ہے۔

تفسیر اعتراض کہ حضرات فقہاء کرامؒ نے ایسے شخص کی تکفیر محض تشدید اور تخریص کے طعنے پر کی ہے۔

جواب اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب اور حاضر و ناظر کی صفت ثابت کرنا گناہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہاء کرامؒ نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے تو ہمارا مسئلہ پھر بھی واضح ہے کہ یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا یا آپ حاضر و ناظر ہیں ہرگز اسلامی عقیدہ نہیں ہے، ورنہ حضرات فقہاء کرامؒ نہ تو اس کو گناہ سمجھتے اور نہ تشدیداً تکفیر ہی کرتے، کفر نہ بھی سہی، بہر حال اتنا تو قطعاً اور یقیناً ثابت ہے کہ یہ عقیدہ ہرگز اسلامی نہیں ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ یہ عقیدہ تو اسلامی ہے مگر حضرات فقہاء کرامؒ نے بلا وجہ تکفیر کی ہے تو یہ تمام حضرات فقہاء احناف، خود کافر اور مرتد ہو گئے کیونکہ وہ ایک مسلمان کو جو اسلامی عقیدہ رکھتا ہے کافر کہتے ہیں اور مسلمان کو کافر کہنا بجا ہے خود کفر ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) کیا واقعی فریقِ مخالفت کے نزدیک یہ حضرات فقہاء کرامؒ کافر اور مرتد ہیں؟ نیز اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنا اسلامی ہے تو حضرات فقہاء کرامؒ نے تکفیر کی طبعاً انہی اس مسئلہ پر کیوں کی ہے؟ تشدیداً یہ کیوں نہیں

کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں اور پیغمبروں پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے والا بلکہ ہر قسم کا اسلامی عقیدہ رکھنے والا اور ہر قسم کی نیکی کرنے والا کافر ہے؟ اور پھر حضرات فقہائے کرام سے پوچھتے کہ آپ نے زانی، شہرائی، چور، کاذب اور دیگر جرائم پیشہ مجرموں کو کیوں کافر نہیں کہا؟ کیا آپ کو مدینہ تکفیر کے لیے صرف علم غیب اور حاضر و ناظر ہی کا مسئلہ دستیاب ہوا ہے۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

یہ بات پہلے باحوالہ صراحت کے ساتھ عرض کر دی گئی ہے کہ حضرات فقہاء کرام و مسئلہ تکفیر میں بڑی احتیاط کرتے ہیں اور اصول دین اور ضروریات دین کے بغیر جو قطعیات ثابت ہیں کسی اور مسئلہ میں اور خصوصاً علی ذنوب اور آثام میں تکفیر نہیں کرتے چنانچہ سراج اللامۃ حضرت امام العزیز المتوفی (۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ:-

ولا نکفر اهل القبلة بذنوبهم اهل قبلہ کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے

(بجائے شرح التخریر ج ۲ ص ۲۱۸ ونحوہ فی فقہ اکبر ص ۱۷۷ مع الشرح)

اور وکیل احناف حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:-

ولا نکفر احدًا من اهل القبلة بذنوبهم اهل قبلہ میں سے کسی کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے
مالہم یستحلہ (عقیدۃ الطحاوی ص ۱۷۷)

اور حضرت طاعی بن القاری حضرت فقہاء کرام سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

بانا نکفر احدًا بذنوب بل یقاتل لا نکفرهم ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے
بلکل ذنب کما یفعلہ الخواص
(شرح فقہ اکبر ص ۱۷۷)

اور حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:-

ونحن اذا قلنا اهل السنة متفقون علی ہم جب یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت اس پر متفق ہیں کہ گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جاتی تو ہماری مراد اس سے (عقائد نہیں بلکہ) معاصی اور گناہ ہیں مثلاً زنا اور شراب نوشی وغیرہ۔
انه لا یکفر بالذنوب فالما یزید بہ المعاصی
كالزنا والمشرک
(کتاب الایمان ص ۱۲۱)

یہ عبارات اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ حضرات اہل سنت والجماعت اہل قبلہ میں سے کسی کی محض کسی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے بلکہ وہ صرف ضرورتاً اور قطعیات سمعیہ کے منکر کی تکفیر کرتے ہیں اور مسئلہ زیر بحث بھی حضرات فقہاء کرام کے نزدیک محض معاصی کی مد میں نہیں بلکہ ضروریات اور قطعیات کی مد میں ہے جس میں حضرات فقہاء کرام یہ تکفیر کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔

بعض حضرات فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ چونکہ امت کے اعمال انحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں لہذا ہو سکتا ہے کہ اس شخص کا یہ قول بھی آپ پر پیش کیا جائے لہذا قابل کافر نہ ہوگا۔

چوتھا اعتراض

(علم غیب رسول ۱۴۹ و جہاد الحق ص ۱۲۷ وغیرہ)

عرض اعمال کی حدیث اپنی جگہ جیدہ اور صحیح ہے جیسا کہ بقدر ضرورت اسکی بحث پہلے گذر چکی ہے لیکن جن لوگوں نے عرض اعمال کی حدیث کو رد کیا کہ حضرات فقہاء کرام کی ان عبارات کی بے جا تاویل کی ہے۔ انہوں نے حضرات فقہاء کرام کی عبارات کی بے جا تاویل کی ہے اور تاویل بھی ایسی جس کا نہ ان عبارات سے تعلق اور نہ جوڑ بلکہ انہوں نے حضرات فقہاء کرام کی عبارات پر مطلقاً غصہ ہی نہیں کیا، کیونکہ حضرات فقہاء کرام یہ تو یہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص اس لیے کافر ہے کہ۔

لَا مَنَ يَعْتَقِدُ بِلَا التَّبَيُّنِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْ شَخْصٌ فِي رِيعَتِهِ قَائِمٌ كَرِيَاهُ كَمَا أَنَّكَ تَعْتَقِدُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلْبَسُ اِلَّا شَهَادَةً لِمَنْ لَا يَلْبَسُ بِهِ دَلَمَ غَيْبَتِهِ هَبْ اَيُّو كَيْفَ حَكَمَ مَنُ هُوَ كَوَاهُ مَجِي نَبِيْن سَكَا۔
مُتَّعِيُونُ فَرَمَاتے ہیں اِنَّهُ شَرْطُ الشَّهَادَةِ الْعَدَمُ (تغییرات احمدیہ ص ۲۶) کہ شہادت کے لیے علم شرط ہے۔
اور قابل خود بیچارہ چلا چلا کر یہ کہتا ہے کہ۔

فَتَرَى أَنَّكَ بِشَهَادَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ الْخِ
کہ میں تیرے ساتھ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کو حاضر مگر کہ نکاح کرتا ہوں۔

اور حضرات فقہاء کرام اس کے عقیدہ اور نظریے کی یوں تعبیر کرتے ہیں کہ۔

لَوْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ الْخِ
اگر اُس نے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر نکاح کیا۔

اور نیز وہ بانگ و بل یہ کہتا ہے کہ خدائے را در رسول خدا گواہ کروم کہ میں اس مجلس نکاح میں جناب رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر تسلیم کرتا ہوں اور گواہ بناتا ہوں۔ بالفاظ دیگر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرتا ہوں۔ کیونکہ جو حاضر نہ ہو اس کو علم کہاں سے ہوگا؟ انقطاع کلام کے لیے گواہوں کا مجلس میں حاضر ہونا شرعاً ضروری ہوتا ہے (شہادت علی التامع وغیرہ کا یہ مسئلہ نہیں ہے اس کی ضروری بحث تبرید النواظر میں ملاحظہ کیجئے) اور تاویل کرنے والے حضرات یہ کہتے ہیں کہ شاید قائل کی یہ بات جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش کی گئی ہو اور آپ کو اس کا علم ہو گیا ہو؟ کیونکہ اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں تو اس کو وجہ القبول بجا لایا یعنی بد قائلہ کو کون مستحب ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ذمہ دار حضرات فقہاء احناف اس لایعنی اور بے کار توہید کو خاطر میں نہیں لاتے اور پوری ذمہ داری سے ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں۔

پانچواں اعتراض کہ حضرت فقہاء کرام نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ذاتی طور پر علم غیب ثابت کرتا ہو جس پر دلیل نہ ہو اور ہم عطائی علم غیب کے قائل ہیں۔ (محصلہ علم غیب رسول ص ۱۸۴ و ج ۱ الحق ص ۱۷۵ و مقیاس ص ۱۸۴)

جواب یہ تاویل یا جواب بھی محض باطل ہے۔ اولاً اس لیے کہ اگر واقعی علم غیب ذاتی کی بناء پر حضرت فقہاء کرام ایسے شخص کی تکفیر کرتے تو ان کی نظر بصیرت بڑی دور رس ہوتی ہے وہ ہر مسئلہ میں اس کی جملہ شرائط و قیود و حدود کو ملحوظ رکھ کر اور ان کو بیان کر کے فتویٰ صادر فرماتے ہیں اور اس مقام پر انہوں نے ایسی کوئی شرط نہیں بیان کی اور نہ اس کی طرف کوئی ہلکا سا اشارہ ہی کیا ہے۔ صرف یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔ فریق مخالفت کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ اپنی خانہ زاد قیود سے حضرت فقہاء کرام کی عبارات کو مجبور ہے؟

علاوہ ازیں یہ بات بھی اچھی طرح قابل غور ہے کہ فریق مخالفت کو حضرات فقہاء کرام کی ان عبارات کو بزعم خود ضعیف اور محذور سمجھتا ہے کہ کبھی تو لفظ قائل کو ضعیف اور مرجوح قرار دیتا ہے (دیکھئے علم غیب رسول ص ۱۸۴ و ج ۱ الحق ص ۱۷۶ وغیرہ) اور کبھی لفظ قیل سے اس کا ضعف ثابت کرتا ہے جو شامی میں ایک جگہ آیا ہے (دیکھئے ج ۱ الحق ص ۱۷۶ وغیرہ) مگر ہمارا استدلال لفظ قیل سے نہیں ہے۔ ہم نے تو حضرات فقہاء احناف کی صاف اور بالکل واضح تصریحات پیش کی ہیں مگر دیکھا یہ ہے اگر فریق مخالفت کے نزدیک حضرت فقہاء کرام کی یہ عبارات علم ذاتی سے متعلق ہیں، تو معلوم یہ ہوا کہ گویا مخالفین کے نزدیک ذاتی علم غیب

کے قاتل کو بھی کافر کہنا ضیعت و مرجع ہے اور غیر مغنی بہ قول ہے۔ تعجب اور حیرت ہے اس منطق پر پہلے ذاتی اور عطائی کے باب میں گذر چکا ہے کہ غیر اللہ کے لیے ایک حرف ذاتی علم کا تسلیم کرنا بالفاق و یقین کفر ہے (محصلاً)

باقی حضرات فقہاء کرام میں سے جنہوں نے تکفیر نہیں کی تو ان کی عبارت کا مفاد بھی صرف یہی ہے کہ اگر کوئی شخص بعض علم غیب کا خفیہ رکھتا ہو تو وہ کافر نہ ہو گا چنانچہ مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ نے الحجۃ اہل الملتقط وغیرہ سے جو عبارت نقل کی ہے اس میں اس کی تصریح بھی موجود ہے کہ:

وان المرسل یعرفون بعض الغیب اھ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام والسلام بعض غیب جاد الحق ص ۱۲۶) جانتے تھے۔

لہذا وہ شخص کافر نہ ہو گا۔ لیکن جو شخص علم غیب مکتی کا خفیہ رکھتا ہو تو وہ بہر حال کافر ہو گا اور اس میں حضرات فقہاء کرام کا مطلقاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ تصریحات حضرات فقہاء کرام سے یہ تکفیر نقل کی جا چکی ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب کی مغالطہ آفرینی اور خود فریبی دیکھئے کہ وہ لکھتے ہیں کہ:-

”نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا وہابی انکار کرتے ہیں اور اخاف نبی صلی اللہ علیہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے تمام عالمین کا علم غیب حاصل ہونا مانتے ہیں۔ اب تم سوچو کہ تم حنفی ہو یا وہابی؟“ بقلم (مقیاس ص ۲۹)

حضرات فقہاء اخاف کی ان صریح عبارت کے پیش نظر مولوی محمد عمر صاحب کو خود سوچنا چاہیے کہ وہ مسلمان بھی ہیں یا نہیں؟ عجیب گلہ مانیز زبانیے و بیانیے داروہ ہمارا فریق محافت سے مطالبہ ہے کہ وہ کم از کم دو ذمہ دار اور معتبر حضرات فقہاء اخاف کے حوالے پیش کر دے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں ذاتی علم غیب کی قید لگائی ہے! کیا ہے کوئی مرد میدان جو اس علی ادرار کو ختم کر دے؟۔ دیدہ یابد۔

باقی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کو حنفی تصور کر کے ان کے حوالہ سے قرینی مخالف شوق سے اپنے دل ماؤت کو لٹکین دیتا ہے لیکن ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں ہے۔

وثانیاً ہم اسی کتاب میں ذاتی اور عطائی کے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا وجود مبارک بھی ذاتی نہیں تو علم وغیرہ کی صفت ذاتی کہاں سے ہوگی؟ اور اگر علم غیب ذاتی

وجہ تکمیل ہے کتاب کی نبوت اور رسالت وغیرہ بھی تو ذاتی نہیں بلکہ خداوند عزیز کا خالص عطیہ ہے لہذا اس میں اور اس میں کوئی بقیہ و جہر فرق بیان کرنی چاہیئے کہ اس میں ذاتی اور عطائی کا سوال حضرت فہماد کرامؑ کے کیوں پیش نظر نہیں رکھا؟ اور کیوں یہ نہیں کہہ دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی اور رسول کہنے والا کافر ہے۔ کیونکہ آپ کی نبوت ذاتی تو نہ تھی بلکہ عطائی تھی۔ و علیٰ ذہا القیاس اگر کوئی مرتد یہ کہتا ہو کہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مستقل اور تشریعی نبی تو کسی کو تسلیم نہیں کرتا مگر امتی نبی اور غیر تشریعی نبی آسکتا ہے، کیا ایسا شخص فریقِ مخالفت کے نزدیک مسلمان ہے گا؟ اگر ہے گا تو کس دلیل سے؟ اسی طرح اگر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الہ و خالق کائنات اور معبود تسلیم کرتا ہوں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا کسی اور بزرگ، مسیحی کو عطائی طور پر الہ و خالق جہاں اور معبود تسلیم کرتا ہوں تو کیا ایسا شخص مسلمان ہے گا؟ اگر ہے گا تو کس دلیل سے؟ اور اگر مسلمان نہ ہے گا تو کیوں؟ اس نے تو اللہ تعالیٰ کا ذاتی خاصہ تو کسی میں تسلیم نہیں کیا تاکہ کفر اور شرک لازم نہ آئے۔

وثالثاً اللہ تعالیٰ کی صفات کے دو پہلو اور دو شعبے ہیں، ذاتی و محیط تفصیلی امدان میں سے کسی پہلو اور شعبے کو بھی غیر اللہ کے لیے ثابت کرنا قطعاً شرک اور یقیناً کفر ہے۔ العرض فریقِ مخالفت کی طرف سے حضرات فہماد کرام کی ان عبارات کا کوئی معتد بہ جواب نہ تو آج تک ہو سکا ہے اور نہ تا قیامت ہو سکے گا۔ طبع آزمائی شرط ہے۔ دیدہ باید۔

فریقِ مخالفت سے مطالبہ

ہم فریقِ مخالفت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کم از کم دو حوالے صرف حضرات فہماد احناف کے اس مسئلہ پر پیش کر دے کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کُل نہیں مانتا اور اس کا عقیدہ نہیں رکھتا تو وہ کافر ہے۔ کیا ہے کوئی مرد میدان کہ خَلِّ مِنْ مُبَارِدٍ؟ اخبار غیب اور انباء غیب کا مسئلہ محل نزاع نہیں ہے، اور نہ مولوی احمد رضا خان صاحب بیسے بدعت لازم حنفی ہیں۔ یہ بات جو پیش ہو شش سُن لیں اور تا قیامت پوری جماعت طبع آزمائی کر دیجے۔

پہلے جو بحث گزری ہے وہ یہ تھی کہ
عام حاضر مشائخ کبار نے میں حاضر و ناظر اور علم غیب کا عقیدہ
 جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے بارے میں علم غیب اور حاضر و ناظر کا عقیدہ غیر اسلامی ہے اور لغوی قرآنہ اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کی خلاف ہے حتیٰ کہ حضرات فقہاء احناف نے ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے تو کسی اور کے بارے میں ایسا عقیدہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ اگرچہ ان عبارات کے بعد مزید کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر محض تکمیل فائدہ کے لیے ہم قدرہ حضرات فقہاء احناف کے حوالے سے عرض کرتے ہیں کہ وہ بصراحت یہ بھی ارقام فرماتے ہیں کہ:-

من قال ادواح المثنیٰ حاضرة فعد کافر
 یکنزہ قادیٰ بزانیہ ۲۷۲ و بکر اللائق ج ۵ ص ۱۲۵ و
 ہمارے حالات کو جانتی ہیں تو ایسے شخص کافر ہے۔

مشائخ کا لفظ ایسا جامع اور وسیع ہے کہ اس میں حضرات صحابہ کرامؓ، اولیادہ اور شہداء عظامہ وغیرہم سبھی داخل ہیں اور اس عبارت میں صراحت کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مان دین کی ادواح کو حاضر و ناظر سمجھنا اور ان کے لیے ہر جگہ کے حالات کا علم ثابت کرنا کفر ہے۔ اور لطیف کی بات یہ ہے کہ کہنے والے بھی ذمہ دار حضرات فقہاء احناف ہیں۔ حضرات فقہاء کرامؓ متکلمین اور آئمہ دین نے اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے لیے علم غیب کا دعویٰ کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ چنانچہ امام شہداء بن حکیم (المتوفی ۷۲۸ھ) کا ایک خاص موقع پر ایک مخصوص قسم کا جھگڑا اپنی بیوی سے پیش آیا۔ بیوی نے ان پر الزام لگایا کہ آپ نے ایسا کیا ہے۔ شہداء نے کہا میں نے ایسا نہیں کیا۔ جب بیوی بضد ہوئی تو:-

قال لها شہاد قہلین الغیب قتالت
 نعم فوقع فی قلب شہاد من ہذا شیئ
 فکتب الی محمد بن الحسن فاجاب محمد بن
 الحسن ان حمد النکاح فانہا کفرت
 (جواب المصنیہ ج ۲ ص ۲۵۷ و قادی قاضی خاں ج ۲ ص ۴۳۳)

شہداء نے کہا کیا تو غیب جانتی ہے؟ وہ بولی، ہاں ،
 غیب جانتی ہوں۔ شہداء کے دل میں اس سے
 شبہ پیدا ہوا تو انہوں نے حضرت امام محمدؒ کو خط لکھا،
 انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ تمہاری بیوی کافر ہو چکی ہے
 لہذا نکاح کی تجدید ہوگی۔

حضرت امام محمدؒ نے ذاتی اور عطائی کا کوئی سوال نہیں اٹھایا اور مطلق دعوائے علم غیب کو کفر قرار دیا ہے اور تجدید نکاح کا فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ بناپتی حنفی ہی بتائیں کہ امام محمدؒ کا اور ان کے فتویٰ کا فتنہ حنفی میں کیا مقام اور درجہ ہے؟

امام قاضی خانؒ لکھتے ہیں کہ:-

امراة قالت لزوجها تو سر خدا وانی ؟ کسی محبت نے اپنے خاوند سے کہا کیا تو خداوند تھلا
فقال نعم قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل کاراز اور بھید جانتا ہے۔ وہ بولا ہاں جانتا ہوں ، تو
يكفر الرجل لان السر والغيب واحد و الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ وہ شخص
من ادعى علم الغيب كان كاذبا۔ کافر ہو جائے گا کیونکہ سر اور غیب ایک ہی چیز ہے اور جس
نے علم غیب کا دعویٰ کیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(قاضی خان ج ۲ ص ۸۸۳)

یہاں بھی ذاتی اور عطائی کا بے بنیاد فرق نہیں چھڑا گیا کیونکہ یہ فرق جس معنی میں فریق مخالفت لیتا ہے یہ
ان کا اپنا خانہ زاد ہے۔ حضرت فقہاء کرامؒ کے کان اس سے یقیناً نا آشنا ہیں۔
علامہ صدر الدین الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:-

ومن ادعى علم الغيب كان من الكافرين اور جس نے بھی علم غیب کا دعویٰ کیا تو وہ کافروں کے
(شرح عقيدة الطحاوی ص ۱۹۷) زمرہ میں شامل ہو جائے گا۔

اور علامہ تفتازانیؒ لکھتے ہیں کہ:-

ولمذا ذكر في الفتاوى ان قول القائل ولماذا ذكر في الفتاوى ان قول القائل
عند رؤية هالة القمر يكون مطر ممسما عند رؤية هالة القمر يكون مطر ممسما
علم الغيب لا يعلمه كافر علم الغيب لا يعلمه كافر
(شرح عقائد ص ۱۳۲)

اور علامہ ابن نجیم الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:-

بطلان ادعاء علم الغيب فانه كقولهم لا يعلمه كافر بطلان ادعاء علم الغيب فانه كقولهم لا يعلمه كافر

ان تمام عبارت سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اپنے لیے بھی علم غیب کا دعویٰ (عام اس
سے کہ وہ مدعی مولوی ہو یا پیر ہو) خالص کفر ہے اور ایسے مدعی کی اور خصوصیت سے گندہ اشیاء اور چوری
وغیرہ میں منہم اور کاہن (جو غیب کی خبریں بتانے کا مدعی ہے) وغیرہ کی تصدیق کرنا بھی کفر ہے۔ صریح
حدیث کے علاوہ عقائد وغیرہ کی کتاہوں میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ علامہ نجم الدین ابو الفتح
عمر بن محمد النسفی الحنفیؒ (المتوفی ۵۲۳ھ) لکھتے ہیں کہ:-

و تصدیق الکاهن بما یخبره عن الغیب
کندر (عقائد نسفی مع الشرح ص ۱۲۲)

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ :-
وقال یوسف الرعینی: اجمع العلماء
بالقبول ان علی بن ابي عبد الله
المرتدین والرافدۃ لما اظهروا
من خلاف الشریعة وقال ابن
خکان: وقد عاتبا یدعون علم
الغیبات و اخبارهم فی ذالک المشہورۃ
حق ان العزیز مع یدیمان المنبر فرأى
ورقة فیها مكتوب :-

شعر :-

بالظلم والجور قد رضینا
ولیس بالکفر والحماۃ
ان کنت اُحملت علم الغیب
بین لنا جانب البطاقة
(تبیح الخلفاء ص ۸)

کابہن کی ان امور میں تصدیق کرنا جن میں وہ غیب کی
خبریں بتاتے ہیں، خالص کفر ہے۔

یوسف رعینی یہ کہتے ہیں کہ ملک قیران کے علماء کا اس
پر اجماع واقع ہو چکا تھا کہ یوحسید کا حال مرتدوں اور
زندہ یقین کا سلسلہ ہے، کیونکہ انہوں نے خلاف شرع
باتیں ظاہر کی تھیں۔ علامہ ابن خکان کہتے ہیں کہ انہوں نے
غیبات کے علم کا دعویٰ بھی کیا تھا اور اس دعوئے علم
غیب میں ان کے واقعات بڑے مشہور ہیں۔ چنانچہ ایک
دن (حاکم وقت) عزیز نے جب منبر پر قدم رکھا تو منبر پر
اسے ایک رقمہ ملا جس میں یہ شعر لکھے ہوئے تھے :-

ہم دباہر مجہوری (ظلم و جور پر) راضی ہو گئے ہیں مگر کفر اور
سماقت پر راضی نہیں ہو سکتے۔
اگر تجھے واقعی علم غیب عطا کیا گیا ہے (جیسا کہ تیرا دعوئے
ہے) تو میں تو بھی بتاؤں کہ یہ رقمہ کس نے
لکھا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم غیب صرف خاصہ خداوندی ہے، ماسوائے اللہ تعالیٰ کے لیے علم غیب کا دعویٰ
تمام علماء اسلام کے نزدیک کفر ہے۔ عام اس سے کہ کوئی شخص حضرت انبیا و کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے لیے علم غیب کا دعوئے کرے یا حضرات مشائخ عظام کے لیے یا خود اپنے لیے یا کسی اور کے لیے اور ان
میں سے ایک ایک اس کا باقاعدہ ثبوت ہم حوالوں سے عرض کر چکے ہیں اور یہی ایک مسلمان اور مومن
کا عقیدہ ہونا چاہیئے اور نجات بھی صرف اسی میں ہے: ”بحر حروف محبت نہ ترکی نہ تازی“

فقہاء احناف کے حوالے تو تاریخ کرام نے ملاحظہ کر لی
لیے ہیں، اب ہم اکابرین علماء دیوبند کے صرف چند

حضرات علماء دیوبند اور مسلمہ علم غیب

فقہے جن پر تمام ذمہ دار اہل کابریں علماء دیوبند کے دستخط ثبت ہیں۔ عرض کرتے ہیں تاکہ ایک طرف تو ان لوگوں کی آنکھیں روشن ہو جائیں جو یہ کہتے ہیں کہ دیوبندی حنفی نہیں ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) اور دوسری طرف ان لوگوں کو سوچے کہ موقع مل کے جو اکابرین علماء دیوبند کے عقیدہ کو کما حقہ نامہنوز نہیں سمجھے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں ایک سائل کے چند سوالات مذکور ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے:-
پہنجم۔ بعض لوگ انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم غیب ماسوی اللہ اس آیت سے جو سورۃ قل اوحیٰ میں ہے (عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ اَحَدًا اِلَّا مَن ارْتَضٰ مِنْ رَّسُوْلٍ اَلَيْتُمْ) ثابت کرتے ہیں اور دلیل اس آیت کو گردانتے ہیں، مسلمانوں کو ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں اور معتقداً فرموا گایا نہیں؟ (ملفوظ، فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۵۸)۔
 اس کے جواب میں لکھا ہے کہ:-

۵۔ علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يُعْلِمُهَا اِلَّا هُوَ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کے پاس علم غیب کا ہے کہ کوئی نہیں جانتا اس کو سوائے اُس کے۔ پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔ مگر ہاں جوابات کہ حق تعالیٰ اپنے کسی مقبول کو بذریعہ وحی یا کشف بتا دیوے وہ اس کو معلوم ہو جاتا ہے، اور پھر وہ مقبول کسی کو خبر دیوے تو اس کو بھی معلوم ہو جاتا ہے جیسا علم جنت اور دوزخ اور رضا وغیرہ کا حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بتلادیا اور پھر انہوں نے امت کو خبر دی۔ چنانچہ اس آیت سورہ جن سے معلوم ہوا۔ سو حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ جس غیب امر کی خبر حق تعالیٰ اپنے مقبول کو دیوے تو اُس کی خبر اس کو ہو جاتی ہے، نہ یہ کہ تمام مغیبات حق تعالیٰ کے نبی کو کشف ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر یہ معنی اس کے ہو دیں کہ تمام علم غیب رسول کو معلوم ہو جاتا ہے تو دوسری آیت صاف اس کے خلاف کہہ رہی ہے قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَمْلِكُ الْغَيْبِ لَا سَتَكُنُّ رِثَةٌ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَثْبُی السُّوْءِ (ترجمہ) کہ میں نے نہیں مالک اپنے نفس کے واسطے کسی نفع اور کسی ضرر کا مگر جو خدا تعالیٰ چاہے اور جو میں غیب کو جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھ کو نہ لگتی۔ پس صاف روشن ہو گیا کہ مغیبات آپ کو معلوم نہیں، اپنا نفع اور ضرر بھی آپ کے اختیار میں نہیں تو یہ عقیدہ البتہ غلط ہے نفس قرآن کے شرک ہوا۔ خود دوسری آیت میں موجود ہے لَا اَدْرِیْ مَا یَفْعَلُ فِیْ ذٰلِکُمْ (ترجمہ) میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جاوے گا میرے ساتھ اور تمہارے

ساتھ۔ پس صاف ظاہر ہو گیا کہ رسول علیہ السلام کو مرکز علم غیب نہیں مگر جس قدر اطلاع دی جاوے اور اس بہ نسبت آیات و احادیث شاہد ہیں، تو خلاف اس عقیدہ کے کرنا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب غیب کو جانتے ہیں شرک قبیح علی ہونے لگا۔ معاذ اللہ، حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدہ فاسد سے نجات دے۔ آمین۔ پس ایسے عقیدہ والا مشرک ہوا، اور جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کنا بھی ناجائز ہوگا، اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دوسرے سنتے ہیں۔ بسبب علم غیب کے تو خود کھڑے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کھڑے نہیں، مگر کلمہ مشابہ بکھڑے ہے، البتہ اگر اس کلمہ کو ردود شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کہے کہ ملائکہ اس ردود شریف کو آپکے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ ردود بنیہ مومن کا آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں، اور ایک صنف ملائکہ کی اسی خدمت پر ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد

۱۳۰۱

الاجوبۃ میحکمہ - محمد یعقوب انارکوی
عفی عنہ - مدرس اقل، مدرسہ عالیہ دیوبند

کتبہ الراجی ربہ رشید احمد گنگوہی

الاجوبۃ میحکمہ - ابوالخیرات سید احمد
مدرس دوم، مدرسہ عالیہ دیوبند

محمد یعقوب

الاجوبۃ کلہا میحکمہ
عزیز الرحمن دیوبندی

وکل علی العزیز
الرحمن

الاجوبۃ کلہا میحکمہ
ابوالکلام محمد اسماعیل فرخ آبادی عفی عنہ

محمد اسماعیل

سید احمد

الاجوبۃ میحکمہ - احمد ہزاروی عفی عنہ

احمد

الاجوبۃ میحکمہ
عبد اللہ الانصاری عفی عنہ

الاجوبۃ میحکمہ محمد عوف عفی عنہ
مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند

الہی عاقبت محمد گروال

دوسرے فتویٰ مع جوابات کے یوں منقول ہے :-

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء محققین احناف رحمہم اللہ مسئلہ ہمارے کہ زید کہتا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا کل غیب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمادیا تھا اور اب بھی آپ مخلوق کے ہر ایک حال ظاہر و باطن خیر و شر سے بخوبی واقف ہیں یہاں تک کہ فحشر کے پڑھانے کا بھی آپ کو علم ہو جاتا ہے اور ہر ایک کی آواز خواہ مشرق میں ہو یا مغرب میں نبات خود سن لیتے ہیں پس یہ عقیدہ کیسا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مذہب احناف اور کتب معتبرہ حنفیہ کی رو سے مسلمان رہا یا کافر مشرک ہو گیا ؟ بیتنا والحمد للہ -

جوشخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے۔ سادات حنفیہ

الجواب

والقاسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے موضوعات کبیر ص ۱۱۹ میں تحریر فرمایا ہے ومن اعتقد تسوية علمه الله تعالى ورسوله يَكْفُرُ اجماعاً كما لا يخفى انتهى لمقتضاه - مصنف صاحب بحر الرائق کتاب النکاح میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جو کوئی نکاح کے شاہدین اللہ اور رسول اللہ مقرر کرے اور اعتقاد یہ کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں، وہ یقیناً کافر ہے، اور مشرک تو اسی کو کہتے ہیں کہ کسی مخلوق کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ کسی وصفت ذاتی مثل علم کے اور قدرت کے یا عبادت کے شریک کرے اس واسطے کہ اشراک فی اللہ یعنی تعدد آلہہ کا قائل تو بہت ہی کم ہوا ہو گا۔ شامی نے رد المحتار کی کتاب الارث وادب صاف طور سے ایسے عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے، اور یہ جو کہتے ہیں کہ علم غیب جمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محشر میں بھی بعض لوگوں میں قابل سقی ماد کوثر ہونے کا احتمال اور باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو گا انک لا تدري ما احدثوا بعدك - اخراج البخاری الحدیث فقط

اصاب من اجاب

محمد رياض الدين عفي عنه

مدرسة اسلامية مير ط

الجواب صحيح

اصاب الجيب عزيز الرحمن عفي عنه

مفتي مدرسه عاليه ديوبند

محمد رياض الدين

وكوكل على العزيز الرحمن

بندہ محمود عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند
 الجواب صحیح
 خلیل احمد عفی عنہ مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم بہار پور

الہی عاقبت محمد گرداں

خلیل احمد

محمد ناظر حسن

ناظر حسن دیوبندی

الجواب صحیح
 خاکسار سراج احمد عفی عنہ میرٹھ

الجواب صحاب
 عبد المؤمن مدرس مدرسہ میرٹھ

سراج احمد

عبد المؤمن

علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے۔ اس لفظ کو کسی
 تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک
 سے خالی نہیں۔

ہذا هو الحق وماذا البعد الحق الا الضلال
 احمد حسن الحسینی الامروہی عفرلہ

کتبہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

اسمہ احمد

رشید احمد گنگوہی

(فتاویٰ رشیدیہ ج ۳۶ ص ۳۵)

یہ دونوں فتوے جن پر اکابرین علماء دیوبند کے جن میں حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی
 اور مولانا شیخ السید محمود الحسن صاحب اور مفتی دارالعلوم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب اور حضرت
 مولانا خلیل احمد صاحب بہار پوری وغیرہ وغیرہ کے دستخط ثبت ہیں، مزید کسی تعزیر کے محتاج نہیں
 ہیں۔ تعجب اور حیرت ہے ان حضرات پر جو اکابرین علماء دیوبند کا ملک نہ سمجھتے ہوئے کچھ کا کچھ کہہ
 جیتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی را ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت
 سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح
 شرک ہے۔ فقط۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۳۶ ص ۳۵)

اور دوسرے مقام پر یوں لکھتے ہیں کہ:-

”جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بے شک کافر ہے۔ اُس کی امامت اور اس سے میل جول، محبت، مودت سب حرام ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم، بندہ رشید احمد گلگویی محلی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۶۱) اور ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ:-

”جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب جو خاصہ حق تعالیٰ ہے ثابت کرنا ہو اُس کے پیچھے نماز درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۱ محرم ۱۳۱۸ھ (اور حاشیہ پر درج ہے -
لانہ کفر فلا یصلح الا قتداء بہ اصلہ کما فی الدر المختار بلفظ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۴)

غرضیکہ یہ مسئلہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت اور حضرات فہمہ اسلام اور خصوصیت سے حضرات فقہاء احناف کے نزدیک اتنا واضح ہے کہ حضرات فقہاء کرام قدیم و جدیدانہ عقیدہ رکھنے والے کی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا، بلا تامل اور بلا تردد تکفیر کرتے ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز و اقتداء کو بالکل حرام بتاتے ہیں، اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص اس عقیدہ کو اسلام کا عقیدہ سمجھتا ہے تو اُس کی مرضی۔ ایک دن ضرور آئے گا جس میں وہ احکم الحاکمین کی کجی عدالت میں پیش ہوگا اور اس کو قیامتی کا حساب بے باق کرنا ہوگا۔ ہم نے اہل السنۃ والجماعت کے دلائل پیش کرنے میں حتی السع کوئی کمی نہیں کی۔ ہدایت خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

گو نالہ نارسا ہونہ ہو آہ میں اثر میں نے تو درگزر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا

ہم اس باب کو اسی بحث پر ختم کرتے ہیں اور آئندہ فریقِ مخالفت کی طرف سے پیش کردہ اصولی دلائل کو نقل کر کے ان کے جوابات عرض کرتے ہیں تاکہ قادیانیوں کو کلام فریقین کے دلائل کا معیار اور توازن بھی بخوبی معلوم کر سکیں۔ اور بقول شخصے ع ”وہ بھی دیکھا ہے یہ بھی دیکھ“ کا لطفت اٹھائیں۔
فریقِ مخالفت کی طرف سے مسئلہ علم غیب پر جو دلائل پیش کئے گئے یا کئے جاسکتے ہیں، وہ اصولی طور پر تین حصوں میں منقسم ہیں:-

اول، قرآن کریم سے انہوں نے اپنے مدعی پر خام استدلال کیا ہے۔
دوم، احادیث سے بھی ناکام احتجاج کیا ہے۔

سوم، حضرات بزرگان دین کے اقوال اور عبارت سے بھی مطلب پڑی کی بے جا کوشش کی ہے
 چونکہ حضرات بزرگان دین کے اقوال کے بارے میں ہم اسی کتاب کے مختلف ابواب میں بقدر ضرورت
 بحث کر چکے ہیں اور اس سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ قرآن کریم اور صحیح احادیث کے مقابلے میں کسی
 کا کوئی قول حجت نہیں ہو سکتا بلکہ وہ قول خود قابل تاویل ہوگا، تاویل نہ ہو سکی تو مردود ہوگا جیسا کہ امام سیوطی رحمہ
 وغیرہ کے حوالہ سے نقل کیا جا چکا ہے، اور بقول قلندر لاہوری ع

اٹھا کر پھینک دو یا ہر گلی میں

پر عمل کیا جائے گا۔ لہذا اصولی طور پر ہم فریقِ مخالفت کے استدلال و صرف دو باتوں میں عرض کریں گے
 آپ ان کو بغور اور بالانصاف ملاحظہ کریں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

باب نہم

اس باب میں ہم فریق مخالف کے وہ دلائل عرض کر کے پھر ان کے جوابات عرض کرتے ہیں جو انہوں نے قرآن کریم سے پیش کیے ہیں۔

فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب داماد اسی طرح مولوی محمد علی صاحب مراد آبادی دیکھئے الکلیۃ العلیار مد اور مفتی احمد یار خان صاحب ملاحظہ ہو

دلیل اول

جاد الحق ص ۱۵ اور مولوی محمد عمر صاحب مقیاس ص ۲۹۲ وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ :-

” بیشک حضرت عزت عظمیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمامی اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا شرق یا غرب عرش تا فرش سب انہیں دکھایا۔ ملکوت السموات والارض کا شاہ بنایا، روز ازل سے روز آخر تک کا سب ماکان و مایحک انہیں بتایا، اشیاء مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا، علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اُن سب کو محیط ہوا نہ صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر و کبیر، ہر طب و دیا بس جو پتہ گمراہ ہے زمین کی اندھیر لیل میں جو دائہ کیل پڑا ہے سب کو مددِ جبراً تفصیلاً جان لیا اَلِیْ اِنْ قَالَ تَوْجِدُ اللّٰہُ قُرْآنَ عَظِیْمٍ خُودِ شَہِدِ عَدْلٍ وَحُکْمٍ فَصْلٌ هُوَ۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

اُناری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت و بشارت

وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ تِبْكَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَ هُدًی وَ رَحْمَةً وَ بُشْرًی لِّلْمُسْلِمِیْنَ ۝

وقال الله تعالى

قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تفصیل ہے اور ہر شے کا حاف جبراً بیان

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ

وقال الله تعالى

مَا مَنَعَكَ هَٰذَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ
ہم نے کتاب میں کوئی چیز اٹھا رکھی الخ
بلفظہ انباء المصطفیٰ ص ۳۰

اور پھر آگے یوں لکھتے ہیں کہ :-

۱۔ نحوہ حیث نفعی میں مفید عموم ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا۔
اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل
کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے الخ (ص ۳۰)

اور مولوی ابوالبرکات سید احمد صاحب نے بھی یہی کہا ہے کہ لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر
مستعمل ہی نہیں ہوتا۔ بلفظہ۔ (دیکھئے ردودا ج ۱ صفحہ ۲۸)

فریق مخالفت کا ان آیات سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نئی علم
جواب غیب کا دعویٰ سو فیصدی باطل اور قطعاً مردود ہے۔

اولاً اس لیے کہ پہلی دلیل پچھ سوئے نخل رکوع ۱۲ کی آیت کا ایک ٹکڑا ہے اور سورۃ نخل مکی ہے
اور دوسری دلیل سورۃ یوسف رکوع ۱۲ (سپل) کی آخری آیت کا حصہ ہے اور سورۃ یوسف بھی مکی
ہے اور تیسری دلیل پچ سوئے الغام رکوع ۴ کی آیت کا ایک جزد ہے اور سورۃ الغام بھی مکی ہے۔
(اور اس میں فی الکتاب بعض حضرات معتبرین کرام کے نزدیک لوح محفوظ مراد ہے، قرآن کریم مراد نہیں
ہے جیسا کہ فریق مخالفت کے بے اثر وکیل کا دعوئے ہے) اگر فریق مخالفت کے نزدیک ان کی آیات
سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ کا علم ثابت ہے اور ان دلائل
کی وجہ سے آپ عالم الغیب ہیں یا آپ کے لیے جمیع ماکان و مایکون کا علم ثابت ہوتا ہے تو اس کے
بعد آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی چاہیے تھی کیونکہ کل غیب تو آپ کو ان آیات سے عطا ہو ہی چکا تھا
حالانکہ اس کے بعد دیگر احکام تو بجائے خود ہے، قرآن کریم بھی باقاعدہ نازل ہوتا رہا۔ کیا وہ حصہ قرآنی
مخالفت کے نزدیک ماکان و مایکون اور غیب میں داخل نہیں ہے؟ علاوہ بریں اس کے بعد مئی سورۃ نخل
میں نفعی علم غیب کی صاف اور صریح آیتیں بھی نازل ہوئی ہیں جیسا کہ ہم ان میں سے بعض اہل حق کے دلائل
میں پیش کر چکے ہیں۔ تعجب اور حیرت ہے فریق مخالفت پر کہ وہ مکی آیات سے جمیع ماکان و مایکون
کا علم ثابت کرتا ہے جب کہ بے شمار امور اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد آپ کو مدنی زندگی میں بتلائے

اور بعض امور کی نفی کا ثبوت بھی اس کے بعد قطعی نصوص سے ثابت ہے۔ ربی خان صاحب بریلی کو یہ کہنا ہے
 ۱ اور جب کہ یہ علم قرآن عظیم کے تبیاناً تکمیل شنیٰ ہونے نے دیا ہے اور پڑھا ہر کہ یہ وصف تمام
 کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت یا سورت کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء
 علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہو کہ نقصان حلیک یا منافقین کے باب میں فرمایا
 جائے لا تعلم ہم ہرگز ان آیات کے منافی اور اعطاء علم مصطفویٰ کا منافی نہیں الخ۔

(ابناء المصطفیٰ ص ۱)

تو یہ ایک خالص مجتہد و اندہ مخالف ہے جو ستراسر مردود ہے۔ خان صاحب آجمنان سے اپنے متبعین پر
 کرم فرمائی کرتے ہوئے اور ان کی اعانت اور امداد کرتے ہوئے یہ فرمادیں کہ قرآن کریم کی وہ کون سی
 آیات ہیں جو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تفصیلی حالات اور جمیع ماکان و مایکون کا
 علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتی ہیں اور وہ نہ نقصان حلیک کے بعد نازل ہوئی
 ہیں؟ اور نیز وہ کون سی آیات ہیں جو منافقین کے تفصیلی حالات کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتی ہیں اور لا تعلم ہم کے بعد نازل ہوئی ہیں؟ تبیاناً تکمیل شنیٰ وغیرہ کی
 آیات سے تو یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان کے بعد ہی تو نہ نقصان حلیک اور لا تعلم ہم کا نزول
 ہوا ہے اور ان کے خلاف قرآن کریم میں ایک حرف بھی موجود نہیں ہے۔ خالصتاً کس سادگی سے کہتے
 ہیں کہ ہرگز ان آیات کے منافی نہیں مگر یہ نہیں بتاتے کہ وہ آیات کون سی ہیں اور کس سورت میں موجود ہیں
 جو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اسی طرح منافقین مدینہ کے پورے تفصیلی حالات کا علم جناب
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتی ہیں؟ محض آیات کا نام لے لینا ہرگز کفایت نہیں کرتا
 نہ نقصان حلیک اور لا تعلم ہم کی پوری تشریح پہلے عرض کی جا چکی ہے، وہاں ہی ملاحظہ کر
 لی جائے۔

وثنائاً خان صاحب اور ان کی جماعت کے نزدیک تبیاناً تکمیل شنیٰ کی آیت سے ہر مردہ

کا اور ہر مرتد و یا پس کا علم ثابت ہوتا ہے اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم میں ہر مرتد و یا پس کا علم ہے
 اور محض بیان ہی میں بلکہ روشن بیان اور بصرف مجمل ہی نہیں بلکہ مفصل۔ چنانچہ خان صاحب لکھتے ہیں
 کہ جب فرقان مجید ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیا روشن اور روشن بھی کس درجے کا مفصل (ابن عطاء اللہ)

تو برائے محرم اس الحاد کے فصد میں جب منکرین حدیث نمازوں کی اور زکوٰۃ وغیرہ کی پوری تفصیل اور عدد رکعت اہل اسلام سے قرآن کریم کے حوالہ سے چلا چلا کر پوچھتے ہیں تو بتائیے کہ ان کے یہ سوالات قرآن کریم کی کس آیت سے حل ہوں گے؟ اجمالی بیان ناکافی ہوگا، بیان روشن ہو اور بالکل مفصل کیا ہے فریقِ مخالفت کے کسی غیر اہل دل میں یہ ہمت کہ کم از کم منکرین حدیث کا یہ سوال اور اس قسم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں سوالات قرآن کریم سے حل کر دے اور حل بھی کیا روشن اور روشن بھی کس درجہ کا مفصل؟ فرمائیے تفصیلاً ﴿کُلُّ شَيْءٍ﴾ کی آیت سے علم غیب پر استدلال کرنے والوں پر کیا ہوتی؟

کون دیکھے یہ بے بسی دل کی

علاوہ بریں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اگر واقعی فرقان مجید میں ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیا روشن اور روشن بھی کہیں درجے کا مفصل، تو بتائیے حضرات فقہاء اسلام کو حدیث، اجماع، اُمت اور قیاس کی کیا ضرورت پیش آتی؟ اور کیوں پیش آتی؟ بقول خان صاحب فرقان مجید میں تو ہر شے کا روشن اور مفصل بیان مذکور ہے اور قرآن کریم کے روشن اور مفصل بیان کی موجودگی میں کسی اور دلیل کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے اور خصوصیت سے اجماع، اُمت اور قیاس واجتہاد کی کیا حاجت باقی رہی؟ اور کیا حضرات فقہاء اسلام کی یہ کھلی غلطی اور جرات نہ ہوگی کہ فرقان مجید کے روشن اور مفصل بیان کی موجودگی میں وہ غیر معصوم اقوال اور قیاس واجتہاد کے ظنی قلعہ کے اندر پناہ ڈھنڈھاتے ہیں۔ فریقِ مخالفت کو صاف اور دھوکہ بات کرنی ہوگی۔ ع۔ یا سر اسر موم ہو یا سنگ ہو۔

وَتَأْتِيَا الْآيَاتِ سَاسِدًا لِّلْأَعْيُنِ لَوْلَا الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ لَكُنْتُمْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿۱۰۰﴾ اور اسی غلط نظریہ پر ان کے استدلال کا ملبہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ خان صاحب نے دارالافتاء میں لیون لکھتے ہیں کہ ع۔ اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستقل ہی نہیں ہوتا، (ابن اللطیف) اب ہم قرآن کریم، صحیح احادیث اور ائمہ لغت بلکہ خود خالصہ کے حوالے سے اس باطل نظریہ کی تردید پیش کرتے ہیں غور سے ملاحظہ کریں اگرچہ لفظ کل اپنے لغوی معنوم کے لحاظ سے عام ہے لیکن استعمال کے لحاظ سے کل اور بعض معنوم و مخصوص دونوں کے لیے برابر آتے ہیں اور اگر وہ معنوم اور استغراق حقیقی کے لیے آتے ہیں تب بھی موقع و محل اور داخلی و خارجی قرائن کا محتاج ہوتا ہے اور اگر کیوں استغراق عرفی و اضافی اور بعضیت کے لیے استعمال ہوتا ہے تب بھی قرینہ سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ چند دلائل بہرہ کے لیے

ہیں بغیر ملاحظہ کریں۔

① اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک خاص موقع پر ارشاد فرمایا کہ:-
ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُمْ جُزْءًا
پھر ان کو فستہ چوٹیوں کی ایک ایک جزو پہاڑ
پر رکھ دیں۔ (پہلے رکوع ۳)

یہ ظاہر امر ہے کہ علیٰ كُلِّ جَبَلٍ کے ارشاد سے تمام روئے زمین کے چھوٹے اور بڑے قریب و بعید کے سب پہاڑ تو ہر ذرہ نہیں تھے، اور نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہالیہ اور نالگا پر بت و حیرہ کی چوٹیوں پر کو فستہ چوٹیوں کی بوٹیاں بلکہ قیمہ رکھنے کا مکلف ٹھہرایا گیا تھا۔ اس موقع پر علیٰ كُلِّ جَبَلٍ سے یقیناً بعض پہاڑ مراد ہیں جو بالکل قریب ہوں گے۔

② اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے کفر و شرک اور دیگر معاصی اور جرائم کا ارتکاب کرنے والی قوموں پر بطور تنبیہ بعض آفاقی اور انسانی تکلیفیں مستط کیں تاکہ وہ اپنی مذموم حرکات سے باز آجائیں لیکن جب انہوں نے اشد پندیری کا ثبوت نہ دیا تو ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

فَكُنَّا عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءَ كُلَّ نَفْسٍ رَپًا۔ (انعام-۸)
تو ہم نے ان پر ہر قسم کے دروازے کھول دیے۔
یہ قطعی اور حتمی امر ہے کہ ان پر بعض ظاہری نعمتوں کے دروازے کھولے گئے ہوں گے نہ یہ کہ نبوت مرسل اور مقبولیت و ولایت اور رضا وغیرہ کے۔

③ اللہ تعالیٰ مکر مکر اور وادعی غیر ذی زرع کی مقبولیت کا یوں تذکرہ فرماتا ہے:-
يُمِیْئِلُ اِلَيْهِ فُتْرَاتٌ كُلُّ شَيْءٍ رَپًا۔ (قصص-۶)
کچھ آتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے میوے۔
اس دور ترقی میں بھی جب کہ غفلت طوق سے میوے خشک کر لیے جاتے ہیں اور نقل و حرکت کے تیز رفتار اسباب فراوانی سے موجود ہیں مگر بایں ہمہ اہل مکہ بعض بعض پھلوں کے نام تک سے واقف نہیں ہیں۔ اس مقام پر بھی لفظ کل سے بعض ہی مراد ہے۔

④ حضرت ہود علیہ السلام کی مجرم قوم پر اللہ تعالیٰ نے باد صرصر اور تیز دزد ہوا کے طوفانی جھونکے بھیجے۔
ثُمَّ دَمَرْنَا كُلَّ شَيْءٍ رَپًا۔ (احقاف-۲۰)
یعنی جو ہر چیز کو ہلاک کرنے والے تھے اور یہ بالکل عیاں ہے کہ زمین و آسمان وغیرہ وغیرہ شمار اشیاء کے علاوہ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھی بھی ہرگز تباہ نہ ہوئے تھے یہاں بھی لفظ کل سے سب اشیاء مراد نہیں بعض ہیں۔

⑤ تورات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (دہا - اعراف - ۱۷) کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل موجود تھی۔ یہ بات بالکل آشکار ہے کہ نہ تو واقعہ تورات میں ہر ہر چیز کی تفصیل موجود تھی کہ زمین کا ایک ایک ذرہ اُس میں صریح ہوتا اور نہ تو علوم و معارف کے لحاظ سے وہ سب احکام تورات میں صریح تھے جو قرآن کریم اور جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جامع اور مکمل شریعت میں موجود ہیں و نہ قرآن کریم اور شرح محمدی (علی صاحبہ العتیمہ) کی تورات پر فوقیت اور مزیت ہی کیا ہوگی؟ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:-

فَجَعَلَ لِي كُلَّ شَيْءٍ قُلْنَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِهِ
تَعَالَى فِي التَّوْرَةِ تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَالْأَمَلُ
فِي الْعُمُومَاتِ التَّفْصِيلُ بِمَا يَنْسَبُ -
ہم کہتے ہیں کہ فَجَعَلَ لِي كُلَّ شَيْءٍ کی حدیث ایسی ہی ہے
جیسے تورات کی بابت وارد ہوا ہے تَفْصِيلًا لِّكُلِّ
شَيْءٍ (حالانکہ ہر چیز کی تفصیل اس میں کہاں؟) اور
اصل مقام میں مقام کے لحاظ سے تفصیل ہی ہے۔
(تفہیمات النبی ص ۲۵)

⑥ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کو پیش نظر رکھ کر توحید پر بالکل ارشاد فرمایا کہ:-

وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (دہا - نمل - ۲۰) اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے۔

یہ بالکل درست ہے کہ نبوت و رسالت خلافت اور سلطنت اور دیگر جو ساز و سامان ان کی شایان شان تھا وہ ان کو عطا کیا گیا تھا لیکن بے شمار اشیاء کے علاوہ نہ تو ان کو قرآن کریم عطا ہوا تھا اور نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلالت شان اور ختم نبوت ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کو دی گئی تھی اور نہ حضرات صحابہ کرامؓ جیسے صحابہ کرام ان کو مرحمت ہوئے تھے۔

⑦ حضرت ذوالقرنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا (دہا - کہف - ۱۷) اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان دیا تھا۔

یہ واضح بات ہے کہ وہی سامان ان کو عطا ہوگا جو ان کے حال کے مناسب ہوگا، نہ یہ کہ آج کل کے زمانہ سائنس کے آلات و اسلحہ اور ہلاکت خیز ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم اور مصنوعی سیارے وغیرہ بھی ان کو عطا تھے۔

⑧ ملکہ سبا (بلیس) کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ:-

وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (دہا - نمل - ۲۰) اور ہر ایک چیز اس کو عطا کر دی گئی تھی۔

اس کو بہت کچھ ملا ہوگا مگر نبوت و رسالت اور ملک سلیمانؑ تو ہرگز نہیں ملا تھا، بلکہ علامہ ذہبیؒ تو لکھتے ہیں کہ کیا بقیس کو مردانہ خصوصیات اور داڑھی بھی مل گئی تھی؟ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۵۴)

قرآن کریم کے ان اقتباسات سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ کل ہمیشہ اور ہر مقام پر کل ہی کے معنی میں نہیں آتا بلکہ عموم اضافی و عمرانی اور بعض کے لیے بھی آتا ہے اور یہ اُس کے مواقع استعمال ہیں جو مخصوص ہیں بہت ممکن ہے کہ کسی کو تاؤ فہم کو یہ وہم پیدا ہو جائے کہ آخر میں پیش کردہ تینوں مقامات میں لفظ کل پر حرف من داخل ہے، جو بعض کے لیے آتا ہے لہذا بعضیت تو صرف من سے ثابت ہوئی نہ کہ لفظ کل سے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ لفظ کل کو ہمیشہ اور ہر مقام پر عموم کے لیے نص قطعی سمجھتے ہیں، ان کو ان مقامات پر حرف من کا بہانہ بھی چنداں مفید نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں من محل شئی کا معنی یہ ہوگا کہ ہر چیز سے کچھ اور بعض بعض ان کو عطا ہوا تھا۔ کیا یہ درست ہوگا کہ دنیا کے جتنے مرد گذرے ہیں یا اب موجود ہیں یا آئندہ پیدا ہوں گے ان میں سے ہر ایک کی داڑھی کا کچھ کچھ حصہ بقیس کو عطا ہوا تھا؟ اور کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا کچھ حصہ اور آپ کی جلالت شان کا بعض حصہ اور اسی طرح قرآن کریم کی ہر ہر سورت سے کچھ کچھ حصہ ان کو مرحمت ہوا تھا؟ اور کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ذوالقرنین کو ہر ایک بنی اور رسول کی نبوت اور رسالت سے کچھ کچھ حصہ ملا تھا؟ کون اس جھیلے میں پڑے، بہت سی چیزیں کہنے کی بھی نہیں ہیں سمجھدار آدمی خود سمجھ سکتے ہیں کہ ہر چیز سے کچھ اور بعض ملنے کا مضمون کہاں تک وسیع ہے اور اس سے کیا کچھ مراد نہیں لی جاسکتی؟ اب آپ دو تین حدیثیں بھی ملاحظہ کر لیں۔

① اس مضمون کی ایک روایت آتی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں ایسی سخت اور زیادہ بارش ہوئی کہ حصّۃ کل شئی (بخاری ج ۱ ص ۱۳ وغیرہ) کہ اس نے ہر چیز کو تیغ و بن سے اکھاڑ دیا۔ کافی نقصان ہوا ہوگا۔ لیکن یقینی امر ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور حضرات صحابہ کرامؓ اور اسی طرح دیگر انسان اور جاندار بلکہ مدینہ طیبہ کے مکانات اور مسجد نبوی وغیرہ اس تباہی و بربادی سے یقیناً محفوظ رہے تھے۔

② حضرت ابوسعید الخدریؓ کا بیان ہے کہ ایک خاص موقع پر ہم ایک قوم کے عمان بنے۔ مگر ان لوگوں نے ہماری ضیافت وغیرہ کی مطلقاً کوئی پروا نہ کی۔ خدا تعالیٰ کا کوئی ایسا یہ ہوا کہ ان میں سے ایک بڑے دربار

کو کوئی نہ ہر مٹی چیز ڈس گئی۔ انہوں نے اس پر جھاڑ پھونک کرنے کے لیے اپنی جگہ بڑی ہمت اور کوشش کی فعوالہ
 بجلی شیشی درخاری ج ۱ ص ۲۰ وغیرہ) حتیٰ کہ انہوں نے اس پر جھاڑ پھونک کے صلہ میں ہر چیز دینے کی کوشش
 کی۔ یہ بالکل نمایاں بات ہے کہ نہ تو انہوں نے اپنی بیویاں اور بچے دینے کی کوشش کی ہوگی اور نہ وہ چیزیں
 جو ان کے ملک میں نہ تھیں بلکہ وہ چیزیں بھی ہرگز دینے کی کوشش نہ کی ہوگی جو ان کے ملک میں تھیں۔
 جن میں بدل کے تمام اعضاء بھی داخل ہیں سمجھو آدمی خود سمجھ سکتا ہے مگر یہاں بھی لفظ حل شیشی کا استعمال
 کیا گیا ہے۔

(۳) ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصومہ کلہ (ترمذی ج ۱ ص ۱۲۱)
 سارے ماہ شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے۔ امام ترمذی نقل کرتے ہیں کہ دوسری احادیث کے پیش نظر
 حضرت امام عبد اللہ بن المبارک نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ لفظ کل سے یہاں اکثر
 مراد ہے رطل اور عموم حقیقی مراد نہیں ہے، اس قسم کی بے شمار حدیثیں موجود ہیں۔ مگر ہمارا مقصد دلائل
 کا استیعاب نہیں ہے۔

علامہ عبد الدین فیروز آبادی لفظ کل کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

وقد جلد بمعنی بعض منہ

لفظ کل کبھی بعض کے لیے بھی آتا ہے اور یہ اہلاد میں

ہے کہ دونوں متہ دل میں استعمال ہوتا ہے

(القاموس ج ۴ ص ۴۵)

اور ملا جیوں سے لکھتے ہیں کہ :-

اور کلمہ کل خصوص کا احتمال رکھتا ہے۔

وکلمۃ کل یقتل المخصوص (رد الافکار ص ۸)

اور مشہور حنفی امام (الفقیہ الاصولی النظار البرکۃ محمد بن احمد بن ابی سہل) (الشرح ص ۱۸۱) (المتوفی ۸۱۰ھ)

تحریر فرماتے ہیں :-

وکلمۃ کل وہی تحتل المخصوص فوکلمۃ منہ

اور کلمہ کل کلمہ من کی طرح خصوص کا احتمال

رکھتا ہے۔

(اصول شرحی ج ۱ ص ۱۵۷)

اور علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ :-

لفظ کل کا استعمال کبھی بعض کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔

وقد جلد استعمالہ بمعنی بعض الی ان قال

پھر فرمایا کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ ان لغت نے فکلی من

قال شیخنا وجعلوا منه ایضاً قوله لعل

فَكُلٌّ مِنْ عِلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
(التاج العروس ج ۸ ص ۸۰)
کُل الثمرات میں اور اسی طرح وَأُوْتِيَتْ کُل شئی میں
لفظ کُل کو بعض ہی کے لیے کہا ہے۔

علامہ محمد طاہر الحنفی ؒ کہتے کہ :-

فِي قَوْلِ عَثَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَيْ بَعْضُهُ مِنْ أَمْرِ
عَلَّ ذَلِكَ أَيْ بَعْضُهُ مِنْ أَمْرِ
بَعْضُهُ بَغِيرِ أَمْرٍ وَهَذَا أَنْبَاءُ عَلَى
أَنَّهُ قَدْ يَتَعَمَلُ عِلَّ الْمَوْضُوعِ
لِلإِحَاطَةِ بِبَعْضِ الْبَعْضِ -
درودان بن حکم کے مخصوص واقعہ میں احب حضرت عثمان سے پوچھا
گیا کہ کیا یہ سب کچھ آپ کے حکم سے ہوا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں سب
کچھ میرے حکم سے ہوا حالانکہ اس مقام پر کُل سے مراد بعض ہے یعنی
بعض میرے حکم سے اور بعض میرے حکم کے بغیر ہوا اور یہ اس بات پر
بنی ہے کہ لفظ کُل جو احاطہ کیلئے وضع کیا گیا ہے کبھی بعض
کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

رُجْعُ الْجِهَادِ ص ۲۲ و مثله فی التاج ج ۸ ص ۸۰

اور مشہور مفسر علامہ خازن ؒ حُلُّ فَعْنَيْنِ ذَا لَيْلَةٍ الْمُؤْتَىٰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جو رو غلمان اس وقت جنت
میں موجود ہیں مگر ان پر اس کسبت کے پیش نظر موت نہیں آئے گی اس لیے کہ :-

لَفْظَةُ كُلٍّ لَا تَقْتَضِي الشَّمُولَ وَالْإِحَاطَةَ بِدَلِيلِ
قَوْلِهِ تَعَالَىٰ وَأَوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَمْ تَلَوْثْ
مَلِكٌ سِلَاحَانِ عَلَيْهِ السَّلَامُ (تفسیر ج ۱ ص ۳۸۶)
لفظ کُل شمول اور احاطہ کو نہیں چاہتا اس دلیل سے کہ
أُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ میں لفظ کُل آیا ہے۔ حالانکہ حضرت
سلیمان ؑ کا ملک یثقیس کو عطا نہیں کیا گیا تھا۔

غیر مقلدین حضرات بھی جن کی بعض مقامات میں گاڑی ہی لفظ کُل کی تفسیر چلتی ہے اس کو ماننے پر
مجبور ہیں کہ کبھی لفظ کُل اکثر کے معنی میں بھی آتا ہے اور اس وقت اس سے استغراق حقیقی مراد نہیں ہوتی۔
دیکھئے پرچہ الحدیث امرتسریم ذوالقعدہ ۱۳۴۷ھ) اور ان کے مشہور عالم مولانا عبدالرحمن صاحب ملکہ کوئی
کہتے ہیں کہ :-

وَالْمُرَادُ بِالْكُلِّ أَكْثَرُ وَهُوَ مُجَازٌ قَلِيلُ الْإِسْتِعْمَالِ
(تحفۃ السخفی ج ۲ ص ۵۱)
مراد کُل سے اکثر ہے اور وہ مجاز ہے قلیل الاستعمال

علامہ فیروز آبادی ؒ لفظ کُل کو اضداد سے مانتے ہیں لہذا ان کے نزدیک لفظ کُل بعض کے لیے مجاز
نہیں بلکہ حقیقت ہی ہے اور دیگر حضرات اس کو کثرت بعض کے لیے متعلل تسلیم کرتے ہیں بلکہ حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب ؒ تو اصل ہی تخصیص قرار دیتے ہیں تو اس لحاظ سے عموم اور احاطہ خلاف اصل ہو گا۔

اور اتنے کثیر استعمال کے باوجود بھی اگر مبارک پوری صاحب کے نزدیک قلیل الاستعمال ہے تو شاید قلیل الاستعمال اور کثیر الاستعمال الفاظ کے لیے ان کے نزدیک قاعدہ اور اصطلاح ہی جدا ہو گئی۔ ج

رکھ لیا ہے نام اس کا آسمان تحسیر میں
لیجے اب وہ وقت آ گیا ہے جس میں خالص بریلی کو خود ان کے حوالہ سے لفظ کل کا غیر محیط اور
غیر مستغرق ہونا منوایا جا رہا ہے چنانچہ وہ خود کہتے ہیں کہ :-

م کہی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے۔ (رہنما دی رضویہ جلد اول ص ۷۴)
عزیز کیجئے کہ خالص صاحب کا یہ غلط و غورے لکھ :- اور لفظ کل کو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل
ہی نہیں ہوتا (انباء المصطفیٰ ص ۷) کتنا غلط اور باطل ہے اور دیگر دلائل کے علاوہ خود خالص صاحب کے حوالے
سے اس کا بطلان ثابت ہو گیا، اور خان صاحب کی سب میرا پھیری کی منطوق کا ذرہ ہو گئی۔ سچ ہے ۔

ہو اسے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخانے کیا خود پاک دامن ماو کنعال کا
و رابعا ضرورت تو نہیں کہ اس بحث کے بعد ہم کچھ اور بھی عرض کریں مگر محض تکمیل بحث کے لیے
یہ بیان کئے دیتے ہیں کہ حضرات مفتقر علی کرام نے تبیاناً لکل شیئی اور اسی مضمون کی دوسری آیات
کا کیا مطلب بیان کیا ہے؟ ملاحظہ کیجئے۔
علامہ لغوی کہتے ہیں کہ :-

تبیاناً لکل شیئی یتاہم الیہ من الامور والنہی
والحلل والحرام والمحدود والامحکام
(معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۱۲)
اور علامہ ابوالبرکات نسفی الحنفی کہتے ہیں کہ :-

تبیاناً لکل شیئی سے امور دین کا بیان مراد ہے احکام
منصوصہ میں تو بالکل ظاہر ہے اور اسی طرح جو احکام سنت
یا اجماع یا قول صحابی یا قیاس سے ثابت ہیں کیونکہ ان سب کا
مرجع کتاب اللہ ہی ہے کہ اس میں ہیں آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع اور طاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ ۷۔

تبیاناً لکل شیئی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں امور دین کی ہر ایسی چیز کا بیان بلغ موجود ہے جس کی لوگوں کو حاجت پڑتی ہے۔

حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ تبیاناً لکل شیئی سے مامور یہ اور منہی عنہ مراد ہے اور اہل معانی فرماتے ہیں کہ تبیاناً لکل شیئی سے امور دین مراد ہیں یا تو انصوح کی وجہ سے اور یا اس لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے اس کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ آپ نے قرآن کریم کے پیش کردہ احکام اور حدود اور حلال و حرام اور تمام مامورات اور منہیات بیان فرمائے ہیں اور اجماع امت کے ساتھ جو کچھ ثابت ہے وہ بھی اس میں داخل ہے کیونکہ اجماع بھی علوم دین کی ایک اصل اور منہج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مامور بہ و منہی عنہ کو علی سبیل الاجمال بیان فرما دیا ہے سو کوئی چیز ایسی نہیں جس کی حاجت لوگوں کو امور دین میں پیش آئے جس کا کوئی یا چھوڑنا واجب ہے مگر اس کا بیان اس آیت میں کر دیا گیا ہے۔

امور دین کی واضح تشریح اس میں موجود ہے۔

فیہ باتباع رسولہ و طاعتہ الام (الملاک ۱۷)

اور علامہ معین بن صفیؒ کہتے ہیں :-

تبیاناً لکل شیئی بیاناً بلیغاً لکل شیئی یحتاجون الیہ من امور الدین۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۲۳۲)

اور علامہ خازنؒ کہتے ہیں کہ :-

قال مجاهدؒ یعنی لما امر به وما نهى عنه وقال اهل المعانی تبیاناً لکل شیئی یعنی من امور الدین اما بالنص علیہ او بالاحالة علی ما یوجب العلم به من بیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین ما فی القرآن من الاحکام والحدود والحلال والمحرّم وجميع الامورات والمنهيات و اجماع الامة فہر ایضاً اصل و مفتاح لعلوم الدین (تفسیر خازن ج ۴ ص ۹۱) نیز وہ کہتے ہیں کہ :-

بین فی هذه الآية المامور به والمنهى عنه علی سبیل الاجمال فما من شیئی یحتاج الیہ الناس فی امور دینہم ما یجب ان یؤتی بہ او یترك الا وقد اشتملت علیہ هذه الآية (خازن ج ۴ ص ۹۱)

قاضی بیضاویؒ کہتے ہیں کہ :-

تبیاناً لکل شیئی من امور الدین (تفسیر بیضاویؒ ج ۱ ص ۱۰۱)

اور علامہ جلال الدین دہلوی لکھتے ہیں کہ :-

تبیانا لكل شیئی يحتاج الناس الیه من امر الشریعة (جلالین ص ۲۷۴)
تبیانا لكل شیئی سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کی لوگوں کو امر شریعت میں حاجت ہو سکتی ہے۔

اور امام رازی نے اسکی قریب تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۱۱ میں لکھا ہے بلکہ وہ فرماتے ہیں اما العلوم التي ليست دینیة فلا تعلق بها بهذه الایة الخرج ص ۱۱۱ یعنی ہر حال وہ علوم جردینی نہیں تو ان کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور عمدة المفسرین حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ :-

تبیانا لكل شیئی قال ابن مسعود رضی اللہ عنہما
لنا فی هذا القرآن حل حلال وحرام و
شیئی وقال مجاهد حل حلال وحرام و
قول ابن مسعود رضی اللہ عنہما و
القرآن اشمل علی حل حلال و
خبر ما سبق و علم ما سياتی و حل حلال
و حرام و ما الناس الیه محتاجون
فی امر دنیائهم و دینهم
و معاشهم و معادهم

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۸۲)

علامہ السید محمود آلوسی الحنفی دہلوی لکھتے ہیں کہ :-

والمراد من حل شیئی علی ماذهب الیه جمیع ما يتعلق بامور الدین
ای بیانا بلیغا لكل شیئی يتعلق
بذلك و من جعلت احوال
الامم مع انبیائهم علیهم السلام
كل شیئی سے مراد جیسا کہ حضرات مفسرین کرام کی ایک جماعت اس کی طرف گئی ہے وہ امور دینی جو دین سے تعلق رکھتے ہیں یعنی امور دین کی پوری تشریح اس میں مذکور ہے اور متنبہ ان کے وہ حالات بھی اس میں مندرج ہیں جو اہم ساجدہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ پیش

دکذا ما اخبرت به هذه الآية من
بعث الشهاداء وبعثه عليه الصلوة
والسلام فانتظام الآية بما قبلها
ظاهر والدليل على تقدير الوصف
المخصص للشيء المقام وان بعثه
الانبياء عليهم الصلوة والسلام
انما هي لبيان الدين اه
(روح المعاني ج ۴ ص ۲۱۱)

یہ جتنے حضرات مفسرین کرام ہیں تمام معتبر اور مستند ہیں اور اہل سنت والجماعت کے مسلم مفسرین
ان کے علاوہ معتزلہ اور شیعہ بھی اس آیت میں اصول عربیت اور دیگر شرعی قواعد کے پیش نظر امور دین اور
امور شرع کی قید لگانے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ علامہ جلال الدین عثمانی لکھتے ہیں کہ :-
تبیاناً لكل شیء المعنی انه بین من امور
الدين اه (کشاف ۲ ص ۲۲۸)

اور مشہور شیعہ مفسر ابو علی الفضل بن الحسن بن الفضل الطبرسی (متوفی ۵۲۰ھ) لکھتا ہے کہ :-
ومعناه ليبين هل شيء يحتاج اليه من
امور الشريعة اه (مجمع البيان ج ۲ ص ۲۴۰)

تو فارین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ تبیاناً لكل شیء کی آیت سے حسب تصریح حضرات مفسرین کرام اہل
السنت والجماعت (بلکہ مع معتزلہ اور شیعہ کے) صرف امور دین مراد ہیں عام اس سے کہ حلال و حرام سے
متعلق ہوں یا امور دنیاوی سے، مابقی کے حالات ہوں یا آئندہ کے، دنیا میں پیش آنے والے ہوں یا آخرت
میں وغیرہ وغیرہ۔ اس آیت سے بغیر شرعی امور اور غیر دینی احکام کا اثبات بھی کارے دار و اچہ ہائیکہ اس
سے علم غیب ثابت ہو جس میں بقول احمد رضا خان صاحب کوئی ذرہ حقور کے علم سے باہر نہ رہے۔
(انبار المصطفیٰ ص ۱۰۰) خانصاحب کا تو یہ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم ہر ایک چیز کا بیان ہے اور قرآن کریم جن
علوم پر مشتمل ہے وہ سب جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہیں مگر امام سیوطی لکھتے ہیں کہ :-

واعلم ان علوم القرآن ثلاثة اقسام الاول
 علم لا يطلع الله عليه احدا من
 خلقه وهو ما استأثر به من علوم
 اسرار كتابه من معرفة كنه
 ذاته وغيبه التي لا يعلمها
 الا هو وهذا لا يجوز لاحد الكلام فيه
 برجه من الوجه اجماعاً۔

(اتقان ج ۲ ص ۱۸۲)

اور نیز کہتے ہیں کہ :-

واما ما لا يعلمه الا الله تعالى فهو
 مجرى مجرى الغيب نحو الوى المتضمنة
 لقيام الساعة وتفسير الروح والحروف
 المقطعة وكل متشابه في القرآن
 عند اهل الحق فلا مجال للاجتهاد
 في تفسيره۔

نیز اسی صفحہ میں اس سے قبل نقل کرتے ہیں کہ :-

ومتشابه لا يعلمه الا الله تعالى ومن
 ادعى علمه سوى الله تعالى فهو كاذب۔

(ج ۲ ص ۱۸۲)

تو جان لے کہ علوم قرآن تین قسم کے ہیں، اول وہ قسم
 ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی
 ایک کو بھی مطلع نہیں کیا اور وہ ایسے علوم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ
 نے اپنی کتاب کے رموز میں اپنی ذات کی حقیقت کے اسرار
 اور ان غیب کو جن کا علم اس کے بغیر اور کسی کو نہیں
 صرف اپنے ہی ساتھ مخصوص کر لیا ہے اور اس قسم کے
 علم میں کسی جبر سے کسی کے لیے کلام کرنے کی گنجائش
 نہیں ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

اور بہر حال وہ علم جس کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا تو وہ غیب
 کی مد میں ہے مثلاً وہ کہتے ہیں جو قیامت اور روح کی تفسیر اور حروف
 متقطعات مثل ہیں اور اسی طرح قرآن کریم میں جملہ مشابہات کا بھی اہل
 حق کے نزدیک یہی نظریہ ہے کیونکہ ان کی تفسیر میں اجتہاد کا کوئی دخل
 نہیں ہے اور ان کے معامل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے مگر یہ کہ
 وہ قرآن کریم یا حدیث شریف یا اجماع امت کے معامل ہوں
 اور ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے)

اور اللہ تعالیٰ کے بغیر متشابه کو اور کوئی نہیں جانتا اور بخیر
 اللہ تعالیٰ کے کوئی اور متشابه کے علم کا معنی ہو تو وہ سراسر
 جھوٹا ہے (یعنی مطلق جو مختلف فیہ ہے نہ کہ قطعی)

مفتی احمد یار خان صاحب کی حوالہ ملاحظہ ہو۔ وہ کہتے ہیں (وَمَا يُغْنِيكَ تَأْوِيلُهُ) (الآلہ) جواب
 اس آیت میں یہ کہاں فرمایا گیا کہ ہم نے مشابہات کا علم کسی کو دیا بھی نہیں اِلَّا اِنْ قَالَ اِسى لے حنفی مذہب
 کا متفقہ عقیدہ ہے حضور علیہ السلام مشابہات کو جانتے ہیں بلکہ (عاد الحق ص ۱۸۲) خفیول کا یہ عقیدہ اور

وہ بھی اتفاقی؟ لاجل ولاقہ الا باللہ اس میں خاصا اختلاف ہے۔ مفتی صاحب کو صرف تو مفتح ہی دیکھ
 لینی چاہیے جس میں یہ تصریح موجود ہے ولہ یظهر احداً من خلقہ علیہ (مثلاً) کہ اللہ تعالیٰ
 نے مشابہات پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا۔ اور حامی مثلاً میں ہے دھوم لا طریق لہ لکہ
 اصلہ و متشابہ وہ ہے کہ اس کے حامل ہونے کی کوئی سبیل نہ ہو۔

خان صاحب نے ان اقوال سے گلوغلامی کی جو نا کام کوشش کی
خالصا کی مطلب پرستی ہے وہ بھی قابل دید ہے۔ چنانچہ ملفوظات حصہ سوم میں لکھا ہے۔
 ”عمر بن خطاب سے مقامات پر آئمہ تفسیر کا قول نہیں مانا جاتا ہے مثلاً قاضی بیضاوی نے یا اور آئمہ مثلاً
 غازی وغیرہ نے بتایا کہ شیخ کو مخصوص بتایا ہے، ارشاد قاضی بیضاوی ”یا غازی وغیرہ آئمہ تفسیر نہیں،“
 کسی فن کا امام ہونا اور بات ہے اور اس فن میں کتاب لکھ دینا اور بات۔ آئمہ تفسیر صحابہؓ ہیں اور تابعینؓ
 میں بھی عظام کی تخصیص ہے“ بلغظہ۔

خان صاحب ہی ارشاد فرمائیں کہ تیرہویں صدی کا ایک مفسر صاوی تو آپ کے نزدیک مفسر ہے اور اس
 کی بات بھی حجت ہے اور اسی طرح جمل وغیرہ مفسر ہیں اور ان کی تفسیر حجت ہے مگر قاضی بیضاویؒ اور
 غازیؒ وغیرہ مفسر نہیں ہیں جن کو تمام اہل السنۃ والجماعت بالاتفاق مفسر تسلیم کرتے ہیں اس کی کئی محقولہ
 صحیح وجہ بتائیں۔ اور کیا خالصا کے نزدیک علامہ لغویؒ، حافظ ابن کثیرؒ اور علامہ آلوسیؒ وغیرہ بھی آئمہ تفسیر
 میں شامل ہیں یا نہیں؟ سوچ کر بتائیے گا؟ اور کیا حضرت مجاہد بن جبرؒ جزا تابعین عظام میں سے ہیں وہ بھی آئمہ تفسیر
 میں ہیں یا نہیں؟ تمام اہل سنت تو ان کو تابعینؓ میں درجہ اول کا مفسر مانتے ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ جب قرآن کریم کی تفسیر خود قرآن، سنت اور حضرات صحابہ کرامؓ سے نہ مل سکے۔
 فقد رجع کثیر من الائمة فی ذالک الی اقوالہ
 التابعین کہ مجاہد بن جبرؒ فرماتے ہیں کہ کان ایہ
 رجوع کیا ہے جیسے حضرت مجاہد بن جبرؒ کیونکہ درجہ
 اول کے مفسر تھے۔

اور امام سیرطیؒ نقل کرتے ہیں کہ:-

فمن المبرزین منہم مجاہدہ قال
 الفضل بن میمون سمعت مجاہداً یقول
 حضرات تابعینؓ کے اندر فن تفسیر میں گئے بسنت لہ جانے
 طے حضرت مجاہدؒ ہیں فضل بن میمونؒ کہتے ہیں کہ میں نے

حضرت مجاہدؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے تین مرتبہ قرآن کریم حضرت ابن عباسؓ پر پیش کیا ہے اور نیز فرمایا کہ میں نے تین مرتبہ حضرت ابن عباسؓ پر اس طرح قرآن کریم پیش کیا کہ ہر آیت کے پاس ٹھہر جاتا اور اس شانِ نزول اور مطلب کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے پوچھتا جاتا۔ خبیث کا بیان ہے کہ تمام حضرات تابعینؓ میں حضرت مجاہدؒ فہم تفسیر کے بڑے عالم تھے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جب مجاہدؒ سے کچھ تفسیر پہنچ جائے تو بچے بس ہے۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ حضرت مجاہدؒ کی تفسیر پر حضرت امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ اہل علم مکمل اعتماد کرتے ہیں۔

عرضت القرآن علی ابن عباسؓ ثلاثین مرة وعنه ایضا قال عرضت المصحف علی ابن عباسؓ ثلاث عرضات اقف عند كل آية منه واسأله عنها فيما نزلت وكيف كانت وقال خفيف كان اعلهم بالتفسير مجاهد وقال النوويؒ اذا جاءك التفسير من مجاهد فخذ به قال ابن تیمیہؒ ولهذا يعتمد علی تفسیرہ الشافعیؒ والبخاریؒ وغیرہما من اهل العلم (تفسیر القان ج ۲ ص ۱۸۹ طبع مصر)

یہ حافظ ابن تیمیہؒ وہی ہیں جن کی فتاہست کو اگرچہ نہیں مانتے مگر وسعت علمی کے بارے میں خالصتاً کہتے ہیں کہ علامہؒ ابن تیمیہؒ کو لکھا ہے حلیہ اکبر من عظم اس کا علم اس کی عقل سے بڑا ہے۔ علم نافع وہ جس کے ساتھ فتاہست ہوئے (ملفوظات ص ۱۷۱) اور گزر چکا ہے کہ حضرت مجاہدؒ نے ایک روایت میں اس آیت میں کل شیء کی تفسیر حلال اور حرام سے اور دوسری میں مامور بہ اور منہی عنہ سے کی ہے۔

اور کیا خالصتاً کہے نو دیک حضرت عبداللہؒ ابن مسعودؓ بھی مفسر ہیں یا نہیں؟ جمہور علماء اسلام تو ان کو حضرات صحابہؓ کرامؓ میں درجہ اہل کا مفسر تسلیم کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۷۱ وغیرہ) اور امام نوویؒ تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ فہم تفسیر میں وہ حضرات خلفائے راشدینؓ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) اور حضرت ابن مسعودؓ نے تو بقتل حافظ ابن کثیرؒ قبیانا لکل مشی کی تفسیر ہر علم نافع سے اور حلال و حرام اور اجابہ و عیب کے علاوہ ایسے امور سے کرتے ہیں جن کی لوگوں کو دینی اور دنیا اور معاش و معاد وغیرہ میں ضرورت ہو اور علوم خیر نافعہ کی بحث ہم نے پہلے باحوالہ عرض کر دی ہے اور یہ وہی ابن مسعودؓ ہیں جو امویہؒ کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تسلیم نہیں کرتے

خالص صاحب! آپ اگر بتیاء لکل شئی کی اپنی خود ساختہ اور خانہ ساز تفسیر کے بغیر اور کسی مفسر کی تفسیر نہیں سننا چاہتے تو صاف یہ فرمادیں کہ میرا قلب تبارک اپنی خانہ ساز تفسیر کے علاوہ کسی اور تفسیر کو تسلیم نہیں کرتا۔ مگر یہ عذر لنگ کیا ہوا کہ قاضی بیضاویؒ اور علامہ خازنؒ وغیرہ ائمہ تفسیر مفسر ہی نہیں ہیں؟ اور اس لحاظ سے یقین کیجئے کہ خان صاحب کے نزدیک کوئی مفسر مفسر ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سو فیصدی حضرات مفسرین کو ائمہ بتیاء لکل شئی کا معنی اجمالاً یا تفصیلاً ائمہ دین یا ایسے ائمہ سے کرتے ہیں جن کی دین اور دنیا معاش و معاد میں لوگوں کو حاجت پیش آئے۔

اس مبسوط بحث کے بعد ضرورت تو نہیں کہ ہم کچھ اور عرض کریں مگر مختصر طریقہ پر سورۃ یوسف اور سورۃ النعام وغیرہ کی آیتوں کی بطور نمونہ چند تفسیریں عرض کر دیتے ہیں تاکہ معاملہ بالکل بے غبار ہو جائے۔ چنانچہ امام بغویؒ لکھتے ہیں کہ:-

وتفصیل حل شیئ مما یتحتاج الیہ من الحلال والحرام والامور والنہی (مجامل ج ۲ منک) اور امام جلال الدینؒ لکھتے ہیں کہ:-

وتفصیل تبیین حل شیئ یتحتاج الیہ فی الدین۔ (جلالین منک) اور حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ:-

وتفصیل حل شیئ من تحلیل وتحريم محرم ومکروه وغیر فالک من الامور والاطاعات والواجبات والمسکبات والنہی عن المحرمات وما شاکلہا من المکروهات والاختیار عن الامور الجلیة وعن العیوب المستقبلة المجلبة والتفصیلیة والاختیار عن الرب تبارک وتعالیٰ بالامور والصفات وتنزهہ عن مملوثة المخلوقات (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۹۸)

تفصیل کل شیئ سے حلال و حرام، محبوب و مکروہ اور امر بالطاعات اور واجبات و مستحبات اور محرمات یعنی اور اسی طرح مکروہات وغیرہ سے کناہ کشی کرنا وغیرہ مراد ہے اور نیز بڑے بڑے ائمہ کی غیر دنیا اور اسی طرح غیوب مستقبلہ کے بارے میں کچھ اجمالی اور کچھ تفصیلی خبریں دینا اور اللہ تعالیٰ کے اسرار اور صفات اور اس کے مخلوقات کی مماثلت سے منزہ اور مبرا ہونے کی خبریں دینا اس میں شامل ہیں۔

اور سورۃ الفام کی آیت کا لحاظ بعض حضرات مغضوب کرام کے نزدیک لوج محفوظ سے متعلق ہے۔ دیکھئے
ابن کثیر ج ۲ ص ۱۳۱ و جلالین ص ۱۱۵ وغیرہ)

اور جو حضرات الکتاب سے قرآن کریم مراد لیتے ہیں وہ بھی اس کی تصریح کرتے ہیں کہ اس میں من
شیئ سے کل اشیاء مراد نہیں چنانچہ حضرت امام رازیؒ کہتے ہیں کہ :-

مَا خَرَّ ظَنَّا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ يَحِبُّ أَنْ يَكُونَ مَخْرُوطًا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ مِنْ شَيْءٍ كَالْفَرْغِ
مخصوصاً ببيان الاشياء التي يحب معرفتها -
(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۱۵)

اور علامہ ابوالسعود الحنفیؒ کہتے ہیں کہ :-

ای ما ترکنا فی القرآن شیئاً من الاشياء المهمة
(تفسیر ابی السعود ج ۲ ص ۹۷)

اور امام جلال الدین سورۃ نبی اسرائیل (جو مکئی ہے) کی ایک آیت کے اس ٹکڑے وَحَلَّ شَيْئٌ فَضْلَهُ
الایۃ کا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ :-

وَحَلَّ شَيْئٌ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ فَضْلُهُ تَفْصِيلاً
وَحَلَّ شَيْئٌ فَضْلُهُ تَفْصِيلاً
(جلالین ص ۲۳۱)

اور امام رازیؒ کہتے ہیں کہ :-

وَحَلَّ شَيْئٌ فَضْلُهُ تَفْصِيلاً
بَعْدَ إِلَيْهِ حَاجَةٌ
(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۴۷)

اور سورۃ اعراف میں قورات کے بارے میں تَفْصِيلاً لِكُلِّ شَيْءٍ آیا ہے اس کی تفسیر میں امام بغویؒ
کہتے ہیں کہ :-

لِكُلِّ شَيْءٍ مِنَ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْحَدِّ وَالْحَرَمِ
وَالْمَحْذُورِ وَالْحُكْمِ (معلم ج ۲ ص ۲۸۵)

اور امام جلال الدینؒ کہتے ہیں کہ :-

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي الدِّينِ (جلالین ص ۱۷۱)

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مِمَّا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي الدِّينِ مِنْ لَوْكُلِّ شَيْءٍ

اور حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ ۱۔

وان الله كتب له فيها مواظدا وحكاما مفعلة
مبينة للحلال والحرام -

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۶)

اور نیز لکھتے ہیں ۲۔

وتفصيلا لكل شئ لما يحتاج اليه في شريعته

(ج ۲ ص ۱۹۱)

۳۔ اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ ۱۔

وتفصيل لكل ما يحتاجون اليه من
الحلال والحرام -

(البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۲۸۵)

یہ ہیں تفصیلاً لکھی شئی وغیرہ کی وہ آیات جن سے فریقِ مخالف نے علمِ غیبِ کَلِّ پر استدلال کیا ہے اور اپنے مدعی پر اہل اُلفت والجماعت کے کم از کم دو معتبر اور مستند حضرات معتمدینِ کرامؒ کے اقوال سے تائید پیش کرنے سے سراسر عاجز و قاصر ہے، دو تو ہے بجائے خود کسی ایک معتبر اور مستند مفسر سے بھی ان آیات کی تفسیر میں علمِ غیبِ کَلِّ کا قیامت تک اثبات محال ہے۔ دیدہ بابر۔

۴۔ یہی یہ باطل کہ ہر چیز ہی دین ہے جیسا کہ فریقِ مخالف کے بعض بے باک مناظر کہہ دیا کرتے ہیں تو یہ ایک نہایت محل اور فرسودہ بات ہے کیونکہ ہم پہلے مختلف البواب میں امورِ دین اور دنیا کا فرق نیز حامد، کمانت، شعبہ، نجوم اور سیماء وغیرہ کے غیر دینی اور غیر مفید ہونے کا پورے دلائل سے ثبوت پیش کر آئے ہیں۔ فریقِ مخالف ہی ازراہِ انصاف و دیانت یہ بتلائے کہ ہر ایک انسان و حیوان حتیٰ کہ کتے کے سر اور بلی کے بالوں کی تعداد کے جاننے کو دین سے کیا تعلق ہے؟ اسی طرح اس بات کا معلوم کرنا کہ آج کتنی مکھیاں اور مچھڑ اور دیگر کیڑے مکوڑے پیدا ہوئے اور کتنے مرے، بتلانے کہ ان معلومات کا دین سے کیا تعلق ہے؟ اور یہ کہ گدھے اور کتے وغیرہ وغیرہ لا تعداد جاندار اتنی دفعہ زندگی میں جفتی کریں گے اور اتنی دفعہ اور اتنے قطراتِ پیشاب کریں گے وغیرہ وغیرہ ان لالچوں کا دین سے کیا

لگاؤ ہے؟ اور ان کا ثبوت قرآن کریم کی کس کس صورت اور کس کس آیت سے ہو سکتا ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ! الغرض تفصیل کیلئے شیخ وغیرہ کی آیات سے علم غیب کئی پر استدلال کرنا قرآن کریم، صحیح احادیث اجماع اُمت اور عقل صریح کے بالکل خلاف ہے جو یقیناً مردود ہے۔

کافی ہے اک آواز مجھے دل کی طرف سے
منزل کا بلا واسطہ یہ منزل کی طرف سے

تعلیف: جس طرح غیر اللہ کے متعلق علم غیب کا عقیدہ سراسر غیر اسلامی اور شیعوہ شیعہ وغیرہم سے مستعار ہے اسی طرح تین کتابیں بھی شیعی سے اس پر دلیل قائم کرنا بھی اہل تشیع سے مستعار ہے۔ چنانچہ ان کی مشہور و معروف کتاب اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف یہ بحث خوب کی گئی ہے کہ:-

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لو كنت بین
موسىٰ وخضر لا خبرتهما فی
اعلم منهما فی لا علم ما فی
السموات وما فی الارض
واعلم ما فی الجنة واعلم ما فی
النار واعلم ما صلت وما یحکون
فسری ان ذالک صبر علی من
سمعه فقال علمت من کتاب اللہ
فیہ تبیان کل شیء۔

امام ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ اگر میں حضرت موسیٰ اور
حضرت خضر علیہما السلام کے پاس ہوتا تو میں ان کو بتلا دیتا
کہ میں ان مطلق سے بڑا عالم ہوں (معاذ اللہ تعالیٰ) کیونکہ
میں آسمانوں اور زمینوں کی چیزوں کو جانتا ہوں
اور جنت اور دوزخ کی چیزوں کو جانتا ہوں اور
جو کچھ ہو چکا ہے بعد آئندہ ہو گا میں اس کو بھی جانتا
ہوں۔ جب اس قول نے محسوس کیا کہ لوگوں پر یہ دعویٰ
گراں گزرا ہے تو وہ فرمانے لگے کہ میں نے یہ سب
کچھ قرآن کریم سے معلوم کیا ہے کیونکہ فیہ تبیان کئی
شئی اس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔

(اصول کافی منکح)

لیجئے غیر اللہ کے لیے علم غیب کا عقیدہ مکلفہ والوں کا قارورہ کس قدر سے جا بڑا
ہے۔ کیا خوب ہے

ہمارے شوق کی منزل نہ پوچھائے ہاتھ
دل اپنا راہ مناسبہ بدر کر کے کے چلے

دلیل دوم

فریق مخالف نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب مکی کریموں کی قیاس کی ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب چیزوں کے نام بتائیے تھے اور ایک آیت کا یہ ٹکڑا اس کی دلیل ہے کہ۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ (پ۔ بقرہ۔ رکوع ۴)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائیے پھر اس نے وہ سب اشیاء ملائکہ پر پیش کیں۔

اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درجہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس طرح تمام دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر ہے لہذا آپ کو بطریق اولیٰ ان سب چیزوں کے نام اور ان کے علوم حاصل ہوں گے۔ اور جب آپ کو ماکان و مایکون کا علم حاصل ہو گیا تو ہر نامی ثابت ہو گیا۔ (محصلہ۔ دیکھئے خالص الاعتقاد وصلی و صلواتہم اجمعین از مولانا محمد رفیع فریق مخالف کا یہ استدلال بھی قطعاً باطل ہے۔

جواب

اولاً اس لیے کہ عقائد کے باب میں قیاس جو ایک ظنی دلیل ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتا وثانیاً یہ استدلال اس امر پر مبنی ہے کہ لفظ کل عموم میں نص قطعی ہے اور ہر مقام پر استغراق حقیقی کے لیے آتا ہے اور کبھی خاص ہو کر استعمال نہیں ہوتا اور ہم اس کی بالائزہ علیہ بحث کر چکے ہیں کہ یہ نظریہ باطل ہے اور بتا چکے ہیں کہ یہ بعض اور اکثر کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

وثالثاً اگر وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کلی علم غیب مل چکا ہوتا جیسا کہ فریق مخالف کہتا ہے تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شیطان لعین نے دھوکہ دے کر جنت سے کیوں نکالا اور قسم کھا کر کیوں ان کو پھیلایا؟ حالانکہ تعلیم اسماء پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت آدم و حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ابلیس مردود کا یہ مکر بعد کو پیش آیا تھا کیسے باور کر لیا جائے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہوتے ہوئے خفا میں کے فریب میں آگئے؟ اور ہم قدرے تفصیل کے ساتھ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں کہ ان کو علم غیب حاصل نہ تھا قرآن کریم اور صحیح حدیث سے کچھ حوالجات درج کر آئے ہیں، وہاں ہی ملاحظہ کر لیں، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے وراجعاً الاسماء کلمہ کی حضرات معصومین کرام نے مختلف اور متعدد تفسیریں کی ہیں۔ چنانچہ علامہ خازنؒ لکھتے ہیں کہ:-

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا فَلَمَّا قَالَ يَا آدَمُ
هَذَا جَعْبَرٌ وَهَذَا أَعْرَسٌ وَهَذِهِ شَاةٌ
هَٰذَا عَلَى الْأَرْضِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ وَهَٰذَا
الْجِبَالُ وَالْأَنْهَارُ وَالْأَشْيَاءُ الَّتِي
أَنشَأْتَ فِيهَا كُلَّ غُلَامٍ لَّكُم مِّنْهَا
أَسْمَاءٌ كَمَا فَتَنَ آدَمَ ابْنُ الشَّيْطَانِ
فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ فَوَازَىٰ بَيْنَهُمَا فَخَسَمَ
اللَّهُ آدَمَ كُلِّهَا وَلَمْ يَلْغُ فِيهِ عَمَلٌ
شَرٌّ فَلَمْ يَكُنْ مِنَّا فَجُورًا وَأَنزَلْنَاهُ
إِلَى الْغَدَقَاتِ فَنَادَاهُ مِن تَحْتِهَا
أَآدَمُ قَالَ بَلَىٰ فَنَازِلُكَ هَٰذَا
بَارِدٌ فَخَسَمَ اللَّهُ آدَمَ لِقَابًا
كَثِيرًا لِّمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ

(تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۲۸)

علامہ یعقوبی کہتے ہیں کہ :-

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِّنْ مَّجَاهِدٍ وَفَقَادَةُ
طَلَبَ اسْمَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الْقَصْعَةِ
وَالْقَصِيعَةِ وَقِيلَ اسْمُ مَا حَانَ وَ
مَا يَحُونُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَ
قَالَ الرِّبِيعُ بْنُ النُّزْرِ اسْمَاءُ لِلْمَلِكَةِ
وَقِيلَ اسْمَاءُ ذَرِيَّتِهِمْ وَقِيلَ مَنَعَةُ كُلِّ شَيْءٍ
قَالَ أَهْلُ التَّوَابِلِ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلَّمَ آدَمَ
جَمِيعَ اللُّغَاتِ ثُمَّ يَتَكَلَّمُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْ
أَوْلَادِهِ بِلُغَةٍ فَخَفَرُوا فِي الْبِلَادِ وَاجْتَمَعَ
كُلُّ خُرْقَةٍ مِنْهُمْ بِلُغَةٍ -

(معالم التنزيل ج ۱ ص ۱۲۸)

اور علامہ البوطی ہر محمد بن یعقوب کہتے ہیں کہ :-

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا اسْمَاءُ الذَّرِيَّةِ وَ
يُقَالُ اسْمَاءُ الدَّرَابِ وَغَيْرِ ذَٰلِكَ حَتَّى
الْقَصْعَةِ وَالْقَصِيعَةِ وَالْمَكْرَجَةِ -

(توضیح الغمام ج ۱ ص ۱۲۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد اور قتادہ نے فرمایا کہ
ہر چیز کا نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو بتلادیا حتیٰ کہ قصعہ
اور قصیعہ کے نام ان کو بتائے گئے اور مکرجہ ہے
کہ سابق اور قیامت تک ہونے والی ہاشیدہ کے نام ان
کو بتائے گئے اور ربیع بن النضر کہتے ہیں کہ فخر شعل
کے نام ان کو بتائے گئے اور کما گیس ہے کہ ان کو اولاد کے
نام بتائے گئے اور کما گیس ہے کہ ہر چیز کی صنعت اور
حرفت کی تعلیم ان کو دی گئی اور اہل توابل نے کہا ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جمیع لغات کی تعلیم
دی ہے ان کی اولاد میں سے ہر ایک فرقہ نے ایک خاص لغت
کے متعلق اختیار کیا اور مختلف شہروں میں بکھیر دیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو سب ہاشیدہ کے نام
بتائے یعنی ان کی ذریت کے نام بتائے اور کما گیس ہے کہ ہر
ذریعہ کے نام بتائے گئے حتیٰ کہ بڑے اور چھوٹے پائے اور
رکابی تک کے نام ان کو بتائے گئے۔

اور حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ:-

عن ابن عباس ر (بروایۃ النبی) وعلم آدم الاسماء کلها قال علمه اسماء ولده انسانا انسانا و
الدواب فقیل لهذا الحمار وهذا الجمل و
هذا الغنم وقال الضمک عن ابن عباس
وعلم آدم الاسماء کلها قال هي هذه الاسماء
التي يتعارف بها الناس انسان ودواب و
سماء وارض وسهل وعمر وخيل وحمار واشياء
ذلك من الاسم وغيرها الى ان قال عن ابن
عباس ر وعلم آدم الاسماء کلها قال علمه
اسم كل دابة وكل طير وكل شيء وكذلك
روى عن سعيد بن جبیر وقتاده وغيرهم
من السلف انه علمه اسماء كل شيء وقال
الربيع في رواية عنه اسماء الملائكة وقال
حميد الشامي اسماء الجنوم وقال عبد الرحمن
بن زيد علمه اسماء قديسهم كلهم واختار
ابن جریر انه علمه اسماء الملائكة واسماء
النورية الى ان قال العليم انه علمه اسماء
الاشياء کلها ذواتها وصفاتها وافعالها الخ
(تفسير ابن کثیر ص ۱۷۷)

اور علامہ نسفی الحنفی کہتے ہیں کہ:-

ومعنى تعليمه اسماء المسميات انه تعالى اراه
الاجناس التي خلقها وعلمه ان هذا اسمه

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
حضرت آدم کو ان کی اولاد اور حیوانوں میں سے ایک
ایک انسان اور حیوان کا نام بتایا سو کہا گیا یہ گدھا ہے یہ
اونٹ ہے یہ گھوڑا ہے اور حضرت مخاکم حضرت ابن عباس
سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو
سب چیزوں کے نام بتائے یہی نام جن سے لوگ متعارف
ہیں۔ مثلاً انسان اور جانور، آسمان و زمین، خشکی اور
مدیا، گھوڑا اور گدھا وغیرہ۔ ان کے نام اللہ تعالیٰ نے حضرت
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت
آدم کو ہر چیز کے نام بتا دیے اور ہر چیز کا نام بتا دیا۔
اور اسی طرح سعید بن جبیر وقتادہ اور دیگر سلف
سے منقول ہے کہ ہر چیز کا نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم
کو بتا دیا اور ربیع کہتے ہیں کہ فرشتوں کے نام بتائے اور
حمید شامی کہتے ہیں کہ ستاروں کے نام بتائے۔ اور
عبد الرحمن بن زید کہتے ہیں کہ سب اولاد کے نام بتائے
اور ابن جریر نے اس کے اختیار کیا ہے کہ فرشتوں کے
اور ذریت آدم کے نام بتائے۔ پھر ابن کثیر فرماتے ہیں
کہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو سب
چیزوں کی فطرت و صفات اور افعال بتائے۔

اسماء مسمیات کی تعلیم کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
حضرت آدم کو ان جنسوں کا علم دیا جو خدا تعالیٰ نے

فرس و هذا اسمہ بعیر و هذا اسمہ کذا و
 هذا اسمہ کذا و عن ابن عباس رۃ علمہ اسم
 علی شئ حق القصۃ والمغرفة
 (دارک ج ۱ ص ۱۷۱)

اور مفتی محمد عبدہ المقرئ کہتے ہیں کہ :-
 ای اودع فی نفسہ علمہ جمیع الاشیاء من
 غیر تحدید ولا تعین -
 (المنار ج ۱ ص ۱۷۱)

ان تمام تفاسیر کو پیش نظر رکھنے کے بعد بخوبی یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ الاسماء کلہا کی تفسیر میں حضرت
 ائمہ تفسیر کے اقوال کتنے مختلف ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ مگر قدر مشترک سب میں یہ ہے کہ حضرت
 آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان اشیا کے نام بتائے جن کی ان کو ضرورت اور حاجت پیش
 آسکتی تھی اور فرشتوں کے حال سے ان اشیا کی مناسبت نہ تھی۔ آخر فرشتوں کو گھوڑوں اور گدھوں کی ضرورت
 اور بھریوں کی، پیالوں اور کایوں کی، ٹانڈیوں اور پھول کی مہلا ضرورت بھی کیا ہے؟ کہ جب وہ نہ نکلتے
 ہیں اور نہ بھوکے اور پیاسے ہوتے ہیں تو گھوڑے اور پیالے اور کابی و ٹانڈی اور کچھ کو وہ کیا کریں گے؟
 مگر ان اشیا پر علم اسباب میں حضرت آدم اور ان کی ذریت کی زندگی موقوف تھی اس لیے ان کو ان کے
 ناموں کی اور ان کی ذوات و صفات اور افعال کی تشریح بتادی کہ یہ چیز اس کام کی ہے اور یہ اس کام
 آتی ہے، اور پھر صاحب مارک وغیرہ کی تفسیر میں اس کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو
 جو علم عطا فرمایا تو ان اشیا کی اجناس کا علم تھا مثلاً یہ کہ یہ گھوڑا ہے اور یہ اونٹ ہے، اور یہ فلاں چیز
 ہے اور یہ فلاں چیز ہے، اور یہ انسان ہے اور یہ بکری ہے۔ رہا اس جنس کے تمام افراد اور افراد کے تمام
 جزئی حالات تو ان کا اس میں کوئی ذکر نہیں اور اگر ہر انسان کا اور حیوان کا نام بھی بتایا گیا ہو تو ہر انسان
 اور حیوان وغیرہ کے تمام تفصیلی حالات پھر بھی الگ رہیں گے۔ غرض کہ اس آیت سے غیر ضروری اور غیر متعلق باتوں
 اور حالات کا علم حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ثابت کرنا کسی طرح بھی صحیح اور قرین قیاس نہیں ہے۔
 آخر فریق مخالف کے وکیل خانصاحب بریلی، علامہ عبد العزیز و باغ رہ (المتوفی ۱۱۹۹ھ) کی ایک طویل

عبارت میں جو عَلَّمَ اَدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا کی تفسیر میں انہوں نے لکھی ہے یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ:-

ولمّا اوبقوله تعالیٰ الاءسماء کلّھا، الاءسماء الّتی اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد الاسماء کلّھا سے مراد یہ ہے

یعطیہا آدم و یحتاج الیہا سائر البشر و لہم کہ ہر وہ نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو بتائیے

یہا تعلق اھ جن کی حضرت آدمؑ کو طاقت تھی اور جن کی سب کو حاجت

(خالص الاعتقاد ص ۶) مٹی اور جن اشیا کے ساتھ لوگوں کا تعلق تھا۔

اس معنوم میں جتنی بھی وسعت پیدا کر لی جائے کہ عرش سے لے کر فرش تک اور آسمان سے لے کر

زمین تک اور دنیا سے لے کر آخرت تک اور جنت سے لے کر دوزخ تک اور پہاڑوں سے لے کر

دریاؤں تک اور درختوں سے لے کر پتوں تک اور ناطق سے لے کر جامد تک کچھ ہی لے لیا جائے مگر اتنی

بات تو آخر کتنا ہی پڑے گی کہ ان اشیاء کی حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کو ضرورت اور حاجت بھی ہو

اور ان اشیاء کا ان سے تعلق بھی ہو غیر متعلق اور غیر ضروری چیزیں مثلاً جادو، کمانٹ، شعبہ، طلسم، ما علم

نجوم وغیرہ وغیرہ جس کی مفصل بحث پہلے گذر چکی ہے، الاءسماء کلّھا کی مد میں ہرگز ہرگز شامل نہیں ہیں۔

جیسا کہ کسی بھی ذی علم اور صاحب ایمان اور اہل ذوق پر یہ مخفی نہیں ہے۔

مفتی احمد یار خاں صاحب نے تفسیر کبیر اور تفسیر ابو السعود اور تفسیر روح البیان وغیرہ سے کچھ عبارتیں

نقل کر کے اپنی لامعلیٰ یا خیانت کی وجہ سے ان کو اپنا مندل قرار دیا ہے حالانکہ وہ سب ان کے باطل مدعی

کے خلاف جاتی ہیں۔ ہم عربی عبارت تو بخوبی طوالت نقل نہیں کرتے، مآل ان کا ترجمہ ہم مفتی صاحب

کی زبانی عرض کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:-

”تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے اوصاف اور

ان کے حالات سکھائیے اور یہ جی مشہور ہے کہ مراد مخلوق میں سے ہر حادث کے جنس کے

سارے نام ہیں جو مختلف زبانوں میں ہوں گے جن کو اولاد آدمؑ آج تک بول رہی ہے،

عربی، فارسی، اردی وغیرہ تفسیر ابو السعود میں اس آیت کے ماتحت ہے، کما گیلہ ہے کہ حضرت

آدمؑ کو گذشتہ اور آئندہ چیزوں کے نام بتائیے اور کما گیلہ ہے کہ اپنی ساری مخلوق کے نام

بتائیے عقلی حتیٰ خیالی و جمعی چیزیں بتادیں اور ان چیزوں کی ذات، ان کے نام ان کے غاص

ان کی سچائی علم کے قواعد ہنروں کے قانون ان کے اوزاروں کی تفصیل اور ان کے استعمال

کے طریقے کا علم حضرت آدم کو الہام فرمایا۔ تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے اور حضرت آدم کو چیزوں کے حالات سکھائے اور جو کچھ ان میں دینی اور دنیوی نفع ہیں وہ بتائے اور ان کو فرشتوں کے نام ان کی اولاد اور حیوانات اور عبادات کے نام بتائے اور ہر چیز کا بنانا بتایا تمام شہر وں اور گاؤں کے نام، پرندوں اور درختوں کے نام جو ہو چکا یا جو کچھ بھی ہو گا ان کے نام اور جو قیامت تک پیدا فرمائے گا ان کے نام اور کھانے پینے کی چیزوں کے نام جنت کی ہر نعمت وغیرہ ہر چیز کے نام بتائیے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت آدم کو سات زبانیں سکھائی گئیں۔ انتہی بلفظہ (جاء الحق ص ۴۱ و ۴۲)

ان تفاسیر کا بھی وہی مطلب ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ الہام و کلام سے ہر وہ چیز مراد ہے جسکی ضرورت حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو پیش آسکتی تھی اور اس میں دینی اور دنیوی منافع بھی ہوں جیسا کہ خط شہید عبارت اس کو ظاہر کر رہی ہے۔ وہی وہ تعلیم جس کے اثبات کے درپے مفتی صاحب ہیں تو وہ ہرگز ان عبارات سے ثابت نہیں ہوتی اور نہ ان حضرات مفسرین کرام رحمہ کی وہ مراد ہے اور نہ صحیح دلائل اس کی تائید کرتے ہیں۔

گر ناید جو کشن و رغبت کس بر رسولان بلاغ با شد و بس

خان صاحب بریلی، مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے

دلیل سوم ہیں والفظہ الآخر۔

هَلَا يَخْلَعُ عَلَى عَيْنِهِ أَحَدًا إِلَّا مِمَّنْ أَوْفَقَهُ تَرْجَمَ غَيْبِ بِرُكْبَى كُومَلَا نَهِيں كُومَلَا سَوَاتِ پَازِ پَازِ
مِنْ دَسُوْلِ رَعُوْلُوں كِے

اس کے بعد تفسیر کبیر تفسیر عرینی، خازن اور روح البیان کی وہ تفسیریں جو ان کے مدعی کے سرسمر خلاف ہیں نقل کر کے لکھتے ہیں کہ :-

وہ اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدا نے قرآن کو جس کا خاص علم غیب حتیٰ کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا، اب کیلئے ہے جو علم مصطفیٰ علیہ السلام سے باقی رہ گئی۔ انتہی بلفظہ (جاء الحق ص ۵۵ و ۵۶ و خالص الاعتقاد ص ۲۷ و متیاس

فریقِ مخالف کا اس سے استدلال بالکل باطل ہے۔

جواب

اولاً اس لیے کہ یہ سورۃ جن کی ایک آیت کا حصہ ہے اور سورۃ جن مکی ہے اور مکہ مکرمہ میں اگر اس کو آخری سورت بھی تسلیم کر لیا جائے دھالا کہ اس کے بعد بہت سی سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں، دیکھئے تفسیر القرآن ج ۱ ص ۲۵) تب بھی یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ دیگر احکام حلال و حرام اور حدود وغیرہ تو ہے اپنی جگہ پورا قرآن کریم بھی مکہ مکرمہ میں نازل نہیں ہوا تھا کیا فریقِ مخالف کے نزدیک قرآن کریم کا وہ حصہ علمِ غیب میں داخل نہیں ہے؟ اور پھر مکی سورتوں میں علمِ غیب کی نفی کیوں آئی ہے؟ جواب کے لیے تو صرف یہ ایک بات ہی کافی ہے۔

وثانیاً فریقِ مخالف اس سے کیا مراد لیتا ہے۔ کئی علمِ غیب یا بعض علمِ غیب۔ بصورتِ ثانی ان کا مدعی باطل ہو جائے گا اور بصورتِ اول اسی آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

قُلْ اِنْ اَدْرِیْ اَقْرَبُ مَا تَعْدُوْنَ
لَعَنَهُمُ الرَّحْمٰنُ عَلٰی مَا کُفَرُوْا
بِهٖ وَاَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ
ہم وہ چیزیں جن کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے یا اس کیلئے پر بار کئی مدت مقرر کرے۔

مَا تَعْدُوْنَ سے بعض حضرات مفسرین کلام کے نزدیک عذاب اور بعض کے نزدیک قیامت مراد ہے کچھ بھی ہو کوئی چیز کا ان و مایکون میں ایسی ضرور ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ اعلان کروا تا ہے کہ آپ فرمادیں کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ پھر یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ بالکل متصل اور پیوستہ ہی یہ حکم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب علمِ غیب بتا دیا ہے جس میں عذاب اور قیامت بھی داخل ہے۔ آخر فریقِ مخالف ہی لب کشائی کرے کہ اللہ تعالیٰ کے کلامِ پاک میں یہ اختلاف اور تضاد بیان کیوں ہے؟ کہ ساتھ ہی یہ حکم ہو کہ آپ کہہ دیں کہ مجھ کو عذاب یا قیامت کا علم نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ حکم ہو کہ سب کچھ ہم نے آپ کو بتا دیا ہے۔ خدا کچھ تو ضرور حق انصاف کرے اور خدا تعالیٰ کی اس مظلوم کتاب پر یہ ظلم روانہ رکھے۔ لہذا اس سے کئی علمِ غیب قطعاً باطل اور سرسمر و دوسہ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں نہ تعارض و تضاد ہے اور نہ

وا احتمال ہے

نویس را تاویل کن نے ذکر را

مولوی محمد عمر صاحب کا افتراء

مولوی صاحب نے جب دیکھا اور کئی مرتبہ مناظروں پر اہل حق سے لاجواب ہو کر سننے کی کھاتی تو آؤ دیکھنا نہ آؤ گے خدا تعالیٰ کی حکم کتاب کی تحریف

کرنے اور جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے (العیاذ باللہ تعالیٰ) چنانچہ کہتے ہیں کہ:-
 ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اللہ تعالیٰ نے قیامت کے جھگڑے میں ذخیل نہ ہونے کی ترغیب دلا کر
 قُلْ إِنْ أَدْرِي أَقْرَبُ مَا تُوَعَّدُونَ أَمْ يُخْلِدُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا سے کھنڈ کو ٹالا لیکن پھر اسی خصوصی غیب
 علم قیامت کو اپنے رسل کے خواص پر مطلع ہونے کا اظہار بھی فرمادیا تاکہ کفار یہ نہ سمجھیں کہ نبی خود بھی بے خبر
 ہے۔“ میں ویسے ہی اس کی خبریں سنا کر ڈرا ہوں: (بلغتہ مقیاس ص ۳۹)

ایسا صریح بہتان اور خالص افتراء اللہ تعالیٰ کی کتاب پر کسی عیسائی اور یہودی نے بھی نہیں نرا شاہو
 مولوی محمد عمر صاحب نے ایسا دیکھا ہے۔ مولوی صاحب ہوش و حواس کو قائم کر کے یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ
 نے امام الانبیاء اور سید الرسل اور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان پاک سے یہ خلاف واقع بیان
 کیوں دلوایا کہ میں نہیں جانتا۔ حالانکہ آپ کو علم تھا، اور کیا اس جھوٹ کے بغیر اللہ تعالیٰ کفار کو کسی اور حسن
 طریقہ سے نہیں ٹال سکتا تھا؟ کیا خدا تعالیٰ اور قرآن کریم کی یہی تعلیم ہے کہ اندکچھ ہو اور زبان سے ٹالنے
 کے لیے اور کچھ کہہ دیا جائے؟ لاجل ولا قوۃ الا باللہ تعالیٰ! (العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ)
 وثالثاً حضرات مفسرین کرام نے اس جگہ کلی غیب تئیں بلکہ بعض غیب مراد لکھی ہے۔ چنانچہ قاضی بیضاویؒ
 کہتے ہیں کہ:-

اللہ تعالیٰ اپنے غیب مخصوص پر جو اس کے علم کے
 ساتھ خاص ہے کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ بلکہ اگر اپنے بعض
 رسولوں کو اپنے بعض علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے تاکہ
 یہ اس کے لیے معجزہ ہو جائے۔

قَدْ يَطْلَهُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا أَيْ عَلَى غَيْبِهِ
 الْمَخْصُوصِ بِهِ عِلْمُهُ رَأَى مَنْ ارْتَضَى لِعِلْمِهِ
 بَعْضَهُ حَتَّى يَكُونَ لَهُ مِعْجَزَةٌ

(بیضاوی ج ۶ ص ۳۹)

اور علامہ نسفیؒ کہتے ہیں کہ:-

یعنی الآسن ارتضیٰ میں رسولی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
 اپنے کسی برگزیدہ رسول کو بعض علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے تاکہ
 اس کا غیب کی غیر دینا معجزہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو

رَأَى مَنْ ارْتَضَى مِنْ رُسُلِهِ أَلَا رَسُولًا قَدْ
 ارْتَضَاهُ لِعِلْمِهِ بَعْضَ الْغَيْبِ لِيَكُونَ أَخْبَارُهُ عَنْ
 الْغَيْبِ مِعْجَزَةً لَهُ فَإِنَّهُ يَطْلَعُهُ عَلَى غَيْبِهِ مَا شَاءَ

(مدارک ج ۶ ص ۳۷۹)

اور علامہ البوطہ محمد بن یعقوبؒ لکھتے ہیں کہ:-

إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنْ رَسُولِ الْإِمْنِ اخْتَارَ
 مِنَ الرِّسَالِ فَانَّهُ يَطْلَعُهُ عَلَى بَعْضِ الْغَيْبِ
 (تنویر المعباس ج ۶ ص ۳۷۹)

علامہ خازنؒ رو لکھتے ہیں کہ:-

إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ يَعْنِي إِلَّا مَنْ
 يَصْطَفِيهِ لِرِسَالَتِهِ وَنُبُوَّتِهِ فَيُظْهِرُهُ عَلَى
 مَا يُشَادُّ مِنَ الْغَيْبِ حَتَّى يَسْتَدِلَّ عَلَى نُبُوَّتِهِ
 بِمَا يَخْبِرُهُ مِنَ الْمَغِيبَاتِ فَيَكُونُ ذَلِكَ
 مَعْجِزَةً لَهُ وَآيَةً دَالَّةً عَلَى نُبُوَّتِهِ
 (خازن ج ۶ ص ۳۷۹)

اور اسی کے قریب قریب الفاظ معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۹۱ میں ہیں:-

ابن حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ:-

إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ فَانَّهُ لَيَقْتَضِي اِطْلَاعَ
 الرَّسُولِ عَلَى بَعْضِ الْغَيْبِ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۹۵)
 اور علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ:-

أَقْدَرُ سَوَادٍ قَدْ ارْتَضَاهُ لَعَلَّهُ بَعْضُ الْغَيْبِ
 لَيْكُنْ أَخْبَارًا عَنِ الْغَيْبِ مَعْجِزَةً لَهُ
 (ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۱۵)

اور علامہ ابوالسعودؒ لکھتے ہیں کہ:-

أَيُّ سَوَادٍ ارْتَضَاهُ لِأَظْهَارِهِ عَلَى بَعْضِ غَيْبِهِ
 الْمُتَعَلِّقَةِ بِرِسَالَتِهِ (ابوالسعود ج ۸ ص ۳۴۳)

اپنے غیب پر متناہی چاہتا ہے آگاہ کر دیتا ہے

الْإِمْنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ سَعْدٌ مَرَادٍ يَهْوَ كَيْفَ سَوَادٍ
 مِنْ سَعْدٍ كَيْفَ كَوْنِهِ لَعَلَّاهُ يَحْتَمِلُ لَيْتَاهُ. اس کو بعض
 غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔

یعنی الْإِمْنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ سے وہ رسول مراد ہے
 جس کو اللہ تعالیٰ نے رسالت اور نبوت کے
 لیے انتخاب کر لیا ہو سو اس کو غیب میں سے جس حد
 پر چاہے مطلع کر دیتا ہے تاکہ جب وہ غیب کی
 خبریں بیان کرے تو یہ اس کی برکت کی دلیل اور بطور
 معجزہ کے واضح محبت ہو۔

مگر جس رسول کو اللہ پسند کرے کیونکہ یہ آیت چاہتی ہے
 کہ رسول بعض غیب پر مطلع ہو۔

مگر جس رسول کو اللہ چاہے بعض علم غیب کی تعلیم
 کے لیے تاکہ اس رسول کی غیب سے خبر اس
 کا معجزہ ہو۔

یعنی وہ رسول جس کو اللہ تعالیٰ نے بعض غیب پر مطلع کرنے کے
 لیے منتخب کر لیا ہو جو اس کی رسالت سے متعلق ہیں۔

اور علامہ آلوسی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:-

ای لکن الرسول المرتفع ینظر جبل وحده
على بعض الغيوب المتعلقة برسالاته
(روح المعانی ۲۹ ص ۱۹۹)

یعنی مگر وہ رسول جو چمن دیا گیا ہو اللہ تعالیٰ اس پر
بعض ایسے غیوب ظاہر کر دیتا ہے جو اس کی رسالت
سے متعلق ہوتے ہیں۔

اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:-

پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود هیچ کس را بوجهی کہ رفع تبصیر و اشتباه خطا بجلی
در آن حاصل شود و احتمال خطا و اشتباه اصلاً نماند مگر کسی را پسند می کند و آن کس رسولی
باشد خواه از جنس ملک باشد مثل حضرت جبرائیل علیہ السلام و خواه از جنس بشر مثل حضرت محمد
و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کہ اور اظہار بر بعض غیوب خاصہ خود می فرماید:-

(تفسیر عزیزی پارہ ۲۹ ص ۲۵۰)

اور خالص صاحبؒ وغیرہ کی خود پسند تفسیر روح البیان میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ:-

ای الا رسولوا ارتضاء واختاره لاظهاره
على بعض غيوبه المتعلقة برسالاته
(یعنی مگر وہ رسول جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند کر لیا اور چمن
دیا ہو تاکہ اس کو بعض ایسے غیوب پر مطلع کر دے جو اس کی
رسالت سے متعلق ہیں۔)

اور ان کی معتبر تفسیر صاوی میں ہے کہ:-

الا رسولوا ارتضاء لاظهاره على بعض غيوبه
(المش جلالین ص ۴۴۴)

قاری بن کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرات معتمد بن کرامؒ، آیت کے اس حصہ سے بعض علم غیب ہی
مرا لیتے ہیں، کل ملو نہیں لیتے۔ حتیٰ کہ وہ حضرات معتمد بن کرامؒ بھی مثلاً علامہ ابوالسعودؒ، شاہ عبدالعزیزؒ
اور صاحب روح البیان وغیرہ بھی جن کی تفسیر ول سے مفتی احمد یار خان صاحبؒ وغیرہ نے غلط استدلال
کیا ہے، تعجب ہوتا ہے ان لوگوں کی مغالطہ آفرینی اور بددیانتی پر کہ وہ کس طرح عبادت میں قطع و برید
کرتے ہیں لیکن حقیقت پر کب تک پردہ ڈالا جاسکتا ہے۔

آخر شب تو نے دیکھا ظلمت شب کا مال یوں ہی مٹ جاتی ہے اک دن گئی کارِ جیتا

خوٹ :- خانصاحب اور ان کے اتباع و اذنا بنے فلا یظہر کے معنی ابو مسئلہ کے کہتے ہیں وہ ان کا ایک تجدیدی اور خانہ ساز کارنامہ ہے۔ لغت میں ظہور پیدا شدن و چہرہ شدن کے معنی میں آتا ہے اور اظہار پیدا کردن و چہرہ کردن و ائین کے معنی میں آتا ہے۔ (دیکھتے صراح ص ۱۳۱ وغیرہ) اس میں تسلط کا سوال ہی سرے سے پیدا نہیں ہوتا علاوہ بریں اگر بالفرض اس کا معنی تسلط ہی کا ہو تب بھی دلائل قطعیہ اور حسب تصریح حضرات مفسرین کرامؒ اس مقام پر بعض علم غیب مراد ہے تو بعض علم غیب پر رسول مرفی کا مسئلہ ہونا بھی فریق مخالف کو چندان مفید نہیں جیسا کہ ظاہر ہے، لہذا ظہر علیہ اذا غلب علیہ کی تفسیر بھی سود مند نہیں ہو سکتی۔

خانصاحب لکھتے ہیں کہ :-

دلیل چہارم

”اور قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ یعنی میرا محبوب غیب پر بخیل نہیں جس میں استعداد پاتے ہیں اُسے بتاتے بھی ہیں اور ظاہر کہ بخیل وہ جس کے پاس مال ہو اور صرف نہ کرے وہ کہ جس کے پاس مال ہی نہیں کیا بخیل کہا جائے گا اور یہاں بخیل کی نفی کی گئی تو حب تک کوئی چیز صرف کی نہ ہو کیا مفاد ہوا لہذا معلوم ہوا کہ حضور غیب پر مطلع ہیں اور اپنے غلاموں کو اس پر اطلاع بخشتے ہیں و بلغفلم (الملفوظات حصہ اول ص ۲۱) نیز لکھتے ہیں کہ :-

”ہم (خانہ ساز اور مصنوعی - مصنف) اہل سنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو علم غیب عنایت فرمایا۔ رب عز وجل فرماتا ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں لغیر معالم و لغیر غازان (غازان وہ تو خانصاحب کے نزدیک مفسر نہیں تھے خدا معلوم یہاں خان صاحب کو کیا داعیہ پیش آیا ہے کہ ان کی تفسیر سے بھی احتجاج و استدلال کی مثال لی ہے اور خالص الاعتقاد ص ۲۵ میں خصوصیت سے غازان اور بیضاوی سے تفسیر لیتے اور ان کی تفسیر سے استدلال کرتے ہیں۔ شاید خان صاحب کے نزدیک یہ قاعدہ ہو کہ مفید مطلب تفسیر کسی کی بھی ہو وہ معتبر ہے اور اپنی رائے مبارک کے خلاف کیا ہی معتبر مفسر کچھ کیوں نہ کہے وہ قابل غور نہیں بقول شیخ گنگا گئے تو گنگا رام جہا گئے تو جہاں اس مصنف میں ہے یعنی حضورؐ کو علم غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں اور وہاں یہ دیوبندیوں کا یہ خیال ہے کہ کسی غیب کا علم حضورؐ کو نہیں اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں ولعنة اللہ علی الکاذبین پہلے مانگتے

بَدْعًا مِّنَ التَّوْحِيدِ الْآیۃ کی تفسیر میں ہم اہل حق کے دلائل پیش کر گئے ہیں کہ کسی مسلمان کا یہ خیال نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے خاتمہ کا علم نہیں تھا، وہ تو نبوت کے پہلے ہی دن اپنے ناجی ہونے کا کامل یقین رکھتے تھے۔ البتہ خالص صاحب بریلی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ آپ کو تقریباً انیس سال تک اپنی مغفرت کا علم نہیں تھا حتیٰ کہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ الْآیۃ نازل ہوئی تو آپ کو اس کا علم ہوا کما مر مفقداً۔ مضمر، دربار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں بلکہ حضور کے لیے علم غیب کا ماننا مشرک ہے۔ اور "بلغظم (الملفوظات حصہ اول ص ۱۵۷ و نحوہ فی خالص الاعتقاد ص ۲۵)۔

اد مضمیٰ احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَرِيحٍ اور یہ نبی غیب بننے میں پھیل نہیں۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو اس سے مطلع فرماتے ہوں۔“ (بلغظم ج ۱ ص ۵۶ و ص ۵۷)

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَرِيحٍ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر پھیل نہیں۔ اگر آپ کے پاس عطائی غیب کو بھی تسلیم نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یہ کلام معاذ اللہ جھوٹی ثابت ہوتی ہے کہ جو چیز آپ کے پاس ہی میں اُس پر پھیل گیا لہذا ثابت ہوا کہ آپ کے پاس غیب تو ضرور ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطائی ہے۔“ (بلغظم و مقیاس ص ۳۳)

فریقِ مخالف کا اس سے احتجاج بھی قابلِ سماعت نہیں ہے۔ اولاً اس لیے کہ یہ جواب آیت سورۃ تکویر کی ہے اور یہ سورت حسب تصریح امام سیوطی مکہ مکرمہ میں ساتویں نمبر پر نازل ہوئی تھی (دیکھئے القان ۱/۲۵۱) اور علامہ آلوسی ر لکھتے ہیں کہ:-

سورة تکویر۔ مکیۃ بلا خلعت (مدح المعانی ج ۲) کہ سورۃ تکویر بالاتفاق مکی سورت ہے

اگر فریقِ مخالف کے نزدیک اس آیت سے تمام علم غیب اور جمیع ماکان و مایکون کا علم مراد ہے تو وہ یہ بتاتے کہ اور تو چھوڑیئے اس کے بعد قرآن کریم کی ایک سو سات سورتیں کیوں نازل ہوئی ہیں؟ اور پھر ان سورتوں میں سے بعض کے اندر بصراحت علم غیب کی نفی کیوں ہے؟

و ثانیاً اس لیے کہ ہٹو کے مرجع میں حضرات مفسرین کرامؒ کا اختلاف ہے۔ اکثر اس کا مرجع جاتا

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو قرار دیتے ہیں اور بعض ہو کامر جمع ایک تفسیر کے مطابق قرآن کریم کو بتاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں کہ:-

یعنی نیست اس قرآن بہ بیان علم غیب بخل
یعنی یہ قرآن کریم علم غیب کے بیان کرنے میں بخل نہیں
در زندہ و قصہ کنندہ ہر چہ آدمی را در معاش و
برتنا اور نہ کوئی کمی کرتا ہے جو کچھ آدمی کو معاش و
معاذ علم و عمل میباید دل کو نا ہی ندارد
معاذ میں علم و عمل کی ضرورت پڑتی ہے قرآن کریم اس
(تفسیر عزیزی پارہ ۴ ص ۵۶)

اور مولانا عبدالحق حقانی (المتوفی ۱۳۳۲ھ) لکھتے ہیں کہ قرآن مجید غیب کی باتیں بتانے میں بخل اور کمی نہیں کر رہا ہے۔ (تفسیر حقانی ج ۸ ص ۵۵)

و ثالثاً اس لیے کہ اس آیت میں الغیب کی تفسیر میں حضرات معصومین کرام کا بیان مختلف ہے حضرت قتادہ رحمہم شہور تابعی وغیرہ الغیب سے قرآن کریم مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاری رحمہم اور حافظ ابن کثیر رحمہ نقل کرتے ہیں، واللفظ لہ

وقال قتادة: كان القرآن غيباً فأنزله
حضرت قتادہ رحمہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم غیب تھا سو اللہ
الله على محمد ففاضن به على
تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل کیا اور اس کو
الناس بل نشره وبلغه وبنذله لكل
بیان کرنے میں لوگوں سے کوئی بخل نہیں کیا بلکہ اس کی
من اراد وكذا قال عكرمة و
نشر واشاعت میں پوری کوشش کی جس نے بھی اس کو لینے
ابن زید و غیر واحد۔

(معالم براہین کثیرہ ج ۹ ص ۱۳۰ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۸)

اس لحاظ سے الغیب صرف قرآن کریم ہوا اور اس کے علاوہ جہاں احکام احادیث وغیرہ کے ذریعہ سے
عقل ہوئے اور خصوصیت سے وہ امور جن کا تعلق دین اور منصب رسالت سے کچھ بھی نہیں ان کا ثبوت
اس آیت سے ہرگز نہیں ہوا جیسا کہ قرین مخالفت کا دعویٰ ہے۔

اور بعض دیگر حضرات معصومین کرام رحمہم نے وحی، بعض نے دیگر غیوب قصص اور انباء وغیرہ بھی مراد
لی ہے چنانچہ علامہ غازی لکھتے ہیں کہ:-

وما هو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور نہیں ہیں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پر بخیل یعنی وحی اور آسمان کی خبر اور ہر اس
چیز پر جو قصص اور اخبار وغیرہ سے آپ کے علم
سے غائب تھی الا۔

علی الغیب ای الوحی وخبر السماء وما اطلع
عليه مما كان غائبا عن علمه من القصص
والاخبار والاضواء (۷۶) وثلثي المثلث (۷۷)

اور علامہ ابو طاہر محمد بن یعقوبؒ لکھتے ہیں کہ :-

اور نہیں ہیں وہ یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم غیب یعنی وحی پر الا (بخیل)

وما هو یعنی مہمۃ اصلی اللہ علیہ وسلم
علی الغیب علی الوحی الا (تذویر القاسم ص ۶۷۷)
اور علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں کہ :-

یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی پر بخیل نہیں
جیسا کہ غیب کی خبریں بتانے والے کا ہیں بخیل سے کام لیتے ہیں
آکہ لوگ ان کو اس پر کچھ شہرت دیں بلکہ آپ کو تعلیم دیتے
ہیں جیسا کہ آپ کو علم ہے اور جن اشیاء کا آپ کو علم ہے
اُس کے ان میں سے ایک چیز بھی نہیں چھپائی۔

وما هو علی الغیب بضمین وما محمد علی
الوحی بضمین بخیل من الضمن وهو البطل
لا یفعل بالوحی کما یفعل الکھان رغبۃ
فی الحلوان بل یعلمہ کما علمہ ولا یکتم شیا
مما علم (مدارک ص ۶۷۷)

اور امام جلال الدینؒ لکھتے ہیں کہ :-

نہیں ہیں وہ یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
غیب پر یعنی اُس چیز پر جو وحی اور خبر سما سے مخفی اور
غائب ہے۔ (بخیل کرنے والے)

وما هو ای محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام
علی الغیب ما غاب عن الوحی و
خبر السماء الا (جلالین ص ۷۷)

اور قاضی ثناء اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :-

اور نہیں ہیں وہ یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب پر
یعنی اس چیز پر جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے اور وہ اس
کی خبر دیتے ہیں، بخیل یعنی آپ وحی کی تبلیغ و تعلیم کے ارے
میں کوئی بخیل نہیں کرتے۔

وما هو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی الغیب
ای علی ما یخبر ما یرجی الیہ بضمین..... ای ہو
ببخیل من تبلیغ ما یرجی الیہ وتعلیمہ
(تفسیر ظہری ص ۱۰۸ ص ۱۱۱)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :-

یعنی تمہارے بنی کویم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر غیب پر تمہیں

یعنی وغیرہ شاہ بر امر غیب متہم

کہ چیزے رائے بنید و بگوید کہ من دیدہ ام زیرا
کہ در امور جزئیہ سہل بودے تمت دروغ
نذرید بر این امر عظیم چہ قسم اور ابدوغ نسبت
خواہید کرد و تمت خواہید نمود۔
(عزیزی ص ۷)

ہیں کہ جو چیز اپنے نہ دیکھی اور نہ معلوم کی ہو اس کے متعلق
یہ فرمادیں کہ میں اس کو جانتا ہوں۔ کیونکہ جب آپ پر
سہل ترین امور جزئیہ میں تم لوگ تمت دروغ نہیں قلم
کر سکتے تو اس وحی جیسے امر عظیم پر کس طرح آپ پر تم جھوٹ
کی تمت قائم کر سکتے ہو۔

الغرض یہ جملہ تفسیروں اس امر کو متعین کر دیتی ہیں کہ اس آیت میں الغیب سے وحی قصص اور اخبار
وغیرہ ایسے امور مراد ہیں، جو منصب نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ باقی سب وہ امور جن کا منصب
نبوت اور تبلیغ و تعلیم سے کوئی تعلق اور لگاؤ ہی نہیں تو یہ آیت ہرگز ان کو ثابت نہیں کرتی اور یہی
فرق مخالفت کا مدعی تھا جو باطل ہوا۔

ورائے حضرات مفسرین کرام نے یہاں دو قرائتیں بیان کی ہیں۔ ایک ضاد کے ساتھ بظنیں کی
جس کے معنی بخل کرنے والے کے ہیں اور دوسری ظاد کے ساتھ جس کے معنی مشتم کے ہیں چنانچہ جو ابھی
ہم نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر نقل کی ہے وہ بظنیں ہی کی تفسیر ہے اور متعدد حضرات
مفسرین کرام نے بظنیں بھی پڑھا ہے۔ چنانچہ تفسیر المقتباس ج ۶ ص ۶۶۶۔ مدارک ج ۶ ص ۶۶۶، بیضاوی
ج ۶ ص ۶۶۶، خازن ج ۶ ص ۶۶۶ اور ابن کثیر ج ۲ ص ۵۸۴ وغیرہ میں یہ قرائت بھی ذکر کی گئی ہے اور حافظ
ابن کثیر لکھتے ہیں :-

وکلاهما متواتر ومعناه محییہ (۴ ص ۵۸)

یہ دونوں قرائتیں متواتر ہیں اور اس کا معنی صحیح ہے۔

اور ثانی یعنی بظنیں کا معنی حضرت شاہ صاحب سے نقل کیا جا چکا ہے کہ جب معمولی معمولی باتوں میں
تم لوگ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غلط بیانی اور جھوٹ کا اتمام نہیں رکھتے تو اتنے بڑے معاملوں
بجلا وہ کیسے جھوٹ کہہ سکتے ہیں؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور علامہ نسفی لکھتے ہیں کہ :-

ای بستمہ فینقص شیئاً مما اوحی الیہ
او ینید فیہ من الظنۃ وہی التہمة
یعنی وہ اس میں متہم نہیں تاکہ وحی میں کسی چیز کی کمی یا اضافہ
کریں یہ لفظ ظنۃ سے ہے جس کے معنی تمت کے
ہوتے ہیں۔ (مدارک ج ۶ ص ۶۶۶)

اور اس کے قریب قریب اس کا مطلب دوسرے حضرات مفسرین کرام نے بھی لکھا ہے حیرت

اور حجت ہے فریق مخالف کی دیانت پر کہ وہ مفسرین (مناہ کے ساتھ) کی قرأت کو تو ذکر کرتے ہیں مگر بطریق کا نام تک نہیں لیتا حالانکہ وہ بھی متواتر قرأت ہے مگر چونکہ اس قرأت سے ان کا باطل مطلب برآمد نہیں ہوتا، اس لیے وہ اس کو فیر اور سمجھ کر مضموم کرتے ہیں، لاجل ولا قوت الا باللہ تعالیٰ۔

یہ ہیں فریق مخالف کی تحقیق بقیہ کے ساتھ پاس ہے خالص صاحب (دو غیرہ) کے خالص الاعتقاد اور انباء المصطفیٰ وغیرہ میں ہوج دی اور سرخیال ملاحظہ کیجئے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جبر میں کا ہلر بول رہا ہے۔ مگر جب دلیل بیان کرتے ہیں تو اس سے ان کے باطل معنی کا عشر عشر بھی ثابت نہیں ہوتا اور کیوں نہ ہو جی۔ اس کا راز تو آید و مرداں چنیں کنند۔

غرضیکہ اس آیت سے بھی ان کا مدعی کسی صورت میں ثابت نہیں ہوتا اور نہ کسی معبر مفسر نے اس سے علم غیب نکلے اور جمیع ماکان و مایکون مراد ہی لی ہے۔

خانصاحب حمام الحرمین ص ۱۸۸ اور محفوظات حصہ اول ص ۲۸ وغیرہ میں اور مولوی محمد

عمر صاحب مقیاس ص ۲۳۵ میں اور مفتی احمد یار خاں صاحب جلد الجمع ص ۵۸

دلیل پنجم

میں لکھتے ہیں، واللفظہ

وَمَا كَانَ اللَّهُ مَرِيضًا لَّعَلَّكُمْ عَلَى الْعَذَابِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَخْتِبِي مَنْ يُرِيدُ مِنْ رِجَالِهِ مَنْ يَشَاءُ

(اس کے بعد چند تفسیروں کے حوالے پیش کئے ہیں جن میں سے ایک بیضاوی اور دوسری خازن بھی ہے۔ ہم اختصار کے پیش نظر عربی عبارت نہیں نقل کرتے۔ ہاں ترجمہ مفتی صاحب جی کا عرض کئے دیتے ہیں) تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے:-

”خدا تعالیٰ تم میں سے کسی کو علم غیب نہیں دیتے گا کہ مطلع کرے اُس کو اور ایمان پر جو کہ دلوں میں ہوتا ہے لیکن اللہ اپنی پیغمبری کے لیے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اُس کی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیوب کی ان کو خبر دیتا ہے یا ان کے لیے ایسے دلائل قائم فرماتا ہے جو غیب پر رہبری کریں تفسیر خازن میں ہے: لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ پس ان کو خبردار کرتا ہے بعض علم غیب پر الو

پھر آگے لکھتے ہیں کہ:-

” اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدا کا خاص علم غیب پیغمبر پر ظاہر ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے جو فرمایا کہ بعض غیب اس سے مراد ہے علم الہی کے مقابلہ میں بعض اور کل ماکان و مایکون بھی خدا کے علم کا بعض ہے انتہی بالغظہ (جاء الحق ص ۵۷)

اور بعض نے یہ بھی کہہ دیا کہ الغیب میں الف اور لام استغراق کے ہیں لہذا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سب غیب پر مطلع نہیں کرتا۔ بل اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کو سب غیب پر مطلع کر دیتا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام رسولوں میں چنے ہوئے ہیں اس لیے ثابت ہوا کہ آپ کو کل غیب حاصل تھا۔ (محصل)

اس آیت سے بھی فریقِ مخالف کا جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلی غیب پر جواب استدلال بالکل مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ یہ آیت غزوۂ احد کے موقع پر نازل ہوئی تھی جو سوال ۲۷ میں پیش آیا تھا اور یہ آیت سورۃ آل عمران کی ہے جس کے بعد قرآن کریم کی سورۃ سورین نازل ہوئی ہیں (دیکھئے اتقان ج ۱ ص ۲۵ وغیرہ) اگر اس سے کل علم غیب مراد ہوتی تو مناسب یہی تھا کہ اس کے بعد ایک حرف بھی قرآن کریم کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل نہ ہوتا حالانکہ دیگر احکام کے علاوہ صرف قرآن کریم کی سورۃ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئی ہیں، پھر یہ بات کس طرح مافی جاسکتی ہے کہ اس آیت سے کل علم غیب مراد ہے؟ اور اگر واقعی اس سے کل علم غیب مراد ہوتی تو اس کے بعد نفی علم غیب کی کوئی آیت نازل نہ ہوتی حالانکہ سورۃ نساء سورۃ النور سورۃ المنافقون اور خصوصیت سے سورۃ التوبہ (جو سب سے آخری سورت ہے) میں نفی علم غیب کی صاف اور صریح متعدد آیات موجود ہیں جن کی پوری تفصیل پہلے عرض کر دی گئی ہے۔

دو ثانیاً حضرات مفسرین کرام نے بھی اس آیت سے بعض علم غیب مراد لی ہے۔ تمام علم غیب اور جمیع ماکان و مایکون کا علم اس آیت سے کسی کے نزدیک مراد نہیں۔ قاضی بیضاوی رحمہ اور علامہ خازن کی عبارتوں کے ترجمے ہم نے بحوالہ مفتی احمد یار خان صاحب پیش کر دیے ہیں کہ ان میں بعض المغیبات اور علی بعض علم الغیب کی قید موجود ہے، ان کو دوبارہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور امام بخاری رحمہ لکھتے ہیں کہ ۱۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ يُجِيبُكَ مِنْ رَسُولِهِ مَنْ يَشَاءُ
اور لیکن اللہ تعالیٰ چاہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا

ہے سو اس کو بعض علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے اور اس کی نظیر یہ
 آیت ہے عَلَّمَ الْغَيْبَ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا اور معنی کہ میں کہ
 اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب
 پر مطلع نہیں کرتا لیکن ان کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے
 (یعنی لیکن سے استثناء منقطع ہے متصل نہیں)

فَيُطْلِعُهُ عَلَىٰ بَعْضِ عِلْمِ الْغَيْبِ نَظِيرُهُ قَوْلُهُ
تَعَالَىٰ حَالَهُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا
 وَقَالَ السَّيِّدِيُّ مَعْنَاهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَ مُحَمَّدًا
 عَلَىٰ الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ اجْتَبَاهُ
 (معالم ج ۱ ص ۱۸۵)

اور علامہ محدث بن معنی کہتے ہیں کہ ۱۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ يُخَبِّرُنِي مِنَ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ وَفِيهِ بَرَاءَةٌ
 لِبَعْضِ الْمَلَكِيَّاتِ (جامع ابیان ص ۱۸۵)

وَلَكِنَّ اللَّهَ يُخَبِّرُنِي مِنَ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ وَفِيهِ بَرَاءَةٌ
 لِبَعْضِ الْمَلَكِيَّاتِ (جامع ابیان ص ۱۸۵)

اور قاضی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ۲۔

اور لیکن اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس
 کو چاہے تو اس کو ایماناً بعض علوم غیب پر مطلع کر دیتا ہے
 جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (احمد کے موقع پر بعض) منافقین کے
 حالات پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا تھا۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ يُخَبِّرُنِي مِنَ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ وَفِيهِ بَرَاءَةٌ
 عَلَىٰ الْبَعْضِ مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ اِحْيَانًا كَمَا اطَّلَعَ
 عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَىٰ اَحْوَالِ الْمُنَافِقِينَ
 (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۸۵)

ان تفایر سے معلوم ہوا کہ الغیب سے بعض علم غیب مراد ہے اور یہی دوسرے دلائل اور براہین
 کے ہمیشہ نظر حق اور متعین ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لینا مرگز جائز اور صحیح نہیں ہے۔

رہ مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ کہنا کہ بعض غیب اس سے مراد ہے علم الہی کے مقابلہ میں بعض اور
 کل ماکان و مایکون بھی خدا کے علم کا بعض ہے، تو یہ جہالت یا خیانت کا ایک مضحکہ خیز اور حیرتناک مظاہر
 ہے کیونکہ ہم پہلے باحوالہ عرض کر چکے ہیں کہ حَالَهُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ سے مراد یہ ہے کہ جو مخلوق، الناس
 اور بندوں کے علم سے غائب ہو اور شہادہ وہ جو ان کے علم اور مشاہدہ میں ہو۔ چنانچہ علامہ الشافعی الحنفی
 کہتے ہیں کہ ۱۔

عالم الغیب سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں سے جو چیز
 غائب ہے اس کو بھی جانتا ہے اور جو لوگوں کے
 مشاہدہ میں ہے اس کو بھی جانتا ہے۔

عالم الغیب ما یغیب عن الناس والشَّهادة
 ما یشاہدونه۔

(مذکر ج ۲ ص ۱۹۴)

اور علامہ ابو حامد محمد بن یعقوبؒ کہتے ہیں کہ :-

عالم الغیب ما غاب عن العباد ویقال
ما یحسون والشہادۃ ما علمہ العباد
عالم الغیب کا معنی یہ ہے کہ جو چیز بندہ دل سے غائب ہے اللہ
اس کو بھی جانتا ہے اور یہ بھی کہ گائیڈ ہے کہ جو آئندہ ہوگا اور الشہادۃ
کا معنی یہ ہے کہ جس کو بندے جانتے ہیں اللہ اس کو بھی جانتا
ہے، اور یہ بھی کہ گائیڈ ہے کہ جو کچھ ہو سکتا ہے۔
(تنزیہ المقباس ج ۲ ص ۱۹۲)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض علم غیب سے علم الہی کے مقابلہ میں بعض مراد نہیں ہے بلکہ بعض سے وہ بعض مراد
ہے جو الناس اور العباد کے علم غیب سے بعض ہے کہ ان کو تو اس غیب کا علم نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے
برگزیدہ رسولوں میں سے جس کو چاہے اس پر مطلع کرے تو علم الہی کے بعض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ
مراد ماکان و مایکون سے بعض ہے اور الناس اور العباد سے جو غائب ہے اس سے بعض مراد ہے۔ مگر کیا کیا
جائے مفتی صاحب کو تو غیب و نزلا معلومہ افتاء ہاتھ آئی ہے اور ان کے ماننے والے بھی نزلے ہی ہیں۔ علی
وزیرے چنیں شمر یارے چنیں !

رب یہ سوال کہ الغیب میں الف و لام استغراق کے لیے ہے تو یہ بھی باطل اور مردود ہے۔ اس
لیے کہ علماء معانی اور عربیت نے اس کی تصریح کر دی ہے کہ جب کوئی قرینہ صارفہ موجود نہ ہو تو اصل
الف اور لام میں عہد خارجی ہے نہ کہ استغراق۔ چنانچہ امام عربیت علامہ تفتازانی لکھتے ہیں کہ :-
الغیریت لا یمکن ان یحسون لا استغراق بل العہد
ہو اصل والتوکید منقول
ہو بلکہ اصل عہد خارجی ہی ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ :-

فقتل الاصل ای الراجح هو العہد الخارجی
لانہ حقیقۃ التبعین و کمال التبعیز
الاستغراق اھ (التوکید ص ۱۲۴)
ہم کہتے ہیں کہ اصل اور راجح الف و لام میں صرف عہد
خارجی ہی ہے کیونکہ وہی حقیقی طور پر متبعین اور کامل طور پر متباد
ہے۔ اس کے بعد پھر استغراق کا ذکر ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن دقیق العید (المتوفی ۷۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ الف و لام پر جب معہود معین
کا قرینہ موجود نہ ہو تو پھر یہ عموم کے معنی میں ظاہر ہے۔ (احکام الاحکام ج ۱ ص ۱)
اور علامہ شہدائیکم سیالکوٹی (المتوفی ۱۰۱۲ھ) لکھتے ہیں کہ :-

فال اصل فيه العهد والجنس (حاشیہ مطول ص ۱۲) اصل لام تعریف میں عہد اور جنس ہی ہے۔

اور یہی علامہ دوسرے مقام پر یوں ارقام فرماتے ہیں کہ وہ۔

انما الضيق دای بین المجلس والاستغراق بیان کہ جلس اور استغراق میں فرق یہ ہے کہ جنس میں مقام غلابی الجنس لا یمتدح الی مؤنثہ المقام الخطابی بخلاف الاستغراق (حاشیہ عبد الغضنمل) کے کہ وہ قرینہ کا محتاج ہوتا ہے

حاصل یہ نکلا کہ لام تعریف میں اصل اور راجح یہی ہے کہ وہ عہد خارجی اور جنس کے لیے ہے اور اس کو کسی قرینہ کی حاجت اور ضرورت بھی پیش نہیں آتی بخلاف استغراق کے کہ وہ محتاج قرینہ ہے اور جو محتاج قرینہ ہے، وہ غلابی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حقیقت اور اصل کو چھوڑ کر مجاز کو لیا جائے؟ اور لطیف یہ کہ وہ بھی بلا قرینہ صاف اور اس مقام پر کوئی قطعی الدلالتہ قرینہ ایسا موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے الغیب میں استغراق مراد ہو اور اس کے خلاف بے شمار قرائن بلکہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالتہ دلائل اور براہین موجود ہیں جیسا کہ کہنے اس کتاب کے مختلف ابواب میں ان کا مطالعہ کیا ہے لہذا خلاف اصل بات صریح سے قابل سماعت ہی نہیں ہے۔ ان ہوائی قلعوں میں رہنا فربہی حماقت ہی کو زیبا ہے۔

ہوا پر ہے قیام مبہم خاکی بنا اپنے مکان کی ہے ہوا پر

علاوہ ازیں اگر الغیب میں الف اور لام استغراق کے لیے بھی ہوا جس قاعدہ کے مطابق کہ مصدر پر الف اور لام کبھی استغراق کے لیے بھی آتا ہے۔ تب بھی اس سے فرق محتلف کا استدلال باطل ہے کیونکہ اس لحاظ سے اس آیت کا معنی یہ ہوگا اور نہیں اللہ تعالیٰ کہ تمہیں تمام غیب پر اطلاع دے اور لیکن رسولوں میں سے جن کو چاہتا ہے چاہے لیت ہے۔ اور وہ چنانہ اخبار غیب اور انباء غیب کے لیے ہے کل غیب کے لیے نہیں کہا متر مفعلاً یعنی مستثنیٰ سنہ کی جانب مستغرق غیب ہے اور مستثنیٰ کی جانب استغراق ملحوظ نہیں فی الجملہ غیب ہے جیسا کہ حضرات معتزین کو ام نے تصریح فرمادی ہے۔

دلیل ششم مفتی احمد یار خان صاحب دوعیرو لکھتے ہیں کہ

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ (پ۔ الناز۔ ۱۷)

اور تم کو سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اس کے بعد انہوں نے چند تفسیروں کی عبارتیں اور ان کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ ہم ترجمہ مفی صواب ہی کا پیش کرتے ہیں (جلالین - یعنی احکام اور علم غیب - تفسیر کبیر - اللہ نے آپ پر قرآن اُتارا اور حکمت اُتاری اور آپ کو ان کے بھیدوں پر مطلع فرمایا اور ان کی حقیقتوں پر واقف کیا - خازن یعنی شریعت کے احکام اور دین کی باتیں سکھائیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کو علم غیب میں وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو چھپی چیزیں سکھائیں اور مغلل کے راز پر مطلع فرمایا اور منافقین کے مکر و فریب آپ کو بتائیے - ملائکت، دین اور شریعت کے امور سکھائے اور چھپی ہوئی باتیں دلوں کے راز بتائے الخ
پھر آگے لکھا ہے :-

”اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو تمام آئندہ اور گزشتہ واقعات کی خبر دے دی گئی۔ کلمہ مآثر عربی زبان میں عزم کے لیے ہوتا ہے تو آیت سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ کے علم میں تھا سب ہی بتا دیا (یہ تحصیل حاصل کیوں؟ صفت) اس میں یہ قید لگا کہ اس سے مراد صرف احکام ہیں اپنی طرف سے قید ہے جو قرآن و حدیث اور امت کے عقیدے کے خلاف ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا“ انتی بلنظم

(جاء الحق ص ۵۰۴ و نحوہ فی المقتباس ص ۴۳)

اس آیت سے بھی علم غیب کلمی پر فریقِ خلافت کا استدلال بالکل خام ہے۔

جواب

اولاً اس لیے کہ یہ آیت احوالِ سکھ میں نازل ہوئی ہے اور یہ سورۃ النامیٰ کی آیت ہے جس کے بعد کئی سورتیں جن میں سورۃ التوبہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے، نازل ہوئی ہیں۔ اگر سب کچھ غیب اس آیت سے ثابت ہوتا تو اس کے بعد کسی حکم اور کسی سورت کے نازل ہونے کی مطلقاً کوئی ضرورت ہی پیش نہیں آتی چاہیے تھی حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ طعمہ بن ابیرق نامی منافق کے ایک مخصوص واقعہ میں منافقین کی ایک گمراہی اور ناپاک سازش کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف فرمائی اور اس موقع پر دیگر آیات کے علاوہ یہ آیت بھی نازل ہوئی ایہ الگ بات ہے کہ کوئی آیت اپنے شانِ نزول پر بند نہیں ہوتی مگر اس سے یقیناً وہ عموم اور استغراق

ہرگز ثابت نہیں ہوتا جس کا فرق مخالف دعویٰ کرتا ہے۔

وَقَالُوا يَا اِسْتِزْلَالُ كَلِمَةُ مَا كُوم اور استغراق حقیقی پر مبنی ہے۔ حالانکہ متعدد دلائل اس پر گواہ ہیں کہ ہر مقام اور ہر جگہ پر کلمہ ما کوم اور استغراق حقیقی کے لیے نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُمْ لَآ اَتَقْلَقُونَ ○ اور ہمارے رسول تم کو وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم

نہیں جانتے۔

(پٹ۔ بقرہ۔ مکتعہ ۱۱۸)۔

دیکھئے اس آیت کریمہ میں اگر ما کوم موم واستغراق حقیقی کے لیے مانا جائے تو خطاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بلا واسطہ امد تمام امت کے لیے بالواسطہ تمام علم غیب کئی ماننا پڑے گا۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:-

وَعَلَّمَكُم مَّا كُنْتُمْ لَآ تَعْلَمُونَ اَنْتُمْ وَلَآ اَبَاكُمْ ○ یعنی تم کو ان باتوں کی تعلیم دی گئی جو تم نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا جانتے تھے۔

(پٹ۔ النعام۔ ۱۱۸)

واضح ہے کہ اکثر حضرات مفسرون کرام کے نزدیک اس آیت کے مخاطب یہودی ہیں اور آیت کا سیاق و سباق بھی یہی چاہتا ہے۔ کیونکہ اوپر سے خطاب یہودی سے چلا آ رہا ہے اور اگر اس کے مخاطب مسلمان ہی مڑا لیے جائیں اور ما کوم موم اور استغراق حقیقی کے لیے مانا جائے تو بھی اس سے فروعی مخالفت کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ پہلی صحت میں یہ لازم آئے گا کہ عند نبوت میں جو یہودی اس کے مخاطب تھے ان کو بھی علم غیب کئی حاصل تھا، ورنہ مسلمانوں کے لیے تو سہر حال علم غیب کئی تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ اور سنیئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَم ○ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ

نہیں جانتا تھا۔

(پٹ۔ اقرؤ۔ ۱۸)

انسان سے اس مقام پر بعض کے نزدیک ابو جہل اور اکثر کے نزدیک جنس انسان ہے جیسا کہ ابن کثیر ج ۴ ص ۵۲۸ سے ظاہر ہے اور امام جلال الدین نے تو تصریح کر دی ہے کہ الانسان سے مراد الجنۃ (جنس انسان) ہے۔ (جلا لیں ص ۵۲۸)

اگر ما کافظ موم اور استغراق حقیقی میں نص قطع ہو تو لازم آئے گا کہ ہر انسان عالم الغیب موعام اس سے کہ وہ مسلمان ہو یا کافر، موعود ہو یا مشرک، مرد ہو یا عورت وغیرہ وغیرہ، اس کا کون قابل ہے؟ ممکن ہے

فریق مخالف کرشن کنیا کی طرح ہر ایک انسان کے لیے بھی یہ صفت ماننا ہو ورنہ بعد فیہ عندہم۔
اور علامہ ابوالبرکات الحنفی رحمہ فرماتے ہیں کہ :-

وما ومن یختلفان العموم والخصوص و ما اور من عموم اور خصوص دونوں کا احتمال رکھتے ہیں۔
اصلہما العموم والمنار مع نور الانوار مشکم اگرچہ اصل ان دونوں کا عموم ہے۔

مطلب واضح ہے کہ اگرچہ اصل وضع میں دونوں عموم کے لیے ہیں لیکن استعمال کے لحاظ سے عموم اور خصوص دونوں میں برابر ہیں لہذا استعمال کے اعتبار سے یہ عموم میں نص قطعی نہ ہوئے بلکہ امام عربیت مشہور نحوی اور متکلم سید شریف الجرجانی الحنفی رحمہ من اور ما وغیرہ موصولات کے بارے میں صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ :-

قلنا الموصولات لم توضع للعموم بل هي
للمجنس تحتل العموم والخصوص۔
ہم کہتے ہیں کہ موصولات عموم کے لیے وضع ہی نہیں کئے
گئے بلکہ یہ جنس کے لیے وضع کئے گئے ہیں جو عموم اور
خصوص دونوں کا برابر احتمال رکھتے ہیں۔
(شرح مواقف مشکم طبع نذ کشور)

یہی مفتی احمد یار خان صاحب! آپ اپنا یہ قول بھی دیکھ لیجئے کہ کلمہ ما عربی زبان میں عموم کے لیے
ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم کے سابق مواقع استعمال کے علاوہ المنار اور خصوصیت سے امام عربیت سید سند
کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیے اور پھر قلم استفتاء کو ہاتھ لگائیے۔ قاریین کرام آپ نے ملاحظہ کیا کہ فریق مخالف
کبھی تو لفظ کل سے اور کبھی لفظ شے سے اور کبھی کلمہ ما کے عموم سے علم غیب کلی پر استدلال کرتا ہے
جو سراسر باطل ہے اور اہل حق دلائل و براہین کی روشنی میں ایسے بے بنیاد استدلال کو پرکاو کی حیثیت بھی
نہیں دیتے :۔

گرمیں مکتب است و این ملا کار طف لال تمام خواہ شد
و ثالثاً جملہ معتبر اور مستند حضرات مفسرین کرام : مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ کی مد میں درجہ اقل میں احکام
اور امور دین وغیرہ کو شمار کرتے ہیں اور بعض کتاب و سنت کو، جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب نے بھی جلالین
کبیر اور خازن و مدارک کے حوالہ سے لکھا ہے اور بالشیعہ باقی امور اس میں آتے ہیں اچھاں کو بھی بعض ترمیم
کے صیغہ سے نقل کرتے ہیں۔ مثلاً بغویؒ لکھتے ہیں کہ :-

وَعَلَمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ من الاحکام و علمک ما لم تکن تعلم سے احکام مراد ہیں اور یہ بھی کہ گیا ہے

وقیل من علم الغیب (معلم ج ۱ ص ۲۵۵) کہ علم غیب مراد ہے۔

اور علامہ غازی کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ (بحوالہ مفتی صاحب)

وقیل علمک من علم الغیب (غازی ج ۱ ص ۵۹۶) اور کہا گیا ہے کہ علمک والا سے علم غیب مراد ہے۔

اور بعض نے علمک ماکہ فکک فکک سے قرآن و سنت وغیرہ مراد لی ہے جیسا کہ خود مفتی صاحب نے تفسیر کبیر کے حوالہ سے کتاب والحکمہ کے لفظ نقل کئے ہیں اور حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ:-

وما افضل علیہ من الکتاب واما القرآن والحکمۃ اور جو کچھ کہ آپ پر کتاب اور سنت اللہ تعالیٰ نے نازل کی السنۃ وعلمک ماکہ فکک فکک ای قبل افضل ذلک (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵۷) نازل سے پہلے نہیں جلتے تھے۔

اور علمک سے مراد سنت ہے جیسا کہ حضرت حسنؒ اور قتادہؒ اور مقاتلؒ بن حیانؒ اور ابو مالکؒ وغیرہ نے بھی اس کی تفسیر کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۸۷) اور حضرت امام شافعیؒ اور حافظ ابن قیمؒ وغیرہ نے بھی اس کی تفسیر کی ہے۔ (دیکھئے رسالہ امام شافعیؒ المنصوح مع اللام ج ۱ ص ۷۷ و کتاب المریح ص ۱۷ لابن قیمؒ)۔

مفتی صاحب! ان حضرات معصومین کرامؒ سے پوچھئے کہ اپنے اپنی طرف سے احکام اور امور دین وغیرہ کی قید کبوں لگاتی ہے؟

باقی جن بعض حضرات معصومین کرامؒ نے علم غیب اور خفیات الامور اور خفایہ القلوب کا ذکر کیا ہے تو وہ بھی اپنے مقام پر صحیح ہے کیونکہ بعض امور غیب اور خفیات الامور اور دلول کے اسرار پر اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع کیا ہے اس کا کس کو انکار ہے؟ لیکن ان حضرات معصومین کرامؒ کی عبادتوں سے کلی علم غیب وغیرہ مراد لینا اور دیگر لغوی قطعیت کے علاوہ خود ان کی اپنی تفسیر کے بھی خلاف ہے جیسا کہ پہلے عرض کر دیا گیا ہے۔ لہذا اس توجیہ القول بالایضیٰ لہ قائمہ کو یا بغاظرہ پیر مدعی سست اور گواہ جھٹ یا کاسہ از آتش گرم نہ کر، کوہ گز کوئی سٹنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

فریق مخالفینے فادھی الی عبیدہ ما اوحیٰ کی آیت سے بھی علم غیب کلی پر استدلال کیا ہے مگر بے سود ہے۔ کلمہ ماکہ عدم عموم کے متعلق ہم بحث کر چکے ہیں۔ علاوہ بریں ارشاد مخرج کی رات کا ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی رات سب کچھ دیا جا چکا تھا۔

دلیل ہبقتم

تو معراج تو ہجرت سے بھی پہلے واقع ہوئی تھی۔ اس کے بعد پھر اور کچھ نہ سہی تو قرآن کریم ہی کیوں نازل ہوا؟ اور اہل علم جانتے ہیں کہ اکثر حلال و حرام کے مسائل اور احکام اس کے بعد جب کہ آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے، نازل ہوئے ہیں، کون باور کر سکتا ہے کہ اس آیت اور اس قسم کی دوسری آیات سے علم غیب کئی ثابت ہے۔ اس قسم کی اور بھی کئی آیات سے فریق مخالفت نے علم غیب کئی کا مسئلہ کشید کیا ہے مگر ہم بخوف طوالت ان کو نظر انداز اور قلم انداز کرتے ہیں کیونکہ ان سے کسی ادنیٰ سمجھ والے کو بھی شبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ جن دلائل سے عوام الناس کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہو سکتا تھا اور جن پر فریق مخالفت کے اس غلط اور بے بنیاد دعوے کی پاور ہوا عمارت کھڑی تھی وہ ہم نے عرض کر دیے ہیں اور ان کے مسکت جوابات بھی ساتھ ہی مدیہ قارئین کو ام کر دیے ہیں، ہاں البتہ صرف ایک دلیل ان کی اور عرض کئے دیتے ہیں، ہاں البتہ صرف ایک دلیل ان کی اور عرض کئے دیتے ہیں جس سے انہوں نے سردال کیا ہے تاکہ ان کے غیر ناطق دلائل کے لیے ڈھانچہ انجارج کا مضموم پورا ہو جائے۔

دلیل ششم | مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :-

الْوَحْيُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ رحمان نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ماکان و مایحون کا بیان اس کو سکھایا۔ دھپر آگے چند تفسیروں کے حالات نقل کئے۔ ہم ان کا ترجمہ مفتی صاحب کی زبانی عرض کئے دیتے ہیں (تفسیر معالم التنزیل و حقیقی، یہی آیت اللہ نے انان یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور ان کو بیان یعنی ساری اگلی پچھلی باتوں کا بیان سکھادیا۔ تفسیر خازن یہی آیت۔ کما گیا ہے کہ انان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ ان کو اگلے پچھلے امور کا بیان سکھادیا گیا کیونکہ حضور علیہ السلام کو اگلوں اور پچھلوں کی اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی۔ روح البیان، یہی آیت۔ یعنی ہمارے نبی علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے قرآن اور اپنی ربوبیت کے بھید سکھائیے جیسا کہ خود رب تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کو سکھادیں وہ باتیں جو آپ نہ جانتے تھے۔ تفسیر مدارک یہی آیت۔ کما گیا ہے کہ اس آیت میں انان سے مراد حضور علیہ السلام اور بیان سے مراد ہے کہ آپ کو وہ تمام باتیں سکھائیں جو نہ جانتے تھے اَلَا اِنَّ اَقَالَ اِنَّ ایتوں اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب کچھ ہے اور اس کا سارا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا۔ انتہی بلفظہ درجام الحق ص ۵۳۲ و نحوہ فی مقیاس

اس سے بھی مفتی صاحب وغیرہ کا استدلال درست نہیں ہے۔

جواب

اولاً اس لیے کہ اگر اس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کئی ثابت ہے تو آپ کا انسان ہونا بھی ثابت ہے، پھر نور وغیرہ کے دور از کار جھگڑے کیوں؟ انحراف تسلیم کر لینا چاہیے کہ آپ آدمی بشر اور انسان ہیں۔

دثانیاً سورۃ رحمن کی ہے۔ (دیکھئے ابن کثیر ج ۲ ص ۶۶۹ و جلالین ص ۴۳ وغیرہ) اور اگر آپ کیلئے ان آیات سے کئی علم غیب ثابت ہے تو اس کے بعد قرآن کریم کے نزول کا کوئی معنی نہیں؟ حالانکہ سورۃ بقرہ جیسی لمبی سورتیں تو اس کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں اور ان بعض سورتوں میں صاف طور پر علم غیب کی نفی بھی مذکور ہے۔

وثالثاً اکثر حضرات مفسرین کرامہ الانسان سے جنس انسان مراد لیتے ہیں (دیکھئے جلالین ص ۴۳ وغیرہ) اور قرین قیاس بھی یہی ہے۔ کیونکہ نہ تو لفظ البیان اور النطق جانب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ لفظ البیان غیب اور ماکان و مایکون کا مقتضی ہے، اپنی مرضی سے اس میں یہ قیود لگانا کیونکر درست اور صحیح ہے؟

ورابعاً اگر اس مقام پر الانسان سے جانب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی مراد ہو اور بیان سے ماکان و مایکون مراد ہو تب بھی درست ہے، آپ نے ماکان اور مایکون کی بے شمار خبریں بتائی ہیں۔ اس کا کہے انکا ہے؟ ہاں جمیع ماکان و مایکون اور کلی علم غیب اس سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔ اور یہی فروعی مخالفت کا بے سرو پا دعوے ہے۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ قرآن کریم کی جن جن آیات سے فروعی مخالفت نے اپنے مزعوم دعوے پر احتجاج کیا ہے وہ ہرگز ان کی مؤید نہیں ہیں بلکہ ان کے خلاف جاتی ہیں، اور کیوں نہ ہو قرآن کریم حق اور صداقت ہے اور حق و صداقت کبھی باطل اور جھوٹ کی تائید نہیں کر سکتا۔ فروعی مخالفت کو اب یہ عمر پیش نظر رکھنا چاہیے۔

چسپ نہیں سکتا چسپالے سے یہ حال اضطراب
فاش ہو کر رہ گئی شانِ ثباتِ ناشبات

باب دوم

اس باب میں ہم وہ احادیث نقل کرتے ہیں جن سے فریق مخالفت نے از روئے جہالت یا غیبت جناب امام الانبیاء خاتم البیتین شیخ المذنبین محمد مصطفیٰ احمد عتقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب نقلی پر استدلال و احتجاج کیا ہے اور پھر ان احادیث کا صحیح مطلب اور معنی بھی صحیح احادیث کی روشنی میں اور معتبر علماء اُمت کے اقوال اور شراح حدیث سے نقل کر دیا جائے گا تاکہ کوئی خلیماں باقی نہ رہے۔

خان صاحب بریلی اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں واللفظ للقول صحیح بخاری

پہلی حدیث | وسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما
ما ترک شیئا یكون فی مقامہ ذلک الی قیام
الساعة الا حدّث بہ حفظہ من حفظہ و
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ہم
میں کھڑے ہو کر جب سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا
تھا سب بیان فرما دیا کوئی چیز نہ چھوڑی جسے یاد رکھ
یا درم، جو بھول گیا بھول گیا۔

یہی مضمون احمدی مسند بخاری نے تاریخ طبرانی نے کبیر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ بلغظہ (انبار المصطفیٰ ص ۶۷) و جاء الحق ص ۶۲

دوسری حدیث | خان صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ لکھتے ہیں۔ واللفظ للقول صحیح بخاری شریف میں حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما
فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة
منازلہم و اهل النار منازلہم حفظ
ذلک من حفظہ و نسیہ من نسیہ۔

ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر
ابتداء آفرینش سے لے کر جہنم کے داخل اور جہنم
کے دوزخ جانے تک کا کل حال ہم سے بیان فرما دیا یاد
رکھا جس نے رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔

بلغظہ انباء المصطفیٰ ص ۶۲ و جاد الحق ص ۶۲ و مقیاس ص ۶۶

تیسری حدیث خان صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ لکھتے ہیں۔ واللہ للآول ص ۶۲ صحیح مسلم شریف میں حضرت عمر بن الخطاب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد غروب آفتاب تک خطبہ فرمایا۔ بیچ میں ظہر اور عصر کی نمازوں کے سوا کچھ کام نہ کیا غلخبرنا بجا ہو کائن الی یوم القیمة فاعلمنا الحفظنا اس میں سب کچھ بیان فرمایا۔ جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا ہم میں زیادہ علم اُسے ہے جسے یاد رہا۔ بلغظہ (انباء المصطفیٰ ص ۶۲ و جاد الحق ص ۶۲ و غیرہ و مقیاس ص ۶۶)

چوتھی حدیث فریق مخالف کی طرف سے یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ:-

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ایک دن عصر کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و خطباً بعد العصر فلم یدع شیئاً یحکن الی سلم نے کھڑے ہو کر ہمارے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا قیام الساعة الا ذکر حفظہ من حفظہ ونبیہ پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اس میں سے کوئی چیز اپنے ایسی نہ چھوڑی جو اپنے بیان نہ کر دی ہو جس نے من لنبیہ (الحدیث) ترمذی ص ۲۲ و مستدرک ج ۲ و مشکوٰۃ ج ۲ اس کو یاد رکھا سو یاد رکھا جو بھول گیا سو بھول گیا۔

ان مجملہ روایات سے فریق مخالف نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کئی پر استدلال و احتجاج کیا ہے اور حضرت عمر فاروقؓ کی روایت کی شرح میں علامہ عینیؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ:- ونبیہ دلالة علیٰ انه اخبر فی المجلس الواحد اس میں اس امر کی دلالت ہے کہ اپنے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے جمیع احوال ابتداء سے لے کر انتہاء تک بیان فرمائیے۔

اور حافظ ابن حجرؒ کا یہ ارشاد بھی پیش کیا ہے کہ:-

ودلّ ذلك علیٰ انه اخبر فی المجلس الواحد ادیہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اپنے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے جمیع احوال بیان کر دیے جیمیع احوال المخلوقات منذ ابتداء الی ان تفتی الی ان تبعث۔

(فتح الباری ج ۷، ص ۱۸۱)

جب دوبارہ کٹری کی جائے گی۔

اور اپنے خیال کے مطابق ان عبارات سے بھی انہوں نے اپنے دعوے کی تائید تلاش کی ہے۔ دیکھئے

جاء الحق ص ۶۷ وغیرہ

ان جملہ روایات سے فریقِ مخالفت کا استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے۔ حضرت حذیفہؓ کی **جواب** روایت سے تو اس لیے کہ اس میں مائتہ شیناً الخ سے استعراقِ حقیقی اور عمومِ قطعی مراد نہیں ہے (اور عادتہ دین یا دین کے کسی حصہ میں تمام امر کا بیان ممکن بھی نہیں ہے) اولاً اس لیے کہ خود حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ :-

واللہ ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من قائم فتنۃ الی ان تنقضی الدنیا یسلخ
من معہ ثلاثۃ فضاء الا قد سماہ لنا
باسمہ واسم ابیہ واسم قبیلۃہ
(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۷)

بجدا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام
دنیا تک کوئی ایسا قائم فتنہ نہیں چھوڑا جس کے ساتھ تین سو
اور تین سو سے زائد لوگ شامل فتنہ ہوں مگر آپؐ اپنے ہمارے
سامنے اس کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کے
قبیلہ کا نام بیان کیا گیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو چیز بیان فرمائی ہے وہ
صرف فتنے تھے اور فتنے بھی اس عموم کے ساتھ بیان نہیں کئے کہ ہر کہ و مہ فتنہ بیان کیا ہو بلکہ فقط وہی فتنے بیان
کئے جن میں لوگوں کی گمراہی کے اسباب زیادہ پائے جاتے ہوں اور قائم فتنہ کی مکاری اور حیلہ سازی سے اس کے
پچھلے پانٹوں کی تعداد تین سو اور اس سے زائد تک پہنچ سکتی ہو۔ اور حضرت حذیفہؓ کی ایک روایت میں یوں
آیا ہے :-

واللہ انی لاعلم بکل فتنۃ ہی کائنت فیما بینی و
بین الساعۃ الحدیث (مسلم ج ۲ ص ۲۸۸ و مسند احمد ج ۵)

خدا تعالیٰ کی قسم میں اپنے اور قیامت کے درمیان ہر مہرے
و لے فتنہ کو بخوبی جانتا ہوں۔

اور وہ اکثر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فتنوں کی بابت ہی پوچھا کرتے تھے چنانچہ خود ان کا اپنا
بیان ہے کہ :-

قال کان الناس یسئلون رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عن الخیر و کنت استأله عن

لوگ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خیر کے بارے
میں سوال کیا کرتے تھے اور میں آپؐ سے فتنہ اور شر کی بابت

النَّبَرُ خَافَةَ اَنْ يَدْرِكُوْهُ اَكْبَرُ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۶۱) پوچھا کرتا تھا محض اس خوف سے کہ کہیں بے خبری میں
وقال متفق علیہ بخاری ج ۱ ص ۱۰۷ (مسلم ص ۱۰۷) اس کا شکار نہ ہو جاؤں۔

اور یہ انہی فتن اور اشراطِ ساعت کی بجزرتِ معلومت حاصل ہونے کی وجہ سے حضراتِ صحابہ کرامؓ
میں معروف و مشہور تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ:-

ایک عیضِ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الفتنۃ فقلت انا احفظ الحدیث مشکوٰۃ
۶۸۸ ج ۲ وقال متفق علیہ بخاری ج ۱ ص ۱۰۷ (مسلم ج ۲ ص ۲۹۱) تم میں فتنہ کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی حدیثیں کس کو سب سے زیادہ یاد ہیں؟ تو حضرت
عزیزؓ نے فرمایا مجھے سب سے زیادہ یاد ہیں۔

ان سب روایات کے ہمیشہ نظر یہی امر متعین ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے
ہو مع کلم میں اگرچہ وقتِ یسیر کے اندر واقعاتِ کثیرہ بیان فرمائے مگر تھے وہ فتن اور اشراطِ ساعت و علامات
قیامت ہی کے بارے میں نہ کہ ہر چیز کے بارے میں جس کا تعلق آپ کے منصب ہی سے نہ تھا۔
وثقلنا حضرت عزیزؓ کا خود اپنا بیان ہے کہ:-

فلخبرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما
ہو کائن الی ان تقوم الساعة فما منه شیء
الا قد سألته الا انی لم اسأله ما یخرج اهل
المدینۃ من المدینۃ (مسلم ج ۲ ص ۲۹۱ منہ احمد ج ۵
البراد و طیب السی ص ۸۵ و مترک ج ۴ ص ۶۲) مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر وہ چیز
بتائی جو قیامت تک ہونے والی تھی امدان میں کوئی چیز
ایسی نہیں جس کے بارے میں میں نے خود آپ سے دریافت
نہ کیا ہو مگر میں آپ سے یہ نہیں پوچھ سکا کہ وہ کون
فتنہ ہو گا جو اہل مدینہ کو مدینہ سے نکال دے گا۔

لیجئے اس صحیح روایت نے تو معاملہ اور صاف کر دیا کہ جس جس شر اور فتنہ کے بارے میں حضرت عزیزؓ
نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا، آپ نے اُسی کا جواب دیا اور اسی کے متعلق واضح
اور روشن نشانیاں اور علامات بیان فرماتے رہے مگر حضرت عزیزؓ نے آپ سے یہ نہ پوچھ سکا کہ حضرت وہ
فتنہ کون سا ہو گا اور وہ کون سی شہر ہو گی جس کی وجہ سے اہل مدینہ کو مدینہ طیبہ جیسا پاک مقام ترک کرنا
اور چھوڑنا پڑے گا؟ اور فتنوں کا دوسرے سے قصہ ہی چھوڑیئے، اس روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے تمام فتن اور علامات بھی بیان نہیں فرمائے تھے، اور حضرت عزیزؓ
بوجود امدادِ حدیثِ فتن کے باب میں احتفظ ہونے کے یہ نہیں جان سکے کہ وہ کون سی مصیبت اور فتنہ ہو گا جو

اہل مدینہ کو نکلنے پر مجبور کر دے گا۔

وفات الشاہ علامہ ابن خلدون المغربی (المتوفی ۸۰۸ھ) حضرت مدنیہؓ اور حضرت ابوسعید الخدریؓ وغیرہ کی مذکورہ روایات کو نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ:-

وهذه الاحادیث كلها محمولة على ما ثبت في الصحيحين من احادیث الفتن والاداء مشروط لا غير لانه المعهود من الشارع صلوات الله وسلامه عليه في امثال هذه العمومات (مقدمہ ۳۲۳)

یہ سب کی سب مدینہ جیسا کہ بخاری و مسلم کی احادیث میں وارد ہے صرف فتن اور علامات قیامت پر محمول ہیں کوئی اور چیز ان سے مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسے عموماً کچھ بارے میں ہی منصب ہے کہ جو ان کی شایان شان ہوں صرف وہی ائمہ بیان فرمائیں

حضرت علامہ کی عبارت بالکل واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب اسی کا مقتضی ہے کہ آپ صرف وہی کچھ بیان کریں جو رسالت اور نبوت کے مناسب ہے اور وہ ایسے فتنے ہیں جن سے آگاہ کرنا آپ کا مقام تھا۔ اور آپ نے ایسے اکثر فتنے بیان فرمادیے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:-

وقد بین الشیخ علیہ السلام اکثر الفتن (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۱۲) بیان فرمادیے ہیں۔

کیا فریقِ مخالف کا ضمیر اور ایمان اس کو گوارا کرتا ہے کہ اس خطہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر زمانہ کی مردم شماری تمام چھوٹے بڑے انانوں، کافروں اور مسلمانوں بلکہ تمام حیوانوں، پرندوں، پرندوں حتیٰ کہ دریا کی مچھلیوں، پتنگوں اور زمین کے کیڑوں مکڑوں کی تفصیل تعداد اور ان کے مکمل اور مفصل حالات بیان کئے تھے کہ وہ کیا کھلتے پیتے ہیں اور کتنی مرتبہ جفتی اور پیشاب و پاخانہ کرتے ہیں اور ان امور کا منصب نبوت اور دین سے آخر کیا تعلق ہے؟ کیا واقعی فریقِ مخالف کا یہ نظریہ اور عقیدہ ہے؟ بلکہ ہم تو سمجھتے ہیں کہ ان کا ضمیر بھی اس کے خلاف ہوگا اور اگر نہیں تو پھر ان کو بروقت اس کا علاج کرنا پڑیگا

قربیت یافتہ نفس بفضلہ تعالیٰ خطرہ سے محفوظ رہتا ہے۔

کوئی حملہ بھی طوفان کا ڈبو سکتا نہیں اس کو

میا جوئے ساحل پہ ہر موج رواں کرے

رہی حضرت عمرؓ کی روایت تو اُس سے بھی معلوم اور استغناء حقیقی مراد لینا باطل ہے۔ کیونکہ خود حضرت عمرؓ سوو کے متعلق فرماتے ہیں کہ:-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی ولم یفسر حالنا الحدیث (ابن ماجہ ۱۶۵) جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے وفا پا گئے اور آپ نے سوو کو ہمارے سامنے کھول کر بیان نہ کیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:-

مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یبیتہ لنا الحدیث (دواء الحاکم وابن عدی ابن) کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات پا گئے اور آپ نے ہمارے سامنے سوو کو بیان نہ فرمایا۔
(کثیر ج ۱ ص ۲۷۸)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ:-

ثلاث لان یحکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم تین چیزیں اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلم بیتہم لنا احب الی من الدینا وما فیہا ہمک سامنے بیان فرماتے تو وہ مجھے دنیا و دین سے زیادہ محبوب ہوتیں۔ ایک خلافت دوسری کلامہ (کی وراثت) قال الحاکم والذہبی علی شرطہما والطیالسی (۲) اور تیسری چیز سوو (کی پوری تشریح)۔

یعنی اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارات و کنایات اور طرزِ عمل سے حضرت ابو بکرؓ کا خلیفہ ہونا ظاہر کر دیا تھا مگر بطورِ نص کے نامزد نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے یہ عقدہ حل ہوا اور اسی طرح کلامہ یعنی لا ولد کی وراثت اور ربوا و سوو کے اصول تو قرآن کریم اور احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ مگر وہ بقول حضرت عمرؓ نہایت عجیب ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھول کر ان کو بیان نہیں فرمایا۔ علاوہ بریں اگر حضرت عمرؓ کی حدیث سے ہر چیز کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہوتا تو حضرت عمرؓ کو بعض بعض مسائل اور احکام میں دیگر حضرات صحابہ کرامؓ سے مشورہ لینے کی اور بعض احکام میں خود اجتہاد و قیاس کرنے کی کیا ضرورت اور حاجت تھی؟ باقی رہ حضرت عمرؓ کی روایت میں علامہ عینیؒ اور شاہن مجاہدؒ کے اس قول جمیع احوال الخلق سے علم علی ثابت کرنا تو بیزینق و غایت کی نری خوش قسمتی ہے کیونکہ ہم علم علیؓ اور شاہن مجاہدؓ کی خود اپنی تصدیق سے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے بارے میں پوری تفصیل پہلے عرض کر چکے ہیں۔ عربی زبان میں اختلاف جمع اور جمع کسی سبب معنی میں کوئی اکٹھا اور بکجا کے معنی میں آتا ہے۔

چنانچہ صراحۃً وغیرہ میں ہے جمیع مند متفرق الہ کہ جمیع کا لفظ متفرق کی ضد ہے۔ جمیع کو اس مقام پر ایسا ہی سمجھئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَوْ مَدَّتْ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
یعنی ہم جہنم اور انسانوں کو اکٹھا کر کے ان سے جہنم
(پٹا - سورہ ہود - ۱۰ ع) کو پڑھیں گے۔

یعنی دوزخ میں انسان و جن دونوں سزا میں لکھے ہوں گے یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ تمام انسان و جن دوزخ میں پہلے جائیں گے درہم پھر جنت میں کون جائے گا جس کی وسعت آسمانوں اور زمینوں سے بھی زیادہ ہے؟ مگر

اُسے کیا قدر ہوگی میری شان بے نیازی کی وہ پابند ہوس جو آستان پر آستان ہے
اور علماء اصول نے لفظ مفسر کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

فَجَمَعَ الْمَلَائِكَةُ كُلَّهُمْ أَجْمَعُونَ ○
(کہ سب فرشتوں نے مل کر حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا)
میں لفظ اجمعون اس تاویل کے سدباب کیے آئے ہیں کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ تو سب فرشتوں نے کیا مگر الگ الگ اور علیحدہ علیحدہ کیا کیونکہ لفظ اجمعون میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ سب فرشتوں نے مل کر اور اکٹھے ہو کر سجدہ کیا تھا۔ (دیکھئے حامی ص ۷۷ و ۷۸ الاذکار ص ۷۷ وغیرہ) تو اس لحاظ سے علحدہ یعنی وہ اور حافظ ابی حجرہ کی عبارت کا یہ معنی ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں غلو فاق کے کچھ احوال (جو فتن و اشراطِ ساعتِ ساعت وغیرہ پر مشتمل تھے) اکٹھے بیان کئے تو اس سے قبل اور بعد کو بھی آپؐ نے کچھ کچھ حالات بیان فرمائے لیکن وہ متفرق تھے۔ اتنے اکٹھے حالات آپؐ نے صرف اسی معمر مجلس میں بیان فرمائے۔ اور اگر کسی کو لفظ جمیع کے بمعنی کل ہونے پر ہی اصرار ہو تو ہماری بات سے وہ اسی کتاب میں لفظ کل کی بحث ملاحظہ کر لے جس میں خالصاً صاحب کا حوالہ بھی شامل ہے کہ نہ بینک لگے نہ پھٹکڑی

شش جہات گستاخ میں آئے گا وہ انقلاب

غنیہ پڑمرو ہوگا جس سے خدائے ایک دن

اور اسی سابق بحث کے پیش نظر حضرت عمر بن الخطابؓ الفزاریؓ اور حضرت ابو سعید الخدریؓ کی احادیث کا جواب سمجھنا بھی کوئی مشکل نہیں ہے۔ ہم ان حدیثوں کا بھی صرف یہی مطلب لیتے ہیں کہ آپؐ

امروہی، کلیات دین اور اسی طرح اہم فتن و فتنہ بیان فرماتے تھے نہ کہ دنیا کا ہر ہر فرقہ۔ چنانچہ حضرت ابوسعید الخدریؓ کی روایت میں ذیل حدیث کی شرح میں حضرت علامہ علی بن القندی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ
ای مما يتعلق بالدين مما لا بد منه یعنی آپ نے اس خطبہ میں دین کی ہر ضروری بات
درمات ج ۵ ص ۵۸۱

اور حضرت شیخ عبدالحق صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:-

ای مما يتعلق بالدين ای کلیات دین اور مباہلۃ
اقامة للاكثر مقام الكل
باعتبار اكثر من ۲ ص ۲۳۷
یعنی آپ نے اس خطبہ میں دین کی ہر ضروری
بات کو بیان فرماتے یا مباہلۃ کے طور پر اکثر
چیزوں کو مکمل کیا گیا۔
نیز لکھتے ہیں کہ:-

فلما يدع شيئا پس نگذاشت چیزی را از قواعد مہمات
دین کہ واقع میشود تا قیامت مگر آنکہ ذکر کرد
آزایا این مباہلۃ است بگردانیدن اکثر در حکم کل الماد
یعنی آپ نے قیامت تک کے لیے قواعد اور مہمات
دین میں سے کوئی چیز نہ چھوڑی جو بیان نہ فرمادی اور یا
یہ مباہلۃ ہے جس میں اکثر کو کل کے معنی میں کر دیا
راشحة اللغات ج ۲ ص ۱۸۱
گیلے۔

یہجے اب تو جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔ یہ وہی حضرت شاہ عبدالحق محدثؒ دہلویؒ ہیں جن کی بعض مجل عبارت
اور لفظ کلی، ہر، جمیع اور کل وغیرہ سے فریق مخالفت علم غیبؒ کلی پر استدلال کیا کرتے تھے مگر حضرت شیخ
صاحبؒ نے خود بیان فرمادیا کہ ایسے عام لفظ کو کبھی مباہلۃ اکثر کے معنی میں لیا جاتا ہے اس سے ہر مقام پر
کل حقیقی اور علم استغراقی ہی مراد نہیں ہوتی اور جس جس مقام پر ایسے عام الفاظ آتے ہیں، ان سے دیگر
دلائل کی روش سے ہی مطلب اور معنی لیا جائے گا کہ مباہلۃ اکثر کو کل کے معنی میں لیا گیا ہے۔ کیا خوب سے

چھپائے راز دل اپنا دہل کوئی نہیں ممکن

کہ جس محل میں خاموشی بھی شرح ذاتاں ٹھہرے

خان صاحب اور مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں، واللفظ للقول:-

پانچویں حدیث | جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیرہ آئمہ حدیث میں باسانید عدیدہ وطریق
متواترہ وس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے اور یہ حدیث ترمذی کی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :-

فَرَأَيْتُمْ عَزَّوَجَلَّ وَضَعَ كَعْبَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَوَجَدَتْ بَرْدًا نَارًا مِلَّةً بَيْنَ شِدَى فِجْلِي لِي عَلَى شَيْءٍ وَعُرِفَتْ

امام ترمذی فرماتے ہیں ہذا حدیث حسن صحیح سألتم محمد بن اسماعیل عن هذا الحديث فقال صحيح

یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے امام بخاری سے اس کا حال پوچھا فرمایا صحیح ہے اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی معراج منامی کے بیان میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فعلمت

مافی السموات والارض جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب میرے علم میں آگیا۔ (بلغتہ انباء المصطفیٰ

ص ۶۲-۶۳)

اور مولوی محمد عمر صاحب بزعم خود اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

فِجْلِي لِي عَلَى شَيْءٍ تَوَكَّلْتُ فِيهِ مِرَّةً وَاسْطَ رُوشَنِ هُوَ كُنِيَ وَعُرِفَتْ اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔ اللہ

تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دست قدرت سے وہ علم کلی عطا فرما دے لیکن منکر پھر بھی آپ کے علم

کلی کے عقیدہ رکھنے والے کو فتویٰ شرک لگا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کلی کی تنقیص کرے اھ (مقیاس)

اس حدیث سے فریق مخالفت کا استدلال غلط ہے :-

جواب

اولاً اس لیے کہ اگرچہ امام ترمذی نے امام بخاری سے اس کی تحمیل اور تعییم نقل کی ہے

لیکن یہ ترمذی کے متن میں نہیں بلکہ حاشیہ پر ایک نسخہ کا حوالہ دے کر یہ عبارت برج سند و متن حدیث کے

نقل کی گئی ہے (دیکھئے ترمذی ج ۲ ص ۱۵۶ اور یہ روایت ابن ابی حجاز ص ۳۶۸ میں

بھی ہے۔ اور حضرت مشافہ بن جہل کی روایت میں (جو کہ امام بخاری سے تعییم و تحمیل نقل کی گئی ہے) بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بعض

ان کو صحابی بتایا ہے۔ لیکن امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ جس نے اس کو صحابی کہا ہے اس نے غلطی کی ہے اور امام

ابو زرعہ کہتے ہیں کہ وہ معروف نہیں اور امام بخاری نے فرماتے ہیں کہ :-

له حدیث واحد (وهو حدیث الرؤیة) الا ان سے صرف حدیث رؤیہ ہی منقول ہے مگر حضرات

انہم یضطربون فیہ - وقال الذہبی وحیدۃ محدثین کرام اس میں اضطراب کرتے ہیں اور علامہ

عجیب و غریب (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۷۰ و ذہبی نے فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث بڑی عجیب

و غریب ہے۔

میزان الاعتدال ج ۲ ص ۸۱۰ محصلہ

اور مضطرب حدیث فی اصول حدیث کے رد سے ضعیف ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے اہم بخاری کی تصحیح و تحجین خود متعارض ہو کر ساقط ہو جائے گی اور امام بیہقی ج اس حدیث کے بعض طرق کو لکھ کر آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

قد روی من طرق كلها ضعفات في ثبوتها
نظر في كتاب الاسماء والصفات ص ۲۲ طبع الہ آباد
اس کی ضعیف ہیں اور اس کے ثبوت میں کلام ہے۔

اور یہی عبارت علامہ خازن ج ۲ ص ۵۵ طبع مصر میں اور امام سیوطی ج نے تفسیر در منثور ج ۵ ص ۳۱۹ میں نقل کی ہے۔ لہذا ایسے اہم معاملہ اور بنیادی عقیدہ میں اس کو پیش کرنا اصول کے لحاظ سے درست نہیں ہے

و ثانیاً اس روایت میں اس کا بھی ذکر ہے کہ آپ کو ملا را علی کا علم ہو چکا تھا حالانکہ قرآن کریم میں صاف طور پر مذکور ہے کہ :-

مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَكَّةِ الْأَعْلَىٰ رَآذُ
يَخْصُمُونَ ○ (پ - ص - ۷۵)
آپ فرمادیجئے کہ مجھے ملا را علی کا کوئی علم نہیں کہ وہ کس چیز میں اختلاف کر رہے ہیں۔

چونکہ قرآن کریم کی یہ نص قطعی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ملا را علی کا عدم علم ثابت کرتی ہے اور حدیث مذکور کہ اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی خبر واحد ہی ہوگی اور بقول مولوی احمد رضا خان صاحب عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہرزہ باقی (ہے) را بناء المصطفیٰ ص ۱۸ لہذا کیونکر یہ حجت ہو سکتی ہے؟

و ثالثاً حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ :-

ثم ليعلم انه يجب ان ينفي عنهم صفات
الواجب جل مجده من العلم بالغيب و
القصة على خلق العالم الى غير
ذالك وليس ذالك ينقص رالح
ان قال بعد عدة اسطر و
پھر جانتا چاہیئے کہ واجب جہ کہ حضرت انبیا و مرسلین علیہم السلام سے باری تعالیٰ کی صفات کی نفی کی جائے مثلاً علم غیب اور جہان کے پیدا کرنے پر قدرت وغیرہ اور اس میں کوئی تنقیص نہیں ہے (پھر کہی سلوک کے بعد فرمایا کہ) اور اگر کوئی شخص آپ کے علم غیب پر فتیلائی لی حل شیئی۔

دکی حدیث سے استدلال کرے تو ہم اس کو دلیل جواب
دیں گے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قدرت کے بارے میں
تفصیلاً نکل شیئی آیا ہے اور اصل عبادت میں تمام
کے مناسب تخصیص کرنا ہے اور اگر یہ محلی ہر ایک چیز کے
یہ تسلیم بھی کر لی جائے تو یہ صرف اس وقت کے لیے
تھی جب کہ اللہ تعالیٰ نے دست قدرت آپ کی پشت
پر رکھا تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے دست قدرت اٹھایا
تو یہ محلی اور انکشاف بھی جاتا رہا سو اس میں کوئی بعد
نہیں کہ اس کے بعد دوسری حالت میں آپ کو دوبارہ
ان امور کی تعلیم دی گئی ہو۔

ان استدلال بقولہ علیہ الصلوۃ
والسلام فجعل لی حل شیئ قلنا هو
منزلۃ قولہ تعالیٰ فی التورۃ
تفصیلاً لکل شیئ والاصل فی العموم
التخصیص بما یناسب المقام ولولم
فہذا عند وضع اللہ یدہ بین کتفہ
ثم لما سرى عنه ذالک فلا بعد من
ان یحکم تعلیم تلک الامور ثانیاً فی
حالة اخری الا

(تغیبات الیہ ج ۱ ص ۲۵)

غور کیجئے کہ حضرت شاہ صاحب ہم کیا کہ گئے ہیں؟ مولوی محمد عمر صاحب تو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کلی کی نفی کرنے والا تفتیس کرتا ہے مگر حضرت شاہ صاحب رہ فرماتے ہیں
کہ حضرات انبیاء کو ام علمیم الصلوۃ والسلام سے صفات باری تعالیٰ مثلاً علم غیب وغیرہ کی نفی کرنا واجب
ہے اور اس میں کوئی توہین و تنقیص نہیں ہے اور فجعل لی حل شیئ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے لیے علم غیب کلی پر استدلال کرنے والے کو حضرت شاہ صاحب نے یوں جواب دیا کہ اس
میں لفظ کل عموم حقیقی کے لیے نہیں ہے بلکہ احکام دین اور امور شریعت وغیرہ سے مخصوص ہے جیسا کہ
تورات کے بارے میں تفصیلاً نکل شیئی آیا ہے اور گذر چکا ہے کہ اس سے مراد امور دین اور احکام وغیرہ
ہی ہیں ہر ہر ذرہ مراد نہیں ہے اور حضرت شاہ صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ خود
اسی روایت میں اس کا قرینہ بھی موجود ہے وہ یہ کہ پہلے جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے دریافت کیا کہ ملا
اعلیٰ (یعنی مہربین فرشتوں) کا اختلاف اور اختصام کس بات میں ہو رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا لا
ادری میں نہیں جانتا۔ تین مرتبہ ایسا ہوا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت آپ کے دونوں
شانوں اور کتفین پر رکھا۔ اور اس کے بعد آپ سے پوچھا کہ ملا اعلیٰ کی خصوصیت کس امر میں ہو رہی ہے؟
تو آپ نے فرمایا ملاں جانتا ہوں۔ فرمایا وہ کیا امور ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ پاؤں پر چل کر مسجدوں میں برائے نماز

پہنچنا اور مسجدوں میں نماز کی انتظار میں بیٹھنا اور تکالیف میں بھی وضو کی تکمیل اور اسباق کرنا اور اس کے علاوہ سکینوں کو کھانا کھلانا اور گفتگو میں نرم لہجہ اختیار کرنا اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں۔ نماز پڑھنا وغیرہ (دیکھئے مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۷) وقال رواہ الترمذی وقال حسن صحیح (یہی روایت خود اس کو واضح کرتی ہے کہ ملا دہلوی کی جس بحث و تمحیص اور مکالمہ اور گفتگو کا آپ کو پہلے علم نہ تھا وہ یہی کلمات وغیرہ تھے جن کا ذکر ابھی ہوا اور باری تعالیٰ کے دست قدرت کے اثر سے یہی سب امور آپ پر منکشف ہو گئے اور فَجَلَّتْ لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَ عَرَفْتُ كَامَصْدَقٍ پورا ہوا اور یہی چیز ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اپنی سابق عبارات میں بیان فرما رہے ہیں اور تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۳۲ میں محدث ابن نصر طبرانی رحمہ اور ابن مردودہ کے طریق سے حضرت ابوامامہ رضی کی مرفوع روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَعَلَتْ فِيْ مَنْامِيْ جب اللہ تعالیٰ نے میری چھاتی پر ہاتھ مبارک رکھا تو میں نے ذالک ماسألتي عنہ من اموال الدنيا والآخرة اپنے اسی خواب میں دنیا اور آخرت کی وہ چیزیں جان لیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا تھا۔ (الحديث)

اور دوسری چیز حضرت شاہ صاحب نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جتنے وقت تک آپ کی پشت مبارک پر اللہ تعالیٰ کا دست قدرت رہا اتنے عرصہ تک ہر چیز آپ پر اجمالی صورت میں منکشف ہو گئی اور جب دست قدرت اٹھا تو وہ حالت نہ رہی۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری حالت اور اوقات میں آپ کو ضرورت کی ہر ہر چیز کی تفصیلی طور پر باقاعدہ خلونہ کریم کی طرف سے بذریعہ وحی تعلیم ہوتی رہی جیسا کہ نصوص قطعیہ متواترہ اس پر شاہد عدل ہیں۔ اور یہ وحی آخر وقت تک ہوتی رہی اور اس کے ذریعہ آپ کو احکام اور حالات کی اطلاع دی جاتی رہی۔ حضرت شاہ عبدالحق صاحب نے اس حدیث کی تشریح میں جو یہ فرمایا کہ در عبارت تست از حصول تمامہ علم کلی و جزوی و احاطہ آل ۱۱ تو اس میں بھی کئی حقیقی و استغراقی مراد نہیں ہے کیونکہ حضرت شیخ رحمہ کی متعدد عبارتیں جیسا کہ مختلف ابواب میں عرض کی جا چکی ہیں، اس کے خلاف جاتی ہیں اور نیز حضرت شیخ صاحب اکثر کو مبالغہ لکل پر محمول کرنے کے بھی قائل ہیں۔ کما تر مفضلاً مولانا سید محمد برکات احمد صاحب ٹونٹی نے اس حدیث کی تشریح اور جواب میں کئی باتیں فرمائی ہیں۔ ملخصاً ان کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

اول یہ کہ تجلی لی کل شی اگر اپنے عموم پر ہو تو چاہیے کہ آپ کو حقیقہً گنہ باری تعالیٰ پر بھی اطلاع ہو

تو ضرور (یہ) عام مخصوص البعض ہوگا اور مخصوص اس کا عقل ہے جیسے اَفْتِيْتُ مِنْ حُلِّ شَيْءٍ میں
 مخصوص جس سے۔ ثانی یہ کہ اگر تسلیم کریں کہ تجلی لی کل شئی اس پر دال ہے کہ ہر شے آپ پر متجلی ہوتی مگر اس
 پر دال نہیں ہے کہ ہر شئی ہر وجہ سے متجلی ہوتی جائز ہے کہ ہر شے آپ پر بوجہ اجمالی متجلی ہوتی ہو نہ بوجہ تفصیلی یا
 ہر شے آپ پر بعض الوجہ متجلی ہوتی ہو نہ بلکل الوجہ پس اگر ہر شے بعض الوجہ متجلی ہوتی تو بعض الوجہ بھی بعض
 الاشیاء میں پس علم آپ کو بعض اشیاء کا ہر انہ کل الاشیاء کا بجھت لَکَا يَعْرِضُ عَنْهُ مَثَقَالُ ذَرَّةٍ فِي الْاَوَّلِ
 وَلاَ فِي الْاٰخِرِ - ثالث یہ کہ آماد میں سے ہے پس کیونکر ناسخ و جندہ و مقارن الغیب لایَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ
 کی ہو سکتی ہے پس لامحالہ تجلی لی کل شئی اپنے عموم پر باقی نہیں ہے۔ رابع یہ کہ طاعلی قاری نے شرح شغلیں
 تفسیر کی ہے کہ علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض المغیبات ہے قال فی الشفا ومن ذلک ما اطلع
 علیہ من الغیوب ما کان وما یحون والحادیث فی هذا الباب بمر لا یدل قهرہ ولاینفرد
 غمرہ وھذہ الجملۃ من جملۃ معجزاتہ المعلومۃ علی القطع الراصل الینا خبرھا علی التواتر
 کثرت رواۃھا واتفق معانیہا الدالۃ علی الاطلاع علی الغیب قال الشارح العلی القاری ای اطلعہ
 علی بعض المغیبات علامہ ابی حجر مکی نے بعض اقوال کی تردید میں کہا ہے فان بعض من لم یرسم فی الایمان
 یظن ذلک حتی کان یری ان صحۃ النبوة تستلزم اطلوع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع المغیبات
 پس معلوم ہوا کہ راسخین فی الایمان کا یہی عقیدہ ہے کہ آپ کو بعض المغیبات کا علم ہوا تھا مگر یہ بعض وہ ہیں
 کہ لا یدری کنتہ۔ ہمارے غرض رفع الحجاب کلی ہے نہ کہ بعض یعنی اقل کما یتوہم من قلیل غائب یہ کہ تجلی
 لی کل شئی پر تفریع فعلت ما فی السموات والارض اس پر دال ہے کہ آپ کو علم ما فی السموات والارض
 کا ہوا اور جو ما فی السموات والارض نہیں ہے جیسے کنتہ باری تعالیٰ یا جو اشیا و راد السموات والارض ہونگی
 ان پر بھی علم محیط ہے؟ یہ ثابت نہیں پس معلوم ہوا کہ تجلی لی کل شئی اپنے عموم پر نہیں بہر حال ہمارے نزدیک
 جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ علم دیا گیا جو کسی کو نہیں دیا گیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو علم الاولین و
 الآخرین عطا فرمایا ہے اور ما کان وما یحون کا علم آپ کو دیا ہے لَآ مَا نَحْصُهُ النُّصُوصُ الْفَرَاغِیۃ مگر نہ تو
 آپ کو علم غیب ہے جیسے نصوص قرآنیہ سے معلوم ہوتا ہے اور نہ آپ کو ہر شے کا علم ہر وجہ سے ہے ظاہر ہے
 کہ آپ کو اگر ہر شے کا علم ہر وجہ سے ہوتا تو تساوی معلومات ذاتیہ اور معلومات عرضیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم میں لازم آویگی جس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے (الافضل الخطاب فی العلم بانساب طبع الحلل دہلی)

خالصا صاحب نے جان لیا الاعتقاد ۲۷۷ و ۲۷۸ اور انبار المصطفیٰ ملا میں اور مفتی احمد یار خاں صاحب نے جاد الحق ۸۲ میں حضرت شاہ صاحب کی فیوض الحرمین سے چند حوالیات نقل کیے ہیں کہ جب کوئی بندہ اور عارف مقام قدس اور مقام حق تک پہنچتا ہے :-
 فیتجلی له حل شئی
 تو ہر شے اس پر روشن ہو جاتی ہے۔
 و نیز لکھا ہے کہ وہ :-

والبلوغ الی حقیقة حل علم وحال ہر علم اور حل کی حقیقت کو پہنچ جاتا ہے۔

وغیرہ وغیرہ۔ اس سے خالصا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کئی پر استدلال کیا ہے مگر بے مؤدے۔ کیونکہ حضرت شاہ صاحب نے تفہیمات کی سابق اور واضح تعلیقات میں یہ بیان کر دیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے علم غیب کی نفی کرنا واجب ہے اور فتوحی کی حل شئی کی حدیث سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرنا غلط ہے کیونکہ اس میں لفظ کل محوم اور استغراق کے لیے نہیں ہے جیسا کہ قرأت کے بارے میں تفصیلاً تحلل شئی استغراق حقیقی کے لیے نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی لفظ کل کے بارے میں اس اصطلاح اور تصریح کو معلوم کر لینے کے بعد کون عقلمند اور منصف مزاج دھوکا کھا سکتا ہے؟ اسی طرح غفلت مافی السموات والارض میں لفظ ما سے استغراق حقیقی مراد لینا بھی غلط ہے۔ ہم لفظ ما کی بحث پہلے باحوالہ عرض کر چکے ہیں۔ اس حدیث کا مفاد بھی صرف اتنا ہے کہ میں نے آسمانوں میں ملا اعلیٰ اور فرشتگان مقررین کی بحث و تمیص اور دربارہ مسائل اختصاص و اختلاف کو جان لیا اور زمین میں مشی الاقدام الی المساجد اور حضور علیہ السلام اور اطعام الطعام اور لین الکلام وغیرہ کے مسائل جان لیے جیسا کہ خود اس حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اس سے وہ مطلب لینا جو فرق مخالفت نے لیا ہے ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے بے شمار نعوص قطعہ کا ابطال ہوتا ہے جو بجائے خود یقیناً باطل اور مردود ہے۔

خالصا صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب وغیرہ لکھتے ہیں۔ واللفظ لااقل :-

چھٹی حدیث امام احمد مند اور ابن سعد طحاوی اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابو ذر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اور ابو یعلیٰ وابن مسیح و طبرانی حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :-

لقد شرک رسول الله صلى الله تعالى عليه و نبي صلى الله عليه وسلم في حين اني على وجهي انما هو

سلم وما يحدك طائر جناحيه في السماء الا
ذكرنا منه علماً۔ ہمارے سامنے بیان نہ فرما دیا ہو۔

نیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض و شرح زرقانی للمواہب میں ہے۔
هذا تمثيل لبيان كل شيء تفصيلاً تارة
واحداً آخرى۔ یہ ایک مثال دی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ہر چیز بیان فرمادی کہی تفصیلاً کہی اجمالاً۔

۱۔ بلغتم انباء المصطفیٰ ص ۱۵۷ و مدار الحق ص ۶۳

اس سے بھی فرق مخالفت کا احتجاج درست نہیں ہے۔

جواب اولاً اس لیے کہ منہ احمد ج ۵ ص ۱۵۲ وغیرہ میں اس کی سند یوں آتی ہے ان عیشنا
منذنا اشیاء من التیم قالوا قتل البوذہ الم، معلوم نہیں کہ یہ اشیاء کون اور کیسے تھے؟ ثقتہ یا
ضعیف تھے؟ ایسی مجہول سند سے حضرات محدثین کو رام احتجاج کرنے پر مگر آمادہ نہیں ہیں چہ
جائیکہ باب غناد میں خالصاً صاحب کا بحوالہ منہ احمد اس سند کو صحیح کہنا عجیب جہالت یا خیانت ہے۔
وثانیاً خود حضرت البوذہ کی روایت اس محل روایت کی تفسیر اور تشریح کرتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن
کثیر لکھتے ہیں کہ:-

عن ابی ذرؓ قال ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وما من طائر یقلب جناحيه فی
السماء الا وهو یذكر لنا منه علماً قال و
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یلقى
شئاً یغرب من الجنة ویباعد من النار الا
وقد یتمن لکم۔ حضرت البوذہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے ہمیں اس حالت میں چھوڑا کہ کوئی پرندہ ہوا میں پرے
ہلانے والا ایسا نہ چھوڑا مگر یہ کہ اس سے ہمارے لیے
کچھ علم بیان فرما دیا اور نیز حضرت البوذہ نے فرمایا کہ
جواب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی چیز
ایسی باقی نہیں جو جہنم کی قربت اور دوزخ سے دور کرتی

ہو مگر وہ تمہارے سامنے بیان کر دی گئی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸ ص ۲۸)

حافظ ابن کثیر نے اپنے محدثانہ اور مفسرانہ صنیع سے یہ بات آشکارا کر دی ہے کہ پرندوں کے کچھ حالات
آپ کے لیے بیان کئے (مثلاً حلال و حرام ہونے وغیرہ کے) جن پر عمل پیرا ہو کر جنت حاصل کی جاسکتی اور جہنم
سے اجتناب کیا جاسکتا ہے اور منہ حکماً اس کا واضح قرینہ ہے اس سے علم غیب پر استدلال یقیناً

باطل ہے۔

وَتَاللَّهِ لَأَشْهُرُ حُفْنِي حَدَّثَ عَلَامَهُ مُحَمَّدٌ طَاهِرٌ رَكْعَتَهُ هِيَ كَذِبٌ۔

ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا
طائر یطیر الذین نامنہ علیہ یعنی استغفر
بیان الشریعۃ حتی لم یبق مشعل
فصریہ مثلاً وقیل اراد انہ
لم یترک شیئاً الا بقیۃ حتی
احکام التطیر وما یحل وما یحرم و
کیف وما الذی یفدی منہ المہدم
اذا اصاحبه وغیرہ۔

رجوع الجارح ۲ ص ۳۶۷

کفارہ لازم آتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

اس صریح جابر کے معلوم ہوا کہ پرندوں کے متعلق آپ نے صرف وہ احکام بیان فرمائے ہیں جو
حلال و حرام وغیرہ احکام سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کا شریعت میں بیان کرنا ضروری ہے اور یہ کہ عمر
بجالت احرام اگر کسی جانور اور پرندے کو قتل کرے تو اس پر کیا فدیہ عائد ہوگا وغیرہ وغیرہ اور ظاہر ہے
کہ یہ جملہ شرعی احکام ہیں اور منصب نبوت اور رسالت کے عین مطابق ہیں نہ یہ کہ وہ جانور پیشاب
پاخانہ کس طرح کریں گے؟ اور حنفی وغیرہ کیسے کریں گے؟ العباد باللہ تعالیٰ! ان امور کا منصب رسالت
سے بجلا تعلق ہی کیا ہے؟

مولوی محمد عمر صاحب بحوالہ بخاری ج ۲ ص ۵۸۳ اور مفتی احمد یار خان صاحب

ساتویں حدیث بحوالہ بخاری و حازن ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ مفتی

صاحب کی زبانی یوں ہے کہ ۱۔

• حضور علیہ السلام منبر پر کھڑے ہوئے۔ پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے
واقعات ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھے۔ قسم خدا کی جب تک
ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے۔

ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا، میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں۔ عبداللہ بن خدا نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا خدا۔ پھر بار بار فرماتے ہیں کہ پوچھو پوچھو۔

خیال ہے کہ جہنمی یا جنتی ہونا علوم خمسہ میں سے ہے کہ سعید ہے یا شقی اسی طرح کون کس کا بیٹا ہے؟ (معنی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے اور بحث پہلے معقل گذر چکی ہے کہ اہل حق کا جھگڑا اہل عدت سے علوم خمسہ کے جزئیات میں نہیں ہے وہ تو باذن اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی اور حضرات اولیائے عظام کو کشف اور الہام کے طور پر معلوم ہو سکتے ہیں، جھگڑا صرف کلیات میں ہے اور اس میں فریقِ مخالف کے پاس ایک دلیل بھی موجود نہیں ہے۔ میدان وسیع ہے۔ طبع آزمائی کر دیکھیں۔ مقدمہ) یہ ایسی بات ہے کہ جن کا علم سوائے اس کی ماں کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ قربان ان نگاہوں کے جو کہ اندھیرے اُجائے دنیا و آخرت سب کو دیکھتی ہیں۔ انتہی بلغظہ۔ (جاء الحق ص ۶۷ و مفتاح ص ۶۷)

اس روایت سے بھی فریقِ مخالف کا علم غیبِ کُلّی پر استدلال باطل ہے۔

جواب | اولاً اس لیے کہ آپ کا یہ فرمانا سنی کی مجھ سے سوال کرو، الظاہ ناراضگی کی وجہ سے تھا۔ چونکہ لوگوں نے دُور از کار اور لایعنی سوالات کرنے شروع کر دیے تھے اس لیے آپ نے بطور عذر اور ناراضگی کے یہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ:-
قال مثل رسول الله صلى الله عليه وسلم آنحضرت صلى الله تعالى عليه وسلم سے ایسی اشیاء کے
عن اشیاء كرهها فلما اكثروا عليه المسألة بارے میں سوال کیا گیا جن کو آپ پسند نہیں فرماتے تھے
غضب وقال سئونی الحديث جب لوگوں کے سوالات بڑھ گئے تو آپ نے طیش میں

آکر فرمایا پوچھو مجھ سے الخ

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۳ و مسلم ج ۲ ص ۲۶۳)

جب بعض لوگوں نے آپ کی منشاء کو نہ سمجھا اور سوالات شروع کر دیے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ان کے جوابات آپ کو بتلائے جاتے ہیں، نہ یہ کہ آپ کو مغیبات کا علم تھا۔ چنانچہ امام نوویؒ اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

قال العلماء هذا القول منه صلى حضرت علماء کرام کا کہنا ہے کہ یہ قول جناب رسول اللہ صلی

سَلَّمَ مُحَمَّدٌ عَلَىٰ أَنَّهُ أَوْحَىٰ إِلَيْهِ
وَأَنَّ فَلَا يَعْلَمُ كُلُّ مَا يَسْأَلُ عَنْهُ
مِنَ الْمَغْشِيَّاتِ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى
قَالَ الْقَاضِي وَظَاهِرُ الْحَدِيثِ أَنَّ
قَوْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَوْنِي
أَنَّمَا كَانَ غَضَبًا كَمَا فِي الرَّوَايَةِ
الْآخَرَةِ سَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا
فَلَمَّا أَكْثَرَ عَلَيْهِ غَضَبُ ثَمَّ قَالَ لِلنَّاسِ
سَلَوْنِي وَكَانَ اخْتِيَارُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مُتْرَكُ تِلْكَ الْمَسْأَلِ لَكِنْ وَافَقَهُمْ فِي
جَوَابِهَا لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ رَدُّ السُّؤَالِ
لِمَارَأَةٍ مِنْ حَرَمِهِمْ عَلَيْهَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ
بِغُضِّهِ

(شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶۳)

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس بات پر عمل ہے کہ آپ کو اس
کی وحی ہوتی تھی ورنہ آپ کو تمام مغیبات کا جن کے
بارے میں آپ سے سوالات ہوتے تھے کوئی علم نہ تھا ہا
مگر جتنا خدا تعالیٰ چاہتا تھا اطلاع دے دیتا تھا حضرت
قاضی عیاض یہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے ظاہری الفاظ
اس پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کا سَلَوْنِي فرما انہما
ناراضگی پر مبنی تھا کیونکہ دوسری روایت میں موجود ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب بکثرت ایسی
چیزیں پوچھی گئیں جن کو آپ پسند نہیں کرتے تھے تو
آپ نے غصہ میں اگر لوگوں سے فرمایا مجھ سے پوچھو
آپ صرف اسی امر کو پسند کرتے تھے کہ یہ سوالات نہ
ہوں لیکن جب لوگوں نے آپ سے پوچھنا شروع کیا تو
آپ نے ان کو جواب دینے میں زلف و خطا کی کیفیت کی کیونکہ لوگ
جب پوچھنے پر مجبور ہوئے تو آپ کے لیے یہ ممکن نہ تھا
کہ ان کو بے نیل سرام واپس کر دیتے

حضرت عمر بن الخطاب وغیرہ جلیل القدر صحابی جو صحیح معنی میں مزاج شناس رسول تھے انہوں نے اس موقع
پر آپ کی ناراضگی کا گہرا احساس کرتے ہوئے

فَبَرَكَ عَشْرًا عَلَىٰ رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِينَا بِاللَّهِ
رَبَّنَا وَبِالْإِسْلَامِ دِينَنَا وَبِعُمْدَةِ دِينِنَا قَالَ
فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حِينَ قَالَ عُمَرُ ذَلِكَ

(بخاری ج ۲ ص ۲۸۳ و مسلم ج ۲ ص ۲۶۳)

سے یہ سننا تو پھر آپ نے سکوت اختیار فرمایا۔
ان جملہ صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سَلَوْنِي الا فرمایا

اس امر پر مبنی نہ تھا کہ آپ کو علم غیب تھا اور آپ اس کا اظہار لوگوں پر کرنا چاہتے تھے بلکہ یہ ارشاد آپ نے لوگوں کے للہ یعنی اور بے کار سوالات کا دروازہ بند کرنے کے لیے ارشاد فرمایا تھا۔

واقفاناً اگر اس ارشاد کو غصے پر محمول نہ بھی کیا جائے تب بھی صحیح روایات میں اس امر کی واضح اور روشن دلیل موجود ہے کہ آپ نے امور عظام اور بڑے بڑے اہم مسائل کے بارے میں سوال کرنے کی اجازت دی تھی، نہ یہ کہ ہر کہ وہ امر کی اجازت آپ نے لوگوں کو دی تھی۔ چنانچہ حضرت انس رضی مالک کی روایت میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قام علی المنبر فذكر الساعة وذكر ان بين يديها اموراً عظماً ثم قال من احب ان يسأل عن شيء فیسأل عنه فوالله لا تسألوني عن شيء الا اخبرتك به مادمت في مقامی هذا الحديث

منبر پر کھڑے ہوئے تو آپ نے قیامت کا ذکر فرمایا اور یہ بیان فرمایا کہ قیامت سے قبل بڑے بڑے واقعات رونما ہوں گے جو شخص کسی چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے تو پوچھ لے بخدا جب تک میں اس مقام پر موجود ہوں تم مجھ سے جو کچھ بھی پوچھو گے۔

(بخاری ج ۲ ص ۱۸۳ و مسلم ج ۲ ص ۲۶۳)

تو میں تم کو بتا دوں گا۔

ضرورت تو نہیں مگر صرف بطور شاہد و تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی سن لیجئے :-

وخص رسول الله صلى الله عليه وسلم ابواب الغيب وقال سلوني فلا تسألوني عن شيء الا نبأكم به (الحديث)

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیب کے بعض ابواب اور امور کی تفصیص فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پوچھو تم مجھ سے جو کچھ بھی (ان مخصوص امور غیب میں سے) سوال کرو گے تو میں تمہیں اس کی اطلاع دے دوں گا۔

(ابوداؤد طیبی ص ۵۸)

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ابواب غیب کی ان باتوں کو بیان کرنا یا پہلی صورت میں ناپسندیدہ اور للہ یعنی امور کے جوابات سے اجتناب کرنا اور بصورت اصرار مسائل بذریعہ وحی اس کا جواب دینا آپ کے منصب نبوت سے متعلق تھا۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ کی عبارت میں اس کی تصریح گزر چکی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی اسی کا متقاضی ہے :-

لَا تَسْأَلُونَا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تَبَدَّلَكُمُ مَّوَدِعُكُمْ وَآيَاتُكُمْ تَسْأَلُونَا عَنْهَا حِينَ يُنْزَلُ

مت سوال کرو تم ایسی اشیاء کے بارے میں کہ جب وہ تم پر ظہور کر دی گئیں تو تم پریشان ہو گے اور اگر تم اس وقت

الْفَرْقَانُ مُبْدَ لَكُمْ الْآيَةِ
ان کے بارے میں سوال کرو گے جس کے قرآن کریم نازل ہو
(پک - مائدہ - ۵۷)

اور نزول قرآن کے زمانہ سے نزول وحی کا زمانہ مراد ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ :-

ای دان تسألوا عن هذه الاشياء التي نهيتكم
عن السؤال عنها حين ينزل الوحي على رسول
الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم تبين لكم
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۷)
یعنی اگر تم ان اشیاء کے بارے میں سوال کرو گے جن سے
تمہیں روکا گیا ہے جب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
پر وحی نازل ہو رہی ہے تو وہ اشیاء ضرور تم پر واضح کر دی
جائیں گی (اور پھر تم پریشان ہو گے)

بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلفی منوروی مسائل دریافت کرنے کے لیے
بھی ارشاد فرمایا ہے مگر صرف وہ امور جن کی لوگوں کو حاجت تھی اور وہ منصب نبوت کے مناسب
بھی تھے۔ چنانچہ ایک مقام پر سلفی کی شرح کرتے ہوئے امام نووی لکھتے ہیں کہ :-

قوله صلى الله عليه وسلم سلفي - هذا
ليس بمخالفة للنهي عن سؤاله فان هذا
الامر مودبه هو فيما يحتاج اليه وهو موافق لقوله
تعالى فسئلا اهل الذكر انتهي بلفظ
(نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹)
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ مجھ سے پوچھو
یہ اُس قول کے خلاف نہیں ہے جس میں آپ نے سوالی سے منع کیا
تھا کیونکہ جس سوال کی آپ نے اجازت دی تھی وہ تو صرف ان
امور میں ہے جن کی لوگوں کو حاجت ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کے
اس ارشاد کے موافق ہے کہ اہل علم سے پوچھو۔

ان علم دلائل سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ سلفی الہ سے علم غیب کئی کائنات خدا تعالیٰ
اور اُس کے جناب رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور علماء امت کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے۔
حافظ ابن حجر اسی حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

واشد من ذلك في كثرة السؤال بالبحث عن
امور مغيبة ورد الشرح بالاجابة بها مع ترك
كيفية ومنها ما لا يكون له شاهد في عالم الحس
كالسؤال عن وقت الساعة وعن الردح وعن
مدة هذه الامة الى امثال ذلك مما لا
اور اس سے بڑھ کر کثرت سوال میں وہ بحث سچو ایسے
امور غیبیہ کے بارے میں ہو جن کے بارے میں شریعت نے صرف
ایمان لانے کا حکم دیا ہے بغیر اس کے کہ ان کی کیفیت معلوم
کی جائے اور ان میں ایسے امور بھی ہیں جن کی علم حق میں
کوئی مثال ہی نہیں جیسے قیامت کے وقت کا علم اور روح

يعرف الا بالنقل الصريح والكثير له
يثبت فيه شيء فيجب الايمان
به من غير بحث۔

اور اس امت کی مدت کا علم وغیرہ جو صرف خالص نقل
ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں اور ان میں سے کثیر امور کے
بارے میں کوئی حدیث اور نقل ثابت ہی نہیں ہے کیا انکو

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۲۵) کب ہل گئے؟ لہذا ان پر ایمان ہی لانا ضروری ہے۔

اور شیخ الاسلام علامہ بدر الدین علی الحنفیؒ کہتے ہیں کہ :-

فان قلت من اين عرف رسول الله عليه الصلوة والسلام انه ابنه قلت اما بالوحي وهو الظاهر او بحكم العزاسة او بالمقياس او بالانستلحاق

سوالگر نوید کے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہؓ غدا فر کے بیٹے ہیں؟ تو میں جواب میں یہ کہوں گا کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوا تھا اور یہی ظاہر ہے یا فرست یا قیاس یا استلحاق کے حکم سے

(عمدة القاری ج ۹ ص ۵۰)

آپ نے یہ فرمایا تھا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ملتی حاصل ہوتا جیسا کہ فریقِ مخالف کا یہ بیاد دعویٰ ہے تو جب حضرت عبداللہ بن خذافہ نے سوال کیا تھا مَنْ ابْنِی کہ میرا باپ کون ہے؟ اور آپ نے فرمایا کہ خذافہ، تو شیخ الاسلام علی بن ابی حمزہ کو صاف یہ فرما دینا چاہیے تھا کہ چونکہ آپ کو یہ کلمی غیب تھا اس لیے یہ فرمایا۔ انہوں نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ اس وقت آپ پر وحی آئی تھی اور اس کے مطابق آپ نے حضرت عبداللہ کو یہ جواب دیا اور فرماتے ہیں دھواں ظاہر کہ ظاہر بات صرف یہی ہے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی تھی اور نیز فرماتے ہیں کہ یا آپ نے فراست یا قیاس یا استملاق کے اصول کے پیش نظر جواب دیا جس کو علم غیب ملتی حاصل ہو اس کو فراست اور قیاس وغیرہ کی کیا ضرورت ہے؟ غرضیکہ فریقِ مخالف کا اس روایت سے علم غیب ملتی پر استدلال کرنا سو فیصدی باطل ہے وَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ

مفتی احمد یار خان صاحب تفسیر خازن پارہ ۴ زیر آیت مَا كَانَ اللَّهُ لِيُذِرَ الْآيَةَ اِك

روایت پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ مفتی صاحب کی زبانی یوں ہے کہ "حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم پر ہماری امت پیش فرمائی گئی، اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدمؑ پر پیش ہوئی تھی۔ ہم کو بنا دیا گیا کون ہم پر ایمان لاوے گا اور کون کفر کرے گا یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کو لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہو گئی ہم

۱۶۴
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷

تو ان کے ساتھ ہیں اور ہم کو نہیں پہچانتے یہ خبر حضور علیہ السلام کو پہنچی تو آپ منہ پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعن کرتے ہیں اب سے قیامت تک کی کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پوچھو گے ہم تم کو خبر دیں گے۔ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ حضور علیہ السلام کے علم میں طعن کرنا منافقوں کا طریقہ ہے دوسرے یہ کہ قیامت تک کے واقعات سارے حضور علیہ السلام کے علم میں ہیں۔ (بلفظ جاد الحق ص ۱۶)

مغنی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایسی بے سرو پا روایتوں سے یہ مورچہ ہرگز فتح نہیں ہو سکتا۔ اس روایت کی سند مبارک یوں ہے قال السدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم الحدیث (دیکھئے معالم و منظر و غیرہ) اور لَا تَعْلَمُہُمْ غَنُ تَعْلَمُہُمْ کی تشریح میں ہم سنی کا ذکر غیر کر چکے ہیں کہ حضرات محدثین کرام کے نزدیک اس کا روایت میں کیا پایہ ہے؟ پھر سنی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان کتنے راوی ہیں؟ اور ہیں وہ کیسے؟ ثقہ یا ضعیف؟ ان کے وسیع مفاد اور جنگلات کو یک جنبش پھانڈ کر آگے چلا جانا مغنی صاحب اور ان کی لائق جماعت ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب المغنی یہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ قال الشیخ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ اقف امام جلال الدین سیوطی رحمہ فرماتے ہیں کہ میں اس روایت کی علیٰ ہذا الروایۃ اور (تفسیر منظر ص ۲۷ مش ۱۸۵) سند و محنت پر مطلع نہیں ہو سکا۔

ممکن ہے مغنی صاحب کو بطور کشف و الہام اس روایت کی سند اور اس کی صحت پر آگاہی حاصل ہو گئی ہو جس کی وجہ سے وہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغنی صاحب اور ان کی جماعت کو دین کی سمجھ عطا فرمائے مگر شرک و بدعت کے ساتھ دین کی سمجھ حاصل ہی کہاں ہو سکتی ہے، کما تر علیٰ السیوطی۔ مغنی صاحب کو ارشاد الساری کا وہ حوالہ جس میں نبی کے لیے علم غیب کا ضروری ہونا منافقوں کا نظریہ قرار دیا گیا ہے اور پھر حضرات فقہاء و اخوان کی تکفیری عبارات بخوبی ملاحظہ کرنی چاہئیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ طبیعت بالکل صاف ہو کر سنٹر پر آجائے گی۔

مغنی احمد یار خان صاحب مشکوٰۃ باب المعجزات سے حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ۔ "شکادی آدمی نے کہا کہ میں نے آج کی طرح کبھی نہ دیکھا کہ بھیڑیا بائیں کر رہا ہے تو بھیڑیا بول لاکہ اس سے عجیب بات یہ ہے کہ ایک

آٹھویں حدیث

صاحب (حضور علیہ السلام) دو میدانوں کے درمیانی تختان (مدینہ) میں ہیں اور تم کو گذشتہ اور آئندہ کی خبریں دے رہے ہیں۔ انتہی بلغظہ (جاد الحق ص ۶۹)

جواب اس روایت کا صحیح مطلب بالکل واضح ہے کہ آپ نے ماضی اور آئندہ کی بے شمار خبریں بتا دی ہیں مگر اس سے مفتی صاحب کا استدلال لفظ مآ کے عموم استغراقی پر مبنی ہے کیونکہ روایت کے یہ الفاظ ہیں (یعنی کہہ رہا ماضی و مآ ہو کائن بعد کہ) اور ہم پہلے تفصیل سے عرض کر چکے ہیں کہ مآ عموم میں نص قطعی نہیں ہے۔ ۱۔ عادیہ کی ضرورت نہیں ہے وہاں ہی ملاحظہ فرمائیں آپ نے دیکھا کہ فریق مخالفت کی گاڑی اکثر چار پیلوں پر چلتی ہے لفظ مآ، لفظ مآ اور لفظ شئی وغیرہ کا عموم اور انہی سمجھنا اور اس گاڑی کے اوپر جو ڈھانچہ ہے وہ توحید و سنت اور حق اور اہل حق سے نفرت اور گریز ہے۔ صدق اللہ تعالیٰ فلما زادنا من اهل الحق الله تكثر بھم۔

نوٹ حدیث مولوی محمد عمر صاحب ترمذی ۲۶ ص ۳ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک روایت نقل کر کے پھر اس کا یوں ترجمہ کرتے ہیں کہ؟ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں تو آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کتابیں کیسی ہیں؟ تو ہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر یہ کہ آپ ہمیں ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا یہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے آباد کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں پھر ان کے اخیر پر میزان لگائی گئی ہے، تو ان میں نہ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا ہمیشہ تک۔ پھر فرمایا یہ جو کتاب میرے بائیں ہاتھ میں ہے۔ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام دوزخیوں کے نام ہیں اور ان کے آباد کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام پھر ان کے اخیر پر میزان لگائی گئی ہے نہ ان میں کچھ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم ہمیشہ کے لیے۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں اور تمام دوزخیوں کی فہرستیں اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی ہوئی ہیں جن میں ان کے اعمال بھی شامل ہیں، اب تم کہو کہ آپ کو غیب کئی نہیں تو تمہاری بابت کو سچا مانا جائے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو۔ بہر صورت اس حدیث پاک کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہر مسلمان کو علم غیب کئی تسلیم کرنا عین ایمان ہے۔ انتہی بلغظہ (مقیاس ص ۶۷)

جواب

اس سے بھی فریقِ مخالف کا استدلال باطل ہے۔ اولاً اس لیے کہ یہ دونوں کتابیں حقیقی تھیں یا غرضِ مثالی؟ شراحِ حدیث نے دونوں قول نقل کئے ہیں دیکھئے مرقات ہامش مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۷ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں اسناد حسن کہہ کر اس قول کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ یہ دونوں کتابیں حسی تھیں اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی دیکھی تھیں (ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۷) مگر ان دونوں کتابوں کے مثالی ہونے کا بھی انہوں نے تذکرہ کیا ہے۔ اور حضرت شیخ محدث عبدالحق صاحب تحریر فرماتے ہیں: "وہاں تمثیل و تصویر کر دہ معنی حاصل را در قلب شریعت را بچیزیکہ گویا در دست اوست و حال آنکہ در خارج کتابی نیست و نوشته نہ الی" (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۹۴ طبع نوکشتہ لکھنؤ) جب ان کتابوں کے حسی اور مثالی ہونے میں ہی شراحِ حدیث کا اختلاف ہے تو فریقِ مخالف کا دعوے ان کو علی التبعین حقیقی اور سمجھ کر کیسے صحیح ہوگا؟

وثانیاً اگر یہ دونوں کتابیں حسی بھی ہوں اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو دیکھا بھی ہو تب بھی اس روایت میں صرف اس کا ذکر ہے کہ جنتیوں کے اور ان کے آباد کے اور ان کے قبیلوں کے نام اور اسی طرح دوزخیوں کے اور ان کے آباد کے اور قبیلوں کے نام درج تھے۔ اس میں اس کا ذکر کہاں ہے کہ ہر آدمی کی زندگی کے پورے اور تفصیلی حالات بھی ان میں درج تھے اور اس کا ذکر اس میں کہاں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کتابوں کے اندر درج شدہ پورے ناموں کی مکمل تفصیل کا بھی علم تھا؟ اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان کتابوں میں جنتیوں اور دوزخیوں کے درج شدہ تمام ناموں کا آپ کو تفصیلی علم تھا تو فریقِ مخالف بنائے کہ جانوروں اور کیڑے مکوڑوں وغیرہ کا جو غیر مکلف مخلوق ہے اور جنت اور دوزخ میں نہیں جائیں گے (الا اذا ثبت فی البعض) تو ان کا ذکر ان کتابوں میں کہاں ہے؟ علم غیب کئی صرف مکلف مخلوق کے ناموں اور ان کے اجمالی و تفصیلی حالات ہی کا نام تو نہیں ہے بلکہ علم غیب کئی تو زمین کے ہر مردہ اور درخت کے ہر پر پتہ اور دریا کے ہر قطرہ وغیرہ کا نام ہے اور اس ہدایت سے ان کے بارے میں علم غیب کا ہرگز کوئی ثبوت نہیں ہوتا جیسا کہ بالکل عیاں ہے۔

وثالثاً اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں اور دوزخیوں کے علی التبعین نام معلوم تھے تو آپ نے ابوطالب اور عبد اللہ بن ابی وغیرہ کے لیے جو خدا تعالیٰ کے علم میں دوزخی تھے کیوں حضرت کی دعا کی؟ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ اور نہی کیوں نازل ہوئی؟ کیا آپ نے جان بوجھ کر دوزخیوں کے

یہ دعوئے منفرت کی؟ الحاصل اس روایت سے علم غیب کئی ثابت کرنا زاجنوں ہے بشرطیکہ کسی کو سمجھ اور انصاف سے کچھ حصہ ملا ہو۔

دسویں شہادت | خان صاحب، مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں:-
والاعطالہ، شرح مواہب لدنیہ للزرقانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی

روایت ہے:-

إِنَّ اللَّهَ دَفَعَ لِي الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَ
اللَّهُ تَعَالَى لَمْ يَهَاجِرْ سَائِرَ دُنْيَا كُوشٍ فَرَادِيَسٍ
إِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ كَأَنَّمَا
هَمَّ اس دُنْيَا كُوشٍ أَسْمِیں قِلْمَتِ تَمَّ كُچھ ہونے والا ہے اس
أَنْظُرُ إِلَى كَيْفِي هَذِهِ
طرح دیکھ رہے ہیں اپنے اس ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔

(جہاد الحق ص ۶۳۔ انباء المصطفیٰ ص ۷۷ و مقیاس ص ۷۸)

البتہ خان صاحب اس میں بحوالہ طبرانی اور کتاب الفتن للنعیم بن حماد اور طبری لابی نعیم کے حوالہ سے کئی حدیث کے بعد یہ ٹکڑا بھی زیادہ روایت کرتے ہیں کہ:-

جَلِيَانَا مِنَ اللَّهِ جَلَاءٌ ۖ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ
اللَّهُ نَفْسُهُ نَبِيٌّ كَيْفَ رُشْنُ فَرَوَاقِ طَبِيعَةِ مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْبَنِيَاءِ
کے لیے روشن کی تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔
کما جَلَاءٌ لِلْبَنِيَّةِ

اس حدیث سے روشن کہ سموات والارض اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اس کا علم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عطا ہوا اور حضرت عز جلالہ نے اس تمام ماکان و مایکون کو اپنے ان محبوبوں کے پیش نظر فرمادیا مثلاً شرق سے غرب تک سماک سے سمک تک ارض سے فلک تک اھ (بالفعلہ انباء المصطفیٰ)

یہ روایت حلیہ لابی نعیم ص ۶۷ میں سعید بن مسعود بن الرضاوی کی سند سے مذکور ہے
جواب | بلا شک یہ روایت فوقی مخالفت کے لیے بڑی کارآمد جگہ اکسیر تھی مگر کاش کہ صحیح نہیں ہے

کیونکہ امام طبرانی کی جملہ تصانیف حضرات محدثین کرام کے نزدیک کتب حدیث کے طبقہ ثانی میں داخل ہیں اور اس طبقہ کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ؟ واکثر اہل احادیث معمول بہ نزد فقہاء نشہ اند لکھا علیہ بر خلاف امننا منعہ گشتہ (مجاہد نافذہ مک) جب تک اس حدیث کی اصول حدیث کی رو سے صحت ثابت نہ کی جائے اس سے احتجاج درست نہیں ہے۔ اور امام ابو نعیم کی جملہ تصانیف طبقہ رابع سے ہیں جن کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ اس حدیث قابل اعتماد و مستند کہ در اثبات عقیدہ یا علی بائہا تک کہ وہ خود

(ایضاً مک) نہ صرف یہ کہ یہ روایت محض طبقہ ثالثہ اور رابعہ کی ہے بلکہ ضعیف بھی ہے چنانچہ مشہور تہذیب
محدث حافظ علی متقیؒ (المتوفی ۹۷۵ھ) لکھتے ہیں کہ سند ضعیف (کنز العمال ج ۶ ص ۱۵) کہ اس کی
سند ضعیف ہے۔ اور علامہ نور الدین علی بن ابی بکر الحیثمیؒ (المتوفی ۸۵۸ھ) استاد حافظ ابن حجرؒ طبرانی کے
حوالہ سے یہ روایت حضرت عمرؓ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں جس میں کئی ہذا کے الفاظ بھی موجود ہیں اور فرطی
ہیں کہ اس کے باقی راوی تو ثقف ہیں مگر علی ضعف کثیر فی سعید بن سنان الرضاویؒ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۴)
اس میں سعید بن سنان الرضاوی بہت ہی زیادہ ضعیف ہے۔ اور ضعیف حدیث کی جناب بنی کریم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت اور پھر اس سے نصوص قطعیہ کے خلاف عقیدہ ثابت کرنا کمال کا انصاف
ہے؟ خالصاً صاحب نے ایک مقام پر کیا ہی خوب کہا ہے کہ: حدیث ماننے اور حضور اکرمؐ سید عالم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرنے کے لیے ثبوت چاہیے بے ثبوت نسبت جائز نہیں اور قول مذکور ثابت نہیں؟
ظہ (دعوان شریعت حصہ سوم ص ۲۷)

اگر یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس
کی نسبت صحیح نہیں اور نہ اس سے کوئی عقیدہ ثابت کیا جاسکتا ہے۔ قارئین کرام! فریق مخالف کی طرف سے
اس کے علاوہ بھی بعض احادیث پیش کی گئی ہیں جن کا اکثر حصہ ہم نے غنۃ علم السائلۃ کی تشریح اور
دیگر مختلف البواب میں نقل کر کے جوابات دے دیے ہیں اور ان کے علاوہ بھی بعض حدیثیں باقی ہیں مگر
اُن سے کسی کو علم غیب کے اثبات پر بہت کم شبہ ہو سکتا ہے۔ جن روایات پر فریق مخالف کے دعویٰ کا مدار
تھا وہ ہم نے عرض کر دی ہیں اور ساتھ ہی جوابات بھی عرض کر دیے گئے ہیں تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ۔
اب ہم فریق مخالف کو ایک عمدہ اور جائز درود بتاتے ہیں وہ صبح و شام اس کو پڑھا کرے، اور یقین رکھے
کہ وہ درود ناجائز نہیں ہے۔ درود مبارک یہ ہے اسے

اے میرے باغ آرزو، کیا ہے باغ ہائے تو

کلیاں تو گو ہیں چار سو، کوئی کلی کھلی نہیں

اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں قرآن کریم اور سنت صحیحہ اور حضرات صحابہ کرامؓ و تابعینؓ و تبع
تابعینؓ و فضلاء کرامؓ و محدثین عظامؓ اور سلف صالحینؓ کی صحیح اتباع اور پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے
اور ہمارے دلوں کو نور توحید اور شمع سنت سے منور کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت اور عادت ہے کہ اگر

کوئی اُس سے لینے والا ہو تو وہ ضرور عطا فرماتا ہے۔ اکبر نے کیا خوب کہا ہے سے
 سرور و نور و جد و حال ہو جائے گا سب پیدا
 مگر لازم ہے پہلے ہو ترے دل میں طلب پیدا
 نہ گنہگار کی ظلمت سے تو اے نور کے طالب
 وہی پیدا کرے گا دن بھی کی ہے جس شب پیدا

وصلی اللہ تعالیٰ علی محمد وعلی آلہ واصحابہ وجميع امتہ الی یوم القیامۃ
 آمین

وانا العبد الاحقر الموالزاہد محمد سرفراز خان صفدر الہزاروی تولدوا السواتی
 نبأ والحسینی مشرباً والدیوبندی مسلحاً

خطیب جامع گھمڑ ضلع گوجرانوالہ و مدرس مدرسہ نعرۃ العلوم گوجرانوالہ

س ۱۳۷۹ھ
 ۱۹۵۹ء

مؤرخۃ ۱۹ محرم الحرام
 ۲۶ جولائی

